اسلام اور دیگر ادیان کے تقابلی جائزے پر ایک بہترین کتاب
مقدمہ
تفسیر میزان الادیان
یہودیت
عیسائیت
ہندومت
بدھمت
اسلام
جلد اول
مصنفہ
خلیفہ اعلیٰ حضرت فخر المحققین امام المحدثین ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ الوری
مرکزی دار العلوم حزب الاحناف
مکتبہ اعلیٰ حضرت

جلد اوّل

خلیفہ اعلیٰ حضرت فخر المحققین امام المحدثین ابو محمد سید محمد دیدار علی شاہ الوری

E-mail:maktabaalahazrat@hotmail.com
Voice 092-042-7247301

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موضوع کتاب	تقابلِ ادیان
نام کتاب	مقدمہ میزان الادیان بتفسیر القرآن
مصنف	خلیفہ اعلیٰ حضرت امام المحدثین فخر المحققین ابو محمد **سید محمد دیدار علی شاہ الوری** رحمۃ اللہ علیہ
پروف ریڈنگ	علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی
	صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدظلہ العالی
تعدادِ صفحات	376
سن اشاعت نو	24 جولائی 2004ء بمطابق 6 جمادی الثانی 1425ھ
ہدیہ (جلد اول)	-/250 روپے
ناشر	**مکتبہ اعلیٰ حضرت**

دربار مارکیٹ لاہور

فون: 092-042-7247301

maktabaalahazarat@hotmail com

عنوانات	صفحہ نمبر

الحمدلله المحمود بكل لسان والصلوه والسلام الاكملان الاتمان على محمد ن المصطفى سيد الانس والجان وعلى اله واصحابه وازواجه واحفاده وامته والامرين بالمعروف والناهين عن المنكربلا مخافه لومه لائم لرضاء الرحمن و مرضاه المنان۔ تمام قسم کی حمد وثنا اسی ذات پاک کے واسطے ثابت ہے جو ہر ایک زبان میں سراہا جاتا ہے اور درود وسلام اور رحمت تام نازل ہو اس یگانہ زمانہ پر جو ہادی ہر خاص و عام ہے اور اس کے آل و اصحاب پر جن کی مساعی مشکورہ کا مشکور ہر فرد انام اور اس کے ان امتیوں پر جو تمغائے تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر کے ساتھ سرفراز ہیں اور خلعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر پہن کر جان و دل سے بغیر خوف کسی ملامت کرنے والے کے ہر طرح کی مصیبت اور سختی سہ کر رضائے رحمٰن میں بے ہراس ہو کر میدان شریعت کے یکہ تاز ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے کمترین خلائق ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی النقشبندی القادری المجددی خدمت میں تمام بنی نوع انسان کے گزارش پرداز ہے کہ بعد فراغ علوم ضروری معقول و منقول احقر کو ابتداء سے تحقیق ہر مذہب و ملت کا شوق رہا اور ہر ایک صاحب ملت اور مذہب کو اپنے مذہب اور ملت میں ایسا ثابت قدم اور راسخ دم پایا کہ گویا اس کے نزدیک دوسرا ملت و مذہب بجز ضلالت اور گمراہی کے کوئی چیز ہی نہ تھا۔ جب نصاریٰ میں مختلف مذہب کے پادریوں سے بات چیت کا اتفاق ہوا۔ ان میں بھی ہر مذہب والے پادری کو (باوجود سب کے تابع انجیل مروجہ ہونے کے) یہی کہتے سنا کہ بجز ہمارے طریقہ پر بپتسمہ لینے اور عیسوی ہونے کے کوئی طریقہ نجات کا نہیں۔ رومن کیتھلکوں کو دیکھا کہ پروٹسٹنٹوں کو کافر کہہ رہے ہیں اور پروٹسٹنٹوں کو سنا کہ رومن کیتھلکوں کی تکفیر کر رہے ہیں۔ علی ہذا القیاس یہود اور آتش پرستوں کو

سرگرم اسی مقولہ کا پایا۔ ہنود میں بھی باجود ہونے تمام ہنود کے پابند اطاعت وید ہر ایک فرقے کو جدا جدا اپنی طرز خاص پر اطاعت وید کو موجب نجات کہتے دیکھا۔

مذاہب کے اختلافات:

اہل اسلام میں بھی تمام اسلامی فرقوں کو باوجود ہونے سب کے تابع قرآن مجید اپنے ہی طریق خاص پر پیروی قرآن کرنے کو باعث نجات کہتے سنا۔ اسی طرح وہ جو خدا طلبی اور خدا رسی کے مدعی ہیں' خواہ وہ جوگی ہوں یا شناسی' عابد ہوں یا صوفی' راہب ہوں خواہ سپاسی' ہر ایک کو اپنی ہی طرز خاص پر خدا رسی اور خدا شناسی کا مدعی پایا۔ باوجودیکہ طریقہ ذکر و شغل توجہ اور مراقبہ باہم سب کے قریب قریب بلکہ ایک فقط ناموں کا فرق۔ چنانچہ صوفیائے کرام جس شغل کو سلطان الاذکار کہتے ہیں' جوگیوں سے اس کو اناہد کہتے سنا۔ پارسیوں کے یہاں اسی شغل کا نام آزادا پایا اور جس طرح نقشبندیہ' چشتیہ' قادریہ' سہروردیہ میں سلطان الاذکار کے مختلف طریقے ہیں' جوگیا وغیرہ میں بھی مختلف طریق پر عملدرآمد دیکھا۔ صوفیائے کرام لا الہ الا اللہ کی ضرب لگاتے ہیں تو اسی طرح سپاسیوں کو "نیست چیزے مگریزداں" کی ضرب لگاتے سنا۔ علیٰ ہذا سلطانا نصیرا اور سلطانا محمودا شغل ایک ضربی دو ضربی کے طریقے بھی قریب قریب پائے اور قطع نظر اس امر سے کہ شریعت غرائے محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جو امر خلاف عادت اولیائے کرام سے سرزد ہو' اس کو کرامت اور جو پیغمبر سے وقوع میں آئے' اس کو معجزہ اور جو جوگیا وغیرہ سے ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں۔ نفس خرق عادت ظاہر ہونے اور کشف و مکاشفہ میں سب کو صورۃ" باہم شریک پایا۔ اس حالت پریشان کو دیکھ کر تعصب مذہبی چھوڑ کر یہ سوچا کہ اگر باعتبار جزئیات عقاید اور اعمال ہر ملت اور مذہب کی تحقیق کا قصد کیا جاتا ہے جب تو یہ وہ دریائے ناپید اکنار ہے کہ جس کی تحقیق کے لیے عمر ہزار سالہ بھی کفایت نہیں کرتی اور اس تحقیق کی طرف جہاں تک فکر کیا گیا اور مختلف مذہبوں کے مناظروں کی کتابوں کو دیکھا تو بجز میں میں' تو تو کے کچھ نظر نہ آیا۔ اس واسطے کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب و ملت نظر نہیں آتا کہ ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کی دس پانچ بات کو بھی بوجہ مخالف ہونے ان باتوں کے اس طریق مروجہ سے' جس پر انہوں نے پرورش پائی ہے' یا بوجہ تعصب مذہبی یا بوجہ ناواقف ہونے کے اس مذہب کی کیفیت اور ان باتوں کی حقیقت سے برا نہ جانتا ہو اور اس کا مقابل اسی قسم کی برائی' جیسی اس نے مخالف رواج یا بمقتضائے تعصب مذہبی یا ناواقفی کے اس کے مذہب کی طرف ظاہر

کی ہے' اس کے مذہب میں نہ نکال دکھاتا ہو۔ چنانچہ دیانند سرسوتی وغیرہ کی اور اکثر آریوں کے تمام اعتراضات کی علیٰ ہذا ان کے مخالفوں کے اعتراضات کی بنا' جو ان پر کیے گئے ہیں یا مخالفت رواج باہمی ہے یا مخالفت فلسفہ مروجہ زمانہ حال۔

مسلمانوں پر بوجہ مخالفت رواج اگر مشرکین عرب اور فی زمانہ آریہ اور نصاریٰ نے لے پالک بیٹے کی بیوی مطلقہ سے نکاح کرنے کا اعتراض جڑ دیا تو مسلمانوں نے آریوں پر نیوگ کا' جو مخالف شریعت اور اکثر مذہب وملت ہے' اعتراض کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس غالباً اسی کشمکش کو دیکھ کر اگر بعض جوگیوں کو یہ کہتے سنا بھی کہ سب مذہب وملت حق ہیں اور سب سے خدا رسی ممکن ہے' لہٰذا ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا بعینہ ایسا ہے جیسے باوجود پہنچا دینے ہر راستے کے مدعا تک ایک راستے کو مدت دراز تک چل کر چھوڑ دینا اور دوسرے راستہ کی محنت دراز اپنے سر لینا مگر چونکہ اس مقولہ کو ان کی مذہبی کتاب کے بالکل مخالف پایا اور ان کو اپنی قوم کے ہر بالغ نابالغ کو دوسرے مذہب کی محبت سے نفرت دلانا اور دوسرے مذہب والوں کو اپنے مذہب کی طرف آنے سے منع کرنا تو درکنار' اپنے مذہب کی طرف راغب بناتا پایا۔

اس کا نتیجہ بھی بغیر اپنے مذہب والوں کی روک تھام کے اور کچھ نہ پایا۔ علاوہ بریں یہ مقولہ ان کا اس وقت تک قابل اعتبار نہیں ہو سکتا' جب تک کہ وہ یہ امر ثابت نہ کر دکھائیں کہ کسی مذہب کے اصول مذہبی دوسرے مذہب کے اصول کی تکذیب نہیں کرتے' فقط اختلاف طریق عمل میں رہتا تو مضائقہ نہ تھا' پھر تو اس تماشا کو دیکھ کر اس امر کا یقین کامل ہو گیا کہ فی الواقع یہ جو کچھ عالم میں ظاہر ہو رہا ہے' یہ سب اس صانع مطلق اور خالق برحق کی صنعت اور کاریگری کے جلوے ہیں اور اس اعتبار سے دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو ہم برا بھلا کہہ سکیں مگر جس چیز یا جس کام کو خود خالق اکبر برا بتا دے یا بھلا فرما دے اور یہ سارے جھگڑے عالم میں جو پھیل رہے ہیں' ان کا باعث فقط ناواقفی اس امر کی ہے کہ خالق اکبر کے نزدیک کونسی بات بری ہے اور کونسی بھلی اور اس ناواقفی سے' جس قوم میں جس بات کے برا جاننے کا رواج پڑ گیا' وہ اس کو برا اور جن میں بھلا پڑ گیا وہ بھلا کہتے چلے آتے ہیں۔ آخر کار یہی کہنا پڑا کہ رواج عام ہر قوم کا ایسی زبردست چیز ہے کہ بھلی چیز کو بری کر دکھائے اور بری چیز کی بھلائی ہر دل میں لا جمائے مگر بایں ہمہ ہر ایک دانش مند سمجھدار کو یہی کہتا پایا کہ اگر عقلاً کوئی بات بری ہو' اس کو رواج کے اعتبار پر بھلا برا سمجھنا بالیقین بے وقوفوں کا کام ہے اور پابندی رسم و رواج کا سراسر برا انجام۔

اسی وجہ سے آریوں نے باوجود مخالفت اپنے قدیمی رسم و رواج کے بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی کی

مطابق شریعت اسلام اجازت دے دی اور گانے بجانے' طوائف نچانے کا علاوہ بریں دوسری قبیح باتوں کا' جو ان میں رواج تھا' اب اس کو موقوف کر دیا اور موقوف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں' جس کو اسلام نے پہلے ہی دن منع کر دیا تھا اور کثرت ازدواج پر' جو چار تک مسلمانوں میں جائز ہے' مسلمانوں پر نصاریٰ معترض تھے مگر اب اس کے منافع پر نظر ڈال کر خلاف اپنے رواج کے اجازت دے رہے ہیں لیکن مدعیان عقل میں باہم اس قدر اختلاف پایا کہ بعضوں نے اپنی عقل کے بھروسے پر یہی کہہ دیا کہ دنیا میں کوئی چیز بری نہیں' بلکہ جو آدمی برا ہے' اس کے واسطے ہر ایک چیز بری ہے اور بھلوں کے واسطے ہر ایک چیز بھلی۔ بعضے سرے سے خدا ہی کے منکر ہو بیٹھے اور بعضے کہنے لگے کہ آسمان کوئی چیز نہیں' فقط آدمی کی انتہا نظر کا نام آسمان ہے۔ زمین گردش کرتی ہے' اس گردش کا نتیجہ اختلاف فصل جاڑا گرمی وغیرہ ہے۔ دوسری جماعت عقلاء نے آسمان کے پرزے پرزے تک کتابوں میں لکھ کر دکھا دیے اور ہر پرزے کی حرکت جداگانہ اور ستاروں کی حرکت مع حرکت آسمان جانچ پڑتال کر کے جدا جدا مفصل بیان کر دکھائے اور اختلاف فصلوں کا زمین کو ساکن مان کر آسمان ہی کی حرکتوں پر ظاہر کر دکھایا اور ہر ایک نے اپنے اپنے مسلک کو ایسے ایسے مضبوط دلائل عقلی سے ثابت کر دکھایا کہ سننے والوں کو گنجائش انکار حتی الوسع قطعاً باقی نہ چھوڑی اور پھر خود ان کو باوجود ثابت کر دکھانے اپنے اپنے مسلک کے دلائل عقلیہ سے انہیں ثابت کردہ امور میں اس قدر مذبذب پایا کہ منصف مزاجوں کو یہی کہتے سنا کہ ہماری تحقیق عقلی یہ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ تحقیق غلط نکلے اور امر حق اس کے خلاف ثابت ہو۔ کسی کو تحقیق کرتے کرتے بعد چندے اپنے ہی طریق سے انکار کرنا پڑا۔

مسمریزم اور روحانیت:

چنانچہ جو لوگ زمانہ سابق میں حکمت جدید پڑھ کر یہ کہتے تھے کہ علم باطن کشف و کرامت یہ سب لغو ہیں' انہی کو تھوڑے عرصہ میں فقط عجائبات مسمریزم دیکھ کر یہ کہتا سنا کہ بیشک ہر انسان میں ضرور ایک قوت مقناطیسی ہے کہ جس کے قوی ہونے اور قوی بنانے سے کشف و کرامات اور عجائبات قدرت کا ضرور حضرت انسان سے ظہور ہوتا ہے' اسی کو علم باطن کہتے ہیں اور اسی کا نام قوت روحانی ہے۔ اگرچہ یہ امر سالکان راہ طریقت کے نزدیک بالکل خلاف واقع ہے اور کتنا بھی کوئی مشاق علم مسمریزم ہو' ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ صوفی کامل کے سامنے کچھ نہیں کر سکتا۔ علیٰ ہذا جو لوگ جن و شیاطین اور ملائکہ کے یقیناً منکر تھے' اب وہی فقط وجود جن کے ہی مقر نہیں بلکہ جنوں کے دکھا دینے تک کے اشتہار دے رہے ہیں۔ جو لوگ جنت اور دوزخ کا

انکار کرتے تھے' آخرکار یہاں تک تو اقرار کرنے لگے ہیں کہ ضرور ہر چیز کی انتہا ہے اور ہر چیز کا ایک خزانہ ہونے کو عقل تسلیم کرتی ہے۔ راحت و آرام کی بھی انتہا ہونا چاہیے اور اس کا ایک مخزن ہونا عقلاً" ضروری ہے کہ اس کے بعد پھر زیادہ راحت و آرام کا پایا جانا محال ہے' اسی کا نام جنت ہے۔ علیٰ ہذا مخزن تکالیف اور انتہائے عذاب و تکلیف کا نام دوزخ ہے' اسی طرح یہ کہتے کہتے کہ خدا کوئی چیز نہیں' عالم کے مادہ میں خود یہ اثر ہے کہ خود بخود ایک مدت دراز تک صور مختلفہ عالم میں ظاہر رہتا ہے اور پھر ایک مدت دراز کے بعد خود بخود سب صورتوں کو چھوڑ کر باریک باریک ذرات کی شکل میں منتشر ہو جاتا ہے۔ غالباً اسی کو عام لوگ قیامت کہتے ہیں۔ آخرکار معاملات عالم پر نظر ڈالتے ڈالتے کہنے لگے کہ بے سبب کوئی چیز نہیں ہوتی۔ نامحالہ ملنے اور بکھرنے اجزاء عالم کا بھی کوئی سبب ہونا ضروری ہے۔ بعض تو اتنا ہی کہہ کر گم ہو گئے۔ بعض کو یہ کہنا پڑا کہ طبیعت مادہ ہے' باعث انتظام و انتشار عالم ہے' حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ طبیعت اور مزاج کا وجود بعد وجود اس شے کے ہوتا ہے اور علت و سبب ہر شے کا ضروری ہے کہ اس شے سے پہلے ہو۔ علیٰ ہذا القیاس۔ مگر باوجود اس قدر اختلافات کے اس مقدمہ کا سب کو مقر پایا کہ تمام عالم میں جو کچھ موجود ہے' اس میں سے جو بھی چیز سبب اول کی طرف منسوب ہے' جو وصف و قوت اس میں ہوگی' وہ قوت اور وصف اس میں نہیں ہو سکتا۔ جو چیز اس سبب اول کی پیدا کی ہوئی چیز سے پیدا کی ہوئی ہے مثلاً جو وصف و قوت آدمی میں ہے کہ جس کی پیدائش سبب اول خالق اکبر کی طرف یقیناً منسوب ہے' اس شے میں وہ صفت و قوت ہرگز نہیں ہو سکتی جو بظاہر انسان کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔

سائنسی ایجادات پر ایک نظر:

چنانچہ ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ عالم میں بذریعہ حضرت انسان کیا کیا عجائبات قدرت ظاہر ہو رہے ہیں۔ کہیں ریل جیسی سواری کا ظہور ہے کہ جس کا کبھی خیال بھی نہ تھا۔ کہیں تار برقی کا اشتہار ہے۔ کہیں نئی نئی نت نئی کلوں کا ایجاد ہو رہا ہے۔ کہیں فز کے گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ کہیں بذریعہ کل رقص گلعذار و ترانہ ہائے بے شمار کا ظہور ہو رہا ہے۔ کہیں بصورت گراموفون ہر ایک قسم کی آواز کا فوٹو کھینچا جا رہا ہے۔ کہیں ہوائی جہاز اڑ رہے ہیں۔ کہیں آگ دھوئیں کی گاڑیاں موٹر نامی دوڑتی پھرتی ہیں۔ کہیں بذریعہ مسمریزم نئے نئے عجائبات کا مشاہدہ ہے۔ کہیں جام جہاں نما کی حکایت ہے۔ کہیں طلسمات خمسہ نمرودیہ کا ذکر ہے۔ کہیں عجائبات گزشتہ کا' جو ہم کو اب نظر نہیں آتے' انکار ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ یہ سب کچھ جو ہو رہا

ہے اور نہ معلوم کیا کچھ ہو چکا اور کیا کیا ہو گا' لیکن آج تک نہ ہوا ہے نہ ہونا ممکن کہ کوئی یہ کہہ کر بتادے کہ فلاں حکیم کا بنایا ہوا آدمی تو کہاں' یہ مچھر بعینہ ویسا ہی مچھر ہے جس کا پیدا ہونا سبب اول کی طرف یقیناً منسوب ہے' للذا بالاتفاق سب کو یہی کہنا پڑا' خصوصاً ان کو جو اپنی شریعت اور کتابوں کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ فی الواقع دنیا میں بری بھلی چیز اور برا بھلا کام حقیقتاً وہی ہے جس کو پروردگار عالم برا بھلا بتادے اور اس کی برائی بھلائی بذریعہ اپنے کلام کے ظاہر فرمادے اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ جس قدر پیدا کرنے والا اپنی پیدا کی ہوئی چیز کی برائی بھلائی سے واقف ہوتا ہے' دوسرے اس کی برائی بھلائی واقعی سے کبھی واقف نہیں ہوسکتے' تاوقتیکہ اس کام میں اس سے زیادہ ہوشیار نہ ہوں۔ مگر یہ تو ظاہر ہے کہ اس خالق اکبر سے' جس کو بعض حکماء سبب اول یا علت العلل کہتے ہیں' بڑھ کر تو کہاں' اس کے برابر بھی کوئی نہیں۔ پھر اس کی پیدا کی ہوئی چیز اور کاموں میں بھلائی برائی واقعی اس کی مخلوق ہو کر اپنے عقل سے کون ثابت کر سکتا ہے۔

ہاں اگر ثابت کر سکتا ہے تو وہی کر سکتا ہے جو مخلوق خدا سے اس قوت کا کوئی بشر ہو' جو بلا اسباب ظاہری اور تحصیل علوم و فنون اور صحبت عقلا" ہر چیز اور ہر کام کی برائی بھلائی ثابت کرنے میں بلکہ ہر چیز کی حقیقت کے بیان کرنے میں مدعی اس امر کا ہو کہ خود خدا کے بتلانے سے کسی طرز خاص پر میں یہ باتیں بیان کر رہا ہوں۔ نہ ان میں اپنی طرف سے کچھ تصرف کر سکتا ہوں' نہ اس میں میری عقل کو کچھ دخل ہے بلکہ جو کچھ حقائق اشیاء برائی بھلائی ہر کام اور ہر چیز کی اپنے زمانے کے لوگوں کی طبیعت کے انداز پر بموجب بتلانے اور بڑھانے اس خالق کل سبب اولٰ کے میں بیان کر رہا ہوں' اس کے بیان کرنے میں میں مجبور ہوں۔ گو یہ کلام بظاہر میرے منہ سے نکل رہا ہے مگر حقیقتاً نہ یہ میرا کلام ہے' نہ اس بیان میں میرا کچھ تصرف اور انتظام بلکہ یہ کلام سرتاپا خالق اکبر واجب الوجود قدیم بالذات کا کلام ہے۔ اور وہ کلام الٰہی اس پیغمبر کی ملک کی زبان میں اس پیغمبر سے ظہور پذیر ہو تاکہ ہدایت کرنے اور سمجھنے سمجھانے میں دقت واقع نہ ہو' پھر اگر طبیعتیں اور قوتیں ہر زمانے اور ہر ولایت کے آدمیوں کی برابر تسلیم کی جائیں تو اس سارے کلام خدا کا' جو ہدایت خلق اللہ کے واسطے ظاہر ہو' ایک ساتھ کسی مقبول بندے کی زبان پر ظاہر ہو کر یکساں تاقیام قیامت بلا تغیر و تبدل اور نسخ یا ترمیم احکام باقی رہنا تسلیم کیا جائے اور اگر ہر زمانے کے آدمی ہی کیا بلکہ تمام مخلوقات کی طبیعتوں اور قوتوں میں اختلاف قوی پایا جائے' جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ باعتبار ایک ہی زمانے کے باعتبار مختلف ولایتوں کے اختلاف قوی طبیعتوں اور مزاجوں کا اور اختلاف بے حد رات اور دن کا ظاہر ہے تو

ضرور ہے کہ اس کلام قدیم خداوند کریم میں ازل سے مرتبہ قدم انسان میں یعنی مرتبہ علم اللہ میں بھی اختلاف احکام ہو اور جن جن طبیعتوں اور قوتوں کے آدمی مرتبہ علم اللہ سے مرتبہ ظہور اور حدوث میں آتے جائیں' وہ کلام اللہ بھی بغرض ہدایت مخلوق ہر ایک زمانے کے آدمیوں کے طبیعت اور قوت کے اندازہ پر دنیا میں بواسطہ کسی ایسے ہی نبی اور رسول کے' جس کی ہدایت ان کے مناسب ہو' ظاہر ہوتا رہے تاکہ جہالت حکیم مطلق خالق برحق طبیعتوں مخلوق اور ان کے علاج ہائے مختلف سے لازم نہ آئے مگر ہر زمانہ میں ہر شخص چونکہ ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کو اللہ کی طرف سے منصب نبوت و رسالت پر بھیجا گیا ہوں' اور ان کی طبیعتوں اور قوتوں کے اندازہ پر مجھ پر کلام الٰہی اترتا رہتا ہے' لہٰذا اس قسم کے مدعیوں میں سے سچے کی پہچان کے لیے جھوٹے مدعیوں سے بڑی میزان یہ ہے کہ وہ موید من اللہ ان دو باتوں کے ساتھ موصوف ہو۔

معجزہ اور استدراج:

امر اول یہ کہ بلا کسب اور سیکھنے اور لکھنے پڑھنے کے اس سے ایسے امور خلاف عادت سرزد ہوں کہ جس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اور باوصف لکھنے پڑھنے اور سیکھنے سکھانے اور مدتوں محنت کر کے حاصل کرنے ان امور کے کوئی کتنی بھی کوشش کرے' اس مدعی نبوت کے مقابلے سے عاجز رہ جائے۔ ایسے فعل کو عرف شریعت میں معجزہ کہتے ہیں اور دوسرا امر یہ کہ زمانہ طفولیت اور لڑکپن سے ہی وہ نبی دعویٰ نبوت سے پہلے اور پیچھے صدق کلام اور خصال حمیدہ میں ایسا شہرۂ آفاق اور ضرب المثل ہو کہ کسی کو اہل انصاف سے اس کے جھٹلانے کی گنجائش باقی نہ رہے' گو معاندین اپنے عناد سے باز نہ آئیں' مگر جس کلام الٰہی اور کتاب ربانی کی تصدیق فقط اس نبی کے معجزوں اور اس کے صادق الکلام ہونے پر موقوف ہوگی' مگر وہ کلام محفوظ اور مقبول اور قابل ہدایت اس وقت تک ہی رہ سکتا ہے' جب تک اس کے معجزوں کی شہرت ہزاروں لاکھوں راویوں کے ذریعہ سے علی سبیل الیقین باقی رہے اور جب اس کی شہرت اس کے ماننے والوں سے ہی مٹ جائے اور اس کلام الٰہی کی عظمت اس نبی کے پیروؤں کے دلوں سے نکل جائے' ضرور ہے کہ وہ کلام الٰہی بوجہ خود غرضی اور اتباع خواہشات اس کے تابعین کے بالکل ہی مٹا دیا جائے یا رہے تو بوجہ گمراہ اور خود رد ہو جانے' اس کے تابعین کے اصلی صورت میں باقی نہ رہے بلکہ اس کے خالص ترجمے برائے نام باقی رہ جائیں تاکہ اصل کلام الٰہی سے ملا کر ان کی تحریفات اور خود غرضیوں پر کوئی واقف نہ ہو سکے۔ لامحالہ اس نبی

کے بعد جب اس کی ہدایت کا اثر قریب الزوال ہو' اسی قسم کی قوت اور معجزات کے ساتھ دوسرے نبی کا آنا ضرور ہے' خواہ وہ اپنے معجزوں کی قوت کے ساتھ پہلے ہی نبی کی شریعت کو زندہ کرے' خواہ حسب تغیرو تبدل مزاج اہل زمانہ منجانب اللہ نئی شریعت اور نئے احکام لے کر آئے تاکہ اس حکیم مطلق سے ایسی صورت میں بتقاضائے حکمت کاملہ اپنی مخلوقات ذی شعور کو معطل اور بیکار چھوڑنا اور پھر ان نادانوں کو نادانی سے خطا کرنے پر دنیا یا عقبیٰ میں خلاف شان حکمت معذب کرنا لازم نہ آئے اور ضرور ہے کہ اس خالق برحق حکیم مطلق کی طرف سے بعد میں آنے والے نبی کا پہلے نبی کے ماننے والوں میں چرچا باقی رہے اور پہلے نبی کی کتاب اللہ اصلی صورت میں باقی رہے' نہ رہے مگر اس کے بعد آنے والے نبی کی بشارت اور اس کے اتے پتے اور علامات اور نشانیاں ضرور پہلے نبی کی کتاب میں باوصف تحریفات چند در چند کچھ نہ کچھ باقی رہتی چلی آئیں اور اگر وہ نبی اس امر کا مدعی ہو کہ میرے بعد کسی نبی کے آنے کی حاجت نہیں اور نہ اب کوئی نیا نبی آئے اور جو آئے وہ جھوٹا سمجھا جائے' اس واسطے کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے وہ کتاب ملی ہے جو باوصف اختلاف طبائع اور اختلاف زمانہ اور اختلاف لیل و نہار کے مختلف ولایتوں کے اعتبار سے تمام دنیا کے انتظام اور ہدایت کو قیام قیامت اور رہتی دنیا تک کو کافی ہے تو ایسی کتاب کو گو ابتداء میں اس کی صداقت اس کے لانے والے نبی کے معجزات مشہورہ سے ظاہر ہوئی ہو اور اس کا ابتداء دنیا ہی میں ظہور ہوا ہو' خواہ آخر دور دنیا میں اس کتاب کو بعد وفات اپنے لانے والے کے اپنی صداقت میں اپنے لانے والے نبی کے معجزوں کا ہرگز محتاج نہ ہونا چاہیے' بلکہ اس کی صفات معجزہ خود اس کی صداقت کی دلیل ہوں اور وہ کتاب مثل اپنے لانے والے کے دوسرے معجزوں کے اپنے لانے والے کا ایسا دائم قائم معجزہ ہو کہ ان صفات کا' جو اس کتاب میں ہوں' آج تک کوئی مقابلہ کر سکا ہو' نہ کر سکے اور ان صفات معجزہ کا ہر ناظم و ناثر کو اپنے کلام میں' خصوصاً ایسے شخص کو جو پڑھا لکھا بھی نہ ہو' اپنے کلام میں جمع کر کے دکھانا بداہتہً محال ہو۔

صداقت کے لیے ایک میزان اور معیار کی ضرورت ہے:

لہٰذا ان صفات کے مجموعہ سے ایک ایسی ترازو اور میزان بنانے کی ضرورت ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہر شخص کو' اگر ذرا بنظر انصاف اس قسم کی کتاب اور کلام کو' اس میزان پر تول کر دیکھے' یقین کامل ہو جائے کہ فی الواقع ایسے کلام اور ایسی کتاب کا ظہور ایسے آدمی سے تو کہاں ممکن کہ جو پڑھا لکھا ہے' نہ پڑھے لکھوں کا صحبت یافتہ ایسی کتاب اور ایسے کلام کا ظہور تو بڑے بڑے عالم اور حکیموں سے بھی غیر ممکن اور

محال ہے۔ لہٰذا بعد دیکھ بھال ہر مذہب اور ملت اور اس قسم کی کتابوں کے اور باہمی مناظرات اور اس قسم کے مدعیوں کے حالات کے ایسے نبیوں کے حالات اور اذکار تو بہت نظر سے گزرے کہ جن کے معجزات مشہورہ کا ذکر مختلف کتابوں میں دیکھ کر گو ان کے نام کے پیروان کی تاویلیں کر کے گمراہ ہو گئے' یقین کامل ہو گیا کہ بلاشبہ یہ سچے پیغمبر تھے۔

قرآن میزان صداقت ہے:

ایسی کتاب بجز قرآن مجید کے کوئی نظر سے نہیں گزری کہ جو اس امر کی مدعی ہو کہ میں اپنی صداقت کے لیے فقط اپنے لانے والے کے معجزات کی ہی محتاج نہیں ہوں بلکہ میں خود اپنے لانے والے کا معجزہ ہوں اور اپنی صداقت کی اپنی صفات معجزہ کے ساتھ خود دلیل ہوں۔ اگرچہ میرے لانے والے کے بے شمار معجزے جو باعتبار الفاظ مخصوصہ کے خبر احاد ہیں اور ظنی الثبوت۔ مگر باعتبار معنے کے ہر زمانے میں میرے لانے والے کے زمانے سے آج تک مثل معجزات حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ایک زمانے خاص تک مشہور و متواتر چلے آتے ہیں اور وہ معجزے اگرچہ میرے اور میرے لانے والے کی صداقت کی دلیل تھے اور ہیں' مگر میں بھی خود اپنی صفات معجزہ کے ساتھ اپنی صداقت اور اپنے لانے والے کے سچے نبی ہونے کی دلیل ہوں' اس واسطے کہ میرا دعویٰ ہے کہ میں ہر ملک اور ہر ولایت کے لیے تاقیام قیامت ہدایت نامہ الٰہی ہوں اور میرا اور میرے لانے والے کا دعویٰ ہے کہ ہماری ہدایت کا پھریرا عالم پر رہتی دنیا تک لہراتا رہے گا اور میرا دعویٰ ہے کہ کسی امر میں اپنے ماننے والوں کو باوصف اختلاف لیل و نہار اور اختلاف طبائع اور قوت مخلوقات کے' میں نے کسی دوسرے کا محتاج چھوڑا ہے نہ چھوڑوں گی اور پھر اپنے دعووں کو ثابت کر کے دکھادے اور دکھاتی رہے۔

ایسا دعویٰ اگرچہ ویدانتی بہ نسبت وید بھی کرتے ہیں' مگر ابھی تک باتفاق یہ نہیں بتا سکتے کہ وید کتنے تھے اور اب کتنے رہ گئے اور کس پر بطریق الہام ظاہر ہوئے یا بطریق وحی یا شاعروں کے کلام ہیں اور وہ محرف رہ گئے یا اصلی حالت میں اور ساری حاجتوں کو اپنے تابعین کے کافی بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسے ہوتے ان کے پیرو احکام میں منوسمرتی کے کیوں محتاج ہوتے اور یہودیوں کے اس قسم کے دعوے کو خود توریت کی پیشین گوئیاں ہی جھٹلا رہی ہیں۔ علیٰ ہذا عیسائیوں کو انجیل کی پیشین گوئیاں بہ نسبت آنے والے رسول کے' جس کا نام احمد اور محمد تک صلی اللہ علیہ وسلم بعض اناجیل میں بیان کیا گیا ہے' لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے مقدمہ کا نام "میزان

الادیان" رکھا جائے اور اس کو تین بابوں پر تقسیم کر کے باب اول میں ان اعتراضوں کو مع ان کے جوابات شافی کے بیان کیا جائے جو بعد غور و تامل اس تمہید کے بعض مقدمات پر واقع ہوتے ہیں اور باب دوئم میں اس نبی امی ﷺ کی نسبت پیشین گوئیاں کتب سابقہ اور کتب معتبرہ یہود سے اور زبان جنوں اور بتوں سے ان کے بعض معجزات بطریق اختصار اور بعض وہ معجزے بھی نقل کیے جائیں جو بواسطہ بعض افراد کامل اس پیغمبر ﷺ کی امت کے اب تک باقی ہیں۔ اور نیز ان کے ابتدائے سن تمیز سے تاوفات سچائی میں مشہور ہونے کے اخبار اور زمانہ حال اور ماضی کے ذی علم اور ماہران فن یہود اور نصاریٰ اور ہنود کی شہادتیں مثل جامع احکام ہونے قرآن اور صادق البیان اور منتظم دوران ہونے حامل قرآن کے چند فصلوں مین بیان کی جائیں۔ باب سوئم میں ان قوتوں کو بیان کر کے، جن کا ظہور بحیثیت کلام ہر متکلم کے کلام میں بداہتاً محال و ممتنع ہے، ان کا ظہور بالبداہت قرآن مجید میں دکھلایا جائے اور حصہ دوئم میں فقط تفسیر سورۂ فاتحہ سے سینکڑوں مسائل مع الدلائل موافق مذہب حنفیہ بیان کر کے حصہ دوم کا نام "**تفسیر الفاتحہ فی ادلہ الحنفیہ بخلاصتہ صحاح السنہ**" رکھا جائے۔ **وھا انا اشرع فی المقصود بتوفیق الملک المعبود۔**

باب اول

ان اعتراضات کے جوابات جو سابقہ صفحات پر وارد ہوتے ہیں

اعتراض اول: ابتداء مقدمہ میں دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ وہ مقبول بندہ جو مدعی پیغمبری ہو' جس کتاب کو اللہ کی طرف سے لایا ہو' اس کی نسبت اس امر کا مدعی ہو کہ یہ بعینہ اللہ کا کلام ہے اور آخر مقدمہ میں صاف اقرار ہے کہ جس مرتبہ میں انسان کو حادث اور آدمی مانا جائے' اس کلام خدا کو بھی حادث اور آدمی مانا جائے' یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس مرتبہ میں اس کو حادث مانا جائے' اس کلام کو خدا کا کلام اور قدیم بالذات بھی تسلیم کر لیا جائے قدیم بالذات حادث نہیں ہو سکتا اور حادث کو قدیم بالذات نہیں کہہ سکتے اور قدیم بالذات کا حادث میں حلول کرنا بھی محال ہے' اس واسطے کہ بصورت تسلیم کرنے حلول کے لازم آتا ہے کہ قدیم کا حمل حادث پر صحیح ہو اور یہ کہنا تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حادث قدیم ہے اور یہ قدیم حادث ہے' حالانکہ یہ امر ہر عاقل کے نزدیک بداہتہً محال ہے اور جب یہ قرآن اس مرتبہ ظہور میں نہ کلام اللہ ہو سکتا ہے' نہ قدیم بالذات اور نہ ان حرفوں میں جو مصحفوں میں درج ہیں' نہ قاری کی آواز میں' جو ہر وقت قرات ظاہر ہوتی ہے' کلام اللہ کا حلول قابل تسلیم' پھر اس مقبول بندے' مدعی رسالت نبوت کا یہ قول کہ یہ کلام اللہ ہے' کیسے مانا جائے اور باجماع اہل اسلام اس کی اتنی تعظیم کیوں کی جاتی ہے کہ بے وضو قرآن کو چھونا بھی حرام ہے اور جنبی' جنبیہ' حائضہ نفساء کو اس کا پڑھنا بھی حرام۔

جواب اعتراض اول: ہم تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے اوراق اور صحیفوں میں اللہ کا کلام لکھا ہوا ہے جو قدیم بالذات کلام نفسی آواز' حروف' ترکیب اور تقدم و تاخر سے پاک ہے اور وہی کلام اللہ دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے پڑھا جاتا ہے اور کاغذ' روشنائی' لکھنا' حروف اور آواز جو پڑھنے والے سے وقت پڑھنے کے ظاہر ہوتی ہے اور سنی جاتی ہے' یہ سب حادث ہیں اور ہمارے اس عقیدہ سے کہ کلام الٰہی' جو قدیم بالذات نفسی ازلی صفت جناب باری ہے' وہ قرآن مجید کے ورقوں میں لکھا ہوا دلوں میں محفوظ زبانوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ لازم نہیں آتا کہ نفس ذات کلام الٰہی' جو قدیم بالذات ہے' بعینہٖ قرآن مجید میں اور دلوں میں اور زبانوں میں پڑھنے کے وقت موجود ہے یا حرفوں میں بعینہٖ وہ کلام الٰہی یا ہمارے دلوں میں حلول کی ہوئی ہے اور وقت پڑھنے کے بعینہٖ ہماری زبانوں پر موجود ہے' بلکہ یہ حروف جو قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں' اور وہ الفاظ جو دلوں میں محفوظ اور زبانوں سے پڑھے جاتے ہیں' اس کلام نفسی ازلی پر دلالت کرنے والے ہیں جیسے آگ یا آتش یا نار کے حروف۔ اور یہ تینوں الفاظ بحسب اختلاف زبانوں کے کاغذ پر لکھے ہوئے دلوں میں محفوظ ہیں' زبانوں سے پڑھے جاتے ہیں اور نفس ذات آگ پر' جو ایک جسم گرم جلا دینے والا ہے' دلالت کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ اور حروف نہ خود آگ ہیں نہ آگ ان میں حلول کیے ہوئے ہے ورنہ وقت لکھنے اور دل میں رکھنے اور پڑھنے لفظ آگ یا آتش یا نار کے زبان اور دل اور کاغذ سب جل جاتے اور جب معلوم ہو گیا کہ ہماری آواز' جو وقت تلاوت قرآن مجید کے نکلتی ہے اور وہ کلمات جو وقت تلاوت کے سنے جاتے ہیں' یہ دلالت کرنے والے ہیں بدلالت مطابقی کلام الٰہی قدیم بالذات نفسی ازلی پر نہ نفس کلام الٰہی جو ذات جناب باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ علیٰ ہذا وہ حروف جو اوراق قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں اور دلالت کرنے والی اشیاء اگرچہ عین مدلول نہیں ہوتیں مگر اپنے مدلول سے جدا بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب ہم کہتے ہیں آگ' اگرچہ لفظ آگ کا عین آگ نہیں' نہ وہ لکھنے سے کاغذ کو جلائے نہ دل میں خیال کرنے سے اور زبان سے کہنے میں دل اور زبان کو جلنے کی ایذا پہنچائے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وقت کہنے سننے لفظ آگ کے آگ کا تصور کہ وہ ایک جسم روشن جلا دینے والے کا نام ہے' دل میں نہ آئے' اسی طرح لفظ والد ماجد یا پیرو مرشد بعینہٖ اگرچہ نفس وجود والد اور وجود پیر و مرشد نہیں مگر نفس وجود والد اور پیرو مرشد سے جدا بھی نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وقت بولنے لفظ والد اور پیر کے تصور والد ماجد یا پیرو مرشد کا دل میں نہ آئے اور ان لفظوں کا ادب نفس والد ماجد اور پیرو مرشد

کا ادب نہ سمجھا جائے اور ان کی توہین والد ماجد اور پیرو مرشد کی توہین نہ مانی جائے۔ مثلاً اگر کوئی اے والد ماجد یا اے پیرو مرشد کہہ کر پکارے یا لفظ والد ماجد یا پیرو مرشد لکھ کر ان لفظوں پر تھوکے یا ان پر جوتی لگائے' کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ اس کو بے ادب "گستاخ" بے دین نہ کہا جائے۔

قرآن کریم کے الفاظ اوراوراق کی تعظیم و تکریم بھی واجب ہے:

اس واسطے عقلاً و شرعاً تعظیم اوراق اور حروف کلام اللہ واجب ہے اور کلام اللہ کو ٹھکرانا یا اس کو پھینک دینا کفر سمجھا جاتا ہے۔ اس واسطے کہ حروف دالہ علیٰ کلام اللہ النفسی کی توہین بعینہ کلام اللہ نفسی ازلی کی توہین ہے' جو ذات جناب باری کے ساتھ قائم ہے' بلکہ تمام حروف تہجی الف سے یا تک چونکہ بعض کے نزدیک بعینہ اللہ کے نام ہیں اور جمہور کے نزدیک اللہ کے ناموں کے جز جیسے الف لام الف بالفظ اللہ کے جز ہیں اور را حا یا میم لفظ رحیم کے جز۔ ان حروف کی تعظیم بھی واجب ہے' چنانچہ "فتاویٰ عالمگیریہ" وغیرہ میں ہے کہ شداد قارون وغیرہ کفار کی نفس ذات اگرچہ واجب التوہین ہے اور ان کا مردود ہونا ظاہر مگر ان کے نام لکھ کر ان ناموں پر بھی جوتی لگانا یا پیشاب کرانا یا تیر لگانا ہرگز جائز نہیں۔ اس واسطے کہ ان کے ناموں میں بھی یہی حروف تہجی موجود ہیں جو اللہ کے نام ہیں یا اللہ کے ناموں کا جز اور دلالت ان الفاظ قرآن کی کلام نفسی ازلی پر چونکہ دلالت مطابقی ہے' لہٰذا ان الفاظ کے دال ہونے کی حیثیت سے کلام نفسی ازلی پر ان الفاظ قرآن میں امکان کذب کا قائل ہونا کلام نفسی ازلی میں امکان کذب کا قائل ہونا ہے جو کفر ہے البتہ خلف وعید کے بعض اشعری قائل ہیں مگر وہ خلف وعید کو عقلاً و نقلاً کرم کہتے ہیں' جو صفات حسنہ سے ہے' بخلاف کذب کے جو بالاتفاق صفات قبیحہ سے ہے' جس سے بالاتفاق ذات جناب باری پاک و منزہ ہے۔ ہاں پیغمبر کی زبان پر بحیثیت مخلوق ہونے کے پیغمبر کی ذاتی باتوں میں کذب پیدا کرنے پر اللہ قادر ہے۔ مگر چونکہ پیغمبر کی زبان پر کذب پیدا کرنے میں پیغمبر کی بے اعتباری ہوتی ہے' لہٰذا پیغمبر کی باتوں میں کذب پیدا کرنا ممتنع بالغیر ہے اور بحیثیت کلام الٰہی ہونے کے محال اور ممتنع بالذات۔ مگر معتزلہ کے نزدیک کلام الٰہی ہونے کی حیثیت سے بھی ممتنع بالذات نہیں' اس واسطے کہ وہ کلام نفسی ازلی کے منکر ہیں اور وہ اللہ کو متکلم اس معنے کے مانتے ہیں کہ وہ زبان جبرئیل علیہ السلام یا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کلام کا پیدا کرنے والا ہے' نہ یہ کہ صفت کلام اس کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے' لہٰذا معتزلہ کے مقابلہ میں کتب عقاید میں بھی لکھا ہے کہ کذب کلام باری میں بموجب اصطلاح معتزلہ ممکن ہے۔ آج دیوبندی بھی اسی موقع کی عبارتیں دکھلا کر

لوگوں کو بہکاتے ہیں مگر جہاں کلام نفسی ازلی کی بحث ہے' وہاں کذب ممتنع بالذات ہی لکھتا ہے۔

اعتراض دوم: یہ بات تو ہم ہر کلام کی نسبت' جو کسی بھی انسان سے ظہور میں آئے اور دن رات تمام آدمی اس کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں' کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی کلام نفسی ازلی پر دال ہے اور ہر مدعی اس امر کا کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس کتاب اللہ ہے خواہ وہ وید ہو یا ژند پاژند' خواہ سریانی یا عبرانی زبان میں توریت و انجیل و زبور' جن میں ان کا نزول بیان کیا جاتا ہے' خواہ کسی زبان میں توریت اور انجیل اور زبور کا ترجمہ' خواہ قرآن مجید کا ترجمہ' پھر ہر مدعی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید' جو مخصوص زبان عربی میں ہے' اس کی کیا خصوصیت ہے کہ اسی کو کلام الٰہی بتایا جائے اور کلام الٰہی نفسی ازلی پر دال کہا جائے بلکہ یہ سب ترجمہ اور یہ سب کتابیں' جن کو الہامی کتاب کہا جاتا ہے' کلام الٰہی نفسی ازلی پر دال ہیں اور اسی واسطے واجب التعظیم ہیں بلکہ ان سب کے ساتھ اور سب نہیں تو ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ تو بلاشبہ کسی بھی زبان میں ہو' نماز بھی جائز ہونا چاہیے۔ اگر نہیں تو اس قرآن مجید میں جو زبان عربی میں سات (ہفت) قرائتوں مشہورہ کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے اور دوسری کتابوں اور ان کے ترجموں میں' جو الہامی کہے جاتے ہیں' وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے کہ جس دلیل سے یہ امر ظاہر ہو جائے کہ یہی ایک کتاب ایسی ہے کہ جس کو اپنے تلفظ مخصوصہ کے ساتھ کلام الٰہی نفسی ازلی پر دال کہہ سکتے ہیں' نہ کہ دوسری کتابوں اور ترجموں کو۔

جواب اعتراض دوم: اس امر کا اشارہ پہلے بھی گزر چکا ہے مگر اب پھر مفصلاً" بیان کر دیا جاتا ہے' وہ یہ ہے کہ جو شخص اس امر کا مدعی ہو کہ یہی کلام' جو میں لایا ہوں' بوجہ دال ہونے کے کلام اللہ نفسی ازلی پر حکماً" کلام اللہ ہے نہ کہ اور دوسرے کلام' ضرور ہے کہ مثل موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے ایسے معجزوں کے ساتھ کہ ان فنون کے ہزاروں ماہر اس کے مقابلہ سے عاجز رہ جائیں' اپنے دعوے کو پایہ ثبوت تک پہنچا دے اور اگر اس کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ کلام الٰہی' جس کو میں لایا ہوں' قیام قیامت تک کے واسطے تمام دنیا کو کافی ہے' اس کے بعد نہ کسی نبی کے آنے کی ضرورت اور نہ کسی کتاب اللہ کے نازل ہونے کی حاجت تو لامحالہ مثل قرآن کے اس کلام دال علی کلام اللہ نفسی ازلی کو من حیث الکلام ایسا معجز ہونا ضروری ہے کہ بذاتہ وہ کلام خود معجزہ ہو اور اس پیغمبر کے زمانہ سے قیامت تک ایسا کلام کوئی نہ لا سکا ہو' نہ لا سکے۔ اسی امر کی تحقیق کی غرض سے ہم کو عقلاً" ایسی میزان کے امور بدیہیہ سے بنانے کی ضرورت پڑی ہے کہ یہ قرآن مجید' جو اس تلفظ مخصوصہ عربیہ کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے اور ان کتابوں اور ترجموں سے

جونسی کتاب اور ترجمہ اور اس کا لانے والا' جو اس میزان پر پورا ترے' اس کے سچا ماننے والوں کو اپنے دعوے میں سچا ماننا چاہیے اور جو مدعی نبوت اور جو کتاب مداومت کی مدعی اور جو ترجمہ اس میزان پر پورا نہ اترے' اس کو اور ان کے کلام الٰہی ہونے کے مدعیوں کو بحسب ہدایت نامہ دائمی ہونے کے جھوٹا جاننا ضروری ہے' جس میزان کا ذکر باب سوم میں آنے والا ہے۔ البتہ اگر وہ کتاب فقط کتاب اللہ ہونے کے دوسرے پیغمبر کے زمانہ سے پہلے تک کی مدعی ہے' تو اس کا فقط موید اپنے لانے والے کے معجزات کے ساتھ ہونا ضرور ہے نہ کہ اس میزان پر اس کا پورا اترنا۔ خیر یہ امر تو بعد دیکھنے میزان اور تولنے ان کتابوں کے' جن کو کتاب اللہ اور ہدایت نامہ قیامت تک کے لیے کہا جاتا ہے' اس میزان پر تولنے کے بعد طے ہو رہے گا' مگر اول تو یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے:

اعتراض سوم: کہ یہ الفاظ دلالت کرنے والے کلام الٰہی نفسی ازلی پر پیغمبر کی زبان پر کس طرح پیدا ہوتے تھے اور وہ کلام نفسی ازلی کو' جو حروف اور آواز سے پاک ہے' کیسے سنتے تھے۔ اگر کوئی طریق خاص تھا تو بتلانا چاہیے تاکہ وحی اور الہام میں فرق معلوم ہو جائے ورنہ الہام کا مدعی تو ہر کا فرد مومن ہو سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے اور مجھ کو اس طرح الہام ہوا ہے۔ پھر اگر وہ نیک سیرت عابد زاہد ہو تو اس کو الہام کہا جاتا ہے اور اس کی بات قابل تسلیم ہوتی ہے۔ اسی واسطے ویدانتی اور نصاریٰ حال وغیرہ جس کو کتاب اللہ کہتے ہیں' الہامی کتاب مانتے ہیں' یہ نہیں مانتے کہ فرشتہ اس کلام کو لے کر آیا تھا اور فرشتہ کا لانا مان بھی لیا جائے تو اس کو فرشتہ کا الہام کہا جائے گا' جس کا سب دعویٰ کر سکتے ہیں اور اگر فرشتہ یا پیغمبر پر کلام الٰہی ظاہر ہونے کا کوئی اور طریقہ ہے تو بیان کیجئے۔ اسی طرح کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کلام نفسی کو بلا حروف و آواز بلاواسطہ فرشتہ کے کیسے سنتے تھے اور اللہ سے باتیں کرتے تھے اور وقت تجلی جو اللہ سے بات چیت کی' اس کا کیا طریق تھا۔

جواب اعتراض سوم: اس اعتراض کی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے کوئی مادر زاد اندھا سوال کرے کہ تمام دنیا کی مختلف رنگوں کی چیزوں کو لوگ کس طرح دیکھا کرتے ہیں' تو کیا کوئی اس کو بتا سکتا ہے کہ اس طرح دیکھا کرتے ہیں اور سبز رنگت ایسی ہوتی ہے اور کالا رنگ ایسا اور پیلا ایسا۔ کیا انسان کے پاس بجز بینا آنکھوں کے کوئی اور ایسا آلہ ہے کہ اس سے دکھا کر اس کو بتا دے کہ سبز رنگ ایسا ہوتا ہے اور کالا ایسا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مادر زاد بہرے کو کوئی آنکھ یا ناک سے خوش آواز اور بد آواز میں تمیز کر سکتا ہے اور بتا سکتا ہے کہ

ایسے سنا کرتے ہیں اور خوش آواز ایسی ہوتی ہے اور بد ایسی۔ علیٰ ہٰذا القیاس پیغمبروں اور فرشتوں کو علاوہ ان کانوں کے اللہ جل شانہ نے ایسے کان باطنی عطا فرمائے ہیں کہ وہی اس کلام نفسی ازلی کو' جب ارادہ اللہ کا اس کلام کے سنانے کی نسبت کسی پیغمبر یا فرشتہ کے متعلق ہوتا ہے' وہ اپنے باطنی کانوں سے سنتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں اور پھر بیان کرنے کے لیے وہ قوت تکلم انہیں میں ہوتی ہے کہ اس کلام نفسی پر دلالت کرنے والا تلفظ ان کی زبان پر پیدا ہو جاتا ہے اور اس سننے کی کیفیت کو بے انتہا مسلسل بلا تقدم و تاخر ہونے کی وجہ سے حضور نے ہمارے سمجھانے کے لیے اس طرح ارشاد فرمایا کہ زنجیر گھسٹنے کی سی کیفیت مسموع ہوتی ہے' جس سے میں کلام نفسی ازلی کو سمجھ لیتا ہوں اور اس کے بیان کرنے پر قادر ہو جاتا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ آواز بعینہ زنجیر گھسٹنے کی آواز کے مشابہ مقدم موخر بھی ہوتی ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ زنجیر کی سی آواز میں بھی ظہور جبرئیل علیہ السلام ہی کا ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ کلام نفسی تو شائبہ آواز سے بھی پاک ہے اور یہ فرمانا ایسا تھا جیسے کوئی اندھے مادر زاد کو سمجھائے کہ جیسے تو کانوں سے بری بھلی آواز کو سمجھ لیتا ہے اور زبان سے مختلف مزے میٹھے' کھٹے' پھیکے وغیرہ کا ادراک کر لیتا ہے' ایسے ہی سرخ' سبز وغیرہ کا ادراک آنکھوں سے کر لیتے ہیں' حالانکہ دیکھنے اور سننے اور چکھنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہی قوت سامعہ خاص جس کا تعلق قطعاً ان کانوں سے نہیں ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی' جس سے وہ بلا آواز اور حروف کے اور الفاظ کے کلام الٰہی کا ادراک کر لیتے تھے۔ اور وہ قوت سامعہ ان کانوں سے بھی جداگانہ ہی تھی' جس سے ہم دل کی باتوں کو سنتے رہتے ہیں اور جس سننے کو اگر وہ شخص ولی کامل یا نیک آدمی ہے' الہام کہتے ہیں۔ اسی طرح جیسے آواز اور حروف اور الفاظ سننے کے کان اور ہیں اور دل کی بات سننے کے اور کلام نفسی ازلی سننے کے کان بھی اور ہوتے ہیں' جو پیغمبروں کو ہی عطا کیے جاتے ہیں یا خاص ملائکہ مقربین کو اور اس دعوے کی صداقت کے لیے بھی اس پیغمبر کے معجزے ہی ہوتے ہیں یا وہ کلام خود معجزہ ہوتا ہے' جیسے کہ قرآن مجید۔

اعتراض چہارم: کیا خدا کا کلام' خدا کی کتاب' خدا کا قانون جو تمام بندوں کی ہدایت کے واسطے خاص کسی مقبول بندہ کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر کیا جائے' یہ ضرور ہے کہ اسی مقبول بندہ کے ملک خاص کی زبان میں ظاہر فرمایا جائے۔ مقتضائے عدالت اور رحمت عادل مطلق اور رحیم برحق تو یہ ہے کہ یا تو برابر یکدم سے تمام ملکوں کی مختلف زبانوں میں ظاہر ہو' یا ایسی ایک نئی زبان میں ظاہر ہو جو تمام دنیا کی زبانوں سے

نرالی ہی زبان ہو تاکہ سب اس کے بندے محنت سیکھنے سکھانے سمجھانے میں برابر رہیں اور ایک ملک خاص کی زبان میں اگر تسلیم بھی کر لیا جائے' وجہ ترجیح اور فوقیت اس ملک والوں کی' جن کی زبان میں ظاہر کیا جائے دوسرے ملک والوں پر' جب سب ملک کے آدمی اس کے بندے ہونے میں برابر ہیں' کیا بیان کر سکتے ہیں۔ مجبور آیا تو اس کتاب کو' جو ایک ملک خاص کی زبان میں ظاہر کی گئی ہے' خدا کی کتاب نہ مانا جائے گا یا خدا کو متہم بظلم کرنا لازم آئے گا کہ بلاوجہ ایک ملک والوں پر اپنے ہدایت نامہ کو ایسا آسان کر دیا کہ گویا ان کی زبان ہی ہے اور دوسرے ملک والوں پر ایسا دشوار کہ بالکل وہ اس زبان سے آشنا ہی نہیں اور پھر دونوں گروہ جزا و سزا میں برابر' ثواب اور عقاب' نیکی اور بدی میں مساوی۔

جواب اعتراض چہارم: کیا کسی سمجھدار کو اس ایک ملک خاص کی زبان میں ظاہر ہونے کے کلام الٰہی کو وجہ ترجیح اور فوقیت بیان کرنے میں بہ نسبت دوسرے ملک والوں کے یہ کہنا دشوار ہے کہ وجہ ترجیح ظاہر ہونے' کلام الٰہی قانون خدائی کی اس ملک خاص کی زبان میں بہ نسبت دوسرے ملک والوں کے یہی ہے کہ وہ شخص مقبول اس ملک والوں کا ہم زبان تھا' جس ملک کی زبان میں وہ کتاب ظاہر فرمائی گئی' خواہ یوں کہو کہ نازل کی گئی۔ اس واسطے کہ جس شخص مقبول کے ذریعہ سے وہ کتاب دنیا میں ظاہر فرمائی گئی' اگر ایسی زبان میں ظاہر کی جائے گی کہ جو اس شخص مقبول کی بول چال سے بھی نرالی ہی زبان' نئی ہی بول چال میں ہو' نہ وہ سمجھے' نہ دوسروں کو سمجھا سکے' جب تو اس کا ظاہر ہونا' نہ ہونا برابر۔ اس مقرب بندہ کو بھی جب اس سے کچھ نفع نہیں' دوسروں کو کیا نفع ہوگا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ فقط اس مقرب بندہ کو ضرور ہے کہ خداوند کریم اس کی سمجھ عطا فرمائے' وہ سمجھ کر اوروں کو بتدریج سمجھاتا سکھاتا رہے۔ سمجھائے سکھائے تو اس صورت میں اس الہامی کتاب کی نسبت ایک ملک خاص کی زبان میں ہونے سے جو خرابیاں سوال میں ظاہر کی گئی تھیں' یہاں اس سے بڑھ کر لازم آئیں گی۔ اس واسطے کہ جب کوئی وجہ ترجیح اور فوقیت کی بہ نسبت عطا فرما دینے خداوند کریم کے اپنی کتاب کی سمجھ اس شخص خاص کو نہ بیان کر سکیں گے' لاچار یا اس کتاب کے الہامی ہونے سے انکار کرنا پڑے گا یا خدا کو پہلی صورت سے زیادہ متہم بظلم کرنا لازم آئے گا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں اتہام ظلم فقط بہ نسبت دوسری ولایت والوں کے تھا۔ اس صورت میں ولایت کی ولایت میں مع باقی رہنے اتہام ظلم کے بہ نسبت دوسری ولایت والوں کے ایک شخص خاص کو اس کی سمجھ کے ساتھ خاص کرنے سے اس کے سب ہم زبان اس کی ولایت والوں کی نسبت بھی ظلم لازم

آئے گا۔ عربی مثل ہے فر من المطر و قف تحت المیزاب یعنی مینہ سے چھپ کر بھاگا اور پرنالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ یہ کونسی عقل کی بات ہے، شاید کوئی صاحب، جن کے نزدیک یہ بات جچی ہوئی ہے کہ آدمی نت نئے جنم اسی دنیا میں بموجب اپنے بھلے برے عملوں کے لیتا رہتا ہے، کبھی کتے سے نیک عمل کتے کی شکل میں کر کے مر کر آدمی کی شکل میں پیدا ہو جاتا ہے، کبھی آدمی کی شکل میں برے عمل کرنے سے مر کر فوراً یا بعد مدت کتے کی شکل میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے یا پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ نت نئے جنم بھوگتا رہتا ہے۔ یہ فرمائیں کہ وجہ ترجیح اس شخص کی خاص ہونے کی تمام دنیا سے خدا کی کتاب کی سمجھ کے ساتھ اس شخص کے پہلے جنم کے عمل ہیں۔ اسی طرح شاید وہ صاحب فرمائیں جن کو یہ بات تولی ہوئی ہے کہ کئی ہزار برس کے بعد یہی دنیا ایسے جزیروں میں، جو نظر نہ آئیں، بکھر جاتی ہے یا بکھیر دی جاتی ہے، اسی کو وہ قیامت جانتے ہیں اور پھر وہی اجزاء باریک باریک بہت مدت بعد بموجب اس لیاقت اور قابلیت کے، جو اس سے پہلے دنیا میں برے یا بھلے عملوں سے ان جزوں میں پیدا ہو گئی تھی، اچھی بری شکلوں میں ظاہر ہو کر دوبارہ ایسی ہی دنیا کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں، وہی رچنا پھر رچ دی جاتی ہے اور بے ساختہ کہہ دیں کہ اس شخص کے مقبول ہونے کی وجہ ترجیح کتاب خدا کی سمجھ کے ساتھ اس کی پہلی دنیا کے ایسے ہی عمدہ عمل ہیں کہ جن کی وجہ سے اس کو لازم تھا کہ یہ شرف دیا جائے۔ بھلا صاحب اگر یہ مسئلہ فی الواقع صحیح مان بھی لیا جائے تو اس صورت میں، جب خدا کی کتاب ایک ملک خاص کی زبان میں تسلیم کر لی جائے، بیان وجہ ترجیح اور فوقیت اس ملک والوں میں ساتھ مخصوص ہونے کتاب اللہ کے ان کی زبان میں بہ نسبت دوسرے ملک والوں کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس ساری ولایت والوں کی پہلی دنیا کے یا پہلے جنم کے ایسے ہی نیک عمل تھے کہ کتاب اللہ انہی کی زبان میں ظاہر کی جائے اور وہ شخص مقبول ان سب میں اس درجہ بڑھ کے نیک عمل رکھنے والا تھا کہ اس کتاب اللہ کے ظہور کے واسطے ان سب میں خاص کیا جائے۔ جب دونوں صورتوں میں یہی ایک جواب بن سکتا ہے پھر کیا ضرور ہے کہ کتاب اللہ کو تمام دنیا سے نرالی زبان میں مان کر علاوہ اس خرابی کے، جس کا جواب بصورت فی الواقع صحیح ہونے سلسلہ نت نئے جنم لیتے رہنے ساری دنیا کے بہت سی مدتوں کے فاصلہ سے یکدم یا اسی دنیا میں نو بنو جنم لیتے رہنے مخلوق کے ابھی دیا گیا ہے اور کئی خرابیاں بے فائدہ سر لی جائیں اور کئی اعتراض لاجواب نئے نئے لازم آئیں، کیا اس صورت میں جب اسی ایک شخص کو بوجہ اس کے پہلی دنیا کے نیک عملوں کے اور بچانے خدا کے اتہام ظلم سے خدا کی کتاب کی سمجھ کے ساتھ مخصوص مانا جائے۔ یہ متعدد سوالات لاجواب اور نہایت مشکل نہ پیدا ہوں گے۔

ذات وصفات خداوندی کا عرفان:

اول یہ کہ فرض کیا کہ بیشک اس شخص میں اسی دنیا سے پہلی دنیا یا اس جنم سے پہلے جنم کے نیک عملوں کی وجہ سے یہی قابلیت تھی کہ اس کو یہ مرتبہ دیا جائے گا مگر یہ سلسلہ غیر متناہی تسلسل کا سلسلہ بند کہ جس کی ابتدا نہ انتہا' ذات اور صفات خدا کے اعتبار سے بیشک ایسا ہی ہے کہ جس کی ابتدا نہ انتہا نہ خدا کی ابتدا انتہا نہ اس کی تمام صفتوں کی ابتدا انتہا۔ جب سے خدا تب سے ہی اس کی سب صفتیں۔ اس کی تحقیق میں بے چارے انسان کی کیا طاقت کہ اس کی ذات و صفات میں کچھ دم مار سکے۔ جہاں تک گفتگو ہے وہاں تک خدا کے پانے میں قصور ہے اور جہاں خدا کو پایا' دریائے حیرت میں غرق ہوا۔ سبحان اللہ سعدی علیہ الرحمتہ کا کلام کیا جامع کلام ہے۔ اشعار۔

بسے بر نشستم دریں سیر گم　　　که حیرت گرفت آستینم که قم
دریں ورطه کشتی فرو شد ہزار　　　که پیدا نشد تختۂ بر کنار

اب تو غزل احقر کے ایک دو شعر بھی حسب مقام بے اختیار زبان قلم سے نکلے جاتے ہیں۔

یہ دریا بحر حیرت ہے' یہاں حیرت کو حیرت ہے　　　یہ یارب کیسی حیرت ہے کہ جس حیرت میں حیرت ہے
نہ لہروں کی نہایت ہے' نہ یاں موجوں کی غایت ہے　　　ہزاروں غوطہ زن ہیں اور نہایت بے نہایت ہے

لیکن صفات خدا کی بے ابتدا انتہا ہونے کو یہ تو ضرور نہیں کہ ظہور بھی ان صفات کا یا ان کے اثر کا بے ابتدا و بے انتہا ہو۔ دیکھو آگ جب سے آگ ہے' جلانا جو اس کی صفت ہے' اس کے ساتھ ہے مگر اس کے جلانے کی صفت کا ظہور ہو یا نہ ہو' فی الواقع وہ تو ہر وقت جلانے کی صفت کے ساتھ متصف ہے۔ علیٰ ہذا القیاس خداوند کریم اور اس کی صفت خالقیت یعنی پیدا کرنے کی صفت جیسا وہ بے نہایت ہے' یہ صفت بھی مثل اس کی دوسری صفتوں کے بے نہایت ہے۔ مگر اس صفت کے ظہور کے واسطے تو ضرور کہیں نہ کہیں نہایت ہے' ورنہ لازم آئے گا کہ یہ عالم بھی بغیر پیدا کیے ہمیشہ سے خدا کے ساتھ اسی طرح موجود تھا اور موجود ہے' مگر جو چیز متغیر متبدل یعنی بدل سدل ہوتی رہے' وہ ہمیشہ سے خدا کی طرح موجود نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ وہ حکیم بھی جن کے نزدیک تمام دنیا اسی کیفیت کے ساتھ قدیم ہے' قدیم بالذات نہیں کہتے بلکہ قدیم بالزمان کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ عالم بھی ایسا ہی قدیم ہے جیسا خداوند کریم قدیم ہے کہ جس کا بیان بیان ہی سے باہر ہے۔ وہ خالق اکبر اس وقت سے ہے کہ اس وقت نہ وقت تھا نہ زمانہ۔ اس واسطے کہ

وقت اور زمانہ مقدار دورہ چاند سورج کا نام ہے نہ لفظ قدم تھا نہ حدوث۔ قدم کے معنے حدوث کے معنے پر موقوف ہیں اور حدوث کے قدم پر اندھیرا اجالے سے پہچانا جاتا ہے۔ جب اندھیرے کا وجود نہیں' اجالا کس کو بتائیں گے۔ فی الواقع جو بھی ہے اسی طرح ہے۔ جب حادث نہیں قدیم کس طرح بتایا جائے گا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قدیم بالزمان ہیں یعنی جب سے زمانہ اور وقت ہے کہ جو سورج چاند کی مقدار دور کا نام ہے' جب ہی سے عالم ہے۔ مگر یہ قول مخالف عقل ہے نہ نقل' اسی طرح اگر مادہ اور روح کیا اگر لاکھوں چیزوں کو قدیم مانو' نہ عقلا" حرج ہے نہ نقلا"۔ جب ظہور صفت خالقیت کے لحاظ سے ضرور ان تمام دنیاؤں میں جو کئی دفعہ پیدا ہوئے اور کئی دفعہ مٹ گئے' کوئی دنیا اول ایسے ماننا ضروریات سے ہے کہ جس کے اعتبار سے اس کی پیدائش یعنی پیدا کرنے کی صفت کا ظہور اور اس کا خالق ہونا ثابت ہو جائے۔ لامحالہ اب وہ سوال وارد ہو گا کہ جس کی تمہید شروع کی گئی تھی۔ یعنی یہ کہا جائے گا کہ ہم نے مانا اس دنیا والے پیغمبر یا رشی کو اس کتاب کی سمجھ پہلی دنیا کے نیک عملوں کی وجہ سے عطا کی گئی اور اس دنیا والے کو بوجہ نیک اعمال اس دنیا کے جو اس سے پہلے گزری۔ اسی طرح چلے چلو۔ مگر جب آخیر میں پہلی ہی پہلی دنیا کی باری آئے گی' اس دنیا میں جس شخص کو کتاب اللہ کی سمجھ دی گئی ہوگی' اس کی وجہ ترجیح اس خصوصیت کے ساتھ دوسرے آدمیوں کی نسبت کیا بیان کرو گے۔ مجبوراً یہی کہنا پڑے گا کہ مالک اپنے ملک میں مختار ہے یعنی اپنے ملک میں مختلف تصرف کا۔ بحسب مصلحت سب سے زیادہ ہوشیار ہے۔ جس بیل کو اپنے بیلوں میں سے چاہے اپنے رتھ خاص کے لیے کو رکھے' جس کو چاہے چھکڑے میں جتوا دے' جس کو مناسب سمجھے ہل میں چلائے' جس سے چاہے چرسہ کھنچوا دے' مالک کو کوئی ظالم نہیں کہتا کیونکہ وہ اپنی چیز کی قابلیت اس کے برتاؤ کے موقع محل' ان چیزوں کی حیثیت' ان کی عادت خاصی کو جس قدر جانتا ہے' دوسرا نہیں جانتا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ بیل گو خوبصورت تنومند ہے مگر رتھ میں اگر جوتا گیا عجب نہیں کہ رتھ ہی کو توڑ دھرے' لہٰذا مصلحت یہی ہے کہ ہل میں چلایا جائے یا چھکڑے میں لگایا جائے' مالک پر سچے طور سے اطلاق ظلم اور عدل وہی کر سکتا ہے جو ان چیزوں کی حقیقت مالک کے برابر یا مالک سے زیادہ جانتا ہو۔ جب دنیا کے مالکوں کی جو چیز ان کی ملک میں ہے' ان کی حقیقت کیفیت ان کا موقع محل ہر کوئی نہیں جان سکتا تو خدا جو ایسا مالک ہے کہ سب چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں جو اس کے برابر ہر چیز کی حقیقت اور موقع محل ان کے برتاؤ کے لیے جانے ممکن ہے کہ اس کی نسبت اطلاق عدل اور ظلم کرے۔ ورنہ جو کچھ اس کا کام ہے' اس کے عدل کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے۔ اس کے سب کام عدل خالص ہیں چاہے اس کے کسی کام کی مصلحت ہم کو معلوم ہو'

خواہ نہ ہو' اگر ہم کسی کام میں بھی اس کے برابر ہوں' کچھ کہہ سکتے ہیں ورنہ چھوٹا منہ بڑی بات' بے ہودہ بات ہے۔

عدل و ظلم کے معانی:

یاد رکھو اور یہ بات تم کو قابل یاد رکھنے ہی کے ہے' بہت موقعوں پر تمہارے کام آئے گی۔ تم کو ابھی عدل اور ظلم کے معنے ہی معلوم نہیں۔ اول کتب معتبرہ لغت وغیرہ سے عدل اور ظلم کے معنے سمجھ لو' پھر ان شاء اللہ کبھی نہ بہکو گے۔ عدل کے یہی معنے ہیں کہ جو چیز جس لائق ہو' جس مرتبہ کی قابلیت رکھتی ہو' اسی موقع پر اس کو رکھنا اور اس کے لائق اس کے ساتھ برتاؤ کرنا اور ظلم کے معنے اس کے برخلاف ہیں یعنی بے محل' بے موقع اپنی مملوک چیزوں میں تصرف کرنا۔ پس یہ بات خداوند کریم کی جانب سے اس کی مملوکات میں تو ہو ہی نہیں سکتی۔ اس واسطے کہ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہر ایک چیز کی بری بھلی لیاقت اور ان کے موقع محل کے مختلف برتاؤ سب اسی کے بحسب مصلحت خلاقی پیدا کیے ہوئے ہیں نہ کہ باعتبار ان کی پہلی دنیا یا پہلے جنم کے برے بھلے عملوں کے لامحالہ ہر امر کی حقیقت مصلحت وہی خوب جانتا ہے مگر جس قدر ہم کو سمجھا دے' ورنہ پیدا کیا ہوا پیدا کرنے والے کی برابری کسی عاقل کے نزدیک نہیں کر سکتا' بلکہ حق تو یہ ہے برائی بھلائی بھی وہی ہے جس چیز کو یا جس کام کو وہ برا بتلائے اور جس بات کو بھلا سمجھائے ورنہ اس کے پیدا کرنے کے اعتبار سے نہ کچھ برا ہے نہ بھلا۔ لہٰذا یہ سوالات اور جو سوال یہاں پیدا ہو سکتے ہیں اور دوسرے مختلف مذہب والوں کے اعتراضات کا جواب جو خدا کی سچی کتاب ہے' بہ تفصیل ہم کو اس سے لینا چاہیے۔ اس واسطے کہ جب خداوند کریم ماضی استقبال و حال کے حالات سب کچھ برابر جانتا ہے' بالضرور اس نے اپنی کتاب میں سبھی کچھ فیصلے فیصل کر دیے ہوں گے اور ہم مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ ایسی جامع کتاب اللہ بجز قرآن مجید کے اور کوئی کتاب دنیا میں نظر نہیں آتی' لہٰذا بیان تفسیر قرآن مجید میں حسب موقع و ضرورت ضرور ان تمام ہی اعتراضوں کے جواب قرآن مجید سے بھی بیان کیے جائیں گے۔ جو جو اعتراض زمانہ نزول قرآن مجید سے آج تک قرآن مجید پر کیے گئے ہیں اور کیے جائیں گے' اگر اللہ کو منظور ہے اور عمر نے وفا کی اور توفیق رفیق حال رہی' اس واسطے کہ اب عمر میری اکتر برس کی ہے۔ واللہ المستعان و علیہ التکلان۔ فقط تم۔ واللہ اعلم۔

مخصوص افراد کی زبان میں وحی کا نزول:

دوسری اس صورت میں جب خدا کا کلام نرالی زبان میں مان کر بوجہ پہلی دنیا کے نیک عملوں کے یا

بلاوجہ ایک آدمی کو اس کتاب کی سمجھ کے واسطے مخصوص مان لیا جائے اور اس خصوصیت سے اس کو خدا کا مقرب اور ہادی تصور کیا جائے۔ کیا کوئی یہ سوال نہیں کر سکتا کہ اگر اس شخص کے مقرب اور ہادی ہونے کی دلیل اس کا اس زبان کی کتاب کا ہی سمجھنا ہے تو اندریں صورت ممکن ہے کہ سینکڑوں طبیعت دار آدمی نئی نئی زبان گھڑ کر ان میں کچھ ادھر ادھر کے نصائح قصئے فیصلے لکھ کر ہادی اور مقرب ہونے کا دعویٰ کر سکیں' پھر اس کا نرالی زبان میں ماننا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ فائدہ مند تو یہاں وہ بات ہے کہ جو قوت معجزہ اس کتاب میں ہو' جو خدا کی کتاب مانی جائے' کوئی آدمی وہ قوت معجزہ اپنی کتاب میں' اپنے کلام میں نہ پیدا کر سکے۔

علاقائی زبان میں وحی کا نزول:

تیسری جب باوجود کہہ سکنے اس بات کے کہ بوجہ ہونے اس شخص کے کسی ولایت خاص کا ہم زبان' اسی ولایت کی زبان میں وہ کتاب ظاہر فرمائی گئی تاکہ اس ملک خاص کے رہنے والوں میں تو مرتبہ تعلیم و تعلم یعنی سیکھنے سکھانے میں مساوات اور برابری رہے اور باوجود ہونے اس بات کے سالم اعتراض سے اگر خدا کی کتاب نرالی زبان میں تمام دنیا سے بغرض بچانے خدا کے اتہام ظلم سے مان بھی لی جائے اور پھر اس کا نام عدل رکھا جائے' کیا کوئی منصف مزاج اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس کام کو چالیس آدمی بہ آسانی کر سکتے ہیں اور سو آدمی بدقت و دشواری' لہٰذا ان چالیسوں کو بھی دشواری میں ڈال دینا' یہ کون سا عدل ہے۔ ایک شخص من بھر بوجھ کو بہ آسانی اٹھا کر بیس کوس تک ایک بار لے جا سکتا ہے اور دوسرے دو آدمی اسی قدر بوجھ کو آٹھ دفعہ میں۔ کیا یہ بھی عدل ہے کہ ان دو کی خاطر سے اس ایک کو بھی آٹھ بار بیس کوس کی منزل طے کرنے کا قاعدہ جاری کیا جائے۔ دس طالب علم ایسے ہیں کہ بوجہ اپنی قابلیت اور لیاقت کے ایک کتاب کو' جس کا امتحان درپیش ہے' اس کتاب کے احکام کے عملدرآمد کی ضرورت بیش از بیش ہے' اچھے امتحان والوں کو امیدوار انعام کیا جا رہا ہے اور ناکامیابوں کو مستحق سزا۔ دس بیس روز میں اس کتاب کا مطالعہ کر کے بخوبی امتحان دے سکتے ہیں اور سو پچاس ایسے ہیں کہ باوجود شرکت امتحان کے اسی کتاب میں بغیر دو چار مہینہ کی محنت اور کوشش کے اس کتاب میں امتحان نہیں دے سکتے۔ کیا شفقت اور رحمت کا مقتضا اور عدالت کا تقاضا یہی ہے کہ ان دسوں کو بھی ان سو پچاس کے لحاظ سے اسی کتاب میں جھلاتے رہیں' پھر حکیم مطلق عادل برحق کی طرف یہ گمان کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں کہ وہ اپنے ہدایت نامہ کو اس ولایت والوں پر بھی' جن کو اس شخص کی ہم زبانی کا شرف حاصل ہے' جس کے ذریعہ سے وہ کتاب اللہ خداوند کریم

نے دنیا میں ظاہر فرمائی' دوسرے ملک والوں کے لحاظ سے ایسا دشوار کردے کہ بوجہ نئی اجنبی زبان ہونے کے' وہ بھی چند مدت تو پریشان ہی رہیں' پھر دوسرے ملک والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

عامیانہ زبان غیر موثر ہوتی ہے:

ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ جو ہدایتیں ہماری ہی زبان میں خدا کی طرف سے رائج کی جاتی ہیں اور حق ہونے ان ہدایتوں کا لوگوں کو یقین بھی ہے' عموماً آدمی نہیں سیکھتے۔ جو ہدایت نامہ نیا نئی زبان میں رائج کیا جائے' اس کی طرف شاید وہی لوگ رجوع کریں جو اس سے پہلے سے ملے ہوئے ہوں۔ اس کے نفع نقصان میں شریک ہوں یا کسی وجہ سے اول سے اس کے معتقد ہوں یا اس کی حکومت سے مجبور ہوں۔ ہاں البتہ مقتضائے شفقت اور عدالت اور ہدایت بیشک یہ ہو سکتا ہے کہ ایسی زبان میں یا ایسی طرح وہ ہدایت نامہ ظاہر فرمایا جائے کہ بہ آسانی تمام ہی دنیا میں سب لوگوں کو اپنی اپنی زبان میں برابر اس کے سمجھنے کا موقع کامل مل جائے یا اس طرح کہ وہ قانون یک ساتھ تمام ہی دنیا کی زبان میں ظاہر فرمایا جائے یا اس ایک اجنبی نئی زبان کی سمجھ اپنی اپنی زبان کے سمجھنے کے برابر تمام دنیا والوں کو یک ساتھ عطا کردی جائے۔ مگر ان دونوں صورتوں میں سے ایک بات بھی کسی کتاب میں' جو خدا کی کتابیں مشہور ہیں' نہیں پائی جاتی۔ گویا عادت اللہ ہی اس طرف نظر نہیں آتی۔ لامحالہ اس شفقت کا ظہور بجز اس شکل کے تصور میں نہیں آتا کہ تمام ملک والوں کے دل میں اللہ اس کے ترجمہ کی محبت ایسی ڈال دے کہ تمام ہی دنیا کی زبانوں میں اس کے مختلف ترجمے ایسے شائع ہو جائیں کہ دوست دشمن سب برابر اگر اس کو سمجھنا چاہیں سمجھ سکیں اور بلا تکلف اس کے سمجھنے کا موقع پائیں۔ اگر کسی ترجمہ کے سمجھنے میں یا فی نفسہ اسی ترجمہ میں کسی قسم کی غلطی واقع ہو جائے' وہ اصل زبان' جس میں وہ کتاب ظاہر کی گئی تھی' اس کو اپنا حکم اور منصف بنا سکیں اور بنائیں۔ چنانچہ یہی امر ممکن ہے اور بعض کتابوں میں پایا بھی جاتا ہے اور قانون قدرت خداوندی اس کی کتابوں کی نسبت بعض کتاب میں اسی طرح نظر بھی آتا ہے فافهم و تدبر۔

نوٹ : واضح ہو کہ اس امر کی تحقیقات مد نظر تھی کہ خدا کی کتاب کس قسم کی زبان میں ہونا چاہیے' لہٰذا اس سے علاوہ اس امر کی تحقیقات کہ دنیا کا بار بار پیدا ہونا یا اسی دنیا میں ایک ہی آدمی کا مختلف شکلوں میں پھر پھر کر بار بار جنم لینا نئی شکلوں میں ظاہر ہونا' اگر یہ مسئلہ فقط بغرض ثابت کرنے جزا سزا برے بھلے عملوں کے ہے' جب تو اس کا خلاف عقل اور بے سود ہونا اعتراض اول میں اچھی طرح ظاہر کر دیا گیا اور ان شاء اللہ کسی دوسرے موقع پر اور اچھی طرح ظاہر کیا جائے گا اور اگر بلا سود بغیر کسی غرض کے ہے تو یہاں اس

کے بیان کا موقع نہیں۔ علاوہ بریں چونکہ یہ مسئلہ ایک امر غیبی ہے اور حواس خمسہ ظاہری اس کے دریافت اور ادراک سے بری لہٰذا اس کی تحقیق میں قول ان لوگوں کا قابل اعتبار ہو سکتا ہے جن کی باطنی قوتیں پوشیدہ اور غیبی چیزوں کے دیکھنے کی روحوں سے ملاقات کرنے کی قوت رکھتی ہیں اور چونکہ یہ امر ضروری اور لابدی ہے کہ خدا کی کتاب بحکم مقدمہ اول دینی اور دنیوی ظاہری اور باطنی زندگی اور موت تمام ہی قسم کی عمدہ اور شائستہ ہدایتیں کرنے والی ہو' سب قسم کی ہدایتوں میں تمام تصنیفات عالم سے فوقیت رکھنے والی اور بے مثل ہو اور اسی طرح اس کا لانے والا' جس کے واسطہ سے خداوند کریم اس ہدایت نامہ کو دنیا میں شائع فرمائے' تمام دنیا کے آدمیوں سے بے مثل قوت رکھنے والا ہو۔ لہٰذا جو امور غیبی ہیں' ان کا جواب بھی عقلاً" اور نقلاً" عیاناً" اور بیاناً" اسی کتاب سے لینا چاہیے اور اس کے جواب کو قابل اعتبار سمجھنا چاہیے' جو کتاب حقیقتاً خدا کی کتاب ثابت ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

اعتراض پنجم: کیا یہ بھی ضرور ہے کہ خداوند کریم کی کتاب کسی مقبول آدمی کے ذریعہ اور واسطے سے دنیا میں ظاہر فرمائی جائے۔ کیا خدا خود بذاتہ نہیں ظاہر کر سکتا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ خداوند کریم ایک غیبی آواز بہ نسبت ہر حکم کے عندالضرورت یا یکدم ہر ایک کے کانوں میں یکساں پہنچا دے اور سب دنیا کے لوگ اپنی اپنی زبان میں اس کو سمجھ کر اپنی اپنی زبانوں میں اس کو لکھتے رہیں اور جب حسب مصلحت ہر زمانہ یا ایک ہی زمانہ معین کے کامل طور سے ظاہر ہو چکے' سب کے پاس بلا اختلاف مختلف زبانوں میں رہے یا ایک ہی شہر والوں کے پاس بدستور قائم رہے اور اس شہر والوں کے ذریعہ سے تمام دنیا میں شائع ہوتی رہے یا خود خداوند کریم بذاتہ آدمی کی شکل میں مجسم ہو کر بقدر ضرورت دنیا میں رہ کر سب کو سمجھا جائے اور ان مضامین ضروری کو لکھ کر سب کو لکھوا تا جائے یا خود لکھ کر شائع کر جائے یا اپنی کسی صفت خاص کو مجسم کر کے دنیا میں بھیج دے اور اس کے ذریعہ سے تمام دنیا میں شائع کر دے یا کسی فرشتہ کو بشکل آدمی چند روز کو پیدا کر کے یا ظاہر فرما کے یہ سب کام بقدر ضرورت لے لے۔

جواب اعتراض پنجم: ذات پاک خداوند کریم سے علی العموم تمام دنیا کو یا علی السواء یعنی برابر ایک شہر والوں کو اپنا کلام پاک بلاواسطہ کسی کے غیبی طور سے سنا دینا ہی ممکن نہیں بلکہ اس قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے یہ بات بھی ممکن ہے کہ سب کو ہدایت یافتہ' مطیع اور فرمانبردار' سب کو دولت مند ہی دولت مند یا فقیر ہی فقیر برابر یکساں پیدا کر دے' مگر اس امر پر عادت اللہ جاری نہیں۔ اگر ہو تو بتلاؤ اور اس

قسم کی کتاب کہ 'جو غیبی طور سے برابر سن سن کر لکھی ہو یا اس طور پر شائع ہوئی ہو مع ثبوت اس دعوے کے لاؤ۔ کوئی بھی نہیں لا سکتا۔ وہ کون آدمی ہے کہ اس دعویٰ ہی کو فضول اور لغو نہیں سمجھتا ہو اور یہ بات کہ خدا نے مختلف طور پر کسی کو فقیر' کسی کو غنی اور امیر' کسی کو کافر' کسی کو مومن کیوں بنایا اور پھر بنایا تو پیغمبروں اور ہادیوں کو کیوں بھجوایا۔ کیا کوئی پیغمبر' جس کو خدا نے کافر ہی بنایا' اس کو مومن بنا سکتا ہے۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے کافر کو تو کوئی مومن نہیں بنا سکتا اور نہ اس غرض سے پیغمبر بھیجے گئے بلکہ پیغمبروں کے بھیجنے سے مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے علم میں مومن ہیں اور اللہ نے ان کو مومن بنایا ہے' مگر صحبت کفار حقیقی سے وہ مثل فولادی تلوار کے مٹی میں ایک مدت پڑی رہنے سے زنگ خوردہ مثل مٹی کے ہو جاتی ہے' کافر ہو گئے ہیں۔ وہ پیغمبروں اور ہادیوں کے صیقل نصائح سے مثل اس تلوار زنگ آلودہ کی' جو صیقل سے صاف ہو جاتی ہے' زنگ کفر سے پاک صاف ہو کر مومن کامل بحسب مشیت ایزدی نکل آئیں اور ان کے ایمان کے جوہر ظاہر ہو جائیں۔

رہا دوسرا امر یعنی خدا کا مجسم ہو کر دنیا میں آنا' دھبہ حدوث اور احتیاج کا اپنی ذات بے مثل پر لگانا اور بے مثل بھی رہنا ایسی بات ہے کہ دن دن بھی رہے اور رات بھی۔ ایک ایک بھی رہے اور دو بھی۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا خالق بھی رہے اور مخلوق بھی۔ جس طرح تمام عقلاء کے نزدیک خدا کو اپنے جیسے دوسرے خدا کے پیدا کرنے پر قادر ماننا خدا کو اپنے مارنے پر قادر سمجھنا عقل سے کوسوں دور ہے اور موجب نقصان ذات پاک خداوند غیور اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ خدا کو آدمی جیسا مجسم ماننا اس غنی اور بے پروا' بے احتیاج کو محتاج فرض کرنا بالکل محال اور عقل سے بہت ہی دور ہے اور قوت اور صفت خاص خداوند کریم کے مجسم ہونے کے اگر یہ معنے ہیں کہ جس طرح اس کی صفت خالقیت کا ظہور یہ تمام عالم ہے' وہ بھی ایک ظہور ہے' جب تو مسلم مگر بے سود اور محض بے بہبود' جیسے اور آدمی اس کی قدرت کا مظہر ہیں' وہ بھی مثل ان کی اس کی قدرت کاملہ کا مظہر ہوں گے' بلکہ مظہر اتم اور بہ نسبت دوسرے آدمیوں کے تاج قبولیت کے ساتھ ممتاز۔ اور اگر یہ معنے ہیں کہ ایک صفت اور قوت خاص نے خدا سے جدا ہو کر اس شخص خاص کی شکل میں ظہور کیا ہے' لامحالہ خدا کو ایسی صفتوں سے مرکب ماننا پڑے گا اور یہ امر سب کا مسلم ہے جو محتاج ہے' خصوصاً ایسا محتاج کہ اپنے وجود ہی میں محتاج' وہ خدا نہیں۔ علاوہ بریں جب وہ صفت خدا سے جدا ہو کر بشکل انسان ظاہر ہو گی' اس وقت خدا کو اس صفت کے اعتبار سے ناقص ماننا پڑے گا اور خدا کی ذات ایسی باتوں سے بہت برتر ہے۔ ہاں البتہ فرشتے کے مجسم ہو کر دنیا میں آنے سے کچھ حرج نہیں مگر جب وہ

بشکل آدمی ہی مان لیا گیا' نتیجہ کیا نکلا- ہر شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں- البتہ اگر یہ مانا جائے کہ اس کو دوسرے آدمیوں کی نسبت یہ بات بھی حاصل ہو کہ صورت بھی فقط آدمیوں کی رکھتا ہو نہ کہ خاصیت بھی آدمی کی سی رکھے' بلکہ نہ کھائے' نہ پیئے' نہ سوئے اور پھر توانا رہے تاکہ ہر کوئی لامحالہ اس کا معتقد بن جائے- مگر اس قسم کا دعویٰ اول تو کسی رشی یا پیغمبر نے' جن کے ذریعے سے اللہ کی کتابیں دنیا میں مشہور ہیں' معتبر طور سے جس کا ثبوت یقینی کوئی دے سکے' کیا ہی نہیں' گویا اس طریق پر عادت اللہ جاری ہی نہیں ہوئی اور اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے جب بھی نرا نہ کھانا نہ پینا محتاج جماع وغیرہ نہ ہونا پھر ان تینوں باتوں کے ساتھ اس شخص کا مرد یا عورت ہونا یا نہ مرد نہ عورت بلکہ خوجہ مادر زاد ہونا بھی مفید ہدایت خاص وعام نہیں ہو سکتا- ہدایت کے واسطے تو وہ ہی قوتیں کام آئیں گی جن کا تعلق عقلاً" ہدایت اور رہنمائی کے ساتھ ہو-

الور کی ایک ضعیف برہمن عورت:

قصبہ تھانہ علاقہ الور میں ایک برہمنی ضعیف العمر موجود ہے- (اس کا بیان ہے کہ میں بھوکی پیاسی رو رہی تھی- ایک مسلمان بزرگ مجھ کو دعا دے گئے- زاں بعد نہ مجھ کو بھوک لگتی ہے نہ پیاس- ۱۲) عرصہ چودہ برس سے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے- ہمارے یہاں کے راجہ نے پہرا دو تین روز بٹھا کر اس کا امتحان بھی کیا مگر سانچ کو کہاں آنچ' ہندی نقل مشہور ہے- عیاں راچہ بیاں- جس کا جی چاہے دیکھ لے مگر قوت ہدایت نہیں- چند جہلاء اس کو کچھ مانتے ہیں- عقلاء تو پوچھتے بھی نہیں اور جو دن رات کھائیں اور کچھ باتیں بنانا جانیں' ان کے اکثر معتقد ہیں- پس معلوم ہوا کہ قوت ہدایت اور ہے اور نہ کھانا نہ پینا اور- اگر خدا کا رسول کل یا بعض صفات انسانی سے جدا ہو تو انسانوں کو اسی قدر اس سے موانست میں بوجہ اجنبیت کے کمی ہوگی اور اس کی ہدایت میں بھی خلل اور نقصان رہے گا' لہٰذا اس کا شکل ہمارے ہی اوصاف بشری کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے-

اعتراض ششم: خیر یہ سب کچھ مسلم مگر عقلاً" خدا کا قانون جیسا وہ قائم دائم ہے' ویسا ہی ہمیشہ رہنا چاہیے اس واسطے کہ بصورت تجویز نسخ لازم آتا ہے کہ خدائے کریم اپنے پہلے حکم کے انجام سے ناواقف تھا لہٰذا بعد تجربہ اس کو منسوخ کرنا پڑا-

جواب اعتراض ششم: بے شک اصل بات یہ ہے کہ وہ ذات ہمیشہ سے علیم قدیم تھی اور ہے

اور رہے گی۔ جیسا وہ بے مانند غیر متغیرو بے مثل ہے' اس کا قانون بھی غیر متغیر یکساں ہی رہنا چاہیے مگر چونکہ دنیا اور دنیا والے' زمانہ اور اہل زمانہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں باعتبار اختلاف ہمارے تغیر تبدل کے ہم پر ظاہر ہونے کے اعتبار سے قانون خدا بھی ضرور بدلتا رہنا چاہیے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ باعتبار اختلاف زمانہ کے اور اختلاف ہر شہر و دیار کے ہر زمانہ والوں اور ہر شہر والوں کی طبیعتیں اور قوتیں مختلف ہوتی ہیں بلکہ باعتبار ارزانی اور گرانی عدیم الوجود اور کثیر الوجود ہونے کے ہر شے کا اختلاف ظاہر ہے۔ لامحالہ ضرور ہے کہ مدبر عالم منتظم بنی نوع آدم کے قوانین اور احکام بھی بحسب تغیر و تبدل زمانہ ہر زمانہ کے لیے مختلف ہوں۔ ہر شہر و دیار کی طبیعتوں اور قوتوں کا بموجب ہر زمانہ کے اس میں لحاظ ضرور ہے جس طرح مختلف قوت مختلف طبیعت کے آدمی باعتبار اختلاف زمانہ کے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پردہ علم اللہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان قوانین کا بھی پردہ علم اللہ سے بحسب ضرورت بموجب طبائع اور قوت ان لوگوں کے بحسب مصلحت وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہنا چاہیے۔ اگرچہ وہ سب قوانین مثل جمیع موجودات اور تمام مخلوقات کے اللہ جل شانہ کے مرتبہ علم میں بلا تغیر اور بے کم و کاست ہمیشہ سے موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے مگر تمام موجودات کا یکدم ایک وقت میں ظہور ہو تو سب قوانین کا بھی یکدم ایک وقت میں ظہور ہو۔ جب تک موافق مصلحت طبیعت اور قوت مریض کے دوا نہیں ہوتی' شفا نہیں ہوتی۔

علیٰ ہذا احکامات اور قوانین کا موافق مصالح اہل زمانہ بدلتا رہنا اصلاح اہل زمانہ کے لیے شان حکیم مطلق کے لائق ہے اور قانون قدرت خداوندی کے موافق' بلکہ جس طرح بموجب کم و بیش تغیرات زمانہ دراز کے تغیر ہونا چاہیے' بحسب تھوڑے سے تغیر دن رات کے تھوڑا سا دن رات کے برتاؤ کے احکام میں بھی تغیر ہونا چاہیے۔ رات کے احکام اور ہونا چاہئیں اور صبح کے وقت کے قوانین اور شام کے وقت کے احکام اور' اور دوپہر کے احکام اور' خواہ اس تغیر اور تبدل کو' جو ہمارے اعتبار سے روشنی آفتاب وغیرہ اور زمانہ اور اہل زمانہ میں ظہور میں آتا رہتا ہے تغیر و تبدل کہو یا نہ کہو' ناسخ منسوخ کے لفظ سے تعبیر کر دیا کسی اور لفظ سے' بہرنہج معنے اور مقصود وہی رہے گا جو ہر فرد بشر پر ہر امر میں ظاہر ہے۔ یہاں تک صبح سے شام تک فقط آفتاب کی روشنی میں بھی بحسب مصلحت تغیر و تبدل' ترمیم تنسیخ ظاہر ہے اور وہ بھی اس درجہ مختلف کہ روزانہ تغیر اور ہے اور ماہانہ اور' سالانہ اور' اس واسطے کہ اختلاف طبیعت اور قوت اہل زمانہ کا باعتبار اختلاف اوقات ظاہر ہے۔ دن کو ذرا بھی انسان نہ سوئے' کچھ عقلمندی نہیں ہوتی اور اگر دن کو

.. رات کی مقدار پر سو بھی لے' جب بھی رات کا جاگنا عام طبیعتوں پر شاق ہوتا ہے۔ بہ مقتضائے اسی حکمت کاملہ کے' وقت مقررہ دن میں آفتاب پر اس حکیم مطلق نے اپنا پرتو نورانیت ڈال کر دیا۔ جس طرح بھی ہو بقدر ضرورت طبائع آدمیوں کے دن میں آفتاب کا چراغ روشن کر دیا۔ بقدر ضرورت دن کی کارروائیوں کے اس روشنی کو گرمی کے ساتھ ملا کر اناج وغیرہ اکثر چیزوں کی پختگی اور پکنے اور خشکی اور سوکھنے کا سبب بنا دیا۔ بحسب تغیر طبائع اہل زمانہ کے رات کو کبھی فقط ستاروں کے چراغوں پر کفایت کی' کبھی بحسب ضرورت چاند کی مشعل مختلف طور سے روشن کر دکھائی۔ کبھی آدھی رات تک' کبھی چوتھائی رات' کبھی ساری رات۔ کبھی کم' کبھی زیادہ۔ کبھی بحسب ضرورت اور حاجت طبائع انسانی جسم لطیف آگ کو ایک روشنی عطا کر کے مختلف طور سے بحسب ضرورت اوقات اس سے کارروائی کے طریقے حضرت انسان کو تعلیم فرما دیے۔ کبھی شمع بنا کر کبھی بطریق مشعل' کبھی بصورت لیمپ' کبھی گیس کی روشنی سے' کبھی بجلی کی روشنی علاوہ حصول روشنی سے مختلف کام لینے کے طریقے سکھائے اور کبھی بصورت جھاڑ اور فانوس۔ کبھی بغیر ان تمام روشنیوں کے۔ آنکھ کی روشنی ہے پر کہ جس کا کام فقط اجالا اور اندھیرا دیکھنا ہے' حضرت انسان کو عطا کر کے اسی پر کفایت کی۔ کبھی بطریق مسمریزم بغیر مدد سورج چاند وغیرہ کے روشنی کو بتصور آفتاب ماہتاب بڑھانے کا طریق تعلیم فرما کر اندھیری رات میں سورج کے اور چاند کی سی روشنی یا کم و بیش عطا فرما کر بحسب طبیعت اور مزاج اس انسان کے اس کی اکثر کارروائیوں کا سلسلہ اس طریق سے بھی وابستہ کر دیا باوجودیکہ سورج ستارے آگ وغیرہ یہ تمام روشنیاں قبل پیدائش اور ظہور اور بعد معدوم ہونے ان سب روشنیوں کے مع کیفیت تغیر و تبدل شبانہ روزی کے مرتبہ علم خداوندی میں ہمیشہ سے موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے' جس طرح عالم کو ہم دیکھتے ہیں' کبھی کچھ موجود ہوتا ہے' کبھی کچھ معدوم۔ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ۔ مگر مرتبہ علمی میں باعتبار اس کی صفت دانا اور عالم ہونے کے کہ جو قدیم ہے مع جمیع تغیرات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ علیٰ ہذا وید' توراۃ' انجیل' زبور' ژندپاژند' فاروق' قرآن مجید وغیرہ ان سب کا مجموعہ اگر فی الواقع سب کلام الٰہی ہیں یا ان میں سے ان بعض کا مجموعہ جو واقعی خدا کا کلام ہے' مرتبہ علم خداوند کریم میں منشاء اس کی صفت قدیم متکلم دانا اور عالم ہونے کے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا مگر باعتبار ظہور کے جس طرح تمام عالم اور بنی نوع آدم میں باعتبار اختلاف قوت' ضعف' صحت' مرض قوی الہیکل' صغیر الجثہ' چھوٹائی' بڑائی وغیرہ وغیرہ کے ہمیشہ نئے نئے تغیر تبدل ظہور میں آتے رہتے ہیں' ضرور ہے کہ اس مجموعہ علمی میں سے باعتبار اختلاف زمانہ بحسب مصلحت قوانین کا بھی تغیر تبدل ظاہر ہوتا رہے۔ اسی واسطے اہل

تحقیق امام غزالی و نسفی وغیرہ رحمہم اللہ اپنی کتب عقاید میں تحریر فرماتے ہیں کہ نسخ بیان انتہاء حکم کو کہتے ہیں یعنی نسخ اس بات کے بیان کر دینے کا نام ہے کہ یہ حکم مع عبارت اس وقت تک کے زمانہ والوں کے موافق تھا' اس کے بعد والوں کو یہ حکم اور یہ عبارت دونوں مضر ہیں اور یہ جواب نازل ہوا نافع یا یہ الفاظ تو ہمیشہ کے لیے نافع ہیں مگر جو حکم ان سے ثابت ہوتا ہے' وہ قطعاً مضر ہے یا یہ حکم تو ہمیشہ کے لیے نافع ہے مگر یہ عبارت آئندہ کے لیے ہرگز نافع نہیں بلکہ مضر ہے۔ قسم اول کو منسوخ التلاوت والحکم کہتے ہیں اور قسم دوم کو منسوخ الحکم اور قسم سوم کو منسوخ التلاوت اور مفصل اس امر کی بحث مع امثلہ ان شاء اللہ العزیز تحت آیہ کریمہ **ماننسخ من ایہ الا یتہ** کے کی جائے گی اور اشارۃ" کچھ پہلے ہی ہو چکی ہے۔

اعتراض ہفتم: بعد تسلیم ان تمام امور کے اب یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اول یہ جتنی بھی کتابیں خدا کی طرف منسوب ہیں' بطریق وحی خواہ الہام ان کو اور ان کے لانے والوں کو ایک زمانہ دراز گزر گیا' پھر ہم کس ذریعہ سے اس امر کا یقین کرلیں کہ فی الواقع یہ کتابیں یا ان میں سے فلاں فلاں کتاب وہی کتاب ہے جو اپنی اصلی حالت پر موجود ہے۔ جو فلاں نبی یا رشی کو بطریق وحی یا الہام دی گئی تھی یا اس پر نازل ہوئی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ اپنی حالت پر نہ رہی ہوں اور ان میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہو یا سرے سے وہ کتاب ہی نہ ہو اور کسی دوسرے شخص نے خود بنا کر اپنے احکام خود تراشیدہ کے چلانے کی غرض سے اس کو کسی مشہور نبی یا رشی کی طرف نسبت کر دیا ہو۔ چنانچہ دنیا میں اس وقت کوئی ایسی کتاب نظر نہیں آتی' جس میں ان احتمالوں سے کوئی بھی احتمال نہ پایا جاتا ہو۔ دیکھو ویدوں کو تو کوئی یقینی طور سے بتا ہی نہیں سکتا کہ یہ کس کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہوئے اور سب کے سب موجود ہیں یا بہت کچھ گم ہو گئے یا اصلی وید بالکل ہی نہ رہے۔

ہندوؤں کی الہامی کتابوں پر ایک نظر:

شتپتھ برہمن سے معلوم ہوتا ہے کہ پرجاپتی یعنی برہمانے آگ' ہوا اور سورج کو تپا کر ان تینوں سے رگ وید' یجروید' سام وید کو نکالا۔ دوسری جگہ اسی شتپتھ میں لکھا ہے کہ اگنی سے یعنی آگ سے رگوید وایو یعنی ہوا سے یجروید اور سورج سے سام وید کو نکالا۔ اتھرووید سے صاف ظاہر ہے کہ اتھرووید پرم ایشور کے منہ سے نکلا اور رگوید پرم ایشر سے کاٹا گیا اور یجروید اس سے چھیلا گیا اور سام وید پرم ایشور کے سر کے بال ہیں۔ بعض جگہ لکھا ہے کہ یہ چاروں وید پرجاپتی کی ڈاڑھی کے بال ہیں اور بقول انھوانند پنڈت اتھرو میں

ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ اچھشٹ نام پرمیشور سے یہ چاروں وید پیدا ہوئے' پھر بھاگوت پران' مارکنڈی پران' وشنو پران سے ثابت ہوتا ہے کہ برہما کے چار منہ تھے۔ ہر منہ سے ایک ایک وید نکلا۔ بعض کا قول ہے اور اس قول کا پتہ ژند پاژند آتش پرستوں کی کتاب سے بھی چلتا ہے کہ یہ چاروں وید بیاس جی کی تصنیف شدہ ہیں۔ پنڈت اور وشہ کی رائے ہے کہ اصلی وید مدت سے گم ہوگئے' جن میں بہت کچھ تھا۔ وہ کہتے ہیں مہابھارت میں صاف لکھا ہوا ہے کہ جن دیوں نے دنیا کے پیدا کرنے میں برہما جی کی مدد کی تھی' وہ ویدوں کو چرا کر لے گئے تھے۔ تیتریا برہمن سے پتہ چلتا ہے کہ وید بے شمار تھے۔ جتنا رشیوں نے مناسب سمجھا' ظاہر کیا' باقی کو چھپا دیا۔ وشنو پران میں لکھا ہے کہ چار یگوں کے آخر میں وید سب گم ہوگئے تھے۔ پھر قطع نظر ان تمام روایتوں کے یہ تو ظاہر ہے کہ ایک مدت دراز سے یہ سب وید بنارس کے مندروں میں ایسے چھپے ہوئے تھے کہ سوائے پنڈتوں بنارس کے' کسی کو ان کی ہوا لگنا بھی محال تھا اور دوسری قوموں کو ان کا سکھانا اور پڑھانا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے اور جو کہیں اکبر بادشاہ کے مرتب کرائے ہوئے ترجمے پائے بھی جاتے تھے' تو وہ غیر معتبر اور محرف کہلائے جاتے تھے۔ اب تھوڑے دنوں سے دیانند جی نے خدا کو خبر اصلی ویدوں کو ظاہر کیا ہے یا نقلی ویدوں کو یا اپنے من گھڑت ویدوں کو اور اکثر پرانے پنڈتوں کی تو یہی رائے ہے کہ یہ وید اصلی نہیں۔

سوامی دیانند نے وید کی شرح لکھی:

سوامی دیانند نے جب اپنی شرح وید پنجاب گورنمنٹ کے پاس محکمہ تعلیم کے کورس میں داخل کرنے کی غرض سے بھیجی اور پنجاب گورنمنٹ نے اس پر رائے طلب کی تو اس پر پنڈت گورو پرشاد ہیڈ پنڈت اورنٹیل کالج لاہور اور پنڈت رکھی گنیش سیکنڈ مینجر کالج مذکور' مسٹر ٹانی ایم۔اے پرنسپل پریزیڈنسی کالج کلکتہ' مسٹر ایف کرفتہ ایم۔اے مترجم ہر چہار وید پرنسپل ہند کالج بنارس وغیرہ نے بالاتفاق یہ رائے ظاہر کی کہ دیانند کا من گھڑت ترجمہ ہے' ویدوں کا ترجمہ نہیں ہے' بلکہ دیانند نے نئے وید بنائے ہیں' اس لیے دیانندی درخواست داخل دفتر کردی گئی۔ علاوہ بریں اگر دوسرے پنڈتوں کی رائیں نقل کی جائیں تو ایک دفتر ہو جائے۔ اسی طرح توریت' زبور' انجیل جس زبان میں نازل ہوئی تھیں' اس زمان میں تو ان کا ملنا تقریباً محال ہی ہوگیا اور ان زبانوں کے جاننے والے بھی عنقا صفت رہ گئے مگر ان کے ترجمے جو عربی' فارسی' اردو' انگریزی میں پائے جاتے ہیں' وہ بھی آپس میں باعتبار مضمون کے مختلف پائے جاتے ہیں بلکہ ایک مطبع

کے چھپے ہوئے دوسرے مطبع کے چھپے ہوؤں سے نہیں ملتے اور مولانا رحمت اللہ مرحوم مہاجر مکی نے اپنی کتاب "معقلہ التحریف" میں اثبات تحریف انجیل میں وہ تحقیقات کی ہے کہ آج تک کوئی پادری اس کا جواب نہیں دے سکا اور نہ دے سکتا ہے۔

پارسیوں کی ژندیاژند:

ژندیاژند' جو پارسیوں کی مسلمہ الہامی کتاب ہے' اس کا تو بجز چند خاص لوگوں کے یا خاص پارسیوں کے کوئی نام بھی نہیں جانتا مگر ان کتابوں کے ماننے والے' جو فی زمانہ موجود ہیں' ان کتابوں کو وحی آسمانی مانتے بھی نہیں' نہ وہ وحی کے بذریعہ جبریل علیہ السلام یا بطریق سلسلۃ الجرس مثل مسلمانوں کے قائل ہیں بلکہ سب ان کتابوں کو الہامی کتاب مانتے ہیں' لہٰذا بجز اس اعتراض کے کہ الہام کا مدعی جو چاہے ہو سکتا ہے' پھر انہی کتابوں کو الہامی کتاب واجب الاطاعت کیوں کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی امتیازی حیثیت:

اعتراضات مذکورہ دوسری کتابوں پر عاید بھی نہیں ہوتے البتہ بموجب بعض اقوال کے' جو وید کی نسبت ذکر کیے گئے' اگر ان کو باوجود اختلاف اقوال صحیح مان لیا جائے' بعض اعتراض ہو سکتے ہیں مگر قرآن شریف کی نسبت چونکہ یہ دعویٰ ہے کہ یہ کلام اللہ قدیم ہے۔ قرآن مجید پر یہ سب اعتراض وارد ہوتے تھے اور ان سب کے جواب شافی دے دیے گئے مگر یہ اعتراض قرآن شریف پر اب بھی باقی ہے کہ یہ کیونکر مانا جائے کہ یہ قرآن شریف وہی قرآن شریف ہے' جو جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ جبریل علیہ السلام یا بطریق سلسلۃ الجرس نازل ہوا تھا بلکہ شیعوں کی معتبر کتاب کافی کلینی خصوصاً جلد اول' اصول کافی سے تو صاف ظاہر ہے کہ اس قرآن موجودہ میں بہت کچھ تحریف کی گئی ہے اور "تفسیر صافی" کے چھٹے مقدمے میں ملا محسن مجتہد معتبر شیعوں نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ بلا شک ہمارے ثقۃ الاسلام یعقوب کلینی اور اس کے استاد قمی کے نزدیک تو یہ قرآن وہ قرآن ہرگز نہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا' البتہ شریف رضی اور ابن بابویہ نے بصورت ماننے روایات معتبرہ کافی کلینی کے بہت کچھ نقصانات دینی محسوس کر کے پچھلے شیعوں سے بہ مصلحت غالباً بطور تقیہ یہ کہلوا دیا کہ بلاشبہ کم و کاست اور بلا تحریف لفظی و معنوی یہ وہی قرآن ہے کہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ مگر شریف رضی وغیرہ نے جو دلائل

اس امر کے ثبوت میں لکھے تھے' ان سب پر ملا محسن نے اپنی تفسیر صافی میں بہت کچھ اعتراضات جڑ دیے۔ علاوہ بریں یہ تو تمام شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اصل قرآن مجید کو تو امام موعود امام مہدی علیہ الرحمتہ سرمن رائے کے سرداب میں لیے ہوئے چھپے بیٹھے ہیں اور اس قرآن کو نماز وغیرہ میں اس واسطے پڑھتے ہیں کہ اس میں کچھ حصہ صحیح ہے اور بعض آئمہ معصوم نے امام مہدی علیہ الرحمتہ کے ظہور تک اسی قرآن سے کام چلانے کی اجازت دے دی ہے اور قرآن مجید سے بہت کچھ کم ہو جانے کی روایتیں تو بعض کتب معتبرہ اہلسنّت میں بھی موجود ہیں' لہٰذا بصورت ہونے ناسخ منسوخ آیتوں کے' قرآن میں جس کا ذکر ابھی جواب اعتراض ششم میں ہو چکا ہے' یہ کیونکر معلوم ہو کہ جو حصہ کم ہو گیا' وہ حصہ ناسخ الحکم والتلاوت آیتوں کا تھا یا منسوخ الحکم والتلاوت کا۔ لہٰذا شیعہ سنی وغیرہ تمام ہی مسلمانوں کے نزدیک یہ قرآن قابل عمل نہ رہا۔ (نعوذ باللہ منہا)

پھر بعد تسلیم قرآن علی سبیل الفرض ترجموں کا اتنا اختلاف ہے کہ اگر عربی نہ جاننے والا' درکنار جاننے والا بھی اگر مسلمان ہونا چاہے' حیران رہ جاتا ہے کہ کونسے ترجمے کو اور کس کی تحقیق کو تمام فرقوں اہل اسلام سے راست اور صحیح مانا جائے۔ لامحالہ دو باتوں سے ایک بات ضرور کہنا پڑتی ہے کہ یا تو یہ سب مسلمان' جو ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں' سبھی ناحق پر ہیں اور نعوذباللہ دین اسلام کوئی دین قابل تسلیم ہی نہیں ہے یا یہ سب ایک دوسرے کو ضد سے کافر کہہ رہے ہیں ورنہ فی الواقع سب حق پر ہیں۔ مگر اس شق دوم کو کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا کہ باہم ایک دوسرے کو کافر بھی کہیں اور پھر سب حق پر ہوں۔ اس واسطے کہ کافر کہنے میں بھی جب سب حق پر ہوئے تو سب کافر ٹھہرے۔ لامحالہ تمام مبلغین اسلام پر لازم ہے کہ یا تو تبلیغ اسلام سے ہاتھ اٹھالیں یا ان سب اسلامی فرقوں سے' جونسا فرقہ اور ان کا کیاہوا ترجمہ قرآن کا حق ہو' اس کی پہچان کی سبیل بتادیں۔ فقط۔

جواب اعتراض ہفتم: تمام وید اور ژندپاژند کی نسبت جو کچھ بھی کہا جائے' وہ بجا و درست ہے۔

علیٰ ہذا القیاس توریت اور انجیل و زبور کی نسبت بعد منسوخ ہو جانے ان کتابوں کے' قرآن مجید کے ساتھ یعنی ختم ہو جانے اس زمانہ کے' جب تک ان پر عمل کرنا خدا کے علم میں اس زمانے والوں کے لیے مفید تھا' جو بھی کہو وہ کم ہے۔

قرآن پاک کے متعلق شیعہ روایات کی کوئی حقیقت نہیں:

قرآن مجید کی نسبت بعض روایات، بعض کتب شیعہ سنی کو دیکھ کر یہ گمان کرنا کہ اصلی قرآن مجید باقی نہ رہا یا محرف ہو گیا' محض بے علمی پر مبنی ہے یا تعصب پر۔ اس واسطے کہ جب آیہ کریمہ ما ننسخ من ایہ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا اور آیہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون بلا تغیرو تبدل و تحریف لفظی و معنوی تمام فرقوں اہل اسلام خصوصاً شیعہ اور سینوں کے نزدیک بلاشبہ کلام ربانی ہے تو بلاشبہ جس قدر بھی قرآن کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا بھول جانا مروی ہے کہ پھر وہ یاد ہی نہ آئے یا یاد بھی رہا یا یاد آ گیا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصداً ان کا پڑھنا اور پڑھوانا تلاوت قرآن مجید کے وقت اور نماز میں چھڑوا دیا۔ اس قدر قرآن کا منسوخ التلاوۃ ہونا آیہ مذکور مسلمہ جمہور کے ساتھ ثابت ہو گیا اور دوسری آیت سے یہ امر یقیناً ثابت کہ محافظت قرآن کا کمی بیشی اور تغیرو تبدل سے خود اللہ تعالیٰ صراحتاً" وعدہ فرماتا ہے اور جمہور اہلسنّت کے نزدیک یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ قرآن مجید کے مخالف بجز مشہور اور متواتر کے کوئی حدیث احاد قابل عمل نہیں ہوتی"گو باعتبار سند کے وہ حدیث کیسی ہی صحیح ہو اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ لاکھوں کروڑوں بے گنتی آدمی جس امر کو صحیح کہیں' جیسے بے شمار آدمی ثقہ اور غیر ثقہ قرآن مجید کو بلا کم و کاست وہی قرآن جانتے ہیں اور سلف سے وہی قرآن جانتے چلے آئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ پھر اس کے مقابل دو چار کی خبر پر' جس کو حدیث احاد کہتے ہیں' اعتبار کر کے اہلسنت پر محرف یا غیر معتبر ہونے قرآن کا اعتراض کرنا کیا کسی عاقل کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور قابل تسلیم' حالانکہ بایں ہمہ اہلسنّت کی کسی معتبر کتاب میں ایسی ایک بھی روایت نہیں کہ جس سے تحریف قرآن مجید یا بجز منسوخ التلاوۃ آیتوں کے کسی ایک بھی آیت کا کم ہونا ثابت ہو۔

اس واسطے کہ اس قسم کی موضوع روایتیں جو شیعوں کی معتبر کتابوں اصول کافی وغیرہ میں منقول ہیں' ان کی ندامت اتارنے کو بڑی کوشش کر کے بعض شیعوں نے جو روایتیں سینوں کی غیر معتبرو غیر مشہور کتابوں سے "تنزیہ القرآن" اور "ناصر الایمان" وغیرہ اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں' ان سے کہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول قرآن بہت کچھ قرآن کو بھلا دیے گئے تھے۔ بعض روایتوں کا یہ مضمون ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ ہم نے بعض سورتوں

میں بہت آیتیں موجودہ قرآن سے زیادہ یاد کی تھیں، جن کو ہم بھلا دیے گئے اور وہ قرآن سے بہ مشیت ایزدی اٹھالی گئیں یا بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوصف یاد رہنے کے ہم نے ان کا قرآن میں لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ بوجہ باقی رہنے حکم کے اور منسوخ ہو جانے تلاوت بعض آیات کے، اس خیال سے کہ بعد زمانہ دراز بوجہ نہ پانے اس حکم کے قرآن مجید میں اس حکم ضروری پر عمل کرنا اہل اسلام چھوڑ نہ دیں، بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ ان منسوخ التلاوۃ آیات کو، جن کا حکم باقی ہے، بعد جمع ہو جانے قرآن موجودہ کے باتفاق صحابہ کرام اس ترتیب خاص پر، جس ترتیب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دور کیا کرتے تھے اور حضرت زید بن ثابت جیسے بعض معتبر صحابہ کو اسی ترتیب پر یاد تھا اور دو دو صحابہ کی گواہی ہر آیت پر لے لے کر انہوں نے اپنے یاد کردہ قرآن کو اور مضبوط کر لیا تھا، قرآن مجید میں لکھ دیں۔ مگر اللہ جل شانہ نے جو حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا پورا کر دیا اور ان کو اس ارادہ سے پھیر دیا۔

وہ روایت موضوعہ جس کو صاحب "ناصر الایمان" رافضی نے بغرض الزام اہلسنّت لکھا تھا، محفوظ رہنے قرآن کے بموجب عقیدہ اہلسنّت موید بن گئی۔ وہ روایت یہ ہے جو "ناصر الایمان" میں بلاحوالہ اہلسنّت کی طرف منسوب کی گئی ہے اور در واقع میں موضوعات روافض سے ہے۔

روی ان عمر رضی اللہ عنہ قال لو لا ان یقال زاد عمر فی کتاب اللہ لا ثبت فی المصحف الشیخ والشیخہ اذا زنیا فارجموھا البتہ نکالا من اللہ واللہ شدید العقاب۔

مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے قرآن میں بڑھا دیا تو آیہ رجم الشیخ والشیخہ کو میں قرآن میں لکھ دیتا۔ ۱۲

حالانکہ بسند صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث اس طرح منقول ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال عمر رضی اللہ عنہ لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قائل لا نجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلہ اللہ الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن اذا قامت البینۃ وکان الحبل او الاعتراف قال وکذا حفظت الا وقد رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ عمر ﷛ نے فرمایا' میں ڈرتا ہوں کہ بعد گزرنے زمانہ دراز کے لوگ کہنے لگیں کہ رجم لینے پتھروں سے مار ڈالنے کا ذکر بیوی والے مرد زانی اور شوہر والی عورت زانیہ قرآن میں نہیں اور یہ سمجھ کر رجم کو چھوڑ نہ دیں اور فرض خدا کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں' بیشک رجم حق ہے جب زنا گواہوں سے ثابت ہو جائے یا اقرار سے اور حمل ظاہر ہونے سے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے کیا۔ ۱۲

قرآنی احکام ناقابل تحریف ہیں:

جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آیت رجم' جس کا حکم باقی تھا اور اس کا پڑھنا قرآن مجید میں بموجب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو گیا تھا' باوجود یاد رہنے اس آیت کے حضرت عمر نے اس کے حکم پر عمل کرنے کی بار بار تاکید فرمائی۔ مگر باوجودیکہ اول قرآن کی جمعیت کے باعث حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ آپ نے مخالف فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالف مشیت ایزدی قرآن مجید میں اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات منسوخ التلاوت کے نہ لکھوانے کا قصد کیا' نہ ان کو کبھی ایسا خیال ہوا اور تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام منسوخ التلاوت آیتوں کا علیٰ ہذا منسوخ التلاوت والحکم اور فقط منسوخ شدہ آیتوں کا ذکر کرتے رہے اور پچھلے راوی ان کے اقوال کو روایت کرتے چلے آئے۔ مگر بموجب فرمان جناب باری انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون نہ کسی کو ان آیتوں کے قرآن میں لکھ دینے کا خیال آیا اور بمقابلہ حفاظت الٰہی نہ کسی کو یہ خیال آ سکتا تھا۔ البتہ بعض احادیث ضعیفہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام اور اہل بیت عظام نے مخالف اس ترتیب موجودہ کے اپنی اپنی سمجھ کے موافق قرآن مجید مرتب کر لیے تھے اور کسی نے بتقاضائے خطاء اجتہادی بعض سورتوں کو دعا سمجھ لیا تھا اور بعض دعاؤں کو مثل دعاء قنوت کی قرآن اور بعض نے بوجہ نہ پہنچنے حکم نسخ کے بعض منسوخ التلاوۃ آیتوں کو بھی لکھ لیا تھا۔ لہٰذا اول تو جمہور اہلسنت کے نزدیک یہ ضعیف روایتیں قابل اعتبار نہیں' اس واسطے کہ جمہور اہلسنت کے نزدیک مخالف فواء آیہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ "ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی تحریف وغیرہ سے اس کے محافظ ہیں"۔ اگر ایسی کوئی صحیح حدیث بھی ہو' جس سے حفاظت ایزدی کا نقصان ثابت ہو اور مخالفت آیہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون لازم آئے' بوجہ احاد ہونے کے قابل اعتبار نہیں ہوتی چہ جائیکہ حدیث ضعیف۔ مگر

بالفرض والتقدیر ایسی روایتوں کو اگر معتبر مان بھی لیا جائے تو ظاہر ہے کہ قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے جیسے بھی چاہا' بجز اس قرآن موجودہ محفوظہ کے مع ان سات قراتوں مشہورہ کے دوسری تراکیب غیر محفوظ پر جمع کیے ہوئے مصحفوں کا دنیا میں مشرق سے مغرب تک نام ونشان بھی باقی نہ رہا اور وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون علیٰ وجہ الکمال پورا کر کے دکھادیا اور بغرض تصدیق اس امر کے کہ جیسے ہم نے ہر زمانہ والوں کی طبیعتوں اور مزاجوں کو مختلف پیدا کیا ہے' ان کے علاج بھی حسب مصلحت ایک زمانے اور مختلف زمانے والوں کے مختلف رکھے ہیں۔ منسوخ التلاوۃ آیتوں کا چرچا دنیا میں باقی رکھا تاکہ قیامت تک ہر مسلمان پر یہ امر واضح رہے کہ امت مرحومہ میں چار اماموں کے اجتہاد میں اختلاف واقع ہونے کا یہی باعث ہے کہ ہر ولایت کے لوگوں کے مزاج مختلف' طبیعتیں جداگانہ' لہٰذا ہر ولایت کا علاج بھی جداگانہ ہی شایان شان حکیم مطلق تھا۔ اس واسطے اس حکیم مطلق خالق برحق نے جس ولایت کے مزاج کے موافق جس مجتہد کا اجتہاد تھا' اسی مجتہد کی تحقیقات کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی طرف وہاں کے لوگوں کے دلوں کو مائل کر دیا اور حقانیت انہی چاروں مذہب پر اور پیروی ہر ایک کی' پر ان میں سے بتقلید شخصی تمام امت کا اجماع ہو گیا بموجب اس حدیث کے جو باعتبار معنے کے متواتر ہے۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالتہ فاذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم ومن شذ شذ فی النار۔ (اس حدیث اور اس آیت کا ترجمہ صفحہ اور میں دیکھیے۔ ۱۲) اور آیہ ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لا تبعتم الشیطان الا قلیلا۔ کے اور بڑی جماعت اہل اسلام کی مخالفت کرنے والے جہنمی اور گمراہ اور ان کا اختلاف بموجب قاعدہ مقررہ مدعیان عقل زمانہ حال کے بھی کہ کثرت رائے پر فیصلہ دیتے ہیں عقلا" و نقلا" بموجب آیت اور احادیث مذکورہ متواترۃ المعنے قابل اعتبار نہ رہا۔ اس سے زیادہ اس امر کی تحقیق منظور ہو تو ہماری کتاب ہدایہ الطریق فی بیان التقلید والتحقیق اور مختصر میزان الادیان کو' جس میں اس مضمون کی تقریباً چالیس حدیثیں نقل کی گئی ہیں' دیکھنا اور بغور ملاحظہ کرنا چاہیے۔ فقط۔

حالات کے مطابق اجتہاد قرآن کے احکام کے تابع ہوتا ہے:

اور چونکہ ہر ولایت میں باعتبار ایک زمانہ کے بھی مراتب اور مزاج لوگوں کے مختلف تھے' ایک مجتہد

سے بموجب اپنی تحقیق اور اختلاف طبائع افراد انسانی اور مراتب بشری کے مختلف اقوال ایک ہی مسئلہ میں ظاہر کر دکھائے اور ان کے شاگردوں نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے مزاج اور مرتبہ کے موافق جس قول کو اقوال مجتہد مطلق سے پسند کیا' وہ قول اسی شاگرد کی طرف منسوب ہو گیا۔ اور جن بے سمجھ لوگوں نے اس کو باہمی اختلاف استاد و شاگرد سمجھ لیا' اپنی بے سمجھی سے گمراہ ہو گئے۔ لہٰذا دو چار مثال اس قسم کے مسائل (یہ مسائل کتاب ہذا کے آخر ضمیمہ میں ملاحظہ ہوں) کی ممینہ میں بغرض ہدایت ایسے بے سمجھوں کے نقل کر کے اب اس بات کا دکھانا منظور ہے کہ ایسی کتاب اللہ جس کی ہدایت عالمگیر ہو اور ہر ملک اور ہر قسم کے لوگوں کا ظاہری و باطنی علاج کر سکے اور ہر شخص اس کو ہر جگہ حاصل کر سکے اور بذریعہ ترجمہ و تفاسیر معتبرہ بقدر ضرورت ہر شخص سمجھ سکے اور تمام دنیا میں جو کوئی بھی اس سے نجات ابدی کا طریقہ حاصل کرنا چاہے اور بموجب سمجھانے علمائے دین اور مجتہدین اس کی پیروی کرے' منزل مقصود کو پہنچ جائے اور واصل الی اللہ ہو جائے۔ دنیا میں اگر ہے تو ایک قرآن شریف ہی ہے جو اپنی اصلی حالت پر لاکھوں بے گنتے راویوں کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں منقول چلی آتی ہے اور کتب صحاح ستہ کی تو بغرض توثیق ہر شخص کو اپنے استاد سے سند لینے کی بھی ضرورت پڑتی ہے مگر قرآن مجید کے پڑھنے والے اور ایک دوسرے سے تا زمانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نقل کرنے والے مع سات قراتوں مشہورہ کے ہر زمانہ میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ باہم کسی کو اپنے استاد سے سند لینے کی بھی حاجت نہ رہی۔ مگر تاہم ایک دو سند ہم اپنے موقع پر نقل کر دیں گے' یہاں تک کہ تاریخ سے واقفیت رکھنے والے غیر متعصب اور غیر معاند کافروں سے بھی کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو یہ کہتا ہو کہ یہ وہ قرآن نہیں ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور جس کو تمام دنیا میں صحابہ کرام کے زمانہ سے آج تک مسلمان پڑھتے رہتے ہیں اور زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک برابر اسی کی تفسیریں شیعہ سنی اور ہر فرقہ کے مسلمان لکھتے رہے اور لکھتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایسے مذبذب فرقہ کا قول کیا کسی عاقل کے نزدیک قابل اعتبار ہو سکتا ہے جو کبھی کہے کہ یہ قرآن بلا کم و کاست اور تغیر و تبدل بعینہ وہی قرآن ہے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ مثل شریف رضی اور ابن بابویہ اور ان کے مقلد شیعوں کے' جو ہماری طرف آلور اور آگرہ لکھنؤ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور پھر یعقوب کلینی اور اس کے استاد قمی کو منکر قرآن مان کر اپنا ثقہ الاسلام بھی مانتے ہیں اور کبھی کہے کہ یہ وہ قرآن ہی نہیں ہے' کبھی کہے ہے تو وہی مگر بعض لفظوں میں (نعوذ باللہ) تحریف ہو گئی ہے۔ کبھی کہے کہ یہ آیت کریمہ بلا تحریف و تغیر شیعہ سینون کے نزدیک مسلم ہے کہ نحن نزلنا

الذکر وانا لہ لحافظون پھر اس میں کمی بیشی یا تحریف کیسے ہو سکتی ہے۔ بہر نہج جب کثرت رائے پر فیصلہ جمہور کے نزدیک مسلم ہے اور قرآن اور حدیث سے بھی ہر امر دینی میں اتباع سواد اعظم (بڑی جماعت) کالازم تو ہر نو مسلم اب بہ آسانی دیکھ سکتا ہے کہ ترجمے اور تفسیریں قرآن مجید کے کونسے فرقہ اسلامی کے کیے ہوئے قابل اعتبار اور موجب نجات ہیں اور تمام فرقوں اسلام سے کونسا فرقہ فی الواقع تابع قرآن ہے۔ فقط۔

اعتراض ہشتم: اعتراض ہفتم فقط اس امر کے متعلق تھا کہ ہم کو یہ یقین کیسے ہو کہ یہ قرآن مجید وہی قرآن مجید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا' پھر اس کے ترجمے اور تفاسیر مختلف اور اس کے ماننے والوں کے مذاہب یہاں تک مختلف کہ باہم ایک دوسرے کی تکفیر کی جاتی ہے لہٰذا اس کے پیروؤں میں سے کس کو سچا مانا جائے اور کس کے ترجموں اور تفاسیر کو معتبر تصور کیا جائے' لہٰذا اس کا جواب بھی بخوبی واضح کر کے دے دیا گیا' مگر یہ جواب اس وقت تک مفید تھا جب سواد اعظم کے مصداق مذاہب اربعہ کے مقلد تھے۔ کیا آج کل بھی آپ بتا سکتے ہیں کہ مقلدین مذاہب اربعہ کی جماعت بتقلید شخصی تمام فرقوں اسلامی سے بڑی اور زیادہ ہے۔ اب تو جدھر دیکھتے ہیں' آزادی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ترکوں کو دیکھیے' علمائے مقلدین کو انہوں نے قتل کروا دیا۔ امیر کابل نے پردہ عورتوں سے اٹھا دیا۔ قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام اور اکثر مقلدین کو قتل کر دیا۔ عام مسلمانوں کو آزادی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ خاص حرمین میں غیر مقلدین وہابیہ کا زور شور ہے۔ یہاں ہندوستان میں امیروں کا طبقہ اور ان کے متعلقین باعتبار اکثر کے ایسے آزاد ہو گئے کہ تقلید شخصی تو کہاں' متفق علیہ احکام شریعت کو خود ہی نہیں چھوڑ بیٹھے بلکہ دوسروں سے پابندی شریعت چھڑوا رہے ہیں۔

دیوبندی توہین رسالت میں شہرہ آفاق ہیں:

دیوبندیہ توہین سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں شہرۂ آفاق ہو گئے اور خود ان عبارتوں کے ظاہر معنوں پر' جو تمام دنیا کے عام و خاص کی سمجھ میں آتے ہیں' خود اپنے اوپر آپ کفر کے فتوے دے رہے ہیں مگر ان عبارتوں کو توبہ کر کے اپنی کتابوں سے نہیں نکالتے اور ان کے نئے معنے بعید از فہم سلیم گھڑ کے اپنی برات ظاہر کرتے ہیں اور آریہ اور مرزائی انہی کی عبارتوں سے مدد لے رہے ہیں۔ لہٰذا بموجب آپ کے جواب ہفتم کے' اب ان آزاد منش مسلمانوں کو اہل حق سمجھنا چاہیے۔ اس واسطے کہ اس وقت مصداق

سواد اعظم یہی معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بجز اس نئے فرقے کے' جس کو چکڑالوی یا اہل قرآن کہتے ہیں' مقلدوں میں سے کوئی بھی ایسا مسلمان زمان سابق میں گزرا' نہ اب موجود جو مدعی خالص قرآن مجید کی پیروی کا ہو' بلکہ عموماً تمام دنیا کے اکثر مسلمان اپنے اپنے مجتہدوں کے اقوال کی چاروں مجتہدوں سے پیروی کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں' جس کا نام فقہ ہے اور یہ بھی برائے نام' اس واسطے کہ کوئی بڑے سے بڑا مقلدوں کا عالم بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے امام مجتہد کے تمام اقوال کا مجموعہ میرے پاس ہے۔ اگرچہ حنفیوں میں یہ امر مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تمام اقوال معتبرہ کے مجموعہ کو ظاہر الروایت کہتے ہیں' جن کو چند کتابوں' مبسوط زیادات' جامع صغیر' جامع کبیر' سیر صغیر' سیر کبیر میں امام محمد رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا مگر بطریق مشہور کیا کوئی حنفی ان تمام کتابوں کو دکھا سکتا ہے اور اگر بفرض محال کسی کے پاس ایک دو کتاب ان میں سے بطریق غیر مشہور نکل بھی آئے تو اس کا کیا ثبوت کہ یہ وہی کتاب ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا۔ اب تو جہاں تک دیکھا جاتا ہے' ہدایہ' فتح القدیر' در مختار' شامی' بحر الرائق وغیرہ انہی کتب فقہ پر حنفیوں کا دارومدار ہے' جو بعد برسوں کے زمانہ نزول قرآن مجید سے لکھی گئی ہیں اور یہی حال ہے مالکی' حنبلی' شافعیوں کا۔ فقط۔

جواب اعتراض ہشتم: امیر کابل اور ترک اور فرقہ وہابیہ ہند اور نجد اور نیچری اور ہندوستان کے آزاد خیال امراء اور جنٹلمین اگر فی الواقع بوجہ انکار ضروریات دین اور ادنیٰ توہین سید المرسلین صلے اللہ علیہ علیہ و آلہ وصحبہ اجمعین یا توہین اور کسی پیغمبر کی پیغمبروں علیہم السلام سے مثل مرزائی اور چکڑالوی اور سر سید احمد خان کے' جس نے اپنی تفسیر میں انبیاء علیہم السلام کو ریفارمر لکھا ہے اور پھر خود ریفارمر ہونے کا دعویٰ کیا ہے' کافر و مرتد ہو چکے' تو ان سب کو زمرۂ اسلام سے سمجھ کر اور ان سب کو عقاید میں متفق مان کر یہ کہنا ہی بے سمجھی اور بے وقوفی پر مبنی ہے کہ ان تمام آزاد خیالوں کو ملا کر دیکھا جاتا ہے تو آج کل بہ نسبت مقلدین مذاہب اربعہ ان کی جماعت بڑی معلوم ہوتی ہے اور یہی لوگ مصداق سواد اعظم معلوم ہوتے ہیں۔

سواد اعظم کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ضروری ہے:

اس واسطے کہ اتبعوا السواد الاعظم میں مسلمانوں کی اس بڑی جماعت کے اتباع کا حکم فرمایا ہے' جو ہر گمراہ فرقہ جدید اہل اسلام سے بڑی جماعت ہو' نہ اس جماعت کی نسبت جو کافروں کی نسبت

بڑی جماعت ہو اور اگر یہ آزاد خیال ترک' امیر کابل اور نیچری وغیرہ فی الواقع منکر ضروریات دین اور موہن سید المرسلین یا کسی پیغمبر کی توہین کرنے والے پیغمبروں برحق سے نہیں بلکہ مثل دیگر فرقہ ہائے اسلامی مراد ہیں' نہ کہ مرتد اور کافر تو باوجود مختلف العقیدہ ہونے' ان سب فرقہ بند اور تفرقہ انداز فرقوں کے سب کو ایک فرقہ کیوں سمجھ لیا اور اگر ان کو ایک فرقہ سمجھ لیا تو رافضی' خارجی' جبریہ' قدریہ' مرجیہ وغیرہم پرانے فرقوں نے کیا قصور کیا تھا' جو ان کو ان آزاد خیالوں اور نئے فرقہ بند تفرقہ انداز فرقوں کے ساتھ ملا کر نہ دیکھا' ان سب کو ملا کر دکھانے سے تو یہ ایک بہت بڑا فرقہ مصداق احادیث سواد اعظم بے سمجھوں کے خیال میں بن جاتا ہے مگر یہ امر بالکل انصاف سے کوسوں دور ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اول غریب مسلمانوں کے ساتھ' جو اپنے پرانے عقاید اہلسنّت کے پابند اور مقلد مذاہب اربعہ بتقلید شخصی ہیں' ہر گمراہ اور بدعتی فرقے کو ملا کر دیکھتے تو ان شاء اللہ مقلدین مذاہب اربعہ بتقلید شخصی ہی کی جماعت بڑی اور مصداق سواد اعظم نکلتی۔

اہلسنّت ایک عالمگیر مذہب ہے:

اب بھی تمام دنیا کے غریب مسلمانوں کو اگر متبعین فرق ضالہ اور امراء دنیا طلبوں کے ساتھ ملا کر دیکھو گے تو جماعت مقلدین ہی مصداق سواد اعظم نکلے گی۔ علیٰ ہذا القیاس ان تمام تفرقہ انداز فرقہ بند گمراہ یا مرتد فرقوں کے ساتھ' جو مدعی اسلام کے ہیں' اگرچہ تمام امراء نہ سہی' مگر بعض امراء اور اکثر غرباء اہل اسلام کو سچا مقصد کسی مذہب کا ان مذاہب اربعہ سے پاؤ گے اور انہی مقلدوں کی جماعت ان شاء اللہ بڑی جماعت اور مصداق سواد اعظم نکلے گی۔ بلکہ مقلدین مذاہب اربعہ بتقلید شخصی جس قدر بھی دنیا میں غرباء اسلام ہیں' ان کے مقابلہ میں اگر ان تمام نئے پرانے فرقوں کو ملا کر بھی دیکھو گے تو ان شاء اللہ باوجود پھیل جانے اس قدر گمراہی کے' مقلدوں ہی کی جماعت بڑی رہے گی۔ اور بعض کو مثل وہابیہ دیوبندیہ کے بلکہ مثل غیر مقلدین کے بھی پاؤ گے کہ تقیہ کر کے حنفی بن کر لوگوں کو گمراہ بناتے ہیں اور اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو اصلی حنفی کہہ کر اصلی حنفی ہونے پر قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو بہکاتے ہیں اور پردۂ حنفیت میں اپنے بدعقیدوں کو پھیلاتے ہیں۔ یہ بھی ایک دلیل حق پر ہونے مقلدین کی ہے' اس واسطے کہ باطل بغیر چھپانے کے حقانیت کے پردہ میں نہیں چلتا۔ کھوٹا مال اچھے مال میں چھپا کر اگر بیچا جائے' چل جاتا ہے' بغیر کھرے مال کے پردہ کے ہرگز نہیں چلتا۔ اس امر کے سمجھنے کے لیے ایک سچا واقعہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ پھر جواب سوال ثانی کا دیا جائے گا۔

دیوبندیوں کا ایک تبلیغی انداز:

مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی مد اللہ ظلہ فرماتے تھے کہ مرزا پور میں مولانا احمد اشرف صاحب قادری اشرفی گیلانی مغفور مرحوم اپنے مریدوں میں تشریف لے گئے۔ مریدوں نے بغرض خوش کرنے اپنے پیر کے، جو عالم تبحر اور علم دوست تھے، عرض کیا کہ ہم نے یہاں ایک مدرسہ دینی بھی جاری کر رکھا ہے، جس میں تعلیم علوم دینی ہوتی ہے۔ فرمایا مدرس کون ہے۔ عرض کیا حضور مدرس تو قسمت سے ایک ایسا عالم ربانی قطب وقت ملا ہے، جو اللہ واسطے دن رات پڑھاتا ہے۔ بمشکل ہم ان کو دس روپیہ ماہوار دیتے ہیں ورنہ وہ تو یہی کہتے ہیں کہ برس دن میں دو جوڑے کھدر کے اور صبح شام کل دو روٹی جو کی مجھ کو کافی ہیں اور ایک درویش کامل آئے تھے جن کے یہاں مرید بھی بہت ہو گئے ہیں۔ وہ تو ان کا نام سن کر ان سے برہنہ پا ملنے کو گئے اور فرماتے تھے کہ مدت سے مجھ کو ان کی تلاش تھی۔ میاں یہ تو قطب وقت ہیں، تمہاری قسمت سے نہیں معلوم یہاں کیسے آ ٹھہرے۔ مولانا اشرف صاحب نے فرمایا، بھائی مجھ کو تو یہ مولوی صاحب اور وہ درویش دونوں ہی مخالفین اہلسنت سے معلوم ہوتے ہیں اور مصرعہ "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" کا جلوہ تمہارے بیان سے جلوہ گر ہے۔ مریدوں نے عرض کیا، حضور بلاوجہ ایک بے لوث عالم صالح و عالم دین کا ایسے لفظوں سے یاد کرنا شایان شان عالی نہیں۔ آپ کے ان سخت لفظوں سے ہم کو سخت صدمہ ہوا اور دو جنٹلمین جو مدرس صاحب کے بہت ہی معتقد تھے، وہ تو یہاں تک بگڑے اور کہہ بیٹھے کہ مولانا اشرفی صاحب جو آپ فرما چکے خیر فرما چکے، مگر اب آپ نے اگر ہمارے مدرس صاحب کی نسبت کچھ کہا تو پھر ہم مجبور ہیں۔ عجب نہیں آپ کی جناب میں پھر ہم سے کوئی گستاخی ہو جائے۔ مولانا اشرفی صاحب مغفور مرحوم نے فرمایا، صاحبزادو! میں آپ کے مدرس صاحب سے اگر اپنے کلمات کی معافی طلب کر لوں، جب تو تم خوش ہو جاؤ گے۔ جنٹلمینوں نے کہا مناسب تو یہی ہے۔ مولانا اشرفی صاحب نے فرمایا، بہت اچھا مگر ایک شرط ہے کہ ان کے جو خطوط محفوظ بستہ میں رہتے ہیں، ان کو اپنے گھر لا کر پڑھو، اگر ان سے میرے کلمات کی سچائی ثابت ہو، اس مدرس کو شہر بدر کر دینا ورنہ میں ان کے پاس چل کر اپنے کلمات کی معافی طلب کر لوں گا۔

ایک جنٹلمین نے تو کہا، ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ دوسرے نے کہا، کیوں نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم ضرور ان کے خطوط محفوظہ کہ جو ہماری ہی تحویل میں رہتے ہیں، دیکھیں گے۔ جب جنٹلمینوں نے مدرس صاحب کے خطوط کو گھر لا کر پڑھنا شروع کیا تو اول ہی خط کا، جو بعض اشخاص دیوبند کی طرف سے مدرس صاحب کے نام

تھا' یہ مضمون نکلا کہ:

"مولانا صاحب' آپ کی سخت بے انصافی ہے۔ پچاس روپیہ ماہوار آپ کو ہماری طرف سے اسی دینی خدمت کے ملتے ہیں کہ لوگوں کو وہابی بناؤ اور یہاں کی امداد کراؤ۔ قربانی کی کھالوں کے اور آمدنی فطرہ رمضان اور گیارہویں بند کر کے گیارہویں کے پیسے اور روپیہ جو آپ بھیجتے ہیں' اس سے آپ کو معقول کمیشن ملتا ہے۔ پھر بھی آپ کو قلت تنخواہ کی شکایت ہے۔ مگر خیر' آپ کام چونکہ بہت ہوشیاری سے کر رہے ہو' آپ کی درخواست اب کے مجلس شوریٰ میں پیش کر دی جائے گی۔ ممکن ہے کہ کچھ اور ترقی کر دی جائے"۔

اور اسی قسم کے اور دو چار خط پڑھ کر جنٹلمین صاحب دم بخود رہ گئے اور مدرس کے دجال ہونے کا یقین کر کے مولانا اشرفی صاحب کے زمرۂ معتقدین میں داخل ہوئے اور جمعہ کے دن مکار مدرس کے نام کے خط' جو دیوبند سے آئے تھے' تمام مسلمانوں کو سنا کر مدرس صاحب کو' جو دجال کے بھی استاد تھے' شہر بدر کیا اور وہ سارا گاؤں وہابی ہو جانے سے بچ گیا۔ الحمدللہ' ثم الحمدللہ۔ اب دوسرے سوال کا جواب شافی سن لیجئے۔

شریعت کے چار اصول:

اس سوال کی بنا محض جہالت اور نادانی پر مبنی ہے۔ کتب فقہ اور اصول فقہ سے تمام کتب اصول فقہ میں ہمارے تمام فقہا یہی تحریر فرماتے ہیں کہ اصول شریعت' جن پر تمام احکام شرعی کی بنا ہے' چار ہیں: قرآن' حدیث' اجماع' قیاس۔ اور اجماع اور قیاس کا حجت شرعی ہونا قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ بالمعنے احادیث متواترہ سے دیکھو' پارہ المحصنات' میں بیان حالات منافقین میں ہے کہ افلا یتدبرون القران ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذا عوابہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ولو لا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لا اتبعتم الشیطان الا قلیلا۔ یعنی کیا وہ سوچتے سمجھتے نہیں قرآن کو جو کہتے ہیں کہ مضامین قرآن میں اختلاف بہت ہے' اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو بموجب ان کے کہنے کے اس میں بہت ہی اختلاف ہوتا۔ بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس کوئی

امن یا خوف کی بات قرآن سے آتی ہے تو بن سوچے سمجھے' جو ان کی سمجھ ناقص میں آیا' اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھ لیتے یا امر شریعت کے والی راست رو عالموں سے تو ان عالموں میں سے وہ عالم جو قوت استنباط مسائل اور اجتہاد کی رکھتے ہیں' وہ اس امر کی حقیقت جان لیتے (اور پھر کسی کو ان مجتہدوں کی پیروی کرنے والوں سے یہ موقع نہ ملتا کہ قرآن مجید میں اختلاف بتلا دیں اور تم میں ایسے مجتہدوں کا ہونا اللہ کا فضل ہے) اگر تم میں ایسے عالم اور مجتہد نہ ہوتے تو تم بھی مثل دوسرے پیغمبروں کے امتیوں کے تبع شیطان ہو جاتے مگر بہت کم (لیکن تم مجتہدوں کی پیروی سے شیطان کے پیرو نہ ہوگے مگر کم)۔

امت کا اجماع کبھی گمراہی پر نہیں ہوتا:

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ اجماع امت مرحومہ کا کبھی گمراہی پر نہ ہوگا اور جو اجماع امت کی مخالفت کرے گا اور کسی بھی مجتہد کی امت کے مانے ہوئے مجتہدوں سے پیروی نہ کرے گا تو تبع شیطان ہوگا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی مضمون اس قدر حدیثوں سے ثابت ہے' جن کو بالمعنی مثل قرآن مجید کی متواتر کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کی تقریباً چالیس حدیثیں تو مجھ جیسے بے بضاعت کم مایہ نے اپنے رسالہ "مختصر المیزان" میں جمع کی ہیں' جو مدت ہوئی چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور بنظر اختصار بطریق مشتے نمونہ از خروارے یہاں بھی کچھ نقل کیے دیتا ہوں۔

جلد اول' باب الاعتصام بالکتاب والسنہ منتخب کنز العمال میں ہے بروایت ابن ماجہ: عن انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امتی لم تجتمع علی ضلالتہ فاذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم وفیہ من مسند احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنان خیر من واحد وثلاثتہ خیر من اثنین واربعۃ خیر من ثلاثۃ فعلیکم بالجماعتہ فان اللہ لن یجمع امتی الا علی ھدی۔ وفیہ من سنن النسائی وصحیح ابن حبان عن عرفجہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستکون بعدی ھنات وھنات

فمن رایتموه فارق الجماعته و یرید ان یفرق امرامتۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کائنامن کان فاقتلوہ فان یداللہ علی الجماعته وان الشیطان مع من فارق الجماعتہ۔ ومن تاریخ ابن عساکرعن البحنزی بن عبید عن ابیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنان خیر من واحد وثلثۃ خیرمن اثنین واربعۃ خیرمن ثلثۃ فعلیکم بالجماعہ فان ید اللہ علی الجماعۃ ولن یجمع اللہ تعالی امتی الا علی ہدی واعلمواان کل شاطن ہوی فی النار۔ ومن کبیرالطبرانی وابانہ ابن السجزی عن معاذ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذہ والقاصیہ والناحیہ فعلیکم بالجماعتہ والالفۃ والعامتہ والمساجد وایاکم والشعاب۔ ومن مستدرک الحاکم عن ابن عمروابن عباس واخرج الحکیم وابن جریرعن ابن عمرنظ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجمع اللہ عزو جل امرامتی علی ضلالتہ ابدا یتبعوا السواد الاعظم ید اللہ علی الجماعتہ من شذ شذ فی النار۔ ومن کبیرالطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عمل للہ فی الجماعتہ فاصاب قبل اللہ منہ وان اخطا غفرلہ ومن عمل یبتغی الفرقہ فاصاب لم یتقبل اللہ منہ وان اخطا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ وفیہ عن سلیم ابن قیس العامری قال سال ابن الکواء علیا من السنہ والبدعۃ وعن الجماعتہ والفرقہ فقال یابن الکواء حفظت المسئلہ فافہم الجواب النسۃ واللہ سنۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم والبدعہ ما

فارقها والجماعة والله مجامعه اهل الحق وان قلوا والفرقه مجامعه اهل الباطل وان كثروا۔ فيه من ابن ابى عاصم عن بن عمرعن على رضى الله عنهما قال تفرقت اليهود على احدى وسبعين فرقة والنصارى على ثنتين وسبعين فرقه وانتم على ثلثه وسبعين وان من اضلها واخبثها من يتشيع اول الشيعه۔

(ترجمہ) جلد اول' باب الاعتصام بالکتاب والسنہ منتخب کنز العمال میں ہے' انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک میری امت کا اجماع اور اتفاق گمراہی پر نہ ہو گا۔ لہٰذا جب تم دیکھو کہ میری امت میں اختلاف واقعہ ہوا تو تم لازم پکڑ لو بڑی جماعت اہل اسلام کو تمام دنیا کے مسلمانوں کے اعتبار سے۔ اور مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ میں ہے' ابی ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بہتر ہیں ایک سے اور تین بہتر ہیں دو سے اور چار بہتر ہیں تین سے۔ پس تم لازم پکڑ لو جماعت کو اس واسطے کہ اللہ نہ جمع کرے گا امت میری کو مگر ہدایت پر۔ پھر منتخب میں سنن نسائی اور صحیح ابن حبان سے منقول ہے' حضرت عرفجہ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد قریب ہے کہ بلا اور سختی آئیں گی' جس کو تم دیکھو کہ جماعت سے جدا ہوتا ہے اور امت مرحومہ کے اسلامی کام میں تفرقہ ڈالنا چاہتا ہے' ایسا شخص کوئی بھی ہو' اس کو قتل کر دو۔ اس واسطے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جماعت سے جدا ہو جانے والے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور تاریخ ابن عساکر میں ہے بختری بن عبید سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو بہتر ہیں ایک سے اور تین بہتر ہیں دو سے اور چار بہتر ہیں تین سے۔ پس لازم پکڑو تم جماعت کو اس واسطے کہ ہاتھ اللہ کا جماعت پر ہے اور نہ جمع کرے گا اللہ میری امت کو مگر ہدایت پر اور جان لو کہ ہر بد خو پلید جہنم میں گرنے والا ہے اور کبیر طبرانی اور ابانہ ابن سنجری میں ہے' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' شیطان بھیڑیا ہے انسان کا۔ جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہر اوچھٹی بھٹی اوپر چڑھ جانے والی یا گلہ سے یکسو ہو جانے والی کو پکڑ لیتا ہے' شیطان بھی جماعت سے جدا ہو جانے والوں کو پکڑ لیتا ہے۔ لازم پکڑو تم

جماعت کو اور باہمی الفت کو اور عامہ مومنین اور مسجد اور مسجد والوں لو اور بچتے رہو مختلف گھاٹیوں سے اور مستدرک حاکم میں ہے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور حکیم اور ابن جریر فقط ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔ یہ سب فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کبھی میری امت کا اتفاق اور اجتماع گمراہی پر نہ کرے گا۔ تم ہمیشہ بڑی جماعت کے پیرو رہنا' اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت پر ہوتا ہے۔ جو بڑی جماعت سے نکلا' جہنم میں پھینکا گیا اور کبیر طبرانی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے' فرمایا انہوں نے فرمایا' رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' جس نے کوئی کام کیا اللہ کے واسطے' جماعت کے اتفاق سے اور اس میں ثواب کو پہنچ گیا' اللہ اس سے قبول کرتا ہے اور اگر خطا بھی کر بیٹھا اللہ بخش دیتا ہے اور جس نے جماعت اہل اسلام (تمام عالم) سے فرقت اور جدائی امت مرحومہ کی چاہتے ہوئے کوئی کام کیا اور اس میں صواب کو بھی پہنچ گیا' اللہ اس سے قبول نہیں کرتا اور اگر بصورت جدائی کے اتفاق امت سے خطا کر بیٹھا تو اپنی جگہ جہنم سے ڈھونڈ لے اور کبیر طبرانی ہی میں ہے حضرت سلیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن کوا نے سنت اور بدعت اور جماعت اور فرقت کی تعریف جب حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ سوال تو تم نے خوب یاد کیا اور اب جواب بھی بغور سن لو۔ سنت تو سنت اور طریقہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے اور بدعت وہ ہے جو اس کے مخالف ہو اور اس سے جدا اور جماعت اللہ کی قسم تمام دنیا کے مسلمانوں کے اعتبار سے ہوتی ہے اگرچہ اہل حق کہیں کتنے بھی کم ہوں اور اہل باطل کسی خاص جگہ کتنے بھی زیادہ ہو جائیں مگر تمام دنیا کے اہل باطل کو بھی ساتھ لے کر اہل حق سے کم ہی رہیں گے اور اسی کبیر طبرانی میں ہے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں' یہودی اکہتر فرقوں پر متفرق ہو گئے تھے اور نصاریٰ بہتر فرقوں پر اور تم تہتر فرقوں پر اور ان تہتر فرقوں میں بڑھکا گمراہ اور خبیث وہ فرقہ ہے' جو مسلمانوں میں جدائی ڈالے اور اپنے آپ کو شیعہ کہے یا یوں فرمایا تھا جس کا نام شیعہ ہو گا۔

اور کتاب الفتن بخاری شریف میں ہے:

عن ابی ادریس الخولانی انه سمع حذیفه رضی الله عنه یقول کان الناس یسئلون رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الخیر و کنت اسئله عن الشر مخافة ان یدرکنی فقلت یا

رسول اللہ صلی اللہ علیک انا کنا فی جاھلیتہ و شرفجائنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم و فیہ دخن قلت و ماد خنتہ قال قوم یھدون بغیر ھدی تعرف منھم و تنکر قلت یا رسول اللہ فھل بعد ذالک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم فقال ھم من جلدتنا و یتکلمون بالسنتنا قلت وما تامرنی ان ادرکنی ذالک قال تلزم جماعتہ المسلمین و امامھم قلت فان لم یکن لھم جماعتہ و لا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرہ حتی یدرکک الموت وانت علی ذالک۔

(ترجمہ) حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ سے روایت ہے' وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت حذیفہ بن الیمان رحمتہ اللہ علیہ سے سنا' وہ فرماتے تھے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے والی بھلائی سے پوچھا کرتے تھے اور میں آنے والی شر اور برائی سے پوچھا کرتا تھا اس خوف سے کہ میں کہیں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں اگر میں اس وقت کو پاؤں۔ لہذا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور ہم جہالت اور شرارت میں گرفتار تھے کہ اللہ ہم میں اس سراپا بھلائی کو لایا (جو آپ کی ذات مقدس کا ظہور ہے) کیا اس خیر کے بعد پھر بھی کوئی شر کا زمانہ آئے گا۔ فرمایا ہاں مگر (سرتاپا تاریک نہ ہو گا بلکہ) اس میں دھندلا پن ہو گا۔ میں نے عرض کیا وہ کیسے۔ فرمایا ایسی ایک قوم پیدا ہو گی کہ میرے طریقے کے مخالف عمل پیرا ہوں گے۔ کچھ ان سے پہلی باتیں میری سنت کے موافق پائی جائیں گی اور کچھ قابل انکار مخالف سنت۔ میں نے عرض کیا' اس کے بعد کیا اس سے بھی زیادہ شر اور برائی کا وقت آئے گا۔ فرمایا' ہاں جہنم کے دروازوں پر بلانے والے ہوں گے یعنی مخالفت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کو بلائیں گے۔

مغربی تہذیب کو اپنانے والوں کے حامی علماء:

جیسا آج کل ہو رہا ہے کہ ایک جماعت گمراہ بے دین علماء سوء اور بے دین

بادشاہوں کی داڑھی منڈوانے' انگریزی ٹوپی پہن کر انگریزوں کی صورت بنانے اور عورتوں کے کانوں تک بال کٹوا کر مردوں کی شکل بنانے اور عورتوں کو مثل مردوں کی میموں کی طرح باہر پھیرنے اور لنڈن جا کر اسلام سے آزادی کے طریقے سیکھنے کو دین بتلا رہی ہے اور ایک جماعت بے دین دولت مندوں کی ان بے دینی کے مضامین کو چھپوا کر مفت بغرض بے دینی پھیلانے کے مختلف زبانوں میں عالم میں تقسیم کر رہی ہے) جو ان بے دین مولوی اور لیڈروں کی بات سنے گا (اس کو جہنم میں پھینک دیں گے)۔ میں نے عرض کیا' حضور وہ کس صفت کے واعظ اور بلانے والے ہوں گے۔ فرمایا' وہ ہمارے تیز طراروں سے ہوں گے۔ ہماری ہی زبان سے ملتی ہوئی باتیں کریں گے۔ (یعنی قرآن و حدیث ہی سے معانی بدل کر اپنے مقاصد باطلہ بیان کریں گے) میں نے عرض کیا' اگر وہ زمانہ مجھ کو پالے تو میرے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا' جماعت کثیر اہل اسلام اور ان کے امام کی اطاعت کو لازم پکڑنا (نہ جماعت قلیل اور ان کے امام کو) میں نے عرض کیا اگر نہ بڑی جماعت رہے اور نہ ان کا امام۔ فرمایا' پھر کنارہ کش ہو جاؤ ان تمام فرقوں سے گو تو کسی درخت کی جڑ میں دانت چبھو لے' یہاں تک کہ اسی حالت پر تجھے موت پالے۔

اور ص ۲۷۵ سنن ابوداؤد میں ہے:

عن معاویہ ابن ابی سفیان انہ قام فقال الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فینا فقال الا ان من قبلکم من اھل الکتاب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملہ وان ھذہ الملہ ستفترق علی ثلث وسبعین۔ ثنتان وسبعون فی النار وواحدہ فی الجنہ وھی الجماعتہ۔

(ترجمہ) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا' خبردار رہو تم سے پہلے اہل کتاب بہتر فرقے ہو گئے تھے اور بلاشبہ تم تہتر فرقوں پر متفرق ہو جاؤ گے' جن میں سے بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک فرقہ جنتی۔ اور جنتی فرقہ سب سے بڑی جماعت والا ہو گا (اس واسطے کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ جماعت سے مراد تمام حدیثوں میں بڑی جماعت مراد ہے ورنہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں سے تو کوئی بھی فرقہ خالی نہیں ہوتا)۔

اور منتخب کنز العمال میں ہے:

عن ابی امامته وابی الدرداء وانس و واثله بن معاذ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ذروا المراء فان بنی اسرائیل افترقوا علی احدی وسبعین فرقه والنصاری علی ثنتین وسبعین فرقه وان امتی ستفترق علی ثلث وسبعین فرقه کلها علی الضلال الا السواد الاعظم من کان علی ما انا علیه واصحابی ومن لم یمار فی الدین دین الله۔

(ترجمہ) حضرت ابو امامہ اور ابو الدرداء اور واثلہ بن معاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا' چھوڑ دو بے سود جھگڑنے کو اس واسطے کہ انہیں بے سود جھگڑوں سے بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہو گئے تھے اور نصاریٰ کے بہتر فرقے اور میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب فرقے گمراہ ہوں گے مگر بڑی جماعت والا گروہ جو اس طریق پر ہو گا' جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب اور وہ وہ لوگ ہوں گے' جو اللہ کے عطا کیے ہوئے دین میں نفسانی باہم جھگڑے نہ پھیلائیں گے۔

اجتہاد کی اہمیت اور مجتہد کی غلطی:

آیہ مذکورہ پارہ والمحصنات سے تو حجت شرعی ہونا اجماع اور قیاس کا اور واجب ہونا پیروی کسی ایک مجتہد کا مجتہدوں سے اچھی طرح ثابت ہو چکا مگر یہ سب حدیثیں فقط اجماع امت کے حجت ہونے کے متعلق تھیں' جو بنظر اختصار بطریق نمونہ یہاں تک بیان ہو چکیں' اب کس قدر وہ آیتیں اور حدیثیں بھی قابل ملاحظہ ہیں جن کا تعلق اجتہاد اور قیاس کے حجت شرعی ہونے کے متعلق ہے اور وجوب پیروی کسی ایک مجتہد کے مجتہدین امت سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد بصورت خطا بھی اپنی کوشش کا ثواب پاتے ہیں اور ایسے ہی ان کے پیرو اور مجتہد بصورت خطا بھی مستحق ملامت کے نہیں ہوتے۔

تفسیر سورۃ انبیاء در منثور میں ہے:

- **اخرج ابن جریر وابن مردویه والحاکم والبیهقی فی سننه عن ابن مسعود رضی الله عنه وعبدالرزاق و عبد ابن حمید**

وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مسروق ولفظه لمسروق قالا الحرث الذی نفشت فیه غنم القوم انما کان نفشت فیه غنم القوم فلم تدع فیه ورقه ولا عنقوتا من عنب الا اکلته فاتوا داود علیه السلام فاعطاهم رقابها فقال سلیمان علیه السلام ان صاحب الکرم قد بقی له اصل کرمه واصل ارضه بل توخذ الغنم فیعطاها اهل الکرم فیکون لهم لبنها وصوفها ونفعها ویعطی اهل الغنم الکرم فیعمرونه ویصلحونه حتی یعود کالذی کان لیلته نفشت فیه الغنم ثم یعطی اهل الغنم غنمہم واهل الکرم کرمهم وفی روایته ابن جریر عن ابن عباس فقال داود قد اصبت القضاء کما قضیت ففهمها الله سلیمان۔

(ترجمہ) تفسیر ابن جریر اور ابن مردویہ اور مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اور مسند عبدالرزاق اور ابن المنذر اور ابن ابو حاتم میں ہے کہ حضرت مسروق نے فرمایا کہ وہ کھیت جس کو ایک قوم کی بکریوں نے اجاڑ دیا تھا (جس کا ذکر سورہ انبیاء میں ہے) وہ انگوروں کا کھیت تھا۔ بکریوں نے اس میں ایک پتہ بھی نہ چھوڑا' نہ ایک انگور۔ کھیت والے جب داؤد علیہ السلام کے پاس آئے' آپ نے اپنے اجتہاد سے وہ سب بکریاں کھیت والے کو دلوا دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کھیت والے کی زمین اور انگور کے درخت باقی ہیں لہٰذا انگور والا بکریوں کے دودھ اور بال وغیرہ سے اس وقت تک نفع اٹھاتا رہے' جب تک بکریوں والا پانی دے کر انگوروں کو ویسا ہی کر دکھائے جیسے انگور وقت کھانے بکریوں کے تھے۔ بعدہ' بکریوں والے کو اس کی بکریاں دے دی جائیں اور انگور کے کھیت والے کو انگوروں کا کھیت۔ اور روایت ابن جریر میں ہے جو عبداللہ بن عباس سے ہے کہ بعد روایت مذکور حضرت عبداللہ نے فرمایا' پس حضرت داؤد علیہ السلام نے سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ تم اس امر میں صواب پر ہو۔ اسی واسطے اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ ہم نے اصل حقیقت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دی تھی۔

مضمون آیہ کریمہ سے ظاہر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے اجتہاد میں خطاوار تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام مصیب۔ مگر داؤد علیہ السلام کو اس اجتہادی خطا پر کچھ تنبیہہ بھی نہیں کی گئی بلکہ دونوں کی شان میں بعد بیان فرمانے کے اس قصد کو قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے فرمایا تو یہ فرمایا **ففھمناھا سلیمان و کلا اتینا حکما و علما**۔ کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو اصل حقیقت سمجھادی تھی اور علم اور حکمت تو ہم نے دونوں ہی کو عطا کی تھی۔

اور جلد دوم، صفحہ ۱۰۹۲ بخاری شریف میں اور نیز مسلم شریف میں ہے:

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتھد ثم اخطا فلہ اجر وھکذا رواہ البخاری عن ابی ھریرہ وابی سلمتہ رضی اللہ عنھم و کذالک اخرجہ الترمذی فی ابواب الاحکام عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ وقال و فی الباب عن عمربن العاص و عقبتہ بن عامرو حدیث ابی ھریرہ حدیث حسن۔

(ترجمہ) عمرو ابن عاص اور ابو ہریرہ اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہم سے ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب حاکم حکم کرے اور اپنے اجتہاد میں صواب کو پہنچ جائے تو اس کو دوگنا ثواب ہے اور اگر وقت حکم کرنے کے اپنے اجتہاد میں خطا کر بیٹھے تو اس کو اکہرا ثواب ملے گا۔ اسی طرح ترمذی میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور یہ حدیث حسن ہے اور نیز عمرو بن عقبہ عامر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور تلویح شرح توضیح میں ہے کہ پیروی مجتہد اور حجت شرعی ہونے قیاس مجتہد میں اتنی صحیح حدیثیں بطریق احاد مروی ہیں جن کو بالمعنے متواتر کہہ سکتے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ حدیث ہے، جس کو تمام ہی کتب اصول فقہ میں علماء سلف و خلف نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔

باب العمل فی القضا مشکوۃ شریف میں ہے، ترمذی شریف اور سنن ابو داؤد اور داری سے:

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض

لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اجتھد برای ولا الو فضرب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی صدرہ فقال الحمدللہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ۔ فقط

(ترجمہ) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاکم یمن بنا کر) یمن کی طرف بھیجا۔ فرمایا جب تم پر کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تم اس کو کس طرح فیصل کرو گے۔ میں نے عرض کیا کتاب اللہ (قرآن مجید) کے ساتھ۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں اس کو تم نہ پاؤ تو کیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا سنت رسول اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر سنت رسول اللہ میں بھی تم کو نہ ملے۔ میں نے عرض کیا' بلا خوف اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے میرے سینہ پر دست مبارک مارا اور فرمایا شکر ہے اس اللہ کا جس نے اپنے رسول کے قاصد اور سفیر کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کا رسول راضی تھا۔ فقط۔

احکام رسول کی پابندی:

اور جو عمل قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو' اس پر عمل کرنا بعینہ قرآن پر عمل کرنا ہے۔ اس واسطے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا یعنی جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم دیں' اس کو لے لو اور جس امر سے منع فرمائیں' باز رہو۔ چنانچہ کتاب التفسیر بخاری شریف میں ہے:

عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن للغیرات خلق اللہ فبلغ ذالک امراۃ من بنی اسد یقال لھا ام یعقوب فجاءت فقالت انہ بلغنی انک لعنت کیت و کیت فقال ومالی لا العن من لعن رسول اللہ صلے اللہ

علیه وسلم ومن هو فی کتاب الله فقالت لقد قرات ما بین اللوحین فما وجدت فیه ما تقول قال لئن کنت قراته لقد وجدته اما قرات وما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا قالت بلی قال فانه قد نهی عنه قالت مالی اری اهلک یفعلونه قال فاذهبی فانظری فذهبت فنظرت فلم تر من صاحبها شیئا فقال لو کانت کذالک ما جامعتنا۔

(ترجمہ) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' انہوں نے فرمایا' لعنت ہو اللہ کی گودنے والی اور گودوانی والیوں پر اور بالوں کو نچوانے والی اور دانتوں کو کشادہ کرانے والی اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت کو بدلنے والیوں پر۔ بنی اسد کی ایک عورت مسماۃ ام یعقوب اس بات کو سن کر حضرت ابن مسعود کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے سنا ہے آپ گودنے گودوانے وغیرہن پر لعنت کرتے ہیں۔ فرمایا جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرمادیں اور جن پر قرآن مجید میں لعنت ہے' میں کیوں نہ لعنت کروں۔ عرض کیا' میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے' کہیں ایسی عورتوں پر لعنت نہیں پڑھی۔ فرمایا اگر تو نے ہمارا قرآن پڑھا ہوتا ضرور اس مضمون کو قرآن میں پا لیتی۔ کیا تو نے نہیں پڑھا' اللہ جل شانہ' فرماتا ہے ما اتاکم الرسول الایہ۔ یعنی جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں' لے لو اور جس سے منع فرمائیں' باز رہو۔ اور آپ نے ان امور مذکورہ سے منع فرمایا ہے۔ کہنے لگی' آپ کے اہل و عیال ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا' جا دیکھ میرے اہل سے ایسا کون کرتا ہے۔ جب جا کر دیکھا تو ان امور سے کچھ نہ پایا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا' اگر میرے اہل سے کوئی ایسا کرتا' ہرگز میرے ساتھ نہ رہتا۔

اسلام میں اجماع اور قیاس کی اہمیت:

ان احادیث صحیحہ اور آیات کریمہ سے صراحتا" ثابت ہو گیا کہ مسائل اجماعی اور قیاسی سب حکم میں ان مسائل کے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں بلکہ جو مسائل فقط احادیث سے ثابت ہیں یا فقط اجماع یا فقط قیاس سے۔ اگر اجماع اور قیاس کا حجت ہونا فقط احادیث ہی سے ہوتا' جب بھی وہ مسائل حکم میں انہی مسائل کے ہوتے جن کا ثبوت قرآن سے ہے۔ اس واسطے کہ جو اصولی فقہ اور مسائل فقہ کے احادیث

صحیحہ سے ثابت ہیں' وہ سب احکام قرآنی ہی ہیں اور انہی احکام کے مجموعہ کا نام علم فقہ ہے اور جملہ کتب فقہ مثلاً شامی در مختار ہدایہ بحرالرائق وغیرہ کتب فقہ اسی قسم کے احکام سے پر ہیں۔ کیا ان کتابوں کی بلکہ جملہ کتب فقہ حنفیہ کے بلکہ مذاہب اربعہ کی کتب فقہ کے ایک ہی مسئلہ کو کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ ان چاروں دلیلوں سے ایک بھی دلیل کے نیچے داخل نہیں اور مخالف کتاب و سنت اور اجماع امت اور قیاس شرعی کے ہے' البتہ وہ فرقہ' جس کو مدعی اس امر کا بتایا گیا ہے کہ فقط وہ متبع قرآن کا ہے اور اس واسطے اس نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے' وہ فی الواقع منکر قرآن ہے' اس واسطے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو قرآن کا کلام خدا ہونا جبھی ثابت ہوا جب آنحضرت صلی اللہ لیہ وسلم نے ان سے یہ بیان کیا کہ غار حرا میں میرے پاس جبرئیل علیہ السلام اس شان کے ساتھ نمودار ہوئے اور مجھ سے کہا اقرا باسم ربک الذی خلق○ خلق الانسان من علق○ اقراء و ربک الاکرم الذی علم بالقلم○ علم الانسان مالم یعلم○ اور جو کچھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یا جو کام آپ نے کیا' اس کا نام حدیث ہے' جس کا یہ فرقہ' جس نے لوگوں کو دھوکہ دینے اور منکر قرآن بنانے کی غرض سے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے' سرے ہی سے منکر ہے۔ جس شخص کو ذرا سی بھی سمجھ ہے' اس پر یہ امر آفتاب کی طرح روشن اور ہویدا ہے کہ جب تک قرآن مجید کے لانے والے سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی باتوں پر اور آپ کے قول و فعل کی صداقت اور خوبی پر اول یقین کامل نہ ہو' جس کو اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں' قرآن مجید کا کتاب اللہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے بلکہ تورات اور انجیل کی صداقت تو پیغمبروں کی صداقت ہی پر موقوف تھی اور پیغمبروں کی صداقت ان کے معجزوں پر۔

قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا تو حدیث کے ذریعہ سے ہی تسلیم کرنا ہے:

اسی طرح قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا اول مثل تورات و انجیل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت اور اس کی تصدیق ہی پر موقوف تھا اور آپ کی نبوت کے دعویٰ کی تصدیق آپ کے بے شمار معجزوں پر جن کی خبر من حیث المجموع ہم تک مشہور نقل ہوتی چلی آئی ہے اور نیز ان معجزوں پر جو بصورت کرامت پردۂ اولیاء امت میں اب تک پائے جاتے ہیں' جن کا مفصل ذکر ان شاء اللہ باب دوم میں کیا جائے گا۔ البتہ تمام پیغمبروں سے نرالے طریق پر قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح نازل کیا گیا ہے کہ وہ اپنی فصاحت اور بلاغت اور دیگر صفات معجزہ کے ساتھ خود اپنی صداقت اور کلام اللہ ہونے

پر آپ بھی دلیل ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے لیے تمام دنیا کے آدمیوں کے واسطے ہدایت نامہ کافی شافی نازل کیا گیا ہے' قیامت تک اپنی صفات معجزہ کے ساتھ' جن کا مفصل بیان باب سوم میں کیا جائے گا' اپنی صداقت پر دلالت کرتا ہی رہے گا اور اولیاء اللہ کی کرامتیں' جو فی الواقع قرآن مجید کے لانے والے نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں' جن کا ذکر بھی عنقریب باب دوم میں آتا ہے' اس کی صداقت کی تائید کرتے ہی رہیں گے اور اگر بفرض محال خلاف واقع یہ بھی مان لیا جائے کہ بغیر فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے' خود قرآن مجید نے اپنے کلام اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے دعوے کو اپنی صفات معجزہ کے ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچا دیا اور اس نے یہ بتلایا کہ میرے لانے والے نبی امی کا فقط اتنا ہی کام ہے کہ وہ مجھ کو پڑھ کر سنا دے' سوا میرے ان کا کوئی قول و فعل حجت نہیں یا بجز قرآن مجید کو پڑھ کر سنا دینے کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی قول و فعل ظہور میں نہیں آیا' جس کو شاید کوئی مخبوط الحواس دیوانہ ہی تسلیم کرے' بلکہ قرآن مجید میں مخالف اس مضمون کے بہت سی آیتیں اس امر پر دال ہیں کہ علاوہ قرآن مجید کے' جو بھی اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں' وہ سب قابل تسلیم اور واجب العمل ہیں اور بہت سی آیات قرآنی کا سمجھنا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے اور اقوال اور افعال اور بیان اور تفسیر مضامین قرآنی کا نام ہی حدیث ہے' لہٰذا اس تقدیر پر بھی فرقہ چکڑالوی کو اہل قرآن اور سر تاپا فقط متبع قرآن مجید ماننا ایسا ہی ہے' جیسے کوئی رات کا نام دن رکھ دے اور کافر کا نام مسلمان۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ "برعکس نہند نام زنگی کافور"۔

اب ان آیتوں کو سنئے اور انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ فرقہ چکڑالوی علیہ ماعلیہ اہل قرآن ہے یا منکر قرآن اور اس فرقہ کو مسلمان سمجھنے والے مسلمان ہیں یا کافر۔

(پ ۲۸' ع ۴) قال اللہ تبارک و تعالیٰ ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا (پ ۲۷' ع ۵) وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ وکذا قال صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القران ومثلہ معہ۔ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القران فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ فما حرم رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کما حرم اللہ۔ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا ومن نزل بقوم فعلیھم ان یقروہ فان لم یقروہ فلہ ان یعقبھم بمثل قراہ۔ رواہ ابو داود۔ وروی الدارمی نحوہ۔ وکذا ابن ماجتہ الی قولہ کما حرم اللہ عن المقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ۔ واخرج العلامتہ ولی الدین فی المشکوہ عن العرباض بن ساریتہ۔ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم فقال یحسب احدکم متکئا علی اریکتہ یظن ان اللہ لم یحرم شیئا الا ما فی ھذا القران۔ الا وانی واللہ قد امرت ووعظت ونھیت عن اشیاء انھا کمثل القران او اکثر وان اللہ لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اھل الکتاب الا باذن ولا ضرب لنسائھم ولا اکل وثمارھم اذا اعطوکم الذی علیھم رواہ ابو داود وقال اللہ تعالے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (پ۵' ع۸) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (پ۵' ع۵)

(پارہ اٹھائیس' رکوع چہارم) جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں' لے لو اور جس امر سے منع فرمائیں' باز رہو۔ (اور رکوع پنجم ستائیسویں پارہ میں ہے) ہمارے محبوب اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ جو کچھ وہ فرماتے ہیں' بموجب اس کے ہے جو کچھ ان کو وحی کیا جاتا ہے۔

حضور قرآن کریم کے علاوہ بھی بے شمار علوم سے واقف تھے:

اس واسطے سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' خبردار رہو میں قرآن مجید دیا گیا ہوں اور مثل قرآن کی قرآن کے ساتھ اور علوم بھی دیا گیا ہوں (جن کے ساتھ بموجب آیہ کریمہ ان علینا بیانہ۔ قرآن مجید کے مطالب کو میں واضح کر کے بیان کرتا ہوں' جس بیان کا نام

حدیث ہے۔ خبردار رہو قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنی چارپائی پر پڑا ہوا کہتا ہو گا لازم پکڑو تم اس قرآن کو۔ جو اس میں حلال ہے' اس کو حلال جانو اور جو حرام ہے' اس کو حرام اور سوا اس کے نہیں کہ جیسے اللہ نے بہت چیزوں کو حرام کیا ہے' رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی میں نے بھی بہت کو حرام کیا ہے۔ تم پر پلاؤ گدھا حرام ہے اور کل درندے دانتوں سے پھاڑنے والے شکاری بھی تم پر حرام ہیں اور جو کافر معاہد یا ذمی ہو' اس کی گری چیز بھی تم کو مثل مسلمان کی چیز کے جائز نہیں۔ مگر اگر وہ چیز ایسی ہے جس سے اس کا مالک بے پرواہ ہو اور اگر تم کسی ذمی یا معاہد قوم پر جا کر اترو' ان پر لازم ہے کہ وہ تمہاری ضیافت کریں اور اگر وہ ضیافت نہ کریں تو تم کو جائز ہے کہ بہ جبر ان سے بقدر ضیافت لے لو۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور دارمی نے اور ابن ماجہ نے کہا حرم اللہ تک مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے اور علامہ ولی الدین' مشکوۃ شریف میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' فرمایا انہوں نے کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم' پھر فرمایا آپ نے کیا اپنی چارپائی پر تکیہ لگائے ہوئے ایک تمہارا گمان کرے گا یہ کہ اللہ نے جو کچھ حرام کیا ہے' اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ خبردار رہو بیشک میں نے بہت باتوں کا حکم دیا اور نصیحت کی اور بہت باتوں سے منع کیا ہے کہ وہ سب باتیں مقدار میں اور پیروی میں مثل قرآن کی ہیں یا اس سے زیادہ اور بیشک اللہ نے نہیں حلال کیا ہے تم کو یہ کہ داخل ہو اہل کتاب کے گھروں میں مگر اذن طلب کر کے اور نہیں جائز تم کو ان کی عورتوں کو مارنا اور ان کے پھلوں کا کھانا جب وہ جزیہ ادا کرتے رہیں اور ذمی بن کر تمہارے ملک میں سکونت کریں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور رکوع ہشتم پارہ والمحصنات میں اللہ جل شانہ' فرماتا ہے' جس نے ہمارے رسول کی اطاعت کی' بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور رکوع پنجم اسی سیپارہ میں ہے۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور اس کی جو تم میں سے کوئی صاحب حکم شریعت کا ہو۔

حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے:

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ علاوہ احکام قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی احکام فرمائے ہیں کہ جن کی اطاعت کو بعض لوگ اطاعت احکام الٰہی نہیں سمجھتے ہیں' لہٰذا فرمایا کہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بعینہ ہماری ہی اطاعت ہے اور فرمایا ہمارے احکام کی بھی اطاعت

کرو جو قرآن میں ہیں اور ہمارے رسول کے احکام کی بھی اطاعت کرو جس کو وہ فرمائیں' اس واسطے کہ ان کی ہر بات خواہ قرآن میں ہو یا نہ ہو' وہ ہماری ہی مرضی اور ہماری وحی کے مطابق ہوتی ہے بلکہ جب تک مخالف قرآن و حدیث نہ ہو' اولی الامر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور امراء اسلام اور علماء دین اور مجتہدین امت کا فرمان اور اس کی اطاعت بھی جب بموجب ہمارے فرمانے کے ہے' ہماری ہی اطاعت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دوسری جگہ تو بہت ہی صراحتاً فرمادیا کہ منافقوں کے قرآن مجید میں اختلاف بتانے کی علت یہ ہے کہ اپنی ناقص سمجھ کے موافق (مثل مرزائی اور چکڑالوی وہابی وغیرہم گمراہ فرقوں کے) قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں اور انہی اپنے غلط معنے اور مطالب سمجھے ہوؤں کی طرف دوسروں کو بلاتے اور بہکاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مجتہدین امت کے مانے ہوئے اور سمجھائے ہوئے مطالب کو نہیں مانتے۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مجتہدین دین متین کی طرف قرآن مجید کے معنے اور مطالب سمجھنے میں رجوع کرتے تو کبھی گمراہ نہ ہوتے۔

(پ۵' ع۷) میں ہے:

افلا یتدبرون القران ولو کان من عند غیراللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا فاذا جاءھم امرمن الامن او الخوف ازاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔ وقدم بیانہ فی بیان الاجماع والقیاس مستوعبا فانظرثمہ۔

(ترجمہ) کیا سوچتے سمجھتے نہیں قرآن کو اور اگر ہوتا وہ کسی غیر کا کلام سوا اللہ کے تو البتہ بموجب اپنے گمان کے اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔ باعث اختلاف یہ ہے کہ جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی من جانب اللہ آتی ہے تو وہ بن سوچے سمجھے اس کو پھیلا دیتے ہیں۔ لاچار اپنے بے سمجھے پر پردہ ڈالنے کو ان کو کہنا پڑتا ہے کہ قرآن میں اختلاف بہت ہے اور اگر وہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھ لیتے یا مالکان احکام شریعت علما کی طرف رجوع کر کے اس کو سمجھ لیتے تو جن کو ان علما سے قوت اجتہاد و استنباط حاصل ہے' وہ جان لیتے۔ (کہ ان آیتوں میں باہم موافقت کی کیا صورت ہے)

اور سورۃ قیامہ کے رکوع ا میں ہے:

لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرانه ثم ان علینا بیانه۔

قال العلامته جلال الدین السیوطی رحمه الله فی تفسیره الدر المنثور اخرج الطیالسی واحمد و عبد ابن حمید والبخاری و مسلم والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر و ابن ابی حاتم وابن الانباری فی المصاحف والطبرانی وابن مردویه وابو نعیم والبیهقی فی الدلائل عن ابن عباس رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعالج ومن التنزیل شده وکان یحرک به لسانه و شفتیه مخافته ان ینفلت منه ما یرید ان یحفظه فانزل الله لا تحرک به لسانک لتعجل به ان علینا جمعه و قرانه قال یقول ان علینا ان نجمعه فی صدرک ثم تقرئه فاذا قراء ناه یقول اذا انزلناه علیک فاتبع قرانه فاستمع له وانصت ثم ان علینا بیانه بیناه بلسانک فکان رسول الله صلی الله علیه وسلم بعد ذالک اذا اتاه جبریل اطرق وفی لفظ استمع فاذا وهب قرء کما وعده الله عزوجل واخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن قتاده لا تحرک به لسانک لتعجل به قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یحرک لسانه بالقران مخافه النسیان فانزل الله تعالے بالتسمع ان علینا جمعه وقرانه یقول ان علینا حفظه و تالیفه فاذا قراء ناه فاتبع قرانه یقول اتبع حلاله واجتنب حرامه ثم ان علینا بیانه قال بیان حلاله وحرامه وطاعته ومعصیته وقال جل مجده فی سوره النحل فی رکوع الثانی عشر وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم قال رحمه الله فی تفسیر الدر المنثور۔ اخرج ابن ابی حاتم عن

مجاھد فی قولہ لتبین للناس ما نزل الیھم قال ما احل لھم وما حرم علیھم۔

(ترجمہ) نہ حرکت دیجئے آپ اپنی زبان کو تاکہ جلدی سے یاد کرلو۔ بیشک ہمارا ذمہ ہے کہ ہم اس کو تمہارے سینہ میں جمع اور پھر اس کو تم سے پڑھوادیں' پھر ہمارے ہی ذمہ پر ہے کہ اس کے مضامین مشکل تم سے بیان کرادیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر "درمنثور" میں فرماتے ہیں کہ طیالسی اور امام احمد اور عبد بن حمید اور بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور ابن انباری اپنے مصاحف میں اور طبرانی اور ابن مردویہ اور ابونعیم اور بیہقی دونوں دلائل میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وقت نزول وحی کے یاد کرنے میں حضور بہت تکلیف اٹھاتے تھے اور اس کے یاد زبان اور ہونٹ ہلاتے جلاتے' اس خوف سے کہ کبھی یاد سے کچھ چھوٹ نہ جائے اور اچھی طرح یاد ہو جائے۔ اللہ جل شانہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی لا تحرک بہ لسانک الآیہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں' اللہ جل شانہ فرماتا ہے' ہمارا ذمہ ہے کہ قرآن کو تمہارے سینہ میں جمع کردیں' پھر تم سے اس کو پڑھوادیں۔ اس واسطے جب ہم بواسطہ جبریل اس کو پڑھیں یعنی تم پر وحی نازل ہو' اس کے پیچھے لگے رہو اور کان لگادو اور چپ رہو' پھر ہمارے ذمہ پر ہے کہ اس کا مفصل بیان تمہاری زبان سے کرادیں' چنانچہ اس کے بعد جب حضرت جبریل وحی لے کر آتے' حضور گردن جھکا لیتے اور کان لگا لیتے۔ جب حضرت جبرئیل چلے جاتے بموجب وعدہ خداوند کریم آپ بلا تکلف پڑھتے اور عبد بن حمید اور ابن المنذر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھول جانے کے ڈر سے وقت نازل ہونے وحی کے اپنی زبان کو ساتھ ساتھ پڑھنے کے ساتھ حرکت دیتے جاتے تھے' لہٰذا اللہ جل شانہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی لا تحرک بہ لسانک الایہ یعنی جو کلام وقت وحی کے تم سنتے ہو' اس کا تمہارے سینہ میں جمع کردینا یعنی یاد کرادینا اور اس کا تم سے پڑھوادینا ہمارا ذمہ ہے' اس واسطے بواسطہ وحی جب ہم پڑھیں تم کان لگادو اور امر حلال کی پیروی کرو اور امر حرام سے بچو ثم ان علینا بیانہ پھر اس کے حلال حرام کا تم سے بیان کرادینا ایسی ہی طاعت اور معصیت میں تمہاری زبان سے فرق دکھادینا ہمارے ذمہ پر ہے۔

پھر سورۂ نحل کے بارہویں رکوع میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے: وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ اس کی تفسیر میں بھی صاحب تفسیر "درمنثور" علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی نقل فرماتے ہیں کہ معنے اس آیت کے یہی ہیں کہ تمہاری طرف ہم نے قرآن مجید نازل کیا' اس غرض سے کہ تم اس میں جو کچھ حلال حرام کا ذکر ہے' اس کو خوب ظاہر کر کے دکھادو۔

"اہل قرآن" کہلانے والے منکران قرآن ہیں:

جب تقریر مذکورہ سے یہ امر بالتصریح ثابت ہوگیا کہ تمام مسائل کتب فقہ بعض فقط قرآن مجید سے بلاواسطہ ثابت ہیں اور بعض جو بواسطہ احادیث صحیحہ اور اجماع اور قیاس کے ثابت ہیں۔ وہ حکم میں انہی مسائل کے ہیں جو قرآن مجید سے ثابت ہیں تو ہر اس شخص پر' جو ذرا سی بھی سمجھ رکھتا ہے' ظاہر ہوگیا کہ جملہ مقلدین چاروں مذہبوں کے حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی فی الواقع پیرو اور تابع قرآن مجید کے ہیں اور علاوہ چاروں مذہبوں کے مقلدوں کے بتقلید شخصی سب فرقے گمراہ اور بدعتی۔بلکہ درپردہ منکر قرآن خصوصاً چکڑالوی تو صراحتاً منکر قرآن اور مرتد ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے اپنے فرقہ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔

فقہ قرآن سے ماخذ ہے:

لہٰذا اب اس امر کے بیان کرنے کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہی کہ تمام کتب ظاہر الروایت ہمارے پاس موجود ہیں اور بطریق شہرت ہم تک پہنچی ہیں۔ اس واسطے کہ کتب فقہ کے تمام مسائل زبان حال سے اہل علم و فہم کو بتلا رہے ہیں کہ ہمارا ماخذ من اولہ الی آخرہ قرآن مجید ہی ہے اور علاوہ ان مسئلوں کے جو عبارت النص یا دلالۃ النص یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص آیات قرآنی سے ثابت ہیں۔ جتنے بھی مسئلے ہیں' اسی طریق پر یا عبارت النص حدیث سے ثابت ہیں یا اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص حدیث سے علیٰ ہذا اجماع سے یا قیاس سے جن کا حجت شرعی ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے تو لامحالہ سارے ہی مسائل قرآن مجید سے ثابت ہوئے اور فی الواقع ان مسائل پر حسب منشاء قرآن کے بتقلید شخصی عمل کرنے والے سب متبع قرآن رہے اور باقی سب منکر اتباع قرآن قصداً یا اپنی غلط فہمی سے۔ تاہم بغرض تشفی عوام و خواص ہم ان سب کتابوں کے مصنفوں کی سندیں بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک بیان کیے

دیتے ہیں تاکہ ہر شخص پر واضح ہو جائے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے جتنے بھی مسائل لکھے ہیں' وہ قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس سے وہ ترتیب وار انہیں قواعد کے موافق لکھتے ہیں' جس کی سمجھ انہوں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کی تھی اور انہوں نے اپنے استاذوں سے یہاں تک کہ انہوں نے تابعین سے اور انہوں نے صحابہ کرام سے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

فقہاء کی سندیں رسول کریم تک ملتی ہیں:

دیکھو سیدنا و مولانا امام محمد رحمتہ اللہ علیہ کی سند' جو جامع ہیں۔ مسائل متخرجہ (ان مسائل کے مجموعہ کا نام ظاہر روایت ہے اور اس مجموعہ کے مختصر کا نام کافی حاکم شہید۔ وہ معہ شرح مبسوط شمس الائمہ سرخی بہت مستند طریق سے ہمارے پاس موجود ہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہ ولوالدیہ) امام اعظم ابو حنیفہ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے۔ آپ نے فقاہت قرآن و حدیث حاصل کی۔ حضرت حماد بن سلیمان سے اور حضرت حماد نے حضرت امام ابراہیم نخعی سے اور انہوں نے سیدنا اسود اور سیدنا علقمہ سے اور ان دونوں نے سیدنا عبداللہ بن مسعود سے رضی اللہ عنہم اور انہوں نے جناب رسالت مآب حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوساطت سیدنا جبرئیل اور نیز بلاواسطت بطرق مختلفہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہ سے۔

اور امام محمد رحمتہ اللہ علیہ تک سند صاحب ہدایہ اور اس کے تینوں شارح صاحب "عنایہ" صاحب "نہایہ" اور صاحب "معراج الدرایہ" کے "فوائد بہیہ" مولانا عبدالحئی مرحوم سے یہ ہے معہ سند صاحب جامع الفصولین یہ ہے۔ عمر بن اسرائیل صاحب جامع الفصولین نے صاحب عنایہ علامہ اکمل الدین محمد بارتی سے انہوں نے علم فقہ حاصل کیا۔ صاحب معراج الدرایہ قوام الدین کاکی سے اور انہوں نے صاحب نہایہ حسام الدین حسن سغناقی سے اور انہوں نے حافظ الدین محمد بخاری سے اور انہوں نے شمس الائمہ محمد کردری سے اور انہوں نے صاحب ہدایہ برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی سے۔ اور انہوں نے صدر الشہید عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن بازہ سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد عبدالعزیز سے اور انہوں نے شمس الائمہ محمد سرخسی صاحب مبسوط سے۔ انہوں نے شمس الائمہ عبدالعزیز حلوائی سے۔ انہوں نے ابو علی حسین نسفی سے۔ انہوں نے ابو بکر محمد بن الفضل سے۔ انہوں نے عبداللہ سید موانی سے۔ انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن ابو حفص کبیر سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد علامہ ابو حفص سے۔ انہوں نے امام محمد بن حسن الشیبانی شاگرد حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ سے رضی اللہ عنہم کلہم [illegible]

سند صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ رحمتہ اللہ علیہ از فتح القدیر و صاحب کفایہ و صاحب کشف و تحقیق و کنز الدقائق' امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد معروف بابن ہمام رحمتہ اللہ علیہ صاحب فتح القدیر نے علم فقہ حاصل کیا علامہ سراج الدین عمر بن علی سے۔ انہوں نے بہت سے مشائخ عظام خصوصاً شیخ الاسلام علاء الدین سیرامی سے اور انہوں نے علامہ جلال الدین خوارزمی صاحب کفایہ شرح الہدایہ سے۔ انہوں نے صاحب کشف و تحقیق علاء الدین عبدالعزیز بخاری سے۔ انہوں نے علامہ حافظ الدین نسفی صاحب کنز الدقائق سے۔ انہوں نے شمس الدین محمد بن علی بن عبدالستار بن محمد کردری سے۔ انہوں نے علامہ برہان الدین صاحب ہدایہ سے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور سند صاحب ہدایہ کی امام محمد رحمتہ اللہ تک سند صاحب عنایہ میں گزر چکی۔

سند علامہ ابن عابدین المشہور "بالشامی" کی منقول ان کی کتاب "ردالمحتار" سے جو بنام "شامی" مشہور ہے۔ مشتمل سند درمختار اور سند فتاوی خیریہ و نہرالفائق اور درر غرر و شرح نظم الکنز و شرح محیہ و شرح اشباہ والنظائر و تنویر و بحرالرائق و شرح وہبانیہ۔ علامہ محمد امین مشہور بابن عابدین نے علم فقہ حاصل کیا اور درمختار کو پڑھا شیخ سعید حلبی سے' پھر دوبارہ انہی سے درمختار کو معہ اس کے دونوں حاشیوں کے پڑھا' جو ابراہیم حلبی رحمہ اللہ کے درمختار پر ہیں اور بحرالرائق کو بھی بہت غور و تامل سے انہی سے پڑھا اور انہی نے آپ کو اجازت عام اپنی تمام مرویات کی عطا فرمائی اور انہوں نے فقاہت حاصل کی شیخ علامہ سید محمد شاکر عقاد سالمی سے۔ انہوں نے فقیہ زمانہ ملا علی ترکمانی مفتی شام سے۔ انہوں نے شیخ صالح علامہ عبدالرحمن مجلد سے۔ انہوں نے علامہ علاء الدین مولف درمختار سے اور آپ نے درمختار کا کچھ حصہ بلاواسطہ شیخ شاکر عقاد سے بھی پڑھ کر ان سے اجازت حاصل کی تھی اور شیخ شاکر رحمہ اللہ کو شیخ مصطفےٰ رحمتی سے اجازت تھی' جو محشی درمختار ہیں اور نیز ملا علی ترکمانی سے اور ان دونوں کو محدث اور فقیہ شام شیخ صالح حسینی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد علامہ شیخ ابراہیم جامع فتاویٰ خیریہ سے۔ انہوں نے شیخ الفتیا علامہ خیرالدین رملی سے۔ انہوں نے شمس الدین محمد عانوتی سے۔ انہوں نے علامہ احمد بن یونس شلبی سے اور آپ شیخ شاکر درمختار کو محشی درمختار علامہ حلبی مداری اور فقیہ زمانہ شیخ ابراہیم غزی سابحانی مفتی شام سے بھی روایت کرتے ہیں اور علامہ احمد بن یونس اور علامہ ابراہیم غزی دونوں نے فقاہت و اجازت روایت مسائل فقہی کی حاصل کی تھی علامہ شیخ سلیمان منصوری سے اور انہوں نے شیخ عبدالحی شرنبلالی سے اور انہوں نے فقیہ شیخ حسن

شرنبلانی صاحب ایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح اور صاحب تالیفات مشہورہ سے۔ انہوں نے محمد یحییٰ سے۔ انہوں نے ابن شبلی سے اور آپ کو اجازت روایت مسائل فقہ کی دونوں بھائی معمر شیخ عبدالقادر اور شیخ ابراہیم لوبتون عبدالغنی نابلسی شارح محیہ وغیرہا سے بھی حاصل ہے اور ان کو اپنے دادا عبدالغنی نابلسی سے اور ان کو اپنے والد شیخ اسماعیل شارح درر و غرر سے۔ ان کو شیخ احمد شوبری سے۔ ان کو بہت سے مشائخ اسلام خصوصاً شیخ عمر بن نجیم صاحب النہر اور علامہ شمس الدین حانوتی صاحب فتاویٰ مشہورہ اور نور علی مقدسی شارح نظم الکنز سے۔ ان کو ابن شبلی سے اور نیز اجازت روایت مسائل فقہ نعمانی کی حاصل ہے۔ محقق ہبۃ اللہ بعلی شارح اشباہ والنظائر سے اور ان کو شیخ صالح حسینی سے۔ ان کو شیخ محمد بن علی کتبی سے۔ ان کو شیخ عبدالغفار مفتی قدس سے اور ان کو شیخ عبداللہ غزی صاحب تنویر اور منح الفائق سے۔ ان کو علامہ شیخ ابن نجیم صاحب تنویر الابصار و فتاویٰ تمرتاشی و منح الغفار شرح تنویر الابصار شاگرد علامہ زین الدین ابن نجیم صاحب بحر الرائق رحمہ اللہ سے۔ ان کو علامہ ابن الشبلی صاحب فتاویٰ مشہورہ و شارح کنز سے۔ ان کو سری عبدالبر بن الشحنہ شارح وہبانیہ سے۔ ان کو محقق کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر سے۔ ان کو سراج عمر قاری الہدایہ صاحب فتاویٰ مشہورہ سے۔ ان کو علاء الدین سیرامی سے۔ ان کو سید جلال الدین شارح ہدایہ سے۔ ان کو صاحب الکشف و تحقیق عبدالعزیز بخاری سے۔ ان کو استاذ حافظ الدین نسفی صاحب کنز الدقائق سے۔ ان کو شمس الائمہ کردری سے۔ ان کو برہان علی مرغینانی صاحب ہدایہ سے اور سند صاحب ہدایہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ تک اور امام محمد رحمہ اللہ سے جناب رسالت ماب صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہ' تک اوپر گزر ہی چکی۔

سند فتاویٰ قاضی خان حسن بن منصور بن محمود فخر الدین قاضی خان الاوزجندی رحمہ اللہ نے فقاہت حاصل کی۔ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سے۔ انہوں نے برہان الدین کبیر عبدالعزیز بن عمر بن بارہ سے۔ انہوں نے محمود بن عبدالعزیز اوزجندی جد قاضی خان علیہ الرحمہ سے۔ انہوں نے شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ صاحب مبسوط سے جو شرح ہے کافی حاکم شہید کی' جو جامع تھے۔ تمام مسائل ظاہر الروایت کی کتابوں کے' جن کا نام جامع صغیر' جامع کبیر' سیر صغیر' سیر کبیر' مبسوط اور زیادات ہے اور جن کے جامع امام محمد رحمہ اللہ ہیں اور شمس الائمہ سرخسی کی سند پوری امام محمد رحمہ اللہ تک بیان سند صاحب ہدایہ وغیرہم میں گزر چکی۔

سند فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ و شرعۃ الاسلام۔ محمد بن محمد الحافظی البخاری الشہیر بخواجہ محمد پارسا صاحب فصل الخطاب رحمہ اللہ نے علم فقہ حاصل کیا خواجہ ابوالطاہر سے۔ انہوں نے محمد بن محمد بن حسن طاہری سے۔ انہوں نے صدر شریعۃ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ مولف شرح وقایہ سے۔ انہوں نے اپنے دادا مولف وقایۃ الروایۃ و مختصر الوقایہ تاج الشریعۃ محمود رحمہ اللہ سے (جن کو برہان الشریعۃ بھی کہتے ہیں) انہوں نے اپنے والد ماجد احمد صدر الشریعۃ سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد عبید اللہ جمال الدین محبوبی سے۔ انہوں نے امام زادہ محمد صاحب شرعۃ الاسلام سے۔ انہوں نے علامہ عماد الدین زرنجری سے۔ انہوں نے اپنے والد شمس الائمہ بکر زرنجری سے۔ انہوں نے شمس الائمہ سرخسی سے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ جن کی سند امام محمد رحمہ اللہ تک بیان سند مبسوط میں گزر چکی۔

سند احکام القرآن شرح معانی الآثار و مشکل الآثار و مختصر و شرح جامع کبیر و جامع صغیر و کتاب الشروط الکبیر والصغیر و اوسط و محاصر و سجلات و وصایا و فرائض و کتاب مناقب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ و تاریخ نوادر الفقیہ و حکم اراضی مکہ و قسم الفئے والغنائم و غیرذالک تالیفات امام طحاوی رحمہ اللہ۔ احمد بن محمد ابو جعفر الطحاوی الازدی نے علم فقہ حاصل کیا ابو جعفر رحمہ اللہ' پھر شام میں جا کر فقہ نعمانیہ حاصل کیا ابو حازم عبدالحمید قاضی القضاۃ شام سے اور انہوں نے فقاہت حاصل کی تھی عیسیٰ بن ابان سے اور انہوں نے فقاہت حاصل کی امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وقد مرسندہ'۔

سند فتاویٰ عثمانیہ و اجناس (واقعات جن کے اکثر فتاویٰ عالمگیرا میں ہیں۔ احمد بن محمد صاحب فتاویٰ عثمانیہ نے فقہ حاصل کیا ابو عبداللہ جرجانی سے' جو شاگرد تھے ابوبکر جصاص کے' وہ شاگرد تھے علامہ کرخی کے' وہ شاگرد تھے علامہ بردعی کے' وہ شاگرد تھے قاضی ابو حازم کے اور وہ عیسیٰ بن ابان کے اور وہ امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے۔

سند قدوری: احمد بن محمد بن احمد ابوالحسن البغدادی القدوری نے علم فقہ حاصل کیا ابو عبداللہ فقیہ محمد بن یحییٰ جرجانی سے جو شاگرد قاضی خان علیہ الرحمہ ہیں۔ باقی سند علامہ قدوری اور صاحب فتاویٰ عثمانیہ ایک ہے۔

سند خلاصۃ الفتاویٰ: علامہ افتخار الدین طاہر صاحب خلاصہ نے فقہ حاصل کیا حسن بن علی ظہیر

الدین کبیر بن عبد العزیز مرغینانی ملقب بظہیر الدین ابو المحاسن سے اور انہوں نے فقہ حاصل کیا برہان الدین کبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ اور شمس الدین محمود اوزجندی صاحب فتاوی اوزجندی اور ولی الدین خطیب مسعود بن حسن کشانی سے اور ان سب نے شمس الائمہ سرخسی سے رحمہم اللہ اجمعین اور ان کے ہی شاگرد ہیں ظہیر الدین محمد بن احمد صاحب فتاویٰ ظہیریہ اور فخر الدین حسن اوزجندی اور سند شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ سند مبسوط میں امام محمد رحمہ اللہ تک پہلے نقل ہو چکی۔

سند کامل الفتاویٰ: جس کا حوالہ اکثر کتابوں میں ہے۔ حسام الدین علیا بادی صاحب کامل الفتاویٰ نے علم فقہ حاصل کیا مجد الدین محمد بن محمود استروشنی سے۔ انہوں نے ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری سے۔ انہوں نے ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سے۔ انہوں نے برہان الکبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ سے۔ انہوں نے شمس الائمہ سرخسی سے رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ باقی سند سند مبسوط میں گزر چکی۔

سند بدائع: ابو بکر ابن مسعود بن احمد علاء الدین کاشانی ملک العلما صاحب بدائع شرح تحفۃ الفقہاء نے علم فقہ حاصل کیا علاء الدین محمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء سے۔ انہوں نے احمد بن محمد ابو الیسر صدر الاسلام بن محمد عبد الکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ صدر الائمہ ابو المعانی بزدوی سے۔ انہوں نے فقاہت حاصل کی اپنے والد ماجد محمد بن عبد الکریم رحمہ اللہ سے اور ابو المعین میمون بن محمد نسفی سے اور علامہ محمد بن عبد الکریم صدر الاسلام خوارزمی نے علم فقہ حاصل کیا اسماعیل بن عبد الصادق سے۔ انہوں نے علم فقہ حاصل کیا علامہ عبد الکریم دادا علامہ ابو الیسر سے۔ انہوں نے محمد بن محمد بن محمود ابو المنصور ماتریدی رحمہ اللہ سے۔ انہوں نے ابو بکر جرجانی سے۔ انہوں نے ابو سلیمان سے۔ انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

اور باقی تمام کتب فقہ کی اگر سندیں جمع کی جائیں تو ایک بڑی ضخیم کتب فقط سندوں کی بن جائے اور بوجہ کثرت سے ہونے فقہ کی کتابوں کے، سندیں ختم نہ ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہ کی تمام کتابوں میں وہی مسئلے ہیں، جن کو امام محمد رحمہ اللہ نے بعد استنباط کرنے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے، ان مسائل کو قرآن و حدیث سے ظاہر الروایت کی چھ کتابوں میں درج فرمائے تھے یا کتب نوادر سے جو مسائل قوی نظر آئے یا بحسب ضرورت اور واقع ہونے نئے نئے واقعات کے، پچھلے فقہا نے بموجب اصول و قواعد امام الائمہ تقلید اور پابندی اصول امام کے ساتھ استنباط فرمائے یا خود امام اعظم رحمہ اللہ کے قولوں سے جن کی

مثال اسی سوال ہشتم کے جواب کے تحت میں گزر چکی۔ اپنے زمانہ یا زمانے والوں کی حالت کے موافق جن قولوں کو مختار فرمایا لہٰذا جو کتابیں فقہ کی ہمارے زمانہ میں معتبرو مشہور پائی جاتی ہیں اور ان کے مصنفوں کی سندیں امام اعظم رحمہ اللہ تک بلکہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم تک کتب معتبرہ میں مسلسل ملتی ہیں' ان سے فتویٰ دینا بعینہٖ قرآن و حدیث کے موافق فتویٰ دینا ہے اور ان کی مخالفت قرآن و حدیث کی مخالفت۔ اس واسطے کہ مسائل مستنبطہ ائمہ اربعہ ان کے زمانہ سے ہم تک بطریق تواتر اور شہرت منقول ہوتے چلے آئے ہیں اور ان پر بتقلید شخصی عمل کرنے والے اور ان مسائل کو اپنی کتابوں میں یکے بعد دیگرے نقل کرنے والے ہر زمانہ میں ان کے زمانہ سے اب تک لاکھوں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر زمانہ کے فقہا کی تالیف کی ہوئی ہزاروں کتب فقہ بطریق مشہور و غیر مشہور موجود ہیں' چنانچہ نسخے کتب ظاہر الروایت کے بجنسہٖ اگرچہ ہمارے زمانہ میں عزیز الوجود ہوگئے اور بہت کم نسخے بعض بڑے کتب خانوں میں ملتے ہیں مگر ان کے مسائل ایسی مشہور کتابوں میں منقول ہوتے چلے آئے ہیں کہ جن کے اعتبار پر مسائل نوادر جو امام رحمہ اللہ سے بطریق شہرت نقل نہیں کیے گئے' وہ بھی قابل اعتبار ہوگئے۔

چنانچہ عقد الجید میں مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ فصل تبحر فی المذہب میں بحرالرائق اور نہرالفائق اور امام رازی علیہ الرحمتہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو عالم اپنے مذہب کے مسائل کا حافظ اور فقہا کے طرز کلام کو جاننے والا اور ان کے سمجھنے کی صحیح سمجھ رکھنے والا ہو' اس پر واجب ہے کہ جب تک طریق معتبر اور سند صحیح سے نہ معلوم ہو کہ یہ قول اور مسئلہ میرے ہی امام کا ہے' جس کا میں مقلد ہوں یا اس مسئلہ کو مشہور اور معتبر کتابوں میں نہ دیکھ لے' مثل ہدایہ' مبسوط' درمختار کی اور مسائل ظاہر الروایت کتب ستہ امام محمد رحمہ اللہ کی روایات' نسخوں' نوادر پر فتویٰ نہ دے' ہاں روایات نوادر کو کتب معتبرہ ہدایہ وغیرہ میں اگر منقول پائے تو ان پر بھی فتویٰ دینا جائز ہے' اس واسطے کہ معتبر اور مشہور کتابوں کی روایتوں کا ثبوت ہر مذہب کے ائمہ مجتہدین تک مثل ثبوت خبر متواتر ہے' جو فائدہ یقین کا دیتی ہے' انتہا خلاصہ ترجمہ اور ائمہ مجتہدین کے تمام قولوں کا قرآن اور حدیث کے مطابق ہونا معتبر اور مشہور تاریخ اور تذکروں سے اظہر من الشمس ہے۔

چار اماموں کا طرز عمل معتبر ہے:

چنانچہ چاروں امام چونکہ اپنی بے حد کوشش کے اعتبار سے اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے حتی

المقدور کوئی قول مخالف قرآن اور حدیث اور قول و فعل صحابہ کرام نہیں کیا' بار بار اپنے شاگردوں کو' جو پایہ تحقیق رکھتے تھے' فرماتے ہیں کہ اگر ہمارا کوئی قول مخالف قرآن یا حدیث یا قول و فعل صحابہ کرام پاؤ' اس کو پتھر سے پھینک کر مارو اور ہرگز اس پر عمل نہ کرو اور جب تم کو کوئی حدیث یا قول صحابی اس حدیث اور قول سے زیادہ صحیح مل جائے' جس کے موافق میں نے کوئی مسئلہ لکھا ہے یا میری معمول بہ حدیث کی کوئی ناسخ حدیث صحیح سند سے ملے تو اس کو میرا ہی مذہب جاننا نہ کہ عموماً پچھلی۔ خصوصاً ہمارے زمانہ کے مولویوں کو جن کا کل سرمایہ مشکوۃ شریف اور کتب صحاح ستہ بخاری شریف' مسلم شریف' ترمذی شریف' سنن ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ شریف وغیرہ ہیں' جن کا ان کے زمانہ سے اب تک بطریق متواتر و مشہور منقول منقول ہوتے چلا آنا یقینی ہے مگر زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان جملہ کتب احادیث کے جمع کرنیوالوں کے زمانے تک کیا کوئی ایک بھی حدیث بتا سکتا ہے کہ ان کتابوں کے مولفوں تک یہ حدیث لفظاً اور معناً بطریق متواتر منقول پائی جاتی ہے۔ بخلاف ان حدیثوں کے جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تھیں کہ جو بوجہ قرب زمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اکثر حدیثیں تو مثل متواتر مرتبہ یقین ہی کو پہنچی ہوئی تھیں اور پھر اس درجہ کی احتیاط تھی کہ علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب تک اپنے استادوں سے' جو علم حدیث کے چار ہزار تابعی اور بقول مختلف فیہ سات صحابہ کرام اور بلا اختلاف بقول متفق علیہ تین صحابہ ذوی الاحتشام تھے' یہ دریافت نہ فرمالیتے تھے کہ یہ وہی لفظ ہیں' جو زبان فیض ترجمان حبیب الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے تھے یا بالمعنے کسی کی حدیث کو قبول نہیں فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں سے وقت بیان حدیث یہ عہد لے لیتے تھے کہ میرے بیان کیے ہوئے الفاظ حدیث کے اگر تمہارے یاد نہ رہیں تم پر حرام ہے کہ تم اس حدیث کو میری طرف نسبت کرو اور "حدثنا ابو حنیفہ" کہو۔ اسی وجہ سے کسی بڑے سے بڑے محدث کی ہمت نہیں پڑتی کہ حدثنا ابو حنیفہ کہے۔ ہاں آپ کے زمانہ سے آج تک آپ کے مسائل مستنبطہ کے اپنی کتابوں میں نقل کرنے والے ہزاروں فقہا اور ان پر عمل کرنے والے بے انتہا آدمی ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں اور موجود ہیں' خصوصاً بخارا ماوراء النہر ترکستان ہندوستان میں۔

اسی طرح دوسرے اماموں کے مقلد بھی بے حد تھے اور اب عرب' غرب شام و عراق و کوکن میں موجود ہیں

چار اماموں کے مقلد دنیا بھر میں موجود ہیں:

اس واسطے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے قرآن و حدیث سے استنباط کیے ہوئے مسئلہ کے بیان کرنے میں اگر کسی سے غلطی ہو جائے' وہ بہت آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بیان کرنے میں غلطی کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا' بہ نسبت اس کے کہ کوئی میرے اوپر جھوٹ باندھے' آسان ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبواء مقعدہ من النار یعنی "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو کوئی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ باندھے' اس کو چاہیے کہ اپنی جگہ جہنم میں تلاش کرلے"۔ لہٰذا جب یہ ثابت ہوگیا کہ مسائل مستنبطہ امام یقیناً قران اور حدیث کے مطابق ہیں اور وہ تمام مسائل بطریق تواتر و شہرت کتب معتبرہ مشہورہ فقہ میں موجود ہیں' لامحالہ ان پر بتقلید شخصی عمل کرنا بلاشبہ بطریق یقین قرآن و حدیث پر بلکہ فقط قرآن مجید پر عمل کرنا ہے اور ان کتب احادیث پر باوصف حاصل ہونے قوت اجتہاد کے بھی جو فی زمانہ عنقا صفت ہے' قرآن و حدیث پر عمل کرنا بطریق ظن ہے نہ کہ بطریق یقین۔ اور ان کتابوں کی روایتیں بالمعنے ہیں نہ کہ باللفظ والمعنے۔ اور بلا حصول قوت اجتہاد عوام الناس تو درکنار' اس وقت کے مولویوں کو بھی قرآن و حدیث پر اپنی سمجھ اور خواہش کے موافق عمل کرنا اپنے آپ کو گمراہی کے گڑھے میں ڈالنا ہے اور اپنے اوپر بموجب خواہش نفسانی کفر و الحاد کا دروازہ کھول لینا۔ چنانچہ مرزائی' چکڑالوی' نیچری' وہابی' غیر مقلد جتنے مرتد یا گمراہ فرقے پائے جاتے ہیں' سب کی بنا ترک تقلید ائمہ مجتہدین ہے اور اپنی سمجھ اور خواہش نفسانی پر عمل کرنا۔

مولف کتاب اور ان کے بیٹے علامہ ابو البرکات کی فقہ میں سند:

جب اس جواب اعتراض ہشتم سے اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ تمام مسائل کتب فقہ بعینہٖ حکم میں انہی مسائل کے ہیں' جن کا ثبوت قرآن مجید سے ہے اور تمام کتب فقہ کے تالیف کرنے والوں کی سند فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا ملتی ہے' تو اب کاتب الحروف کو یہی لازم ہوا کہ اپنی سند فقہ و حدیث کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک بلکہ جناب باری عزاسمہ' تک لکھ کر دکھا دے اور یہ ثابت کر دکھائے کہ ہر سنی حنفی عالم معتبر کی سند اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک برابر پہنچتی ہے اور ہر مسئلہ فقہ کی

سند امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تک اور امام سے جناب باری عز اسمہ' تک برابر جا ملتی ہے۔

اسانید قرآن و حدیث و فقہ اور جملہ اعمال و اذکار کے' جو کاتب الحروف نے بہمراہی اپنے لخت جگر سعادت مند ازلی مقبول بارگاہ صمد مولوی سید احمد (ابوالبرکات قادری) کے مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ اللہ سرہ العزیز سے حاصل کی اور اپنے تمام اعمال اور اذکار اور جملہ مرویات فقہ و حدیث کے روایت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

مولانا و سیدنا قامع بدعت محی السنہ جامع علوم ظاہری و باطنی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس اللہ سرہ' نے مجھ کو اور میرے قرۃ العین مولوی سید احمد زاد اللہ علمہ و عملہ و شوقہ الی اللہ و فی اللہ و باللہ کو اجازت روایت جمیع کتب فقہ حنفیہ کی عطا فرمائی اور مولانا ممدوح نے اجازت روایت مسائل فقہ حاصل کی۔ مفتی مکہ معظمہ' مفتی احناف مولانا العلامہ شیخ عبدالرحمٰن سراج سے۔ انہوں نے سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر سے۔ انہوں نے شیخ وقت علامہ محمد عابد انصاری مدنی سے۔ انہوں نے شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین مزجاجی سے۔ انہوں نے علامہ شیخ عبدالقادر بن خلیل سے۔ انہوں نے شیخ اسماعیل بن عبداللہ مشہور بعلی زادہ بخاری سے۔ انہوں نے عارف باللہ شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی سے جو مصنف حدیقہ ندیہ اور مطالب وفیہ اور دیگر تصانیف مشہورہ ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی سے جو مولف شرح درر غرر ہیں۔ انہوں نے شیخ وقت احمد شومیری اور حسن شرنبلانی سے' جو بحشی درر غرر اور مولف نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح اور امداد الفتاح اور دیگر تصانیف مشہورہ کے ہیں اور انہوں نے اولاً عمر بن نجیم صاحب نہر الفائق اور شمس عانوتی صاحب فتاویٰ اور شیخ علی مقدسی شارح نظم الکنز سے اور بروایت ثانی شیخ عبداللہ نحریری اور شیخ محمد بن عبدالرحمٰن میسری اور شیخ محمد بن احمد الحموی اور شیخ احمد محبی سے اور ان ساتوں مشائخ وقت نے شیخ احمد بن یونس شبلی صاحب فتاویٰ سے اور انہوں نے سری الدین عبدالبر بن شحنہ شارح وہبانیہ سے۔ انہوں نے کمال ابن ہمام صاحب فتح القدیر سے۔ انہوں نے سراج قاری الہدایہ سے۔ انہوں نے علاء الدین سیرانی سے۔ انہوں نے سید جلال الدین خبازی شارح ہدایہ سے۔ انہوں نے شیخ عبدالعزیز بخاری صاحب کشف و تحقیق سے۔ انہوں نے جلال الدین کبیر سے۔ انہوں نے امام عبدالستار بن محمد کردری سے۔ انہوں نے امام برہان الدین صاحب ہدایہ سے۔ انہوں نے امام فخر الاسلام بزدوی سے۔ انہوں نے شمس الائمہ حلوانی سے۔ انہوں نے قاضی ابو علی نسفی سے۔ انہوں نے ابوبکر محمد بن فضل بخاری سے۔ انہوں نے امام ابو عبداللہ سند مونی سے۔ انہوں نے امام عبداللہ

بن ابو حفص بخاری سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد احمد بن حفص مشہور باامام ابو حفص کبیر سے۔ انہوں نے امام حجتہ اللہ ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی سے۔ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور سند فقاہت امام اعظم رحمہ اللہ 'اللہ جل شانہ' تک اول بیان ہو چکی۔

اور سند کتب فقہ اور حدیث اور حدیث سے مسائل فقہ مطابق کرنے کے کہ جو تمام کتب احادیث قراۃ و ساعۃ حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب مد اللہ ظلہ العالی مسند آراء گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی اور مولانا وصی احمد صاحب مرحوم مغفور صورتی ثم پیلی بھیتی اور تقریباً بیس پچیس طلبہ کے ساتھ حرفاً حرفاً مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری مرحوم مغفور پر ۱۲۹۲ھ میں پیش کر کے خاکسار نے حاصل کی تھی' وہ یہ ہے: مولانا احمد علی مرحوم و مغفور سہارنپوری نے مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کے ساتھ تمام کتب صحاح ستہ وغیرہا معہ طریق استنباط مسائل ضروریہ اور طریق موافق کرنے روایات فقہی کے قرآن اور احادیث کے ساتھ پیش کی مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمہ پر اور مولانا شاہ محمد اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے اسی طرح تمام احادیث کی مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ پر اور مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "عجالہ نافعہ" میں اپنی تمام سندیں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

اسانید شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

اس فقیر نے علم حدیث اور باقی جملہ علوم اپنے والد ماجد سے لیے ہیں اور بعض کتابیں حدیث کی مثلاً مصابیح و مشکوۃ و مسوی شرح موطا (جو کہ انہی کی تصنیفات میں سے ہے) اور حصن حصین اور شمائل ترمذی تحقیق و تفتیش کے ساتھ قراۃ" و سماعا" ان سے حاصل کیں اور اوائل بخاری سے بھی کسی قدر بطریق درایت ان سے سنا ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح ستہ کو غیر منتظم طریق پر بدیں نوع ان سے سنا ہے کہ دوسرے طلبا آپ کی خدمت میں پڑھتے تھے تو یہ فقیر بھی حاضر رہتا اور ان کی تحقیقات و تنقیحات کو سنتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ خدا کے فضل و کرم سے ادراک دقائق اسانید و معانی احادیث میں کافی سمجھ اور ملکہ حاصل ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کے قابل اعتماد احباب شاہ محمد عاشق پھلتی و خواجہ محمد امین ولی اللہی سے بطور رسم اجازت بھی حاصل کی اور شاہ محمد عاشق پھلتی سماع و قراۃ میں شیخ ابو طاہر قدس سرہ' اور دیگر مشائخ محترم سے شریک اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے رفیق تھے اور حضرت شاہ صاحب بعض حدیث

کی کتابیں مثل مشکوۃ و صحیح بخاری پر پہلے اپنے ملک میں اپنے والد بزرگوار کے حضور میں عبور کر کے بطریق درایت ان سے یہ علم حاصل کر چکے تھے اور سند آپ کی محمد زاہد مرحوم کے واسطہ سے ملا جمال الدین دوانیؒ تک پہنچتی ہے اور آپ کی حدیث کی سند انموذج العلوم کی ابتداء میں مفصل مذکور ہے اور فقیر کے والد بزرگوار نے حاجی محمد افضل صاحب سیالکوٹی سے بھی اجازت حاصل کی تھی' جو کہ ان ممالک میں صاحب سند تھے' ان کی سند بھی آپ کے رسائل میں مذکور ہے۔

بالآخر والد ماجد بزرگوار نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں اجلہ مشائخ حرمین شریفین سے اس علم کی بالاستیعاب تکمیل کی اور آپ نے زیادہ تر استفادہ حضرت شیخ ابو طاہر مدنی قدس سرہ' سے کیا' جو اس علم میں اپنے زمانہ کے یگانہ و فرید العصر تھے رحمتہ اللہ علیہ وعلی اسلافہ و مشائخہ اور یہ عجب حسن اتفاقات سے ہے کہ شیخ ابو طاہر قدس سرہ' صوفیاء کرام و عرفاء عظام سے شیخ زین العابدین زکریا انصاری تک مسلسل سند رکھتے ہیں اور انہوں نے سند حاصل کی تھی اپنے باپ شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد شناوی سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ عبد القدوس شناوی سے اور شیخ محمد بن ابی الحسن بکری اور شیخ محمد بن احمد رملی اور شیخ عبد الرحمٰن بن عبد القادر بن فہد سے بھی اور یہ سب لوگ جلیل القدر مشائخ اور عارفین باللہ ہیں اور شیخ عبد القدوس نے سند حاصل کی شیخ ابن حجر مکی اور شیخ عبد الوہاب شعراوی سے اور ان دونوں سے شیخ الاسلام ابن زین الدین زکریا انصاری اور شیخ محمد بن بکری سے۔ انہوں نے اپنی والد عارف باللہ ابی الحسن بکری سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور ایسے ہی شیخ محمد رملی نے اپنے باپ اور زین الدین زکریا سے' لیکن شیخ عبد الرحمٰن بن عبد القادر بن فہد نے اپنے چچا جار اللہ بن فہد سے اور انہوں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے اور شیخ ابو طاہر قدس سرہ' نے شیخ حسن عجمی سے بھی استفادہ کیا ہے اور شیخ حسن عجمی شیخ عیسیٰ مغربی کے شاگرد تھے۔ وہ شیخ محمد بن العلاء بابلی کے' وہ شیخ سالم سنہوری کے اور سالم نے شیخ نجم الدین غیطی سے حاصل کیا اور نجم الدین غیطی نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے حاصل کیا اور شیخ عیسیٰ مغربی نے بہت سے واسطوں سے شیخ جلال الدین سیوطی سے بھی حاصل کیا اور شیخ ابو طاہر نے شیخ احمد نخلی سے بھی حاصل کیا جو اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور شیخ احمد نخلی نے سلطان مزاحی سے اور انہوں نے شہاب الدین خلیل سبکی سے اور انہوں نے شیخ محمد مقدسی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور حضرت شیخ ابو طاہر نے شیخ عبد اللہ بن سالم بصری سے بھی حاصل کیا تھا اور وہ شیخ احمد نخلی کے ہمعصر تھے اور شیخ احمد نخلی کے اساتذہ سے بھی تلمذ رکھتے تھے اور شیخ ابو طاہر نے

شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی سے۔

الغرض ان عزیزوں میں سے ہر ایک نے دو یا تین واسطوں سے بہت سے طرق پر حاصل کیا اور شجرہ ان کا شیخ زین الدین ذکریا اور شیخ جلال الدین سیوطی اور شمس الدین سخاوی اور عبدالحق سنباطی اور سید کمال الدین محمد بن حمزہ حسینی تک پہنچتا ہے اور ہر ایک ان میں سے صاحب سند اور اپنے وقت کا حافظ تھا اور ان کی تصنیفات ملک میں جاری و ساری اور ان کی اسانید اکناف و آفاق عالم میں مشہور و معروف ہیں۔ اس وقت چند ایک کتابوں کا بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے اور باقی ہر کتاب کے کئی کئی طرح کے اسانید و جوہات کثیرہ کے ساتھ حضرت والد ماجد قدس سرہ' کی مصنفہ کتاب "الارشاد الیٰ مہمات الاسناد" پر ملتوی کی جاتی ہیں۔

کتاب موطا کو والد ماجد نے شیخ محمد وفد اللہ مکی پر بالتمام پیش کیا اور انہوں نے اپنے باپ شیخ محمد بن محمد بن محمد بن سلیمان پر۔ اور سند شیخ ابن سلیمان کی کتاب "صلۃ الخلف" میں مذکور ہے۔ نیز شیخ محمد وفد اللہ نے اس کتاب کو شیخ حسن عجیمی سے حاصل کیا اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے بھی۔ اور ان دونوں بزرگوں نے شیخ مغربی سے اور انہوں نے شیخ سلطان محمد بن احمد مزاحی سے (اور مزاحہ تشدید زا سے دیہات متعلقہ مصر کے ایک گاؤں کا نام ہے) اور شیخ سلطان نے شیخ احمد بن خلیل سبکی سے (سبکہ مصر میں ایک گاؤں ہے) اور انہوں نے شیخ محمد نجم الدین بن احمد غیطی سے (غیطہ بھی مصر میں ایک گاؤں ہے) اور انہوں نے شیخ شرف الدین عبدالحق بن محمد السنباطی سے اور انہوں نے شیخ ابو محمد الحسن بن محمد بن ایوب الحسنی اعلم علم الانساب سے اور انہوں نے اپنے چچا حسن بن ایوب نسابہ سے اور انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن جابر الوادیاشی سے (وادیاش دیار مغرب میں ایک شہر کا نام ہے) انہوں نے شیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن ہارون قرطبی سے (قرطبہ قاف مضموم اور طائے مہملہ اور بائے موحدہ سے اندلس میں ایک شہر ہے) اور انہوں نے قاضی ابوالقاسم شیخ احمد بن یزید قرطبی سے اور انہوں نے شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالحق الخزرجی القرطبی سے اور انہوں نے شیخ محمد بن فرح مولی ابن الطائع سے اور انہوں نے قاضی ابوالولید یونس بن عبداللہ بن مغیث الصفار سے اور انہوں نے ابو عیسیٰ یحییٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے چچا عبیداللہ بن یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی سے' جو حضرت امام مالک کے جلیل القدر شاگردوں سے تھے اور دیار مغرب میں ان کے مذہب کے رواج پانے کا باعث وہی ہیں اور یحییٰ بن یحییٰ نے امام مالک سے اس کتاب کو حاصل کیا اور یہ نسخہ موطا کا انہی سے مروی ہے۔ (مصمودہ دیار

مغرب میں قوم بربر کے ایک قبیلہ کا نام ہے) اور اس کتاب کی سند ہذا کے علاوہ اور بہتیری سندیں ہیں جو کتاب "الارشاد الی مہمات الاسناد" میں مذکور ہیں لیکن یہ سند سماع اور قرات میں مسلسل ہے' بخلاف دوسری سندات کے کہ ان میں اکثر مقامات پر محض اجازت پر اکتفا کیا گیا ہے۔

صحیح البخاری: حضرت شیخ ابو طاہر نے اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے پڑھی اور انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ ابو المواہب احمد بن عبدالقدوس اشناوی سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انہوں نے شیخ الاسلام ابو یحییٰ احمد زکریا بن محمد الانصاری سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر کنانی عسقلانی سے (جو صاحب ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری کے) اور انہوں نے شیخ زین الدین ابراہیم بن احمد تنوخی سے اور انہوں نے ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجار (یعنی حجر فروش) سے۔ اور انہوں نے شیخ سراج الدین حسین بن مبارک جیلی زبیدی سے۔ (زبید یمن میں دریائے شور کیکنارہ پر ایک مشہور شہر ہے) اور انہوں نے ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب السجزی ہروی سے اور انہوں نے ابوالحسن عبدالرحمٰن بن مظفر بن محمد بن داؤد الداؤدی سے اور انہوں نے ابو محمد عبداللہ بن احمد سرخسی سے اور انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری سے (فربر بکسر فا و فتح را و سکون بائے موحدہ حوالی بخارا میں ایک گاؤں ہے) اور یہ محمد بن یوسف ارشد تلامذہ بخاری سے ہیں اور انہی کی طرف سے نسخہ بخاری نے شہرت پائی ہے اور انہوں نے صاحب کتاب ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بروزبہ البخاری الجعفی مولیٰ الجعفیین بالولاء سے (اور بروز ساتھ فتح بائے موحدہ اور سکون را و کسر دال مہملتین اور سکون زائے معجمہ و فتح بائے موحدہ بعد ہا ہائے قدیم پہلوی زبان میں کارندہ اور مزارع کو کہتے ہیں۔ جعفی بضم جیم و سکون عین مہملہ و فا) اور یہ سند بھی اول سے آخر تک مسلسل بسماع ہے۔

صحیح مسلم: حضرت شیخ ابو طاہر نے اسے اپنے والد بزرگوار شیخ ابراہیم کردی سے حاصل کیا اور انہوں نے شیخ سلطان مزاحی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن خلیل سبکی سے اور انہوں نے نجم الدین غیطی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور انہوں نے شیخ ابن حجر عسقلانی سے اور انہوں نے شیخ صلاح بن ابی عمر المقدسی سے اور انہوں نے شیخ فخر الدین ابوالحسن علی بن احمد بن عبدالواحد المقدسی معروف بابن البخاری سے اور انہوں نے شیخ ابوالحسن موید بن محمد طوسی سے اور انہوں نے فقیہ الحرم ابو

عبداللہ محمد بن فضل بن احمد الفرادی سے اور انہوں نے امام ابوالحسین عبدالغافر بن محمد الفارسی سے اور انہوں نے ابو احمد بن عیسیٰ الجلودی نیشاپوری سے اور انہوں نے ابو اسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ جلودی سے (جلودی منسوب ہے طرف جمع جلد کی' اس لیے کہ وہ نیشاپور میں کوچہ چرم فروشوں میں رہتے تھے) اور انہوں نے مولف کتاب ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری سے۔

سنن ابی داؤد: شیخ ابو طاہر نے اسے شیخ حسن عجمی سے حاصل کیا اور انہوں نے شیخ عیسیٰ مغربی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی سے اور انہوں نے بدرالدین حسن کرخی سے' جو اپنے وقت کے مستند تھے اور انہوں نے حافظ ابوالفضل جلال الدین سیوطی سے اور انہوں نے شیخ محمد بن مقبل حلبی سے اور انہوں نے شیخ صلاح بن ابی عمر المقدسی سے اور انہوں نے ابوالحسن فخرالدین علی بن محمد بن احمد ابن البخاری سے اور انہوں نے مسند الوقت ابوحفص عمر بن محمد بن طبرزد بغدادی سے اور انہوں نے دو شیخوں بزرگوار ابراہیم بن محمد بن منصور الکرخی اور ابوالفتح ملفح بن احمد بن محمد الدومی سے (جو منسوب تھے طرف دومتہ الجندل سے اور وہ شام و عراق کے درمیان ایک موضع بطور حد فاصل کے واقع ہے) اور ان ہر دو شیوخ نے حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی مولف "تاریخ بغداد" سے' جن کی علم حدیث میں بے شمار تصانیف ہیں' انہوں نے ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی سے اور انہوں نے ابو علی محمد بن احمد لولوی سے اور انہوں نے صاحب کتاب علامہ ابوداؤد سے اور سلیمان بن اشعث بجستانی سے۔

جامع ترمذی: حضرت شیخ ابو طاہر نے حضرت شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ سلطان مزاحی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن خلیل سبکی سے اور انہوں نے شیخ نجم الدین محمد غیطی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا بن محمد الانصاری سے اور انہوں نے شیخ عزالدین عبدالرحیم بن محمد بن انصرات القاہری حنفی سے اور انہوں نے عمر بن ابی الحسن مراغی سے (مراغہ بفتح میم ملک ایران میں ایک مشہور شہر کا نام ہے) اور انہوں نے شیخ فخرالدین ابن البخاری سے اور انہوں نے شیخ عمر بن طبرزد بغدادی سے اور انہوں نے شیخ ابوالفتح عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سہل الکروخی سے (کروخ- فتح کاف اور ضمہ رائے مہملہ مخففہ کے ساتھ نواح ہرات میں ایک گاؤں کا نام ہے) اور یہی شیخ ابوالفتح صاحب نسخہ ترمذی ہیں۔ اور انہوں نے قاضی ابوعامر محمود بن القاسم بن محمد ازدی سے اور انہوں نے شیخ ابو محمد عبدالجبار بن محمد بن عبداللہ بن ابی الجراح الجراحی مروزی سے (اور وہ مرو شاہجہان کی طرف منسوب ہے جو خراسان میں

بن عبداللہ بن ابی الجراح الجراحی مروزی سے (اور وہ مرو شاہجہان کی طرف منسوب ہے جو خراسان میں ایک مشہور گاؤں ہے) اور انہوں نے ابوالعباس محمد بن محبوب المحبوبی المروزی سے اور انہوں نے صاحب کتاب ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ترمذی رحمہ اللہ سے۔

سنن صغریٰ نسائی: حضرت شیخ ابو طاہر نے شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد بن عبدالقدوس شناوی سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور انہوں نے شیخ عزالدین عبدالرحیم بن محمد بن الفرات سے اور انہوں نے عمر بن ابی الحسن المراغی سے اور انہوں نے فخرالدین بن البخاری سے اور انہوں نے ابی المکارم احمد بن محمد اللبان سے (جو عمل بالستہ کی طرف منسوب ہے) اور انہوں نے ابو علی حسن بن احمد حداد سے اور انہوں نے قاضی ابونصر احمد بن الحسین الکسار سے اور انہوں نے حافظ ابوبکر المعروف بابن السنی احمد بن محمد بن اسحٰق الدینوری سے (جو معتمد محدثین میں سے ہیں اور کتاب "مجالستہ للدینوری" آپ ہی کی تصنیفات سے ہے) اور انہوں نے مولف کتاب حافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی نسائی سے (جو منسوب ہے "بلدہ نسا" کی طرف اور وہ خراسان میں ابیورد کے قریب مشہور شہر ہے)۔

سنن ابی ماجہ: شیخ زین الدین زکریا تک اس کی وہی سند ہے جو سنن نسائی کی بیان ہو چکی' اس کے بعد یعنی شیخ زین الدین زکریا نے ابن حجر عسقلانی سے اور انہوں نے ابوالحسن علی بن ابی المجد الدمشقی سے اور انہوں نے ابوالعباس الحجار سے اور انہوں نے انجب بن ابی السعادت سے اور انہوں نے حافظ ابوزرعہ طاہر بن محمد بن طاہر المقدسی سے اور انہوں نے فقیہ ابی منصور محمد بن الحسن بن احمد المقوی القزوینی سے اور انہوں نے ابوطلحہ قاسم بن المنذر خطیب سے اور انہوں نے ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القطان سے اور انہوں نے مولف کتاب ابو عبداللہ محمد بن یزید المعروف بابن ماجتہ القزوینی (قزوین- فتح قاف و سکون زائے معجمہ سے ایک مشہور شہر کا نام ہے جو عراق عجم میں واقع ہے اور ماجہ اس کے دادا کا نہیں بلکہ باپ ابو عبداللہ کا لقب ہے اور اس کی والدہ کا نام) اور اسے جیم کی تشدید سے بلکہ تخفیف سے پڑھنا چاہیے- اس میں بہت سی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔

مشکوۃ المصابیح: حضرت شیخ ابو طاہر نے شیخ ابراہیم کردی سے۔ انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد بن عبدالقدوس شناوی سے اور انہوں نے سید غضنفر بن سید جعفر نہروانی سے اور انہوں

نے شیخ محمد سعید معروف بہ رکلان سے، جو اپنے وقت میں مکہ مکرمہ کے شیخ تھے اور انہوں نے سید نسیم الدین میرک شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ بن سید عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے اپنے عالی قدر چچا سید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللطیف بن جلال الدین یحییٰ شیرازی حسینی سے اور انہوں نے مسند وقت اور محدث عصر خود شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم الجربی الصدیقی سے اور انہوں نے علامہ عصر امام الدین مبارک شاہ ساوجی صدیقی سے اور انہوں نے مولف کتاب ولی الدین محمد بن عبداللہ بن خطیب تبریزی سے۔

حصن حصین: حضرت شیخ ابو طاہر نے شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد بن عبدالقدوس شناوی سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا انصاری سے اور انہوں نے حافظ وقت تقی الدین محمد بن محمد بن فہد ہاشمی مکی سے اور انہوں نے مولف کتاب ہذا ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد الجزری شافعی سے۔ خدا ان کے درجات بڑھائے اور بہائے ہم پر ان کی برکتیں۔ آمین۔

مولف کتاب سند احادیث کے دوسرے ذرائع:

پھر خاکسار نے بعد بیعت ہونے کے حضرت قطب الوقت مقبول بارگاہ یزدان مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ سے خاندان نقشبندیہ اور قادریہ میں کچھ بخاری شریف اور موطا امام مالک اور کچھ شرح وقایہ حضرت مولانا شمس الدین احمد میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ صاحبزادہ حضرت مولانا ممدوح کے ساتھ حضرت مولانا قدس سرہ' پر پیش کر کے آپ سے بھی اجازت حاصل کی اور حضرت مولانا قدس سرہ' نے اجازت روایت احادیث مع مطابقت مسائل فقیہ حاصل کی تھی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ' سے پھر ایام قیام باندی کوی میں مولانا عبدالغنی بہاری مہاجر مدنی سے بھی، جو حسن اتفاق سے باندی کوی تشریف لے آئے تھے، جملہ سلسلات مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور کچھ مشکوۃ شریف سنا کر اجازت فقہ و حدیث ان سے بھی حاصل کی اور انہوں نے سند روایات احادیث و فقہ چالیس اکابر علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے حاصل کی تھی اور نیز مولانا و مقتدانا مجمع البحرین الجامع بین الطریقین حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ' اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرحوم پانی پتی سے اور وہ اپنی ثبت بھیجنے کا وعدہ فرما گئے تھے، جس میں تمام اکابر علماء حرمین مکرمین کی سندیں اصحاب کتب احادیث تک تھیں، مگر افسوس کہ وہ اپنے مقام تک

نہ پہنچ سکے اور اثناء راہ ہی میں انتقال فرما گئے۔ پھر سند فقہ اور اصول فقہ توضیح و تلویح حضرت قطب العارفین عمدۃ علماء الراسخین حضرت مولانا ارشاد حسین قدس سرہ' رامپوری سے پڑھ کر اور ہدایہ حضرت مولانا عمدۃ الفضلا زبدۃ الکملا مولانا حافظ عنایت اللہ خان صاحب" رامپوری سے' جو خلیفہ اور شاگرد رشید حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ' تھے' سند فقہ اور اصول فقہ وغیرہ ان سے حاصل کی اور حضرت مولانا نے خلافت اور اجازت روایت فقہ و احادیث حاصل کی تھی۔ حضرت سید الفضلا مرشد الکملا حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ' سے اور انہوں نے سند فقہ و احادیث حاصل کی تھی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے اور حضرت مولانا ممدوح کی سندیں "عجالہ نافعہ" سے اول ہی نقل ہو چکیں اور دوسری سند فقہ و حدیث و تفسیر و اصول فقہ وغیرہ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ' نے حاصل کی تھی اپنے والد ماجد کے ماموں شیخ اجل محدث و فقیہ حضرت مولانا سراج احمد عمری مجددی سرہندی ثم رامپوری سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد زاہد و متورع حضرت شیخ محمد مرشد عمری مجددی سرہندی رامپوری سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد امام ہمام مولانا محمد ارشد عمری مجددی سرہندی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد امام الحجتہ مولانا فرخ شاہ عمری مجددی سرہندی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد خازن الرحمتہ خواجہ محمد سعید عمری مجددی سرہندی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد امام ہمام امام ائمہ المعانی غوث صمدانی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے۔ انہوں نے حضرت عمدۃ الاولیا و زبدۃ العلماء والکملاء حضرت یعقوب محدث صرفی کبیر کشمیری حنفی ابن شیخ حسن عاصمی سے۔ انہوں نے شیخ ابن حجر مکی ہیثمی سے۔ انہوں نے زین الدین زکریا حافظ ابن حجر عسقلانی مصری سے اور سند ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ "عجالہ نافعہ" سے بہ سلسلہ ذکر سند نسائی' بخاری و ابن ماجہ وغیرہم گزر چکیں۔

مولف کتاب کی سند قرآن:

اب بعد نقل اسانید متداولہ فقہ و حدیث مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دو سند قرآن مجید کی بھی نقل کر دی جائیں تاکہ ہر فرد بشر پر واضح ہو جائے کہ اگرچہ بوجہ کثرت شہرت کے تمام دنیا میں زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک قرآن مجید محتاج سند نہیں' مگر پھر بھی اکثر اہل علم قرآن مجید کی سندیں بھی ساتوں قرات کے ساتھ اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں' چنانچہ میں نے اپنی سند قرآن و حدیث و فقہ تو' جو عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضرہ مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ سے حاصل کی تھی' اول ہی نقل کر چکا ہوں اور

دوسری سند قرآن مجید کی یہ ہے جو خاکسار نے سید الاولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی مد اللہ ظلہ'
سے حاصل کی تھی' محمد میاں صاحب سید اولاد رسول صاحب نے اجازت قرآن مجید حاصل کی حجتہ السلف
والخلف حافظ حاجی سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن ملقب بشاہ جی رحمتہ اللہ علیہ سے۔ انہوں نے اپنے
برادر مکرم سید شاہ ابوالحسین احمد نوری سے۔ انہوں نے اپنے جد اکرم شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ'
سے۔ انہوں نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے تمام قرآن مجید من اولہ الیٰ آخرہ بروایت حفص' جو عاصم
سے روایت کرتے ہیں' پڑھا شیخ صالح اور ثقہ محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۴ھ میں۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے
اسی طرح سارا قرآن مجید پڑھا شیخ عبدالخالق شیخ القرا دہلوی سے خاص شہر دہلی میں۔ وہ فرماتے ہیں: کل قرآن
میں نے ساتوں قراۃ کے ساتھ پڑھا شیخ احمد بقری سے اور اسی طرح علامہ احمد بقری نے پڑھا شیخ القرا
عبدالرحمٰن یمنی سے اور انہوں نے اسی طرح اپنے والد ماجد شیخ سجادہ یمنی سے اور شیخ سجادہ نے اسی طرح
پڑھا شیخ ابونصر طبلاوی سے اور علامہ طبلاوی نے اسی طرح پڑھا شیخ الاسلام زکریا سے۔ انہوں نے اسی طرح
برہان الدین قلقیلی اور رضوان ابونعیم عقبی سے اور ان دونوں نے سیدنا ابوالخیر امام القراء والمحدثین محمد بن
محمد بن علی بن یوسف الجزری صاحب کتاب النشر سے اور انہوں نے بہت سے مشائخ اور قاریوں سے' جن کا
مفصل ذکر کتاب نشر میں کیا ہے مگر ان کا خاص طریق' جو تمام طریقوں سے ممتاز ہے' بہ تسلسل تلاوت اور
قرات اور ضبط کے ساتھ صاحب کتاب النشر تک یہ ہے۔ علامہ محمد بن محمد جوزی فرماتے ہیں: میں نے تمام
قرآن مع کتاب التیسیر کے پڑھا شیخ امام قاضی المسلمین ابوالعباس احمد بن امام ابو عبداللہ حسین بن سلیمان
بن فزارہ حنفی سے شہر دمشق میں۔ فرمایا انہوں نے' پڑھا میں نے تمام قرآن اپنے والد ماجد سے۔ انہوں نے
امام ابو محمد قاسم بن احمد موفق ورتی سے۔ فرمایا انہوں نے' پڑھا میں نے تمام قرآن مجید مع کتاب تیسیر کے
بہت سے امام اور مشائخ اور قاریوں سے' جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: ابوالعباس احمد بن علی بن یحییٰ بن عون
اللہ الحضارہ اور ابو عبداللہ محمد بن سعید بن محمد المرادی اور ابو عبداللہ محمد بن ایوب بن محمد بن نوح الغافقی' جو
اندلسی ہیں' ان سب نے فرمایا کہ ہم سب نے مع کتاب التیسیر پڑھا تمام قرآن مجید امام علی ابوالحسین علی بن
محمد بن ہذیل بلنسی سے۔ فرمایا انہوں نے' پڑھا میں نے مع کتاب التیسیر کے ابوداؤد سلیمان بن نجاح سے۔
فرمایا انہوں نے' پڑھا میں نے مع کتاب التیسیر کے مولف تیسیر امام ابو عمروانی سے۔ فرمایا انہوں نے' پڑھا
میں نے کل قرآن بروایت حفص ابوالحسن طاہر بن غلبون مقری سے۔ فرمایا انہوں نے' پڑھا میں نے مع

قرات سبعہ ابوالحسن علی بن محمد بن صالح ہاشمی قادری نابینا سے بصرہ میں۔ فرمایا انہوں نے 'پڑھا میں نے قرات سبعہ کے ساتھ احمد بن سہل اشنانی سے۔ فرمایا انہوں نے 'پڑھا میں نے اسی طرح ابو محمد عبید بن الصباح سے۔ فرمایا انہوں نے 'پڑھا میں نے اسی طرح حفص سے۔ فرمایا انہوں نے 'پڑھا میں نے اسی طرح امام عاصم سے اور عاصم رحمہ اللہ نے پڑھا ابو عبدالرحمٰن عبد بن حبیب سلمی اور زر بن حبیش سے اور حضرت ابو عبدالرحمٰن نے پڑھا حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان سب نے سرور عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت زر بن حبیش نے پڑھا فقط حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اور ان دونوں حضرات نے سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ و ازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وجمیع امتہ وسلم سے۔ مولانا عبدالغنی مرحوم بہاری سے بھی کچھ قرآن مجید ان سے سن کر اور کچھ سنا کر خاکسار نے سند قرآن مجید حاصل کی اور انہوں نے سند قرآن مجید حاصل کی تھی مولانا قاری عبدالرحمٰن مرحوم پانی پتی سے اور مولانا عبدالرحمٰن مرحوم پانی پتی نے بروایت حفص سارا قرآن مجید من اولہ الیٰ آخرہ پڑھا اپنے والد ماجد مولانا قاری محمد پانی پتی سے اور انہوں نے ساتوں قرات کے ساتھ تمام قرآن مجید پڑھا تھا قاری مصلح الدین پانی پتی سے اور انہوں نے قاری عبید اللہ مرحوم سے اور خاکسار نے تمام قرآن مجید من اولہ الیٰ آخرہ پڑھا قاری قادر علی مرحوم سکنہ قصبہ رٹول سے بمقام ریاست الور اور کچھ ان کے شاگرد قاری عباد اللہ مرحوم الوری سے اور قاری قادر علی صاحب مرحوم نے پڑھا تھا قاری عبید اللہ مرحوم سے مگر مولانا قاری عبدالرحمٰن مرحوم نے قاری عبید اللہ مرحوم تک اپنی سند لکھ کر آگے یہ لکھ دیا کہ ان کی سند مشہور ہے۔ پھر میں نے بذریعہ خطوط مع جوابی لفافہ قاری محی الاسلام پانی پتی وغیرہ سے کئی خط بھیج کر سند قاری عبید اللہ مرحوم کو دریافت کیا مگر کچھ جواب نہ ملا۔ اگر بعد طبع مقدمہ ہذا کچھ پتہ مل گیا تو انشاء اللہ آخر مقدمہ میں بطریق ضمیمہ منہیات کتاب میں نقل کر دوں گا مگر قاری عبدالرحمٰن مرحوم پانی پتی نے اپنے والد مولوی محمد مرحوم کی دوسری سند اس طرح رقم فرمائی ہے کہ انہوں نے بقرات سبعہ مکررہ متواترہ بقاعدہ جمع الجمع تمام قرآن مجید پڑھا۔ حاجی عبدالمجید مرحوم صوبہ ہند سے اور آج شجرہ قراۃ سبعہ قاری محی الاسلام پانی پتی سے معلوم ہوا کہ قاری قادر بخش صاحب مرحوم نے قاری محمد مرحوم کے ساتھ قاری عبدالمجید صوبہ ہند سے بھی مع قرات سبعہ پڑھا تھا اور ان سے قاری قادر علی صاحب مرحوم نے اور ان سے خاکسار (ابو محمد محمد دیدار علی شاہ) اور میرے دونوں بیٹوں (سید احمد ابوالبرکات اور سید محمد احمد

ابوالحسنات) نے اور اکثر اہل ریاست الور نے اور انہوں نے حافظ غلام مصطفیٰ سے اور انہوں نے مولوی محمد گجراتی سے اور انہوں نے حافظ عبدالغفور دہلوی سے اور انہوں نے شیخ عبدالخالق سے اور انہوں نے شیخ محمد بقری سے اور انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن یمنی سے اور سند عبدالرحمٰن یمنی رحمہ اللہ سند اول سید الاولاد رسول مارہروی مرحوم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک گزر چکی۔

مولف کی تعلیم قرآن کی ایک اور سند:

اور خاکسار کاتب الحروف غفراللہ لہ' کی دوسری سند قرآن مجید کی یہ ہے کہ میں نے بعض قرآن مجید سنا اپنے شیخ طریقت واقف رموز شریعت عمدۃ الفضلا سید الکملا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نقشبندی گنج مراد آبادی قدس سرہ' سے۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمتہ صاحب تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشری سے۔ انہوں نے اپنی والد ماجد شاہ ولی اللہ علیہ الرحمتہ سے۔ انہوں نے بروایت حفص حاجی صالح ثقہ محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۴ھ میں۔ انہوں نے شیخ القراء عبدالخالق مرحوم سے دہلی میں' انہوں نے شیخ احمد بقری سے۔ انہوں نے شیخ محمد بقری سے۔ انہوں نے شیخ عبدالرحمٰن یمنی سے۔ باقی سند' سند مولانا اولاد رسول مارہروی سلمہ' میں گزر چکی۔

مولف کتاب کے بعض نامور شاگرد:

اور خاکسار سے آج تک جنہوں نے تمام کتب صحاح ستہ وغیرہا پڑھ کے سند احادیث حاصل کی اور بفضلہ ان کا مختلف جگہ فیض جاری ہے' ان میں سے بعض مشاہیر کے اسماء گرامی یہ ہیں: مولانا ارشاد علی صاحب مرحوم الوری اور کچھ مولانا رکن الدین صاحب نقشبندی نے بھی اور میرے دونوں لخت جگر مولوی ابوالحسنات محمد احمد اور مولوی ابوالبرکات سید احمد اور انہوں نے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی سے بھی سند علوم معقول و منقول حاصل کی اور مولانا محمد اسلم صاحب جلال آبادی' جو عرصہ سے مقیم ٹونک ہیں اور مولانا عبدالحق صاحب ولایتی اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب ولایتی ہموطن مولانا عبدالحق مذکور اور مولوی سید فضل شاہ صاحب پنجابی' مولوی مہردین صاحب پنجابی اور مولوی فیض اللہ خان صاحب سکنہ ہوتی مردان' مولوی محی الاسلام بہاولپوری' عبدالقیوم ہزاروی' مولوی محمد رمضان بلوچستانی' مولوی غلام محی الدین کاغانی مولوی ابوالخیر وغیرہم رزقہم اللہ علما" کاملا" و عملا صالحا۔

باب دوم

ان پیشین گوئیوں کا بیان جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت
توریت وانجیل وزبور میں باوصف تحریفات چند در چند اب تک موجود ہیں

ہم الہامی کتابوں کے علاوہ ان جوگیوں کی کتابوں میں بھی موجود پیشین گوئیاں' جو صاحب استدراج گزرے ہیں' بیان کریں گے مع بعض بشارتوں کے' جو قبل نبوت جنوں اور کاہنوں سے ظہور میں آئی تھیں اور پھر بعض ان معجزات کے جو مثل معجزات انبیاء سابقہ اور ان سے زاید آپ کو عطا کیے گئے تھے اور اس بحث میں کہ آپ کی صداقت اور بے مثل دانائی پہلے سے عالم میں مشہور تھی اور اب تک مخالفین اور ہنود اور یہود و نصاریٰ قائل ہیں اور چونکہ یہ باب بعض قسم کے دلائل نبوت پر مشتمل ہے' لہٰذا اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔

فصل اول

وہ پیش گوئیاں جو انبیاء سابقہ کی نبوت اور رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں اور پھر ان بعض بشارات میں جو جوگیوں اور استدراجیوں سے پہنچی ہیں اور ان بشارتوں کو قبل ولادت جنوں اور کاہنوں سے ظہور پذیر ہوئیں۔

توریت میں پیشین گوئی:

کتاب احبار توریت اردو پرانا عہد نامہ مطبوعہ پرنٹر مسیحی پریس لاہور کی پانچویں کتاب "مسمی استثناء" کے اٹھارہویں باب کی اٹھارہویں آیت سے اکیسویں تک میں ہے اللہ جل شانہ' موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

"میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو' جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا' نہ سنے گا تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے' جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا دوسرے معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے"۔ انتھی بعینہ عبارتہ۔

اس پیش گوئی کے مصداق بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے' نہ یوشع علیہ السلام بن سکتے ہیں جیسا کہ یہود کا خیال ہے' اس واسطے کہ یوشع علیہ السلام بموجب روایت توریت موجودہ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی موجود تھے اور خود موسیٰ علیہ السلام نے بموجب فرمان خدا اپنی وفات سے چند روز پیشتر ان کو اپنا سجادہ نشین کار تبلیغ کا فرمادیا تھا۔ یہ امر دسویں آیت' چونتیسویں باب "سفر استثناء" سے' جو عنقریب نقل کی جائے گی' ظاہر ہے اور اس سے پہلے بابوں میں بھی مفصل ذکر ہے۔ اور نہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام اس واسطے کہ اخبار متواترہ اور تواریخ معتبرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تک اس نبی موعود کی' جس کی موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور جس کا ذکر "سفر استثناء" سے ابھی گزر چکا ہے' یہود منتظر تھے اور بموجب انہی پیشگوئیوں کے' بڑے بڑے علماء یہود مثل حضرت عبداللہ بن السلام رضی اللہ عنہ کے اور بہت سے منصف مزاج یہودی شرف اسلام سے مشرف ہوئے اور عہد نامہ قدیم کے چونتیسویں باب "سفر استثناء" کی یہ دسویں آیت خاص توریت سے ہے' جو ذکر وفات موسیٰ علیہ السلام میں ہے' ان کے اس دعویٰ کی تکذیب کر رہی ہے اور نون کا بیٹا (یشوع علیہ السلام) دانائی کی روح سے معمور ہوا تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ اس پر رکھے تھے اور بنی اسرائیل اس کے شنوا ہوئے اور جیسا خداوند نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا' انہوں نے ویسا ہی کیا اور اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا' جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا۔

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ بعد یوشع علیہ السلام کے' موسیٰ علیہ السلام کی مانند کسی نبی کے آنے کے بنی اسرائیل سے' یہود منتظر تھے۔ مگر یہ ان کی صریح غلطی تھی یا دانستہ خطا جو مخالف پیش گوئی مذکورہ باب ہیزدہم "کتاب استثناء" بنی اسرائیل سے ایسے نبی کی آمد کے منتظر رہے اور اسی غلطی میں پڑ کر بہت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور اب تک اسی غلطی کے میدان میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔ اب بھی اگر تعصب چھوڑ کر خود غرضی اور خود پرستی سے منہ موڑ کر اس پیشین گوئی موسیٰ علیہ السلام کو بغور دیکھیں تو عیسائی اور یہودی تو بلاشبہ فوراً شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں۔ اس واسطے کہ پیشین گوئی مذکورہ کے یہ لفظ ہیں (میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا) اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل' جن کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کا جناب باری کا یہ ارشاد ہوتا ہے' وہ سب بنی اسحاق تھے اور بنی اسحاق کے بھائی بنی اسماعیل تھے لہٰذا بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ اگر بموجب پیشین گوئی مذکورہ بنی اسماعیل میں اس نبی موعود کو تلاش کرتے تو بجز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہ پاتے۔ اس واسطے کہ یوشع اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں بنی اسرائیل یعنی بنی اسحاق سے گزرے نہ بنی اسماعیل سے' جو بنی اسحاق کے بھائی مشہور ہیں۔

علاوہ بریں جب پیشین گوئی مذکورہ میں اس امر کی تصریح ہے کہ جو نبی میرے حکم کے خلاف اپنی طرف سے کہے اور دوسرے معبودوں کے نام سے کہے' وہ قتل کیا جائے گا اور بالاتفاق عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام' جن کو وہ یسوع کے نام سے پکارتے ہیں' سولی دیے گئے اور قتل ہوئے۔ چنانچہ اس امر کی تصریح انیسویں باب "یوحنا" کی انجیل کی آیت سولہ سے آیت اٹھارہ تک میں موجود۔ لہٰذا پیشین گوئی مذکورہ کے اعتبار سے عیسائیوں کے نزدیک یسوع سچے پیغمبر ہی نہیں ہوسکتے' لامحالہ اس پیشین گوئی کا مصداق بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی ہوا' نہ ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہ عیسیٰ علیہ السلام ہوئے نہ یوشع علیہ السلام' نہ کوئی اور بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ دیکھو:

(۱) موسیٰ علیہ السلام (رسالہ "پیغمبر عالم" میں یہ مضمون مفصل لکھا ہے اور توریت کے باب اول' کتاب استثناء کی شروع آیتوں سے اس مضمون کا کچھ سراغ چلتا ہے۔۔ منہ") نے کافروں اور دشمنوں کے خوف سے شہر یثرب کی طرف' جو اس وقت اپنے بانی یثروں کے نام سے یثرب مشہور تھا' جس کا نام اب مدینہ طیبہ ہے' ہجرت کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بحکم خدا مشرکین مکہ کی شرارتوں سے اسی

شہر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلام خدا یعنی دال علی کلام اللہ نازل ہوا' جس کو احکام عشرہ سے تعبیر کرتے ہیں' اسی طرح بعینہٖ کلام اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا مگر اتنی بات اس میں زاید ہے کہ یہ کلام بشان اعجاز نازل ہوا کہ وہ خود بھی معجزہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں معجزے بھی اس کے مصدق ہوئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر جو نازل ہوا تھا' اس کی صداقت فقط موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں ہی پر موقوف تھی۔

(۳) موسیٰ علیہ السلام کو کفار سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا' چنانچہ کتاب خروج کے سترہویں باب کی آٹھویں آیت میں ہے (تب موسیٰ نے یشوع سے کہا کہ ہم میں سے لوگ چن اور نکل اور جا کر عمالیق سے جنگ کر) اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کفار کے ساتھ مامور جہاد کے ساتھ ہونا شہرۂ آفاق ہے۔ قرآن مجید میں ہے وقاتلوھم حتی یوتو الجزیہ عن ید وھم صاغرون۔ یعنی کافروں سے قتل قتال کرتے رہو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دیں اور ذمی بن کر سلطنت اسلامی میں رہنا قبول کرلیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے امرت ان اقاتلھم حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کافروں سے لڑتے رہنے کے ساتھ میں مامور ہوں' یہاں تک کہ وہ کلمہ کا دل سے اقرار کرلیں۔

(۴) موسیٰ علیہ السلام نے منتشر اور ذلیل قوم کو مصر سے نکال کر ایک جگہ جمع کر کے باہم شیر و شکر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اوس اور خزرج جیسے باہمی بے حد عداوت رکھنے والوں کو اور نیز اہل مکہ کے مہاجروں کو مکہ مکرمہ اور مختلف مقامات سے نکال کر مہاجرین و انصار کو باہم شیر و شکر کر کے متحد بنا دیا۔

(۵) موسیٰ علیہ السلام کو توریت شرائع جدیدہ کے ساتھ من جانب اللہ ملی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید شریعت جدیدہ کے ساتھ عطا کیا گیا اور دلائل مذکورہ کے علاوہ مماثلت موسوی کی نسبت علامہ یوسف نبہانی مد اللہ ظلہ' نے حجتہ اللہ علی العالمین میں اور مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے اپنی کتاب "اظہار الحق" عربی میں بہت کچھ دلائل لکھے ہیں' جن کے بیان کی بخیال اختصار یہاں گنجائش نہیں۔

بشارت دوم بطریق پیشین گوئی "سفر استثناء" کے ۳۳ باب' آیت دوم میں ہے اور "اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہو کر فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار

قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی"۔ اور ظاہر ہے کہ فاران مکہ مکرمہ کے جنگل اور پہاڑوں کا نام ہے' اس واسطے کہ اکیسویں باب "سفر تکوین" میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے فاران کے جنگل میں سکونت اختیار کی اور بالاتفاق ثابت ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کی تھی اور وہ جنگل بنی جرہم سے' جو آپ کے سسرال والے تھے اور آپ کی اولاد سے آباد ہو کر مکہ مکرمہ کے نام سے مشہور ہوا اور آتشی شریعت' جو عبارت ہے احکام حدود و قصاص اور جہاد سے' اس کا آپ کو ملنا ظاہر ہے اور کوہ سینا سے خداوند کے آنے سے مراد بالاتفاق موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے اور بلاشک بوجہ مشتمل ہونے کے حدود و قصاص و جہاد پر ان کی شریعت بھی آتشی ہو سکتی ہے۔ مگر شعیر سے طلوع ہونے سے مقصود ظہور عیسیٰ علیہ السلام کا اگرچہ ہو سکتا ہے مگر ان کی شریعت بوجہ نہ ہونے کے مامور جہاد وغیرہ کے ساتھ آتشی نہیں' لہٰذا ان کے حق میں یہ پیشین گوئی ناتمام ہے' البتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بوجہ مشتمل ہونے کے حدود و قصاص و جہاد پر مثل شریعت موسیٰ علیہ السلام کے بلاشبہ آتشی شریعت ہے اور فاران سے بنی اسرائیل کے بھائیوں سے' جو بنی اسماعیل ہیں' آتشی شریعت والا مثل موسیٰ علیہ السلام کی اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بہت برکت والا اور فضیلت والا کوئی اور نبی آیا ہو تو بتلاؤ۔ اس واسطے کہ کتاب پیدائش پہلی کتاب موسیٰ علیہ السلام کے سترہویں باب آیت ۲۰ کا یہ مضمون ہے اللہ جل شانہ' ابراہیم علیہ السلام کو فرماتا ہے (میں نے تیری دعا اسماعیل کے حق میں قبول کرلی) یعنی اسے برکت دی اور بار آور کیا اور اسے بہت فضیلت دی۔ یہ عبرانی توریت کا ترجمہ ہے مگر بہت فضیلت دی کہ جگہ توریت مطبوعہ لاہور میں اسے بہت بڑھاؤں گا لکھ دیا ہے' جس سے ظاہر ہے کہ باوصف اس قدر تحریفات کے پھر بھی اسماعیل علیہ السلام کی برکت کا مصداق بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون ہو سکتا ہے' بلکہ بموجب توریت عبرانی بہت فضیلت کا بھی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پیش گوئی فرماتے ہیں:

بشارت سوم۔ زبور پینتالیسویں باب میں داؤد علیہ السلام بطریق پیشین گوئی فرماتے ہیں:

"میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے۔ میں ان چیزوں کو' جو مجھ کو بادشاہ کے حق میں بتائی ہیں' بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے تو حسن میں (یعنی اے آنے والے)

بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطف بٹھایا گیا ہی' اس واسطے کہ خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔ اے پہلوان اپنی تلوار کو' جو تیری حشمت اور بزرگواری کی ہے' حمائل کر کے اپنی ران پر لگا اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کے واسطے اقبال مندی سے آگے بڑھ اور تیرا دہنا ہاتھ تجھ کو بہت کام سکھلائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں' لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔ تیرا تخت اے خدا ابد الآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا اسی کا عصا ہے۔ تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسلح کیا۔ تیرے سارے لباس سے مرادر' عود اور تج کی خوشبو آتی ہے کہ جس سے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان انہوں نے تجھ کو خوش کیا ہے۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت کرنے والیوں میں ہیں۔ ملکہ آوفیر کی سونے سے آراستہ ہو کے تیرے دہنے ہاتھ کھڑی ہے۔ اے بیٹے (حضرت داؤد علیہ السلام اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو بہ نسبت آنے والے نبی کے وصیت فرما رہے ہیں۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ) سن لے اور سوچ اور اپنے کان ادھر لگا اور اپنے لوگوں اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا تاکہ بادشاہ تیرے (یہاں لفظ تیرے کا غلط معلوم ہوتا ہے بلکہ لفظ اس کے چاہیے تاکہ مضمون خبط نہ ہو) جمال کا نپٹ مشتاق ہو کہ وہ تیرا (یہاں بھی تیرا کی جگہ اس کے چاہیے یا یوں سمجھنا چاہیے کہ دونوں جگہ بطریق صنعت التفات کے داؤد علیہ السلام آنے والے بادشاہ کا ذکر بصیغہ غائب بیان کرتے ہیں اور کہیں خود بادشاہ کو مخاطب بنا کر۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ) خداوند ہے' تو اسے سجدہ کر اور صور کے بیٹے ہدیہ لائیں گے' قوم کے دولت مند بڑی خوشامد کریں گے' شاہزادی گھر کے اندر کل جلوہ گر ہے' اس کا لباس سراسر تاش کا ہے۔ وہ سوزنی کپڑے پہن کر بادشاہ کے پاس لائی جاتی ہے۔ کنواری عورتیں' جو اس کی سہیلیاں ہیں' اس کے پیچھے پیچھے تیرے پاس پہنچائی جاتی ہیں۔ وہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہیں۔ تیرے بیٹے تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انہیں تمام زمین کے سردار مقرر کرے گا۔ میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا' پس سارے لوگ ابد الاباد تیری ستائش کریں گے"۔

اور تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ داؤد علیہ السلام کی اس پیشین گوئی میں مراد آنے والے بادشاہ سے' وہ نبی مراد ہیں جن کا ظہور بعد زمانہ داؤد علیہ السلام کے داؤد علیہ السلام کے نزدیک

بموجب الہام یا وحی کے ہونے والا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسا نبی' جو صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو' یہود کے نزدیک اب تک ظہور پذیر نہیں ہوا۔ البتہ نصاریٰ اس پیشین گوئی کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور پہلے پچھلے تمام مسلمانوں کے نزدیک اس پیشین گوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر غور طلب یہ امر ہے کہ یہ صفات' جن کا ذکر اس پیشین گوئی میں ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں علیٰ وجہ الکمال پائی جاتی ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جب ہم نے غور کیا تو وہ صفات یہ ہیں' جن صفات کاملہ کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی کسی بھی پیغمبر میں' جو بعد داؤد علیہ السلام کے آئے' اگر دکھا سکے' میدان میں آئے اور دکھادے' لو ہم تو علیٰ وجہ الکمال ان تمام اوصاف کو حضور میں بالتصریح دکھائے دیتے ہیں۔ دیکھو جتنے صفات اس پیشین گوئیوں میں ہیں' ان کا خلاصہ یہ ہے:

صفت اول: اس آنے والے بادشاہ کا صاحب حسن و جمال اور حسن و جمال میں افضل البشر بابرکت ہونا ہے۔ اور دوسری صفت: اس کے ہونٹوں کا لطف و مہربانی سے بھرا ہونا اور تیسری صفت: تلوار کے ساتھ اپنے آپ کو مزین کر کے سوار ہونا۔ چوتھی صفت: صداقت اور نرمی کے ساتھ آگے بڑھنا۔ پانچویں صفت: دہنے ہاتھ سے بہت کام کرنا۔ چھٹی صفت: تیز تیر رکھنے والا ہونا جو دشمنوں کے لگنے والے ہیں۔ ساتویں صفت: حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں' اے خداوند یعنی اے آنے والے نبی تیرا تخت ابد الاباد رہنے والا ہے۔ تیری لکڑی بعینہ خدا کی لکڑی ہے۔ آٹھویں صفت میں فرماتے ہیں' اے آنے والے تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے' اسی واسطے تیرے خدا نے بہ نسبت تیرے مصاحبوں یعنی دوسرے نبیوں کے تجھ کو خوشی یعنی کامیابی کے تیل سے زیادہ حصہ ملا ہے۔ نویں صفت: اے آنے والے' تیرے سارے لباس سے مراور' عود اور تج کی خوشبو آتی ہے۔ دسویں صفت: بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت کرنے والی ہوں گی یعنی تیری لونڈی بن کر خدمت کریں گے۔ بادشاہ تیری خدمت میں تحفے بھیجیں گے۔ الیٰ آخرہ۔

سابقہ انبیاء کی پیش گوئیاں احادیث رسول کی روشنی میں:

اب ان احادیث صحیحہ کو' جو بہت سی سندوں سے مروی ہیں' ملاحظہ کیجئے اور صفات مذکورہ بالا کے ساتھ مطابق کر کے دیکھئے کہ یہ تمام صفات علیٰ وجہ الکمال آنحضرت میں پائی جاتی ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام میں۔ صفحہ ۲ ''شمائل ترمذی'' میں ہے' جس سے آپ کا حسین ترین مخلوقات ہونا ظاہر ہے۔

عن جابر بن سمرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

في ليلتہ اضحیان و علیہ حلہ حمراء فجعلت انظرالیہ و الی القمرفلہو عندی احسن من القمر۔ وعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابیض کانما صیغ من فضتہ وعن حسن بن علی قال سالت خالی ہند (ہو ابن خدیجہ الکبری ربیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ابن ابی ہالتہ و کان وصافا عن حلیتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتہی ان یصف الی شیئا اتعلق بہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخما مفخما یتلالا وجبہہ تلالو القمرلیلہ البدراطول من المرلوع واقصرمن المشذب عظیم الہامتہ رجل الشعران الفرقت عقیقتہ فرق والا فلا یجاوز شعرہ شحمتہ اذنیہ اذاہو وفرہ ازہراللون واسع الجبین انج الحواجب سوابغ من غیرقرن بینہما عرق یدر الغضب اقنی العرنین لہ نوریعلوہ یحسبہ من لم یتاملہ اشم کث اللحیہ سہل الخدین ضلیع الفم مفلح الاسنان دقیق المسربہ کان عنقہ جید دمیہ فی صفاء الفضہ معتدل الخلق بادن متماسک سواء البطن والصدر عریض الصدر بعید ما بین منکبین ضخم الکرادیس انورالمتحرد موصول ما بین اللبہ والسرہ بشعریجری کالخط عارالثدیین والبطن مما سوی ذالک اشعرالذراعین والمنکبین واعالی الصدرطویل الزندین رحب الراحتہ شثن الکفین والقدمین سائل الاطراف او قال شائل الاطراف خمصان الاخمصین مسیح القدمین ینبو عنہما الماء اذا زال زال قلعا یخطو تکفا و یمشی ہونا ذریع المشیہ اذا مشی کانما یحط من صبب واذا التفت التفت جمیعا خافض الطرف نظرہ الی الارض اکثرمن نظرہ

الی السماء جل نظرہ الملاحظہ یسوق اصحابہ یبدء من لقی بالسلام۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں' میں نے چاندنی رات کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے دیکھا' کبھی میں آپ کے رخ انور کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کو مگر میری نگاہ میں چاند نہیں سماتا تھا اور چہرۂ انور اس سے بہتر نظر آتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ" فرماتے ہیں' آپ کا جسم اطہر ایسا گورا چٹا تھا جیسے چاندی سے ڈھلا ہوا ہو۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ کے بیان میں ماہر تھے اور مجھ کو آپ کے حلیہ کے سننے کا شوق تھا' جب حضور کے حلیہ سے سوال کیا تو فرمایا کہ آپ صاحب عظمت تھے' جس کا اثر دوسروں پر پڑتا تھا۔ آپ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا قد مبارک میانہ قد سے کچھ دراز تھا مگر بہت لمبا نہ تھا۔ سر مبارک بڑا تھا۔ بال سیدھے تھے' اگر شانہ سے چیرے جاتے تو جدا جدا ہو کر لمبے ہو جاتے ورنہ کانوں کی لو سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پیچیدہ یعنی پر شکن تھے نہ کہ مثل حبشیوں کے گھونگریالے۔ جب شانہ کیا جاتا کانوں سے نیچے تک آجاتے جس کو عربی میں جمہ کہتے ہیں اور کبھی کندھے کے قریب پہنچ جاتے جن کو لمہ کہتے ہیں ورنہ شکن کھا کر کانوں کی لو تک رہتے' جن کو وفرہ کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے بیان رواۃ میں اختلاف ہے۔ کسی نے کہا وفرہ تھے' کسی نے کہا جمہ یا لمہ تھے۔ رنگ گورا بہت کھلا ہوا تھا۔ پیشانی فراخ تھی۔ دونوں ابرو پورے مثل کمان کے تھے جن کے بیچ میں نورانی رگ تھے۔ جو غصہ کے وقت ابھر آتے تھے۔ بنی مبارک لمبی اور پتلی' درمیان سے ذرا نیچی تھی مگر نیچائی میں ایسا نور چمکتا تھا کہ نہ جاننے والے جانیں کہ بیچ سے اونچی ہے۔ ریش مبارک کے بال گھنے تھے' جن سے خط بھرا ہوا تھا۔ رخسار سے ہلکے صاف اور دہن مبارک کشادہ' دندان مبارک چھدرے' سینہ مبارک پر باریک بال' گردن مبارک تصویر کی سی گردن مثل چاندی کی صاف اور ہر عضو مبارک اعتدال پر تھا۔ جسم مبارک بھرا ہوا اور گٹھا ہوا تھا۔ سینہ اور شکم مبارک برابر تھا مگر سینہ مبارک کشادہ اور چوڑا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان بوجہ فراخی کے بعد تھا اور تمام اعضا کے جوڑ بھاری اور مضبوط تھے۔ جسم مبارک کی نورانیت کپڑوں میں سے چمکتی تھی۔ ہانس سے ناف تک بالوں کی ملی ہوئی مثل خط کے چھڑی تھی۔

دونوں چھاتی اور پیٹ بالوں سے صاف تھے۔ بازو اور کندھوں پر بیشک بال تھے۔ سینہ برابر اور ابھرا ہوا تھا۔ بازو لمبے تھے۔ ہتھیلی چوڑی اور بھاری تھی اور دونوں قدم شریف بھاری اور چھوٹے تھے۔ انگشت مبارک لمبی تھیں اور دونوں تلوے اٹھے ہوئے اور اول آخر حصہ قدم کا زمین سے لگتا ہوا' جس سے پسینہ اکثر جاری رہتا تھا۔ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے اور قدم جما کر رکھتے تھے۔ آہستہ چلتے تھے اور قدم کشادہ رکھتے تھے گویا اوپر سے نیچے اترتے ہیں اور کسی کی طرف التفات فرماتے تو ہمہ تن اس کی طرف ہو جاتے۔ نگاہ مبارک اکثر نیچے زمین کی طرف رہتی تھی بہ نسبت اوپر دیکھنے کے۔ اکثر راستہ میں کن اکھیوں سے دیکھتے تھے نہ گھور کر۔ اصحاب کرام کے ساتھ چلتے اور جو ملتا اس کو اول السلام علیک فرماتے۔

اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے: قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا واحسنھم خلقا لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر۔ (ترجمہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش خلق تھے۔ نہ بہت لمبے تھے نہ پستہ قد۔

صفت دوم: آپ کے لب مبارک اس درجہ لطف و مہربانی سے بھرے ہوئے تھے کہ آپ کی ایک ایک بات امت کے حق میں لطف و مہربانی سے بھری ہوئی ہے۔ دیکھو

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء وقال صلی اللہ علیہ وسلم المومن من یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ وقال صلے اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا وعن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ان رجلا قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیک ان لی قرابہ اصلھم ویقطعوننی واحسن الیھم ویسیئون الی واحلم عنھم ویجھلون علی فقال لئن کنت کما قلت

فکانما تسفهم المل و لا یزال معک من اللہ ظهیر علیہم ما دمت علی ذالک رواہ مسلم و عنہ قال رجل یا رسول اللہ من احق بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک و فی روایتہ قال امک ثم امک ثم امک ثم اباک ثم ادناک ثم ادناک وادناک متفق علیہ و قال صلی اللہ علیہ و سلم رغم انفہ رغم انفہ رغم انفہ قیل من یارسول اللہ صلی اللہ علیک قال من ادرک والدیہ عند الکبر احدھما او کلاھما ثم لم یدخل الجنہ رواہ مسلم و قال صلی اللہ علیہ و سلم من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ ھل یشتم الرجل والدیہ قال نعم یسب ابا الرجل فیسب اباہ و یسب امہ فیسب امہ متفق علیہ و قال صلی اللہ علیہ و سلم ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و واد البنات ومنع وھات و کرہ لکم قیل وقال و کثرہ السوال و اضاعتہ المال متفق علیہ و قال صلی اللہ علیہ و سلم ان من ابر البر صلہ الرجل اھل ودابیہ بعد ان توفی رواہ مسلم و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم المسلم اخو المسلم لا یظلمہ و لا یسلمہ و من کان فی حاجتہ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ و من فرج عن مسلم کربتہ فرج اللہ عنہ کربتہ من کربات یوم القیامتہ و من ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامتہ متفق علیہ و قال علی اللہ علیہ و سلم بحسب امرء من الشران یحقر اخاہ المسلم و قال صلی اللہ علیہ و سلم لا یدخل الجنہ من لا یامن جارہ بوائقہ رواہ مسلم و قال صلی اللہ علیہ و سلم قال اللہ تعالی وجبت محبتی للمتحابین فی و للمتجالسین فی و للمتزاورین فی رواہ مالک فی الموطا۔

نبی کریم کے اوصاف احادیث نبوی میں:

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم کرنے والوں پر اللہ رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو' تم پر وہ رحم کرے گا جس کی حکومت آسمانوں میں ہے اور فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی کے لیے وہ دوست رکھے جو اپنے واسطے رکھتا ہے اور فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' جس نے آدمیوں کا شکر نہ کیا' وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلے اللہ علیکَ میرے رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے سلوک اور میل جول کرتا رہتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق ہی کرتے رہتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا رہتا ہوں اور وہ برائی کرتے رہتے ہیں۔ میں بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ جہالت سے۔ فرمایا اگر ایسا ہی ہے' جیسا تم کہتے ہو تو تم ان کے منہ میں بھوبھل ڈال رہے ہو اور ہمیشہ تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے مددگار ہے جب تک تم اس پر قائم ہو۔ یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ہی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیک زیادہ حقدار میرے سلوک کا کون ہے۔ فرمایا تیری ماں۔ عرض کی پھر کون۔ فرمایا تیری ماں۔ عرض کی پھر کون۔ فرمایا تیری ماں۔ عرض کیا پھر کون۔ فرمایا تیرا باپ' پھر جو قریب تر رشتہ دار ہو' پھر جو قریب تر رشتہ دار ہو' پھر جو قریب تر ہو۔ یہ حدیث مرویہ بخاری و مسلم ہے اور تین دفعہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' گرد آلود ہو ناک اس کی۔ عرض کیا گیا کس کی۔ فرمایا' جس نے اپنے والدین کو یا ایک کو بوڑھا پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔ اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' کبیرہ گناہوں سے ہے اپنے ماں باپ کو گالی دینا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا' ہاں۔ فرمایا' دوسرے کے باپ کو جب کسی نے گالی دی اور اس نے اس کے جواب میں اس کے باپ کو گالی دی تو اس نے ہی اپنے باپ کو گالی دی۔ ایسے ہی جب تم نے کسی کی ماں کو گالی دی' پھر اس نے تمہاری ماں کو گالی

دی تو حقیقتاً تم نے ہی اپنی ماں کو گالی دی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' بیشک اللہ نے حرام کیا ہے ماؤں کی نافرمانی کو اور لڑکیوں کے زندہ دفن کرنے کو اور دوسروں سے مانگنے اور خود بخیلی کرنے اور نہ دینے سے اور مکروہ ہے اللہ کے نزدیک قیل و قال اور کثرت سوال اور ضائع کرنا مال کا۔ یہ حدیث بھی متفق علیہ بخاری و مسلم ہے اور مسلم میں ہے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' بعد مرجانے اپنے باپ کے' باپ کے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا بڑھ کے صلہ رحمی ہے اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے اور اس کی صحت و سلامتی زائل نہ کرے اور جو کسی مسلمان کی حاجت میں رہتا ہے' اللہ جل شانہ' اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو مسلمان کسی کی کوئی سختی دور کردے' اللہ اس کی سختی قیامت کی سختیوں سے دور کرے گا اور جو مسلمان کے عیب چھپائے' قیامت کے دن خدا اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور کافی ہے آدمی کو اتنی شرارت کہ اپنے مسلم بھائی کو نظر حقارت سے دیکھے اور اس کی تحقیر کرے اور نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص' جس کے شر سے پڑوسی مامون نہ ہوں۔ اور موطا امام مالکؒ میں ہے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جو دو شخص میرے واسطے آپس میں محبت رکھیں یا میرے واسطے مل کر بیٹھیں یا میرے واسطے آپس میں ملیں' ان سے محبت رکھنا میں نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے۔

اہل ایمان کے لیے خصوصی احکامات:

بطریق نمونہ یہ تو وہ احکام تھے جن کا تعلق بادشاہ سے ادنیٰ غریب تک تھا اور جو تعلق سیاست مدن سے رکھتے تھے اور آپ کی مہربانی اور آپ کے مہربانی اور لطف کے بھرے ہوئے ہونٹوں سے ٹپکے۔ اب مشتے نمونہ از خروارے کچھ وہ احکام الطاف و شفقت بھی سن لیجئے جو ہمارے دین و دنیا کی بہتری کے واسطے آپ کی مہربانی بھرے ہونٹوں سے نکلے۔ سنو اور بغور سنو اور ان پر عمل کرکے بہبودی دین و دنیا حاصل کرو اور غور سے دیکھو کہ آپ کے لب مبارک کس درجہ لطف و مہربانی سے بھرے ہوئے تھے۔

اخرج العلامته ولی الدین فی المشکوه بروایته النسائی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للمومن علی المومن

ست خصال یعود ہ اذا مرض و یشھدہ اذا مات و یجیبہ اذا دعاہ
و یسلم علیہ اذا لقیہ و یشمتہ اذا عطس و ینصح لہ اذا غاب او
شھد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یسلم الراکب
علی الماشی و الماشی علی القاعد و القلیل علی الکثیر
متفق علیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان اولی
الناس من بدا بالسلام رواہ احمد و الترمذی و ابو داو د عن جریر
ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم مر علی نسوہ فسلم علیھن
عن انس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مر علی
غلمان فسلم علیھم متفق علیہ عن علی رضی اللہ عنہ
یجزی عن الجماعتہ اذا مروان یسلم و یجزی عن الجلوس ان
یرد احدھم رواہ البیھقی و ابو داو د و قال رفعہ حسن بن علی
عن رجل قال حدثنی ابی عن جدی قال بعثنی ابی الی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فقال ائتہ فاقراہ منی السلام قال
فاتیتہ فقلت ابی یقرئک السلام فقال علیک و علی ابیک
السلام رواہ ابو داو د عن ابی ھریرہ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و سلم قال لا خیر فی الجلوس فی الطرقات الا لمن ھدی
لسبیل و رد التحیتہ و غض البصر و اعان علی الحمولتہ رواہ
فی شرح السنتہ و عن ابی سعید الخدری قال اتانا ابو موسی
قال ان عمرؓ ارسل الی ان اتیہ فاتیت بابہ فسلمت ثلثا فلم یرد
علی فرجعت فقال ما منعک ان تاتینا فقلت انی اتیت
فسلمت علی بابک ثلثا فلم تردوا علی فرجعت و قد قال لی
النبی صلی اللہ علیہ و سلم اذا استاذن احدکم ثلثا فلم یوذن
لہ فلیرجع فقال عمر اقم علیہ البینہ قال ابو سعید فقمت
معہ فذھبت الی عمر فشھدت متفق علیہ عن جابر قال اتیت

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی دین کان ذاعلی ابی فدققت الباب فقال من فقلت انافقال انا انا کانہ کرھہا عن عطاء ان رجلا سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال استاذن علی امی فقال نعم فقال الرجل انی معہا فی البیت فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم استاذن علیہا فقال الرجل انی خادمہا فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم استاذن علیہا اتحب ان تراھا عریانہ قال لا قال فاستاذن علیہا رواہ مالک عن عبداللہ بن عمران رجلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف متفق علیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبدوا الیہود والنصاری بالسلام واذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ مسلم وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا سلم علیکم اھل الکتاب فقولوا وعلیکم متفق علیہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والجلوس بالطرقات فقالوا یا رسول اللہ ما لنا من مجالسنا بد نتحدث فیہا قال فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقہ قالوا وما حق الطریق یا رسول اللہ صلی اللہ علیک قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنہی عن المنکر متفق علیہ وفی روایتہ ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ وارشاد السبیل وفی روایتہ بن عمر قال وتعینوا الملھوف وتھدوا الضال وقال صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبھوا بالیہود ولا بالنصاری فان تسلیم الیہود الاشارہ بالاصابع وتسلیم النصاری الاشارہ بالاکف رواہ

الترمذی-وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلتم بیتا فسلموا علی اهله واذا خرجتم فاودعوا اهله بسلام وقال صلی الله علیه وسلم تمام التحیه المصافحته والسلام قبل الکلام-وقال صلی الله علیه وسلم تصافحوا یذهب الغل و تهادوا تحابو تذهب الشحناء رواه مالک-

باب القیام للتعظیم او للمحبه للقادم-عن عائشه رضی الله عنها قالت ما رایت احدا کان اشبه سمتا و هدیا و ولا وفی روایته حدیثا و کلاما برسول الله صلی الله علیه وسلم من فاطمته کانت اذا دخلت علیه قام الیها فاخذ بیدها فقبلها واجلسها فی مجلسه (ای محبته)

وکان اذا دخل علیها قامت الیه فاخذت بیده فقبلته واجلسته فی مجلسها رواه ابو داود وعن ابی سعید الخدری قال لما نزلت بنو قریظه علی حکم سعد بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم الیه وان قریبا منه فجاء علی حمار فلما دنا من المسجد قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للانصار قوموا الی سیدکم متفق علیه وعن ابی هریره قال کان رسول الله صلے الله علیه وسلم یجلس معنا فی المسجد یحدثنا فاذا قام قمنا قیاما حتی نراه قد دخل بعض بیوت ازواجه رواه البیهقی فی شعب الایمان-

باب منع الوقوف بین ایدی الامراء کما یقومون الاعاجم-عن ابی امامته قال خرج رسول الله صلے الله علیه وسلم متکئا علی عصا فقمنا له (ای باراده الوقوف کما یدل علیه سیاق الحدیث و یفسره الحدیث الاتی) لئلا تتمنا قض الاحادیث فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضهم

بعضا رواه ابوداود وعن معاويتهؓ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سره ان یتمثل له الرجال قیاما فلیتبوا مقعده من النار رواه الترمذی وابوداود وعن انس ؓ قال لم یکن شخص احب الیهم من رسول الله صلی الله علیه وسلم وکانوا اذا راوه لم یقوموا (اے باراده الوقوف) لما یعلمون من کراهته لذالک رواه الترمذی. وقال هذا حدیث حسن صحیح ویمکن لن یکون المراء من کراهته من القیام لما یقوم رسول الله صلے الله علیه وسلم بارادہ الرجوع کما اخرج ابوداود عن ابی الدرداء رضی الله عنه قال کانَ رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا جلس وجلسنا حوله فقام فاراد الرجوع نزع نعله او بعض مایکون علیه فیعرف ذالک اصحابه فیثبتون.

علامہ ولی الدین مشکوۃ میں تخریج فرماتے ہیں' نسائی شریف سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' ہر مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔ جب وہ بیمار ہو' اس کی عیادت کرنا اور جب وہ مرے اس کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونا اور جب وہ بلائے اور دعوت کرے اس کو قبول کرنا اور جب اس سے ملے سلام مسنون کرے اور جب وہ چھینکے اور الحمدللہ کہے رحمک اللہ کے ساتھ اس کا جواب دے اور حاضر و غائب اس کا خیرخواہ رہے۔ اور بخاری و مسلم میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' سوار کو چاہیے کہ پیدل چلنے والے مسلمانوں کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو اور مسند احمد اور ترمذی اور ابوداؤد میں ہے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' بہترین آدمیوں کا وہ ہے جو اول مسلمانوں کو سلام مسنون کرے اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی جماعت پر جو گزرے تو آپ نے ان کو سلام کیا اور ایسے ہی لڑکوں کو جب ان پر آپ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا راستے چلتی جماعت میں سے ایک آدمی اگر سلام مسنون کرے تو سب بری ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر مجلس میں ایک آدمی جواب سلام کا دے دے تو سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی اور ابوداؤد نے اور مرفوع کر کے روایت کیا ہے اس حدیث کو

حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے' وہ ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا مجھے میرے
باپ نے کہا اور میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ نے
مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا
سلام عرض کر دینا۔ میں نے ایسا ہی کیا تو حضور نے اس کے جواب میں فرمایا علیک وعلیٰ ابیک
السلام۔ یہ حدیث ابوداؤد سے مروی ہے اور شرح السنتہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے' وہ فرماتے ہیں فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شاہراہ عام پر بیٹھنے میں بھلائی
نہیں ہے مگر اس شخص کو جو راستہ چلنے والوں کو عندالضرورت راہ بتا دے اور جو کوئی سلام علیک
کرے اس کا جواب دے اور لغویات اور مستورات کے دیکھنے سے نگاہ نیچی رکھے اور جس بوجھ
والے کو ضرورت پڑے اس بوجھ کے اٹھانے میں' اس کی اعانت کرے اور اٹھوا دے اور بخاری
شریف اور مسلم شریف میں ہے' حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس
ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بلایا
تھا۔ میں نے ان کے دروازہ پر حاضر ہو کر تین بار السلام علیک کہا مگر مجھ کو کچھ جواب نہ ملا۔ میں
واپس چلا گیا۔ پھر جب ملاقات ہوئی تو فرمایا تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے۔ میں نے عرض کیا'
میں حاضر ہوا تھا مگر میں نے (باواز بلند) تین بار السلام علیک کہا۔ جب جواب نہ ملا' میں واپس چلا
گیا۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تین بار کسی کے دروازہ پر تم
سے کوئی السلام علیک کے ساتھ اذن طلب کرے اور اس کو کچھ جواب نہ ملے' چاہیے کہ وہ واپس
چلا جائے۔ لہٰذا حضرت عمر نے فرمایا کہ اس حدیث کی صداقت پر گواہ لاؤ۔ یہ سن کر ابوسعید فرماتے
ہیں کہ میں ان کے ساتھ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اس حدیث کی صحت پر
گواہی دی اور نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے موطا امام مالک رحمہ اللہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میرے والد کے ذمہ جو قرض تھا' اس کے متعلق حضور سے کچھ بات کرنے کو میں
نے در اقدس پر حاضر ہو کر جب دروازہ کھٹکھٹایا' آپ نے فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا' میں
ہوں۔ اس میرے کہنے سے کراہت ظاہر فرمائی اور فرمایا میں میں۔ یعنی تم کو اپنا نام بتانا تھا جواب
میں' میں نہ کہنا چاہیے۔ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جاؤں جب بھی اجازت طلب کر کے جاؤں۔ فرمایا ہاں۔ عرض
کیا' حضور میری اور میری ماں کی خواب گاہ ایک ہی ہے' پھر بھی اذن طلب کرنے کی ضرورت

ہے۔ فرمایا' ہاں اذن کی ضرورت ہے۔ عرض کی' حضور میں تو ماں کا خادم ہوں۔ فرمایا ضرور اذن طلب کر کے پھر مکان میں داخل ہو۔ کیا تو چاہتا ہے کہ ماں کو برہنہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا' نہیں۔ فرمایا' بس پھر اذن طلب کر کے جا۔ صحیحین میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' کونسا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام کی باتوں سے کونسی بات بہتر ہے۔ فرمایا اول بات کھانا کھلایا کر اور جس مسلمان سے ملاقات کرے تو اس سے السلام علیک کہہ کر مل' خواہ اس سے تیری معرفت سابقہ ہو' خواہ نہ ہو۔ اور مسلم شریف میں ہے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کو تم سلام نہ کرو اور ان میں سے جب کوئی تم کو راستہ میں مل جائے تو سیدھے چلتے رہو اور ان کو تنگ راستہ کی طرف مجبور کر دو اور صحیحین میں ہے جب اہل کتاب تم کو سلام علیک کریں تو جواب میں فقط وعلیکم کہہ دو۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' بچو تم راستوں پر بیٹھنے سے۔ اصحاب کرام نے عرض کیا' بر سر راہ جو ہماری نشست گاہ ہیں وہاں بیٹھنے کے سوا ہمیں کوئی چارہ نظر نہیں۔ وہاں بیٹھ کر ہم ضروری بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا' وہاں بیٹھنے کے سوا جب کوئی چارہ نہیں تو راستہ کا حق ادا کرتے رہو۔ عرض کیا' حضور راستہ کا کیا حق ہے۔ فرمایا نامحرموں سے اور بری باتوں سے نیچی نگاہ رکھنا اور ایذا کی چیز راستہ سے دور کرنا۔ سلام کا جواب دینا' بھلی بات کا حکم کرنا' بری بات سے منع کرنا اور ایک روایت میں ہے بھولے بھٹکے کو راستہ بتا دینا اور عاجز کی مدد کرنا اور بھولے ہوئے کو منزل تک پہنچا دینا اور ترمذی شریف میں ہے' فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' جو شخص ہمارے غیروں کے ساتھ مشابہت حاصل کرے' وہ ہم سے نہیں ہے۔ مت مشابہت حاصل کرو یہود اور نصاریٰ کے ساتھ (یعنی انگلیوں اور ہتھیلیوں کے ساتھ سلام نہ کرو) اس لیے کہ سلام یہود کا انگلیوں کے اشارہ سے ہوتا ہے اور سلام نصاریٰ کا ہتھیلی کے اشارہ سے۔

غیروں کی اتباع نہ کرو:

جب سلام تک میں جو ادنیٰ سی مشابہت ہے' حضور نے مشابہت کفار کو پسند نہ فرمایا تو لباس میں خواہ وہ ٹوپی ہو یا کوٹ پتلون یا بوٹ سوٹ مشابہت کفار کب جائز ہو سکتی ہے' جیسے آج کل کے گمراہ مولوی (یا علماء سوء) منہ سے کہہ رہے ہیں اور رسالوں میں لکھ رہے ہیں۔ اسی بنا پر ملا علی

قاری رحمہ اللہ نے پارسیوں کی ٹوپی پہننے کو شرح فقہ اکبر میں محیط وغیرہ کتب معتبرہ سے کفر لکھا ہے۔

اور فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو اور جب وہاں سے رخصت ہو تو سلام کر کے اور بعد سلام کے آتے جاتے وقت مصافحہ بھی کرو۔ اس سے رنجش باہمی دل سے نکل جائے گی اور آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے رہا کرو' اس سے باہمی محبت پیدا ہوگی اور دل سے کینہ جاتا رہے گا۔ یہ حدیثیں موطا امام مالکؒ کی ہیں۔

قیام تعظیمی اور قیام محبت:

ابوداؤد میں ہے' حضرت صدیقہ فرماتی ہیں' آنحضرت کے ساتھ چال ڈھال انداز میں اور بات چیت میں زیادہ تر مشابہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتیں' آپ بتقاضائے محبت کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ چوم کر اپنی جگہ بٹھالیتے۔ ایسے ہی جب حضور ان کے پاس تشریف لاتے' وہ تعظیماً کھڑی ہو جاتیں اور حضور کے دست مبارک چوم کر آپ کو اپنی جگہ بٹھالیتیں۔

اور صحیحین میں ہے' ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضور سے امن لے کر اپنے معاملہ میں حضرت سعد کے حکم پر راضی ہو کر حضور کی خدمت میں آگئے' حضرت سعد قریب ہی بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کو جب بلایا' وہ گدھے پر سوار ہو کر خدمت اقدس میں جب حاضر ہوئے' آپ نے انصار کو فرمایا اپنے سردار کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاؤ اور شعب الایمان بیہقی میں ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سردار عالم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھ کر باتیں فرماتے رہتے۔ جب آپ تشریف بری کے ارادے سے کھڑے ہوتے' ہم کھڑے ہو جاتے اور جب تک ہم یہ نہ دیکھ لیتے کہ حضور کسی ازواج مطہرات کے حجرہ میں داخل ہو گئے' ہم تعظیماً کھڑے رہتے۔

امراء کے سامنے کھڑے ہونے کی ممانعت:

ابوداؤد میں ہے' حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ عصاء مبارک پر ٹیکی لگائے ہوئے حضور ہماری طرف تشریف لائے۔ ہم آپ کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو گئے اس ارادے سے کہ آپ جب آجائیں ہم کھڑے رہیں جیسے اہل عجم کھڑے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا

مثل عجمیوں کے مت کھڑے رہو' جیسے آپس میں ان کے بعض اپنے بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ معنے سیاق حدیث کے بھی مطابق ہیں' اس واسطے کہ مطلقاً قیام جو اہل عرب میں بطریق تعظیم مروج تھا' اس سے منع فرمانا مقصود ہوتا تو قیام کو عجمیوں کے ساتھ مقید کر کے منع نہ فرماتے اور اس تقدیر پر قیام کی حدیثوں کے ساتھ تعارض نہیں ہوتا اور اگلی حدیثیں اس معنیٰ کی تائید بھی کر رہی ہیں۔ چنانچہ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے' جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ میرے سامنے آدمی تصویر کی صورت کھڑے رہیں' وہ اپنی جگہ جہنم سے ڈھونڈ لے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب صحابہ کرام کو کوئی نہ تھا مگر جب وہ آپ کو دیکھتے کھڑے رہنے کے ارادے سے نہیں کھڑے ہوتے تھے' اس واسطے کہ جانتے تھے حضور کو ایسے قیام سے نفرت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ترمذی شریف کی ہے اور اس حدیث کے یہ بھی معنے ہوسکتے ہیں کہ بار بار جب آپ بارادہ واپسی مجلس سے کھڑے ہوتے بار بار نہیں کھڑے ہوتے تھے' چنانچہ مصرح اس معنے کی یہ حدیث ابوداؤد کی ہے۔ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ جب حضور بیٹھتے' ہم حضور کی گردا گرد بیٹھ جاتے۔ پھر جب آپ کسی ضرورت سے بارادہ واپسی کھڑے ہوتے تو نعلین مبارک یا اپنا کوئی کپڑا چھوڑ کر کھڑے ہوتے' جس سے ہم جان لیتے کہ آپ ابھی پھر واپس تشریف لاتے ہیں' لہٰذا ہم بدستور ادب سے ویسے ہی بیٹھے رہتے۔

باب استحباب المعانقته لاظهار المحبه- عن رجل من عنزه انه قال قلت لابی ذر هل كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يصافحكم اذا لقيتموه قال ما لقيته قط الا صافحنی وبعث الی ذات يوم لم اكن فی اهلی فلما جئت اخبرت فاتيته وهو علی سرير فالتزمنی فكان تلك اجود واجود۔

اظہار محبت کے لیے معانقہ کرنا:

ایک شخص قبیلہ عنزہ کے فرماتے ہیں' میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا' کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم سے ملتے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ فرمایا' کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں آپ سے

ملا اور آپ نے مصافحہ نہ فرمایا ہو اور ایک دن مجھ کو طلب فرمایا۔ میں گھر نہ تھا۔ جب میں آیا اور مجھ کو خبر ملی میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ چارپائی پر رونق افروز تھے' پس آپ مجھ سے چمٹ گئے اور یہ امر مصافحہ اور معانقہ سے بھی بڑھ کر ہوا۔

وعن اسید ابن حضیر رجل من الانصار قال بینما هو یحدث القوم وکان فیه مزاح بینما یضحکهم فطعنه النبی صلی الله علیه وسلم فی خاصرته بعود وقال فقال اصبرنی ای اقدرنی وامکننی من القتصاص قال صلے الله علیه وسلم اصطبر ای امکنک المقصاص "سید دیدار علی غفر الله له ولوالدیه ولمشائخه) قال اصطبر قال ان علیک قمیصا ولیس علی قمیص فرفع النبی صلی الله علیه وسلم عن قمیصه فاحتفنه وجعل یقبل کشحه فقال انما اردت هذا یا رسول الله صلی الله علیک رواه ابوداود۔

اور اسید بن حضیر انصاری فرماتے ہیں کہ میں باہم خوش طبعی کی باتیں کر رہا تھا اور لوگوں کو ہنسا رہا تھا کہ ناگاہ حضور نے میرے پہلو میں لکڑی سے کوچہ مارا۔ میں نے عرض کیا' حضور اس کوچہ کا بدلہ لینے پر مجھ کو اجازت دیجئے۔ فرمایا بہت اچھا۔ میں نے عرض کی حضور تو کرتہ پہنے ہوئے ہیں اور میں ننگا تھا۔ آپ نے کرتہ اٹھا دیا اور میں حضور کے جسم اطہر سے جا چمٹا۔ اور میں نے آپ کے پہلوئے مبارک پر بوسے دینے شروع کیے۔

باب جواز تقبیل ایدی وارجل العلماء والصلحاء۔ عن زارع وکان فی وفد عبدالقیس قال لما قدمنا المدینه فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول الله صلے الله علیه وسلم ورجله رواه ابوداود وغیره باجود الاسانید۔

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے:

ابوداؤد میں ہے' حضرت زارع' جو شریک وفد عبدالقیس تھے' فرماتے ہیں' جب ہمارا وفد

مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا ہم سب یکے بعد دیگرے حضور کی خدمت میں اپنے کجاووں سے جھپٹ جھپٹ کر حاضر ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو چومتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد وغیرہ نے معتبر سندوں سے۔

باب عن جابر بن سمره قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى الفجر تربع في مجلسه حتى تطلع الشمس حسناء رواه ابوداود وعن ابي هريره رضي الله عنه قال راى النبي صلى الله عليه وسلم رجلا مضطجعا على بطنه فقال ان هذه ضجعه لا يحبها الله رواه الترمذي وعن جابر قال نهى رسول الله صلے الله عليه وسلم ان ينام الرجل على سطح ليس بمحجوره عليه رواه الترمذي وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير المجالس اوسعها رواه ابوداود وقال صلى الله عليه وسلم اذا كان احدكم في الفى فقلص عنه الظل فصار بعضه في الشمس وبعضه في الظل فليقم رواه ابوداود وزاد في شرح السنه فانه مجلس الشيطان عن ابن عمران النبي صلى الله عليه وسلم نهى ان يمشي يعني الرجل بين المراتين رواه ابوداود وعن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله يحب العطاس ويكره التثاوب فاذا عطس احدكم وحمد الله كان حقا على كل مسلم سمعه ان يقول يرحمك الله فاما التثاوب فانما هو من الشيطان فاذا تثاوب احدكم فليرده ما استطاع فان احدكم اذا تثاوب ضحك منه الشيطان رواه البخاري وفي روايته مسلم فان احدكم اذا قال ها ضحك الشيطان منه وفي روايته اخرى من البخاري فاذا قال له يرحمك الله فليقل يهديكم الله ويصلح بالكم وفي روايته مسلم قال صلى الله عليه وسلم اذا تثاوب احدكم

فلیمسک بیدہ علی فمہ فان الشیطان یدخل وعن ابی ھریرہ
رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذاقام
احدکم عن فراشہ ثم رجع الیہ فلینفضہ بضفتہ ازارہ ثلاث
مرات فانہ لا یدری ما خلفہ علیہ بعدہ فاذا اضطجع فلیقل
باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ فان امسکت نفسی
فارحمھا وان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظہ عبادک
الصالحین فاذااستیقظ فلیقل الحمد للہ الذی عافانی فی
جسدی ورد علی روحی واذن لی بذکرہ رواہ الترمذی وقال
حدیث حسن وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذااستجنح
اللیل اوقال کان جنح اللیل فکفوا اصبیانکم فان الشیاطین
تنشر حینئذ فاذا ذھب ساعہ من العشاء فخلوھم واغلق
بابک واذکراسم اللہ وطفی مصباحک واذکراسم اللہ واوک
سقائک واذکراسم اللہ وخمرانائک واذکراسم اللہ ولو
تعرض علیہ شیئا رواہ البخاری وفی روایتہ لمسلم قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غطواالاناء واوکوالسقاء
واغلقواالابواب واطفواالسراج فان الشیطان لا یحل سقاء
ولا یفتح بابا ولا یکشف اناء فان لم یجد احدکم الا ان یعرض
علی انائہ عوداویذکراسم اللہ فلیفعل فان الفوسیقہ تضرم
علی اھل البیت بیتھم وفی وایہ لہ قال لا ترسلوافواشیکم و
صبیانکم اذا غابت الشمکس حتی تذھب فحمتہ العشاء
فان الشیطان یبعث اذا غابت الشمس حتی تذھب فحمتہ
العشاء وفی روایتہ لہ قال غطواالاناء واوکواالسقاء فان فی
السنتہ لیلہ ینزل فیھا وباء ولا یمربناء لیس علیہ غطاء
وسقاء لیس علیہ وکاء الا نزل فیہ من ذالک الوناء۔

وعن انس كان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتنفس فی الشراب ثلثا متفق علیہ ونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الشرب من فی السقاء متفق علیہ ونہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختناث الاسقیہ وفی روایتہ واختناثہا ان یقلب راسہا ثم یشرب منہ متفق علیہ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نہی ان یشرب الرجل قائما رواہ مسلم وعن ابن عباس قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بدلو من ماء زمزم فشرب وھو قائم متفق علیہ وعن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی رجل من الانصار ومعہ صاحب لہ (ابوبکر) فسلم فرد الرجل وھو یحول الماء فی حائط فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کان عندک ماء بات فی شنتہ والا کرعنا فقال عندی ماء بات فی شن فانطلق الی العریش فسکب فی قدح ماء ثم حلب علیہ م واجن فشرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اعاد فشرب الرجل الذی جاء معہ رواہ البخاری وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی یشرب فی انیتہ الفضہ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم متفق علیہ وفی روایتہ لمسلم ان الذی یاکل ویشرب فی انیتہ الفضہ والذھب وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تلبسوا الحریر ولا الدیباج ولا تشربوا فی انیتہ الذھب والفضہ ولا تاکلوا فی صحافہا فانہا لہم فی الدنیا (ای الفانیتہ) وھی لکم فی الاخرہ (الباقیہ) متفق علیہ وعن سہل بن سعد قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فشرب منہ وعن یمینہ غلام اصغر القوم والاشیاخ عن یسارہ فقال یا غلام اتاذن لی ان اعطی الاشیاخ فقال ما کنت لاوثر بفضل

منك احدا یا رسول اللہ فاعطاہ ایاہ متفق علیہ وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن شرب من تلمہ القدح وان ینفخ فی الشراب رواہ ابوداود وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا کل احدکم طعاما فلیقل اللھم بارک لنا فیہ واطعمنا خیرا منہ واذا سقی لبنا فلیقل اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ فانہ لیس شی یجزی من الطعام والشراب الا اللبن رواہ الترمذی و ابوداود۔

حضور مجلسی آداب کی تربیت دیتے ہیں:

اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ بعد نماز فجر اچھی طرح آفتاب کے روشن ہونے تک اپنی نماز کی جگہ چار زانو بیٹھے رہتے تھے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین نشست گاہ نشست گاہوں سے وہ ہے جس میں آنے والوں کو گنجائش دی جائے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی سایہ میں بیٹھا ہو اور سایہ اس سے ہٹ جائے' اس کو چاہیے وہاں سے کھڑا ہو جائے اور آدھا دھوپ میں اور آدھا سایہ میں نہ بیٹھے۔ شرح سنہ میں بہ نسبت ابوداؤد اتنا زیادہ ہے کہ آدھا سایہ آدھا دھوپ میں بیٹھنا شیطان کی نشست گاہ ہے یعنی موجب مرض ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' منع فرمایا مردوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے بیچ میں چلنے سے اور ترمذی شریف میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ایک شخص کو پیٹ کے بل اوندھا پڑا ہوا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس طرح لیٹنے کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ایسی چھت پر' جس کی دیواریں نہ بنی ہوں اور صاف ہو' سونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور بخاری شریف میں ہے' فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے' بیشک اللہ دوست رکھتا ہے چھینک کو اور مکروہ رکھتا ہے جمائی کو۔ اس واسطے کوئی تم میں سے چھینکے اور الحمدللہ کہے تو ہر سننے والے پر حق ہے کہ یرحمک اللہ کہے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا تم میں سے کسی کو جب

جمائی آئے' اپنی طاقت کے موافق اس کو روکنا چاہیے' اس واسطے کہ جمائی کی آواز سے شیطان ہنستا ہے (اور نہ روکنے سے بعض اوقات جبڑا اتر جاتا ہے) اور مسلم شریف کی بعض روایت میں ہے کہ جمائی لینے کی آواز سے شیطان ہنستا ہے اور بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے' جب چھینک کے جواب میں کوئی یرحمک اللہ کہے' چھینکنے والے کو چاہیے کہ اس کے جواب میں کہے یھدیکم اللہ و یصلح بالکم۔ اور ایک روایت مسلم میں ہے جمائی کو ہاتھ سے روکنا چاہیے ورنہ داخل ہو جاتا ہے شیطان اور موجب مرض ہو جاتا ہے اور ترمذی شریف کی حدیث حسن ہے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جب تم میں سے کوئی اپنے بستر سے اٹھ کر جائے اور پھر بستر پر آئے' اس کو چاہیے کہ بستر کو تہ بند کے دامن سے تین بار جھاڑ کر لیٹے۔ اس کو کیا خبر ہے کہ اس کے اٹھ جانے کے بعد کوئی ایذا کی چیز بستر پر آ پڑی ہو۔ پھر لیٹ کر چاہیے کہ یہ دعا پڑھے: (جو خطوں کے نیچے ہے) پھر جب جاگے' چاہیے کہ یہ دعا پڑھے جس پر خط کھینچ دیے گئے ہیں۔ اور بخاری شریف میں ہے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' دن چھپنے کے وقت جب رات اپنا بازو پھیلائے' اپنے بچوں کو باہر نہ پھرنے دو' اس واسطے کہ اس وقت شیاطین زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ جب کچھ رات چلی جائے پھر باہر نکلیں تو مضائقہ نہیں اور جب سونے کا وقت آئے بسم اللہ پڑھ کر مکان کا دروازہ بند کر دو۔ ایسے ہی بسم اللہ پڑھ کر چراغ گل کر دو اور بسم اللہ کے ساتھ پانی کی مشکوں کا منہ بند کر دو۔ اور کھانے پینے کے برتن بسم اللہ کہہ کر ڈھانک دو۔ کچھ بھی نہ ملے تو کھانے پینے کے برتن پر لکڑی ہی آڑی رکھ دو اور مسلم شریف کی روایت میں ہے' بعد مضمون مذکورہ بے شک شیطان بند برتن اور مشکیزہ اور دروازے کو نہیں کھولتا ہے اور چراغ جلتا چھوڑ دینے سے فاسق جانور چوہے وغیرہ بتی گھسیٹ کر گھروں میں آگ لگا دیتے ہیں۔

کوئی بے سمجھ یہ خیال نہ کرے کہ آج کل تو بجلی اور لیمپ ہیں' ان کے جلتے رہنے میں کچھ حرج نہیں' اس واسطے کہ بجلی اور لیمپ کے جلتا چھوڑنے میں قطع نظر فضول خرچی سے چراغ سے زیادہ نقصان ہے۔ لیمپ کے تیل میں آگ لگی نہیں بجھتی اور بجلی کا پور زیادہ آ جائے تو ہم نے بمبئی میں مکان گرتا اور اس میں سخت آگ لگتے دیکھی ہے اور ایک روایت میں ہے غروب آفتاب سے اندھیری چھانے تک اپنے جانوروں (مویشیوں) کو بھی باہر نہ نکالو اور ایک روایت میں

ہے کہ برس دن میں ایک رات وبا نازل ہوتی ہے۔ اگر کھلا برتن پاتی ہے اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ صحیحین میں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیا کرتے تھے اور آپ نے مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا اور مشک کا دھانہ لوٹا کر پانی پینے سے بھی منع فرمایا اور مسلم شریف میں ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ مگر بیان جواز کو دوسری روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کو ساتھ لیے ایک انصاری کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے السلام علیک کہا۔ انصاری نے جواب دیا۔ اسی حالت میں کہ وہ اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے' آپ نے فرمایا اگر تمہارے پاس رات کا ٹھنڈا پانی ہے تو لاؤ ورنہ ہم اس بہتے پانی سے منہ ڈال کر ہی پی لیں۔ انصاری نے عرض کیا' رات کا ٹھنڈا پانی موجود ہے۔ پھر وہ اپنے چھپر میں گئے اور پیالے میں ٹھنڈا پانی لے کر اس پر بکری کا دودھ دوہ کر خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے نوش فرمایا' باقی اپنے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جو شخص چاندی کے برتن سے کچھ پئے گا' جہنم کی آگ اس کے پیٹ میں جوش مارے گی اور دوسری روایت میں ہے' سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے کا یہی حکم بیان فرمایا۔

اور دوسری روایت متفق علیہ میں ہے' فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' ریشم اور دیبا مت پہنو اور چاندی سونے کے برتنوں میں نہ کھاؤ پیو' کافروں کے لیے یہ چیزیں فانی دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے یہ نعمتیں آخرت میں عطا کی جائیں گی' اس طرح کہ ہمیشہ باقی رہیں۔ صحیحین میں ہے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ آپ کی دہنی طرف ایک لڑکا تمام حاضرین جلسہ سے کم عمر تھا اور بائیں طرف بڈھے۔ آپ نے (بڈھوں کے مرتبہ کا لحاظ کر کے اگرچہ حقدار دہنی طرف والا ہوتا ہے) فرمایا' اے لڑکے اگر تو اجازت دے تو بچا ہوا پیالہ بڈھوں کو دے دوں۔ لڑکے نے عرض کی' حضور آپ کے جھوٹے تبرک کو سوائے اپنے میں کسی کو دینا نہیں چاہتا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنی طرف والے کو زیادہ حقدار سمجھ کر اسی کو دے دیا اور ابوداؤد میں ہے' حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹے اور پیالے کے ٹوٹے کنارے سے پینے کو اور

پینے کی چیز میں پھونک دینے کو۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جب کھانا کھا چکو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ اللھم بارک لنا فیہ واطعمنا خیرا منہ
اور بعد دودھ پینے کے یہ دعا پڑھے اللھم بارک لنا فیہ و زدنا منہ۔ اس واسطے کہ
سوائے دودھ کے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہو۔

آداب الطعام

عن عمرو بن ابی سلمتہ قال کنت غلاما فی حجر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت تطیش یدی فی الصحفتہ
فقال لی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سم و کل یمینک
و کل مما یلیک متفق علیہ۔ وعن جابر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الرجل بیتہ فذکر اللہ عند
دخولہ و عند طعامہ قال الشیطان (لذریتہ) لا مبیت لکم و لا
عشاء واذا دخل فلم یذکر اللہ عند دخولہ قال الشیطان
(لذریتہ) ادرکتم المبیت واذ لم یذکر اللہ عند طعامہ قال
ادرکتم المبیت والعشاء رواہ مسلم۔ وعن بن عمر قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکلن احد کم بشمالہ
و لا یشربن بھا فان الشیطان یاکل بشمالہ و یشرب بھا رواہ
مسلم وعن کعب بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یاکل بثلاثہ اصابع و یلعق یدہ قبل ان یمسحھا
رواہ مسلم وعن جابر امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بلعق
الاصابع والصحفتہ وقال انکم لا تدرون فی ایتہ البرکہ رواہ
مسلم وعن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ
وسلم ان الشیطان یحضر احد کم عند کل شی من شانہ حتی
یحضرہ عند طعامہ فاذا سقطت من احد کم اللقمتہ فلیمط

ما كان بها من اذى ثم ليا كلها ولا يدعها للشيطان وقال النبى صلى الله عليه وسلم لا اكل متكئا رواه البخارى- وعن قتاده عن انس قال ما اكل النبى صلى الله عليه وسلم على خوان ولا فى سكرجته ولا خبزله مرقق قيل لقتاده على ما يا كلون قال على السفره رواه البخارى- وعن ابى هريره قال ما عاب النبى صلى الله عليه وسلم طعاما قط ان اشتهاه اكله و ان كرهه تركه متفق عليه وكان النبى صلى الله عليه وسلم يحب الحلواء والعسل رواه البخارى وقال صلى الله عليه وسلم ان المومن ياكل فى معى واحد والكافر ياكل فى سبعته امعاء وقال صلى الله عليه وسلم نعم الادام الخل وقال صلى الله عليه وسلم الكماه من المن و مائها شفاء للعمين متفق عليه-

آداب طعام:

عمرو بن ابی سلمہ سے صحیحین میں ہے' وہ کہتے ہیں' میں لڑکپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بیٹھ کر آپ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف پھرتا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میاں بسم اللہ کہہ کر دہنے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھایا کرو یعنی چاروں طرف ہاتھ نہ پھراؤ۔ اور مسلم شریف میں ہے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت ذکر اللہ کرلیتا ہے' ایسے ہی کھانے کے وقت یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا درود شریف پڑھ لیتا ہے' شیطان اپنی ذریات سے کہتا ہے یہاں تم کو کھانا ملے گا نہ شب باشی اور اگر وقت کھانے اور گھر میں جانے کے ذکر اللہ نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے اپنی ذریات سے' یہاں تم کو کھانا اور سونے کی جگہ دونوں مل گئے اور حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ نہ پیو' اس واسطے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں' آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور دھونے پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انگلی اور برتن دونوں کو چاٹنے کا ارشاد فرمایا بن چاٹے فرمایا نہیں معلوم کون سے دانہ میں برکت تھی مبادا وہ گر جائے یا دھل جائے۔ بخاری شریف میں ہے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم نے' تمہاری ہر شے کھانے پینے تک میں شیطان آموجود ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی لقمہ تمہارے ہاتھ سے گرے تو اس کو پونچھ کر صاف کر کے کھالو۔ اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑو اور بخاری میں ہے' فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے' میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا اور نہ چوکی وغیرہ پر کبھی اونچا رکھ کر آپ نے کھانا تناول فرمایا اور نہ آپ نے ذرا ذرا سی پیالیوں میں مختلف کھانے رکھ کر کھائے۔ اس حدیث کے راوی قتادہ رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ پھر کس چیز پر رکھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ فرمایا دسترخوان پر۔ اور صحیحین میں ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' آپ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں فرمایا' جس کو جی چاہتا تناول فرمالیتے اور اگر اس سے طبیعت کراہت کرتی تو چھوڑ دیتے اور آپ میٹھی چیز اور شہد کو زیادہ دوست رکھتے تھے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے' مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے یعنی کم کھاتا ہے اور کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے یعنی بہ مقتضاء حرص کھاتا ہی چلا جاتا ہے اور فرمایا سرکہ اچھی ترکاری ہے یعنی جو ہر وقت بہ آسانی مل جاتی ہے اور فرمایا کھنبی قسم من سے ہے یعنی بے مشقت مل جاتی ہے اور پانی اس کا موجب شفا ہے امراض چشم کے لیے۔

آداب الخلاء

وعن سلمان رضی اللہ عنہ قال نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلتہ لغائط او بول او ان نستنجی بالیمین او ان نستنجی باقل من ثلثتہ احجار او ان نستنجی برجیع او بعظم رواہ مسلم وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبولن احدکم فی حجر رواہ ابو داود والنسائی وقال صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الملاعن الثلاثتہ البزار فی

الموارد وقارعته الطريق والظل رواه ابو داود و ابن ماجته و قال صلى الله عليه وسلم لا يخرج الرجلان يضربان الغائط كاشفين عن عوراتهما يتحدثان فان الله يمقت على ذالك رواه احمد و ابو داود و ابن ماجته و قال صلى الله عليه وسلم ان هذه الحشوش محتضره فاذا جاء احدكم الخلاء فليقل اعوذ بالله من الخبث و الخبائث و قال صلى الله عليه وسلم ستر ما بين اعين الجن و عورات بنى ادم اذا دخل احدهم الخلاء ان يقول بسم الله رواه الترمذى- عن عائشته رضى الله عنها قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا خرج من الخلاء قال غفرانك رواه الترمذى و ابن ماجته و الدارمى وفى روايته قال الحمدلله الذى اذهب عنى الاذى و عافانى و عن عمر قال رانى النبى صلى الله عليه وسلم وانا ابول قائما فقال يا عمر لا تبل قائما رواه الترمذى و عن ابى هريره رضى الله عنه قال كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا اتى الخلاء اتيته بماء فى تور او كوزه فاستنجى ثم مسح يده على الارض ثم اتيته باناء اخر فتوضاء رواه ابو داود و روى الدارمى و النسائى بمعناه-

پاخانہ جانے کے آداب

مسلم شریف میں ہے سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں منع فرمایا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے کہ ہم پیشاب پاخانہ کے واسطے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھیں اور اس امر سے کہ دہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجا کریں اور منع فرمایا گوبر وغیرہ نجس چیز کے ساتھ اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے اور ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوراخ میں کبھی پیشاب نہ کرے۔ دوسری روایت میں ہے مبادا

سوراخ سے کوئی جانور نکل کر تم کو ستائے۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے بچو تین لعنت کیے جانے کی جگہوں سے: مسافروں کے ٹھہرنے کی جگہ اور سایہ کی جگہ اور راستہ میں پاخانہ نہ پھرو ورنہ لوگ لعنت کریں گے اور نیز علاوہ ان کے مسند امام احمد میں بھی ہے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' ایسا نہ کرو کہ باہم برہنہ بیٹھ کر پاخانہ کرنے جاؤ اور باتیں کرتے رہو۔ بے شک اللہ اس حرکت سے عذاب کرتا ہے۔ ترمذی میں ہے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' بے شک نجس جگہ پاخانوں وغیرہ میں خبیث روحیں اور خبیث جن حاضر رہتے ہیں لہٰذا پاخانہ میں جانے کے وقت یہ پڑھ لیا کرو اللھم انی اعوذ بک من الخبث و الخبائث اور اس کے بعد بسم اللہ کہہ کر پاخانے میں جانے سے تمہاری شرم گاہوں اور جنوں کی آنکھوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ ترمذی میں ہے' پاخانہ سے باہر آنے کے بعد حضور فرماتے غفرانک تجھ سے تیری بخشش طلب کرتا ہوں یا اللہ اور ایک روایت میں ہے یہ دعا پڑھے الحمدللہ الذی اذھب عنی الاذی و عافانی ترمذی میں ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' مجھ کو کھڑے کھڑے پیشاب کرتے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ ترمذی' نسائی' دارمی میں ہے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں جب حضور پاخانہ تشریف لے جاتے میں کسی برتن میں پانی لے کر حاضر ہوتا۔ آپ طہارت فرما کر ہاتھ کو زمین سے مل کر دھوتے۔ پھر دوسرے برتن میں پانی حاضر کرتا۔ اس سے حضور وضو فرماتے۔

اخلاق و شمائل نبوی کا یہ تھوڑا سا نمونہ تھا جو بقدر ضرورت بہت اختصار کے ساتھ یہاں تک آپ کی لطف و مہربانی بھرے ہونٹوں کا جلوہ دکھایا گیا۔ اب اس علامت سوم کو ملاحظہ کیجئے اور مطابق کر کے دیکھئے جو حضرت داؤد علیہ السلام آنے والے نبی کے متعلق فرماتے ہیں کہ تلوار کے ساتھ مزین ہو کر سوار ہونے والا اور سچائی اور نرمی کے ساتھ آگے بڑھنے والا اور ظفریاب ہوگا۔ چنانچہ ان تینوں صفتوں کے ساتھ آپ کا متصف ہونا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی مزید پیش گوئیاں:

غزوہ بنی قریظہ' جلد دوم' انسان العیون معروف بہ "سیرۃ حلبی" وغیرہ کتب سے اظہر من الشمس ہے کہ

ضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تلوار سے کام ہی نہیں پڑا۔

و فی روایته بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم یومئذ منادیا یا خیل الله ای فرسان خیل الله ارکبی ثم سار الیهم قال و قد لبس صلی الله علیه وسلم السلاح و الدرع و المغفر و البیضته و اخذ قناه بیده الشریفته و تقلد السیف و رکب فرسه اللحیف و الناس حوله قد لبسو السلاح و رکبوا الخیل و هم ثلاثته الاف و الخیل ستته و ثلثون فرسانه صلی الله علیه وسلم منها ثلثته و استعمل علی المدینته ابن ام مکتوم رضی الله عنه و قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم علی بن ابی طالب کرم الله وجهه برایته الی بن قریظته و کان اللواء علی حاله لم یحل من مرجعه من الخندق و مر صلی الله علیه وسلم بنفر من بنی النجار قد لبسو السلاح فقال هل مربکم احد قالوا نعم دحیته الکلبی مرعلی بغلته و فی روایته علی فرس ابیض علیه السلاح و امرنا بحمل السلاح و قال لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یطلع علیکم الان فلبسنا سلاحنا و صففنا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذاک جبریل علیه السلام بعث الی بنی قریظته لیزلزل حصونهم و یقذف الرعب فی قلوبهم الی اخر القصته حتی ظفر الله نبیه علیهم و نزلوا علی حکم سعد بن معاذ رضی الله عنه و فی المشکوه عن انس رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم احسن الناس و اجود الناس و اشجع الناس و لقد فزع اهل المدینته ذات لیلته و انطلق الناس قبل الصوت فاستقبلهم النبی صلی الله علیه وسلم قد سبق الناس الی الصوت و هو یقول لم تراعوا لم تراعوا و هو

علی فرس لابی طلحتہ عری ما علیہ سرج و فی عنقہ سیف فقال لقد وجدتہ بحرا متفق علیہ۔

حضور اکرم میدان جنگ میں:

ایک روایت میں ہے کہ وقت چڑھائی کے بنی قریظہ پر غازیوں کی طرف آپ نے منادی روانہ فرمایا تاکہ وہ پکار دے اے اللہ کے راہ کے سوارو' سوار ہو کر تیار ہو جاؤ۔ پھر حضور نے زرہ اور منہ پر جھکانے کی زنجیریں اور خود پہنا اور ہتھیار بدن پر سجائے۔ برچھا دست مبارک میں لیا اور تلوار زیب گلو فرمائی اور اپنے گھوڑے "لحیف" نامی پر سوار ہوئے اور تین ہزار پیادہ جان نثار ہتھیاروں سے سج کر (مثل ہالہ کی لرد چاند کے) آپ کے گرداگرد ہو گئے' جن میں چھتیس سوار اور آپ کے خاص گھوڑے تین تھے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا کو امیر مدینہ بنا کر انتظام مدینہ طیبہ کے لیے چھوڑ گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں رایت اسلامی دے کر بنو قریظہ کی طرف پہلے روانہ فرمایا۔ یہ جھنڈا جنگ خندق سے واپس آکر ابھی کھولا ہی نہیں گیا تھا کہ اسی طرح حضرت شیر خدا کے ہاتھ میں دے دیا۔ جب حضور قبیلہ بنی النجار پر پہنچے اور ان کو جانثاری کے لیے مسلح تیار پایا' فرمایا کیا کوئی تم سے تیاری کے لیے کہتا ہوا گیا ہے۔ عرض کیا' ہاں حضرت دحیہ کلبی سامان جنگ کے ساتھ آراستہ خچر یا سفید گھوڑے پر سوار ہم کو حکم تیاری جنگ کا سناتے ہوئے ابھی گئے ہیں اور کہہ گئے ہیں کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ابھی تشریف لاتے ہیں' تم سامان جنگ کے ساتھ تیار رہو۔ لہٰذا ہم ہتھیاروں سے آراستہ صف باندھ کر انتظاری میں تشریف آوری حضور کے تیار کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' وہ جبریل علیہ السلام تھے۔ بنی قریظہ کی طرف پہلے سے منجانب اللہ اس واسطے بھیجے گئے ہیں کہ ان کے قلعوں کو ہلا دیں اور ان کے دلوں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیں۔ بعد تمام قصہ کے علامہ حلبی نقل فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بنی قریظہ پر فتح یاب کیا اور ہتھیار ڈال کر اس امر پر راضی ہو گئے کہ حضرت سعد ہمارے معاملہ میں جو حکم فرمائیں' ہم اس پر راضی ہیں اور مشکوۃ میں ہے' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب آدمیوں سے زیادہ حسین اور بخشش کرنے والے اور بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ طیبہ والوں میں لوگوں کو دشمن سے کچھ گھبراہٹ پیدا ہوئی اور لوگ اس خوفناک آواز کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ان کو سامنے سے آتے ملے' اس واسطے

کہ آپ سب سے پہلے اس طرف پہنچ گئے تھے اور آپ فرماتے تھے' مت گھبراؤ' مت گھبراؤ اور آپ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بلا زین سوار تھے اور تلوار گردن سے لٹکا رکھی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا' میں نے اس گھوڑے کو مثل دریا کی تیز رفتار پایا۔ روایت کیا اس حدیث کو صحیحین میں شیخین نے۔

دائیں ہاتھ سے کام کرنے کا آغاز:

علیٰ ہذا القیاس صفت چوتھی یعنی دہنے ہاتھ سے بہت سے کام کرنا اور دہنے ہاتھ سے اچھے کاموں کا پسند کرنا بھی آپ کا شہرۂ آفاق ہے۔

o کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیامن حتی فی التنعل والترجل۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر اچھے کام کے دہنے طرف سے شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے' یہاں تک کہ نئی جوتی پہننے اور سر میں کنگھی کرنے میں بھی۔

تیروں والا نبی:

چھٹی علامت تیر رکھنے والے جو دشمنوں کے لگنے والے اور دشمنوں کو ہلاک کرنے والے ہوں' وہ بھی مطابق کر کے ملاحظہ کیجئے۔ جلد سوم' سیرۃ حلبی کے باب بیان ہتھیاروں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ آپ کی کمانیں پانچ تھیں۔ ایک کمان کا نام بیضاء تھا' جو شوحط نامی ایک پہاڑی درخت کی تھی کہ جس سے اکثر کمان بنائے جاتے ہیں اور زیادہ تر اس درخت کی کمان بنی قینقاع رکھتے تھے اور دوسری کمان کا نام روحہ تھا اور تیسری کمان کا نام صفرا تھا' جو درخت نبع سے تھی' جس سے اکثر کمانیں بنائی جاتی ہیں اور اس کی شاخوں سے تیر۔ یہ کمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر بکثرت تیر چلانے سے احد کے دن ٹوٹ گئی تھی اور چوتھی کمان کا نام زورا تھا اور دوسرا نام کتوم۔ اس واسطے کہ وقت تیر چلانے کے آواز بہت پست دیتی تھی اور جنگ احد میں بعض کا قول ہے کہ اس کا ایک کونہ کھل گیا تھا اور پانچویں کمان کا نام سداد تھا۔

کیا اس روایت سے آپ کے تیروں کا تیز ہونا اور دشمنوں کا ان کے ساتھ ہلاک کیا جانا بموجب پیشین گوئی داؤد علیہ السلام کے ظاہر نہیں ہے۔ جن کے اتنے کمان ہوں' ظاہر ہے کہ تیر کس قدر رکھتے

ہوں گے۔

حضور کا تخت ابدالاباد تک رہے گا:

علامت ساتویں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فرمانا ہے کہ اے آنے والی نبی، تیرا تخت ابدالاباد رہنے والا ہے اور تیری لکڑی بعینہ خدا کی لکڑی ہے۔ بموجب آیات کلام اللہ بلاخوض و فکر بالبداہتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق ہے۔ قال اللہ تعالی فی سورہ سبا و فی سورہ الاحزاب وما ارسلناك الا كافته للناس بشيرا ونذيرا۔ ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين۔

اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے محبوب مگر تمام دنیا کے آدمیوں کی طرف جنت کی خوشخبری سنانے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا۔ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں سے کسی کے باپ مگر اللہ کے رسول ہیں اور تمام پیغمبروں کے دفتر پیغمبری کے اخیر مہر، جس سے دفتر نبوت کا خاتمہ ظاہر کر دیا گیا۔

اور تفسیر "در منثور" کی جلد ۵، ص ۲۰۴ تحت تفسیر آیہ کریمہ مذکورہ لکھا ہے:

اخرج عبدالرزاق و عبد بن حميد وابن المنذر و ابن ابی حاتم عن قتاده قوله ولكن رسول الله وخاتم النبيين قال اخر نبی۔ واخرج عبد ابن حميد عن الحسن فی قوله و خاتم النبيين قال ختم الله النبيين بمحمد صلے الله عليه وسلم و كان اخر من بعث واخرج ابن مردويه عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه سيكون فی امتی كذابون ثلثون كلهم يزعم انه نبی الله وانا خاتم النبيين لا نبی بعدی۔ واخرج احمد عن حذيفته رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال فی امتی كذابون دجالون سبعه وعشرون منهم اربع نسوه وانی خاتم النبيين لا نبی بعدی اقول لما كان معنی الحديث ان لا يبعث بعدی احد بان

یتشرف بالنبوه بعد بعثنی ولکن الذی کان متشرفا بالنبوه
من قبل بعثتی کعیسی علیه السلام ازال ذالک الشبہته
عائشته رضی الله عنها وصرح قول عائشته رضی الله عنها
مغیره بن شعبه رضی الله عنه کما روی السیوطی رحمته الله
علیه تفسیره الدر المنثور بعد الاحادیث المذکوره عن
عائشه رضی الله عنها قالت قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا
لا نبی بعده واخرج ابن ابی شیبه عن الشعبی قال قال رجل
صلی الله علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعده فقال
المغیره حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نتحدث ان
عیسے علیه السلام خارج فان هو خرج بعده کان قبله وبعده
واخرج البخاری والمسلم والترمذی والنسائی والمالک
فی موطاه والامام احمد فی مسنده وابو داود الطیالسی وابن
سعد والطبرانی والحاکم والبیهقی و ابو نعیم وغیرهم و
لفظه للبخاری والمسلم عن جبیر بن مطعم قال قال رسول
الله صلے الله علیه وسلم ان فی اسماء انا محمد انا احمد وانا
الماحی الذی یمحو الله بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر
الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی واخرج
مسلم عن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال کان رسول
الله صلی الله علیه وسلم یسمی لنا نفسه اسماء فقال انا
محمد انا احمد والمقفی والحاشر و نبی التوبته و نبی
الرحمته۔

حضور خاتم النبین ہیں:

جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ عبد الرزاق اور عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی

حاتم سے تخریج فرماتے ہیں کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں خاتم النبین کے یہ معنے ہیں کہ آپ سب نبیوں سے پچھلے نبی ہیں اور عبد بن حمید حسن بصری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ خاتم النبین کے معنے یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ' نے نبیوں کے سلسلہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم کردیا اور سب سے آخر میں یہ بھیجے گئے اور ابن مردویہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت ثوبان نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' میری امت سے تیس آدمی کذاب ہوں گے۔ سب یہی گمان کریں گے کہ میں نبی ہوں اور اصل بات یہ ہے کہ میں خاتم النبین ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور مسند امام احمد میں ہے' حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' میری امت سے ستائیس دجال اور کذاب ہوں گے' جن میں سے چار عورتیں ہوں گی اور حق یہ ہے کہ میں خاتم النبین ہوں' میرے بعد کوئی نیا نبی نہ ہوگا۔ کاتب الحروف ابن النجف رحمہما اللہ کہتا ہے' چونکہ اصل معنے ان حدیثوں کے یہی تھے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی نہ ہوگا مگر لفظ لا نبی بعدی وہم اس امر کا تھا کہ کوئی یہ معنے سمجھ لے کہ میرے بعد نہ کوئی نیا نبی ہو نہ کوئی ایسا نبی آئے جو میرے زمانہ سے پہلے زمانہ کا نبی تھا۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا تبع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بن کر قرب قیامت میں آنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس احتمال کو حضرت صدیقہؓ نے زائل فرمادیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت صدیقہ کے قول کی پوری تشریح کردی۔ چنانچہ اسی تفسیر میں حضرت جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بعد ان سب احادیث مذکورہ کے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' یہ ضرور کہو کہ حضور خاتم النبین ہیں اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ پھر اس کے بعد مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ سے نقل فرماتے ہیں کہ شعبی فرماتے تھے' ایک شخص نے صلے اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ کہا۔ یہ سن کر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا' اتنا کہنا تم کو کافی ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس واسطے کہ صحابہ میں یہ تذکرہ ہوتا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں خروج فرمائیں گے' لہٰذا جب وہ خروج فرمادیں گے پھر تو یہ کہنا صادق ہوگا کہ عیسیٰ' جو نبی برحق آپ سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ کے بعد بھی ظہور فرما ہوں گے' اور امام بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور امام مالک اپنی موطا میں اور امام احمد اپنی

مسند اور ابوداؤد طیالسی اور ابن سعد اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں مگر لفظ بخاری شریف کی نقل کیے جاتے ہیں۔ فرمایا حضرت جبیر نے' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' میرے بہت سے نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں وہ ماحی ہوں کہ اللہ جل شانہ' میرے ساتھ کفر کو مٹا دے گا۔ میں وہ حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر حشر کے دن جمع کیے جائیں گے اور میں وہ پیچھے آنے والا نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا اور مسلم شریف میں ہے' حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ حضور اپنے اسماء گرامی ہمارے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا' میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں سب سے پیچھے آنے والا ہوں' میں حاشر اور نبی التوبہ اور نبی الرحمتہ ہوں۔

اقول واما الحدیث الذی اخرجہ مسلم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا اخر الانبیاء ومسجدی اخر المساجد۔ والحال انہ قد بنی بعد مسجدہ مساجد فمعناہ انا اخر الانبیاء تکمیلا لبناء الدین حیث اکمل اللہ بی دینہ کما قال اللہ جل مجدہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ وکذا مسجدی باعتبار تکمیل الدین اخر المساجد لئلا یعارض الاحادیث ولا یخبط المعنی۔

کاتب الحروف (غفر اللہ لہ' ولوالدیہ ومشائخہ) کہتا ہے' وہ جو حدیث مسلم شریف میں ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے' میں سب نبیوں سے پچھلا نبی ہوں اور میری مسجد سب مسجدوں سے پچھلی مسجد ہے حالانکہ آپ کی مسجد کے بعد بے گنتی مسجدیں بن چکیں اور بن رہی ہیں۔ لہٰذا معنے اس حدیث کے یہی ہو سکتے ہیں کہ نبوت کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں کہ جس کے ساتھ محل اسلام کا مرتبہ کمال کو پہنچ گیا اور میرے ساتھ اللہ جل شانہ' نے اسلام کو کامل کر دیا۔ چنانچہ مولیٰ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: "آج کے دن ہم نے تمہارے واسطے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور راضی ہو گئے ہم واسطے تمہارے اس امر پر کہ اسلام تمہارا دین رہے"۔

واخرج البخاری والنسائی و ابن مردویه عن ابی هریره*
والترمذی وصححه عن ابی ابن کعب واخرج احمد عن ابی
سعيد واخرج مسلم عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم
مثلی و مثل الانبیاء کمثل رجل بنی دارا فاتمها واکملها الا
موضع لبنه فجعل الناس یدخلونها ویتعجبون منها
ویقولون لو لا موضع اللبنه قال رسول الله صلے الله علیه
وسلم انا موضع اللبنه فختمت الانبیاء علیهم السلام
کذالک مسجدی اخرالمساجد تکمیلا للدین و تقویته الی
ذروه الکمال فان الدین قبل بنائه کان ضعیفا وقبل الهجره
وما کانوا یصلون مامونین وبعد بناء هذا المسجد کانوا
یصلون بلا خوف وبالاذان والاقامته وقد شرع الاذان بعد
الهجره وبناء هذا المسجد و کذالک الجهاد فرض بعد بناء
هذا المسجد الی ان بلغ الاسلام الی جمیع اکناف العالم
وذالک ظاهر لاریب فیه ویمکن ان یقال انا اخر الانبیاء
باعتبار لقاء الدین والشریعه فان ادیان الانبیاء وشراءلعهم
قد ضیعت بعدهم فی مده قلیله و دینی وملتی تبقی الی یوم
القیمته کما قال النبی صلی الله علیه وسلم لا یزال طائفته
من امتی ظاهرین علی الحق حتی تقوم الساعته رواه مسلم
کذالک مسجدی اخر المساجد بقاء کما قال النبی صلی
الله علیه وسلم اخرقریه من قری الاسلام خرابا المدینته رواه
الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب۔ وان قیل انا اخر
الانبیاء فیتم ذالک فی حقه صلی الله علیه وسلم ولکن
لا یتم فی حق مسجده صلی الله علیه وسلم۔

اور بخاری، نسائی اور ابن مردویہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی بتصحیح سند ابی ،

ابن کعب رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور امام مسلم جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے 'میری اور تمام پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو تمام کر کے مرتبہ کمال کو پہنچا دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ ناقص رہ گئی لہٰذا جو لوگ اس میں داخل ہوتے تھے' تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کاش! یہ ایک اینٹ کا نقصان بھی نہ رہتا۔ بعد اس مثال کے آپ نے فرمایا' اس نقصان کا پورا کرنے والا میں ہوں۔ میں نے تمام پیغمبروں کے سلسلے کو اختتام کو پہنچا دیا یعنی مکان نبوت کا اب اس مرتبہ کمال کو پہنچ گیا کہ قیامت تک کسی نئے نبی کے آنے کی حاجت مطلقاً نہ رہی۔ ایسی ہی میری مسجد نے اور مسجدوں کو مرتبہ کمال کو پہنچا دینے اور قوی کر دینے میں سب ایسی مسجدوں سے پچھلی مسجد ہے' اس واسطے کہ قدیم سے مسجد بیت المقدس بھی موجود ہے اور مسجد کعبہ بھی مگر مسلمانوں کو امن کے ساتھ نماز پڑھنا بھی میسر نہ تھا اور ہجرت سے پہلے بے حد اسلام ضعیف تھا اور بعد ہجرت کے اور بن جانے میری مسجد کے بے خوف اذان اور اقامت کے ساتھ عموماً مسلمان نماز پڑھنے لگے اور اتنا اسلام قوی ہو گیا کہ اب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم بھی نازل ہو گیا اور تمام اطراف عالم میں اسلام پھیل گیا اور یہ امر ایسا ظاہر ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں کر سکتا اور یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ میں سب نبیوں سے وہ پچھلا نبی ہوں جس کا دین اور جس کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ تمام پیغمبروں کے دین ان کے بعد تھوڑی ہی مدت میں ضائع ہو گئے مگر میرا دین قیامت تک باقی رہے گا۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے' ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت سے حق پر غلبہ کرنے والی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ ایسے ہی تمام مسجدیں خراب ہو جائیں مگر میری مسجد قیامت تک باقی رہے گی۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔ سند صحیح۔ تمام اسلامی شہروں کے خراب ہونے سے آخر میں جو خراب ہو وہ مدینہ طیبہ ہے۔ اور اگر کہا جائے معنے حدیث کے یہ ہیں کہ میں باعتبار فضیلت اور بزرگی کے آخر الانبیاء ہوں کہ مجھ جیسا صاحب فضیلت اور بزرگی ابتداء سے قیامت تک کوئی پیغمبر ہے' نہ آئے گا' ایسے ہی میری مسجد جیسی صاحب فضیلت کوئی بنی' نہ بنے۔

مسجد النبی کی فضیلت:

تو یہ معنے آپ کے حق میں تو صحیح ہو سکتے ہیں مگر آپ کی مسجد کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتے' اس واسطے کہ احادیث معتبرہ صحاح سے آپ کی مسجد کی فضیلت تمام ہی پہلی پچھلی مسجدوں پر حتیٰ کہ بیت المقدس تک پر ثابت ہے مگر کوئی ایسی حدیث نہیں پائی جاتی جس سے صراحتاً مسجد الحرام پر بھی فضیلت ثابت ہو بلکہ اس کے برخلاف صحاح ستہ بلکہ صحیحین کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ سوا مسجد حرام کے آپ کی مسجد کو تمام مساجد دنیا پر فضیلت حاصل ہے۔ صحیحین سے مشکوۃ شریف میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوہ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوہ فیما سواہ الا المسجد الحرام۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ادا کرنا اس کے سوا باقی تمام ہی عالم کی مسجدوں میں ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے مگر مسجد الحرام سے البتہ اگر یہ معنی کیے جائیں کہ ایسی فضیلت والی قیامت تک کوئی مسجد نہ بنیگی تو مسجد کے متعلق تو یہ معنی صحیح ہو جائیں گے مگر باعتبار بعض وجوہ فاسدہ مردودہ بھی بوجہ مخالفت احادیث مذکورہ کے باانصاف اہل علم کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ مثل دیگر مساجد کے بعد آپ کے کوئی نبی غیر موصوف۔ صفات مذکورہ ہو سکتا ہے اور آپ کی لکڑی کا بعینہ خدا کی لکڑی ہونا ان آیات سے ظاہر۔ قال اللہ تعالیٰ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و قال تعالے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

فرما دیجئے اے میرے پیارے! مومنوں سے اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور فرمایا اللہ جل شانہ' نے جس نے پیروی کی ہمارے رسول کی بلاشبہ اس نے اطاعت کی اللہ کی۔

سچائی کی حمایت اور برائی سے دشمنی:

آٹھویں علامت آپ کا صداقت کا دوست اور شر کا دشمن ہونا اور یہ اس درجہ شہرۂ آفاق ہے کہ کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور قرآن مجید سے بھی ظاہر ہے اللہ جل شانہ' فرماتا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ رضوانا۔ وفی

المشکوہ بروایتہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی ذر یا اباذر ای عری الایمان اولی قال اللہ ورسولہ اعلم قال الموالاہ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ۔ قال تعالی لہ صلے اللہ علیہ وسلم واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین وان عصوک فقل انی بری مما تعملون۔

محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی سختی کرنے والے ہیں کافروں پر معاملات کفر میں اور آپس میں رحم کرنے والے ایک دوسرے پر۔ دیکھتے ہو تم ان کو رکوع کرنے والے' سجدہ کرنے والے ڈھونڈتے رہتے ہیں اللہ سے فضل و کرم کو اور اس کی رضا اور خوشنودگی کو۔ اور مشکوۃ شریف میں ہے' شعب الایمان بیہقی سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' حضرت ابوذر کو' اے ابوذر! ایمان کی دستگیوں سے کونسی دستگی زیادہ مضبوط ہے۔ عرض کی' اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا' اللہ کے واسطے محبت رکھنا۔ محبت ہو تو اللہ کے واسطے اور بغض ہو تو اللہ کے واسطے۔ اور فرمایا اللہ جل شانہ' نے' جھکا دو بازو اپنے اے پیارے ان مومنوں کے واسطے جو تمہاری پیروی میں سرگرم ہیں اور جو تمہاری نافرمانی کریں' ان سے کہہ دو میں تمہاری کرنی سے بیزار ہوں۔

کامیابیاں اور مسرتیں:

ایسے ہی آپ کا سب نبیوں کی نسبت زیادہ کامیابی اور خوشی کے تیل سے ملا جانا بھی اظہر من الشمس ہے۔ دیکھو باب فضائل سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم مشکوۃ شریف میں ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرہ شھر وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوہ فلیصل واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعتہ وکان النبی تبعث الی قومہ

خاصته وبعثت الی الناس عامته متفق علیه ورواه مسلم
بروایته ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع
الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض
مسجدا وطهورا۔ وارسلت الی الخلق کافه وختم بی النبیون۔
وعنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بینا انا نائم
رایتنی او تیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی وعن
ثوبان رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ان الله زوی لی الارض فرایت مشارقها و مغاربها وان
امتی سیبلغ ملکها مازوی منها واعطیت الکنزین الاحمر
والابیض وانی سالت ربی لامتی ان لا تهلکها بسنه عامته وان
لا یسلط علیهم عدوا من سوی انفسهم فیستبیح بیضتهم
وان ربی قال یامحمد انی اذا قضیت قضاء فانه لا یرد وانی
اعطیتک لامتک ان لا اهلکهم بسنه عامته وان لا اسلط
علیهم عدوا من سوی انفسهم فیستبیح بیضتهم
ولو اجتمع علیهم من باقطارها حتی یکون بعضهم یهلک
بعضا ویسبی بعضهم بعضا رواه مسلم۔

مجھے پانچ نعمتوں سے نوازا گیا ہے:

صحیحین سے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' میں وہ پانچ نعمتیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ میرے رعب ہی سے مجھ کو کافروں پر فتح یاب کیا ہے ایک مہینے کے راستہ کے فاصلہ سے۔ اور ساری زمین میرے واسطے میری امت کے لیے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔ جس بھی پاک جگہ پر وہ چاہیں' نماز پڑھ سکتے ہیں بخلاف دوسری امتوں کے' اس واسطے کہ ان کی نماز ان کے نبی کی نماز پڑھنے کی جگہ سے جب تک مٹی یا کپڑا وغیرہ ان کی نماز کی جگہ نہ موجود ہو' نہیں ہوتی تھی۔ ایسے ہی اگر پانی پر طاقت نہ ہو' میری امت کے لیے تمام

اقسام زمین مٹی پتھر چونہ وغیرہ پر تیمم، غسل اور وضو کا جائز کر دیا اور زمین ہی کو موجب طہارت بنا دیا۔ لہٰذا جس جگہ پر جو بھی کوئی مسلمان نماز کا وقت پائے اور پانی پر قادر نہ ہو، تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور مال غنیمت کو میرے یعنی میری امت کے لیے حلال کر دیا، بخلاف دوسرے پیغمبروں کے کہ ان کو مال غنیمت کے جلا دینے کا حکم تھا اور اس کا اپنے خرچ میں لانا ان پر حرام تھا۔ اور مجھ کو مرتبہ شفاعت عام کا بالتخصیص عطا کیا گیا اور دوسرے نبی فقط اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے اور میں تمام دنیا کے آدمیوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہوں قیامت تک کے لیے

میرے بعد دفتر نبوت بند کر دیا گیا:

مسلم شریف میں ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، چھ نعمتوں کے ساتھ مجھ کو سب پیغمبروں پر فضیلت دی گئی ہے۔ چار وہی نعمتیں جو پہلی حدیث میں بیان کی گئی اور پانچویں نعمت یہ ہے کہ مجھ کو کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے ہیں یعنی مختصر کلام، جس میں تمام دین و دنیا کا انتظام اور دائرۂ نبوت کو میرے ساتھ ختم کر دیا۔ یا انبیاء کے دفتر پر میرے وجود کی مہر لگا کر دفتر نبوت بند کر دیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے سوتے ہوئے دیکھا کہ خزانوں زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی گئیں (جس کی تعبیر یہی تھی کہ روئے زمین کی سلطنتیں آپ کے اور آپ کے غلاموں کے قبضہ میں آ گئی تھیں اور آپ کا دین عالم میں پھیل گیا)

مجھے مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا گیا:

مسلم شریف میں ہے، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک اللہ نے ساری زمین لپیٹ کر مشرق سے مغرب تک مجھ کو دکھا دی لہٰذا میری امت کی سلطنت جہاں تک مجھ کو دکھائی گئی، پہنچ جائے گی اور مجھ کو سرخ و سفید کسریٰ اور قیصر کے خزانے دیے گئے (چنانچہ ان دونوں باتوں کا ظہور ہو چکا) اور میں نے اپنی امت کے واسطے اپنے رب سے مانگا کہ قحط عام کے ساتھ میری امت ہلاک نہ کی جائے اور ان پر ان کا دشمن ایسا نہ مسلط کیا جائے، جو ان کے خون کو عام طور سے مباح سمجھ لے اور ان کو ہلاک کر دے۔ تو میرے رب نے فرمایا، اے میرے محبوب! میرا حکم جو نافذ ہو چکا وہ رد نہیں کیا جاتا لہٰذا یہ دونوں دعائیں تو تمہاری مقبول ہو چکیں۔ اگر تمہاری

امت پر تمہاری امت کے سوا تمام روئے زمین کے دشمن تمام اطراف زمین سے بھی چڑھائی کریں گے تو ان کو ہلاک نہ کر سکیں گے' یہاں تک کہ امت ہی کے بعض گروہ بعض گروہ پر حملہ آور ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔ وفی المشکوۃ۔

عن عمرو بن قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نحن الاخرون ونحن السابقون یوم القیامتہ وانی قائل قولا غیرفخرابراھیم خلیل اللہ (شفامیں قاضی عیاض رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں خلیل اس عاشق کو کہتے ہیں جو اپنے معشوق کی رضاجوئی میں جان دینے تک دریغ نہ رکھے اور حبیب اس عاشق کو کہتے ہیں جس کی رضا جو خود اس کا محبوب ہو پوری کردے۔ مگر بموجب دوسری حدیثوں کے' آنحضرت ﷺ حبیب تو ضرور تھے مگر خلیل اللہ بھی تھے اور مصطفیٰ یعنی صفی اللہ بھی۔ فقط منہ رحمہ اللہ غفراللہ لہ' ولوالدیہ والمشائخہ) وموسی صفی اللہ وانا حبیب اللہ ومعی لواء الحمد یوم القیمہ ان اللہ وعدنی فی امتی واجارھم من ثلث لا یعمھم بسنہ ولا یستاصلھم عدو ولا یجمعھم علی الضلالتہ رواہ الدارمی وعن ابی ابن کعب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیامتہ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیرفخر رواہ الترمذی وعن جابر رضی اللہ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال رواہ فی المشکوہ عن شرح السنتہ ومن شاء ان ینظر اکثر من ھذا من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم فلینظر الی خصائص کبری والی حجتہ اللہ علی العلمین۔

میں اول بھی ہوں اور آخر بھی:

اور مشکوۃ ہی میں ہے' دارمی سے حضرت عمر بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' ہم باعتبار ظہور کے سب سے پچھلے ہیں اور باعتبار مراتب اخروی اور جنت میں داخل ہونے کے' قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے اور بلا فخر میں ایک بات کہتا

ہوں' ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں اور میرے ساتھ لواء حمد ہو گا قیامت کے دن اور بیشک اللہ نے میری امت کے متعلق مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ تین بلاؤں سے ان کو ہمیشہ اپنے امن میں رکھے گا۔ اول وہ قحط عام کے ساتھ ہلاک نہ ہوگی۔ دوم ان کو کوئی غیر دشمن کبھی جڑ سے نہیں اکھیڑ سکے گا۔ سوم کبھی بھی میری ساری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور ترمذی شریف میں ہے' ابی بن کعبؓ سے' کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' میں بلا فخر کہتا ہوں کہ قیامت کے دن میں تمام پیغمبروں کا امام و خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کا مالک۔ یعنی جب تک میں بہ مقتضاء اس مرتبہ شفاعت کے' جو اللہ مجھ کو عطا فرما چکا' شفاعت عامہ کے لیے سر سجدہ شفاعت میں نہ رکھوں گا اور شفاعت شروع نہ کروں گا' مجھ سے پہلے کوئی نبی ولی کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ اور شرح السنہ سے مشکوۃ شریف میں ہے' حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اچھے خلقوں کو اور نیک عملوں کو انتہا تک پہنچانے اور کامل کر دکھانے کے لیے اللہ جل شانہ' نے مجھ کو بھیجا ہے اور اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ جو شخص ان خصوصیتوں کو دیکھنا چاہے' جن میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سب پیغمبروں میں مخصوص تھے' تو وہ "خصائص کبریٰ" اور "حجتہ اللہ علی العالمین" کا مطالعہ کرے۔

حضور کے بدن اور لباس سے خوشبو آتی تھی:

نویں صفت آپ کی لباس سے خوشبو آنا اور آپ کا معطر رہنا' جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا تھا' مشکوۃ کے باب "اسماء النبی وصفاتہ" میں ہے صحیحین سے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازھر اللون کان عرقہ اللوء لوء واذا مشی تکفا وما مسست دیباجتہ ولا حریرا الین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شممت مسکا ولا عنبرا اطیب من رائحہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (سرخ سفید) رنگ کھلا ہوا تھا۔ آپ کے جسم اطہر سے پسینہ مثل مروارید کے دانوں کے معلوم ہوتا تھا۔ جب آپ چلتے زمین سے پورا

قدم اٹھا کر چلتے تھے اور میں نے تو آپ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہ دیبا کو پایا نہ ریشم کو اور آپ کی خوشبوئے جسمانی سے زیادہ خوش نہ میں نے مشک کی خوشبو کو پایا' نہ عنبر کی خوشبو کو۔

وعن ام سلیم رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتیہا فیقیل عندھا فبسط نطعا فیقیل علیہ وکان کثیرا العرق فکانت تجمع عرقہ فتجعلہ فی الطیب فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ام سلیم ما ھذا قالت عرقک نجعلہ فی طیبتنا وھو من اطیب الطیب۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میرے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور میرے ہی یہاں قیلولہ فرماتے۔ میں آپ کے آرام فرمانے کو ایک چمڑے کا ٹکڑا بچھا دیتی اور آپ کو پسینا بہت آتا تھا۔ میں حضور کے پسینا کو جمع کر کے اپنی خوشبو میں یعنی اپنے عطر میں ملا لیتی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا' یہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا' حضور کا پسینا' جو سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہے' میں اپنی خوشبو میں ملا لیتی ہوں۔

بادشاہوں کی بیٹیاں حضور کی ازواج بنیں:

دسویں علامت: بادشاہوں کی بیٹیوں کا اس آنے والے نبی کی لونڈیوں میں یا بیبیوں میں داخل ہونا اور بادشاہوں کا آپ کو تحفے بھیجنا' یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ابین من الامس ہے۔ کتاب النکاح بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔

عن انسؓ فی حدیث طویل انہ صلے اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر جمع السبی فجاء دحیتہ فقال یارسول اللہ اعطنی جاریتہ من السبی فقال اذھب فخذ جاریتہ فاخذ صفیہ بنت حی ابن اخطب فجاء رجل الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا نبی اللہ اعطیت دحیتہ صفیتہ بنت حی ابن اخطب سید قریظہ والنضیر ولا تصلح الا لک قال ادعوہ بھا قال فجاء بھا فلما نظر الیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خذ جاریتہ من السبی غیرھا قال اعتقھا

وتزوجها وفی السیره النبویه للعلامته سید احمد دحلان رحمته الله علیه فی کتابه صلی الله علیه وسلم لسلطان المصروالاسکندریه المقوقس فکتب المقوقس فی جوابه الیه صلی الله علیه وسلم لقد قرات کتابک وفهمت ما ذکرت فیه وقد علمت ان نبیا قد بقی وقد کنت اظن انه یخرج بالشام وقد اکرمت رسولک ورفعت له مائته دینار و خمسته اثواب وبعثت لک بجاریتین لهما مکان عظیم فی القبط وهما ماریته و سیرین وثیاب وهی عشرون ثوبا من قباطی مصروفی روایه وارسل له عمائم وقباطی وطیبا وعودا وندا ومسکا مع الف مثقال من الذهب ومع قدح من قواریر فکان صلی الله علیه وسلم یشرب فیه ثم قال واهدیت لک بغلته لترکبها ولم تزد علی ذالک ولم یسلم وفی روایته انه اهدی له مع الجاریتین جاریته اخری اسمها قیس وهی اخت ماریته وفی روایته ذکر جاریته اربعته اسمها بریره کانت سوداء وفی روایته الهدے غلاما اسود ایضا یقال له المابور وفی روایته اهدی مع البغلته حمارا اشهب یقال له یعفور و فرسا یسمی نزار وکان اسم البغلته دلدل الخ۔

خیبراور مصر سے تحائف:

انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح خیبر قیدیوں کو جمع کیا تھا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر ایک لونڈی طلب کی۔ آپ نے فرمایا ان میں سے ایک لونڈی لے لو۔ حضرت دحیہ نے حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب کو، جو سردار خیبر کی بیٹی تھی، لے لیا۔ ایک شخص نے صحابہ کرام میں سے عرض کیا، حضور حضرت صفیہ تو

قبیلہ قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہے' مناسب نہیں کہ سوائے حضور کے اس کو کوئی لے۔ (سرداروں کی بیٹیاں سرداروں ہی کے لائق ہوتی ہیں) حضور نے حضرت دحیہ کو بلا کر فرمایا کہ تم حضرت صفیہ کے سوا اور کوئی لونڈی لے لو اور حضور نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان کو اپنے عقد نکاح میں لے لیا۔ یہ واقعہ سیرت نبویہ سید احمد دحلان رحمہ اللہ میں ہے۔

شاہ مقوقس کو دعوت اسلام:

حضور نے جب سلطان مقوقس کو دعوت اسلام کا فرمان بھیجا' تو مقوقس نے اس کے جواب میں یہ عریضہ لکھا:

میں نے آپ کے فرمان کو پڑھا اور خوب سمجھا۔ بے شک میں جانتا تھا کہ سلسلہ انبیاء میں دنیا میں تشریف لانے والے ایک نبی آخر الانبیاء باقی ہیں مگر گمان یہ تھا کہ وہ ملک شام میں ظہور فرما ہوں گے۔ اب میں نے آپ کے قاصد کی بہت تعظیم کی ہے اور سو دینار اور پانچ جوڑے کپڑے اس کو دیے ہیں اور حضور کے واسطے بطریق ہدیہ دو لونڈیاں بھیجتا ہوں' جو قوم قبط میں نہایت قیمتی اور بہت عظمت والی ہیں۔ ایک کا نام "ماریہ" ہے اور دوسری کا نام "سیرین"۔ اور کچھ کپڑے' جن کو قباطی مصر کہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ قباطی مصر کے ساتھ عمامے اور خوشبو کی جنس سے عود اور عنبر اور مشک اور ایک ہزار مثقال سونا اور کانچ کا پیالہ بھی بھیجا تھا' جس میں حضور پانی نوش فرمایا کرتے تھے اور آپ کی سواری کے واسطے ایک خچر بھی بھیجا تھا' جس کا نام "دلدل" تھا مگر مقوقس نے اسلام قبول نہ کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تیسری لونڈی حضرت "ماریہ قبطی" کی بہن "قیس" نامی کو بھی بھیجا تھا اور تیسری روایت میں ہے کہ چوتھی لونڈی "بریرہ" نامی اور ایک غلام حبشی سیاہ فام "مابور" نامی کو بھی بھیجا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خچر کے ساتھ ایک سفید گدھا بھی بھیجا' جس کا نام "یعفور" تھا اور اسی نام سے پکارا جاتا تھا اور ایک گھوڑا بھیجا تھا' جس کا نام "نزار" تھا اور ایک خچر بھی جس کو "دلدل" کہتے تھے۔

بشارت چہارم' باب بیالیسواں۔ سعیاہ نبی کی کتاب میں ہے' دیکھو۔

"میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں' میرا برگزیدہ ہے' جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت کرے گا۔ وہ نہ چلائے گا اور اپنی صدا بلند نہ

کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔ وہ ٹوٹی ہوئی بیٹیوں کو نہ توڑے گا اور دہکتی ہوئی بتی کو نہ بجھائے گا۔ یعنی غریب اور ضعیفوں کو نہ ستائے گا۔ وہ عدل کو جاری کرائے گا اور دائم رہے گا۔ اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائے گا' جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے گا اور بحری ممالک اس کی شریعت کو تکیں گے۔ خداوند خدا جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انہیں تانتا اور زمین کو اور انہیں' جو اس میں سے نکلتے ہیں' پھیلاتا اور ان لوگوں کو' جو اس پر ہیں' سانس دیتا اور ان کو' جو اس پر چلتے ہیں' روح بخشتا ہے۔ یوں فرماتا ہے مجھ خداوند نے تجھ کو صداقت کے لیے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا' تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے اور قوموں کے لیے نور تجھے دوں گا تاکہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بندھے ہوؤں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیری قید میں ہیں' قیدخانہ سے چھڑائے"۔

یہ پیشین گوئی غالباً خلاصہ ہے اس پیشین گوئی کا جو مشکوۃ شریف میں توریت سے بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ "بخاری شریف" سے منقول ہے اور غالباً بعد تحریف چند در چند اس قدر رہ گئی ہے۔

عن عطاء قال لقيت عبدالله بن عمرو ابن العاص قلت اخبرني عن صفته رسول الله صلے الله عليه وسلم في التوراه قال اجل والله انه لموصوف في التوراه ببعض صفته في القران-يا ايها النبي انا ارسلنا ك شاهدا و مبشرا و نذيرا- و حرز للاميين-انت عبدي و رسولي سميتك المتوكل ليس بغظ ولا غليظ ولا سخاب في الاسواق ولا يدفع بالسيئه السيئه ولكن يعفو ويغفر ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملته العوجاء بان يقولوا لا اله الا الله ويفتح به اعينا عميا واذانا صما و قلوبا غلفا كذا رواه الدارمي عن عطاء عن عبدالله ابن سلام نحوه وايضا في المشكوه في باب اسماء النبي عن كعب رضي الله عنه يحكي عن التوراه قال نجد مكتوبا محمد رسول الله عبدي المختار لا فظ ولا غليظ ولا سخاب

فی الاسواق ولا یجزی بالسیئه السیئه ولکن یعفو ویغفر مولده بمکته ہجرته بطیبه وملکه بالشام وامته الحمادون یحمدون الله فی السراء والضراء ویحمدون الله فی کل منزلته ویکبرونه علی کل شرف رعاه للشمس یصلون الصلوه اذا جاء وقتها یتازرون علی انصافهم ویتوضون علی اطرافهم منادیهم ینادی فی جو السماء صفهم فی القتال وصفهم فی الصلوه سواء لهم باللیل دوی کدوی النحل وعن عبدالله ابن سلام قال مکتوب فی التوراه صفۃ محمد صلی الله علیه وسلم وعیسے ابن مریم علیهما السلام یدفن معه قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر رواه الترمذی۔

توارت میں حضور کے اوصاف:

عطا فرماتے ہیں' میں نے جب عبداللہ بن عمرو ابن عاص سے' جو عالم توریت تھے' مل کر پوچھا کہ توریت میں جو صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' ان سے مجھ کو خبردو۔ فرمانے لگے' واللہ انہی صفات کے ساتھ توریت میں بھی آپ موصوف تھے' جن میں سے بعض صفتوں کے ساتھ قرآن میں بھی اللہ نے موصوف فرمایا ہے۔ اے نبی بیشک ہم نے بھیجا ہے تم کو شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور امیوں کی پناہ۔ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ تمہارا نام میں نے متوکل رکھا ہے۔ تمہاری شان یہ ہے کہ نہ سخت مزاج ہو نہ تند خو' نہ شور مچانے والے بازاروں میں' نہ برائی کا بدلہ برا دینے والے بلکہ معاف کرنے والے اور بخشنے والے اس شان کے نبی کو اللہ دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک ان کے ساتھ مذہب کی کجی کو سیدھا نہ کرلے' بایں طور کہ وہ سب کو موحد بناڈالے اور سب سے کہلوادے لا الٰہ الا اللہ اور جب تک اس کے ساتھ اللہ اندھوں کی آنکھیں اور بہروں کے کان نہ کھول دے اور پردے پڑے ہوئے غافل دلوں کو نہ کھول دے' اسی طرح بواسطہ عطا دارمی میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ہے اور باب اسماء

النبی علیہ السلام مشکوۃ میں ہے' حضرت کعب احبار توریت سے حکایت فرماتے ہیں کہ ہم پاتے ہیں لکھا ہوا تورات میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے بندے پسندیدہ ہیں' نہ سختی کرنے والے تند خو اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور نہ برائی کا بدلہ برا دینے والے مگر معاف کرنے والے اور بخشنے والے۔ ولادت گاہ ان کی مکہ ہے اور ہجرت گاہ طیبہ اور ملک ان کا شام ہوگا اور امت ان کی حمد کرنے والی ہوگی۔ رنج و راحت میں شکر کرنے والی اور ہر منزل اور ہر اونچائی پر تکبیر کہنے والی۔ انتظار نماز میں آفتاب کی نگاہ رکھنے والی۔ وقت پر نماز پڑھنے والی۔ آدھی پنڈلیوں تک تہبند رکھنے والی۔ بدن کے اعضاء منہ' ہاتھ' پاؤں دھو کر وضو کرنے والی۔ موذن بانگی ان کے کشادگی آسمان میں آواز بلند کریں گے۔ جہاد اور نماز میں ان کی صفیں برابر ہوں گی۔ راتوں میں ذکر اللہ سے ان کی آواز خشوع و خضوع سے مثل بھنبھناہٹ شہد کی مکھیوں کے ظاہر ہوگی اور عبداللہ بن سلام' جو یہود کے بڑے عالم تھے' فرماتے ہیں کہ یہ بھی تورات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے آسمان سے ان کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ ابو مودود راوی حدیث فرماتے ہیں' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ایک قبر کی جگہ اب تک باقی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام حضرت کعب احبار جیسے اکابر علماء یہود و نصاریٰ کے آپ کو ان صفات کا پورا مصداق پا کر آپ پر ایمان لائے تھے اور باوصف اس کے باقی ماندہ۔سعیاہ نبی کی پیشین گوئی کی بہت سی باتیں تو حضرت کعب اور عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پیشین گوئی میں موجود ہی ہیں اور ان سب صفتوں کا ثبوت قرآن اور حدیث سے ملتا ہے اور سنو صفت اول پسندیدہ اور برگزیدہ خدا اس درجہ تھے کہ باب فضائل سید المرسلین مشکوۃ شریف میں ہے:

عن واثلہ بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ اصطفے کنانتہ من ولد اسماعیل علیہ السلام واصطفے قریشا من کنانتہ واصطفے من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم رواہ مسلم وبلغ فی مرتبہ الصفوۃ الی ان قال فی حدیث طویل ان ابراھیم خلیل اللہ وھو کذالک و موسی نجی اللہ وھو کذالک و عیسے روحہ

وکلمته وهو کذالک وادم اصطفاه الله وهو کذالک الا وانا حبیب الله ولا فخروانا حامل لواء الحمد یوم القیامته تحته ادم فمن دونه ولا فخروانا اول شافع واول مشفع یوم القیمه ولا فخر وانا اول من یحرک حلق الجنه فیفتح الله لی فیدخلنیها ومعی فقراء المومنین ولا فخروانا اکرم الاولین والاخرین علی الله ولا فخر رواه الترمذی والدارمی۔ قال القاضی عیاض رحمه الله فی الشفاء الخلیل من یبتغی رضاء المحبوب والحبیب من یبتغی رضائه المحبوب۔

حضور کی خاندانی عظمت اور برتری:

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے' بیشک اللہ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو پسند کیا اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے اور مرتبہ پسندیدگی خداوند کریم میں آپ یہاں تک پہنچے کہ دوسری حدیث طویل میں فرماتے ہیں کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمتہ اللہ اور آدم علیہ السلام صفی اللہ مگر خبردار رہو' میں حبیب اللہ ہوں اور میں یہ فخر سے نہیں کہہ رہا ہوں (بلکہ مقصود اللہ کا شکر ادا کرنا ہے) ایسے ہی میں قیامت کے دن بلا فخر لواء حمد کا اٹھانے والا ہوں' جس کے نیچے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر کھڑے ہوں گے اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کرنے والا ہوں قیامت کے دن اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور سب سے اول کنڈی جنت کی میں کھڑکاؤں گا اور سب سے اول اللہ جل شانہ' میرے ہی لیے دروازہ جنت کا کھولے گا اور مجھ کو جنت میں سب سے اول اس شان سے داخل کرے گا کہ تمام مومن محتاج میرے ساتھ ہوں گے اور میں اللہ کے تمام پہلے اور پچھلوں سے بزرگ ترین مخلوقات ہوں اور یہ سب باتیں میری فخریہ نہیں ہیں بلکہ مقصود ادا کرنا شکر کا ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور دارمی سے منقول ہے۔

شفاء میں قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خلیل اس عاشق کو کہتے ہیں جو رضاجوئی محبوب میں

مستغرق ہو اور حبیب اس عاشق کو کہتے ہیں جس کا رضا جو' خود اس کا معشوق ہو۔

حضور کا عدل:

صفت دوم: عدل تو پیدائشی طور سے آپ میں اس درجہ تھا کہ اکثر کتب معتبرہ سیر سے ثابت ہے کہ جب آپ کی دایہ حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ کو گود میں لے کر دہنی چھاتی کا دودھ پلا کر بائیں چھاتی کا دودھ پلانا چاہا۔ بائیں چھاتی آپ نے منہ میں نہ لی۔ ہمیشہ اس کو اپنے بھائی رضاعی کے واسطے چھوڑ دیتے تھے اور سخت مزاجی اور تند خوئی کی نفی تو اللہ جل شانہ' آپ سے خود قرآن کریم میں اس طرح فرماتا ہے: ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک یعنی اے میرے محبوب "اگر تم سخت مزاج اور تند خو ہوتے تو لوگ تم سے اوچھٹ جاتے"۔ علیٰ ہذا القیاس بازاروں میں شور کرنا تو درکنار' پہاڑوں میں بھی شور کرنے سے ذکر اللہ کے ساتھ بھی آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ کتاب الحج بخاری شریف میں ہے کہ عرفات کو جاتے ہوئے جو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی آواز کا حجاج صحابہ سے آپ نے شور سنا' فرمایا اعتدال اختیار کرو اور درمیانی آواز سے تکبیر کہو' شور نہ مچاؤ۔ غریب اور ضعیف ہی پر آپ رحیم نہیں تھے بلکہ عام مخلوقات کے واسطے موجب رحمت بھیجے گئے تھے۔ قال اللہ تعالیٰ ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنی "اے میرے محبوب نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے تمام مخلوقات کے" اور باب "الرحمۃ والشفقۃ علی الخلق" مشکوۃ شریف سے تو آپ کا عادل اور رحیم ہونا تمام دنیا پر' تمام رحیموں سے اور عادلوں سے بے حد زیادہ قابل ملاحظہ ہے۔ دیکھو اور بغور دیکھو ترمذی شریف میں ہے:

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء وعن عائشۃ قالت ما ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ شیئا قط الا ان یجاھد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادما ولا امراۃ رواہ الترمذی۔ وفی شمائل الترمذی عن عائشۃ انھا قالت لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح واخرج الترمذی فی الشمائل عن حسین بن علی رضی اللہ عنھما قال سالت

ابی عن سیرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جلسائہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم البشر سہل الخلق لین الجانب لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب ولا فحاش ولا عتاب ولا مشاح یتغافل عما لا یشتھی ولا یونس منہ ولا یخیب فیہ قد ترک نفسہ من ثلاث المراء ولا کبار وما لا یعنیہ وترک الناس من ثلاث کان لا یذم احدا ولا یعیبہ ولا یطلب عورتہ ولا یتکلم الا فیما رجا ثوابہ واذا تکلم اطرق جلسائہ کانما علی روسھم الطیر فاذا سکت تکلموا لا یتنازعون عندہ الحدیث ومن تکلم عندہ انصتوا لہ حتی یفرغ حدیثھم عندہ حدیث اولھم یضحک مما یضحکون ویتعجب مما یتعجبون ویصبر للغریب علی الجفوہ فی منطقہ ومسئلتہ حتی ان کان اصحابہ لیستجلبونھم ویقول اذا رایتم طالب حاجہ یطلبھا فارفدوہ ولا یقبل الثناء الا من مکافی ولا یقطع علی احد حدیثہ حتی یجور فیقطعہ بنھی او قیام۔

حضور کے اخلاق کریمہ کی ایک جھلک:

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو' تم پر وہ رحم کرے گا' جس کی حکومت آسمانوں میں ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مارا تھا۔ نہ کسی بیوی کو نہ خادم کو مگر جہاد میں جو فی سبیل اللہ ہوتا ہے اور شمائل ترمذی میں ہے' حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ قصداً نہ بلاقصد کبھی آپ کے منہ سے فحش بات نہیں نکلتی تھی اور آپ بازاروں میں شور کرنے والوں سے نہ تھے اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے تھے بلکہ معاف کردیتے اور درگزر فرمادیتے تھے اور شمائل ترمذی میں ہے حسین بن علی رضی

اللہ عنہما سے ' فرماتے ہیں ' میں نے اپنے والد ماجد علی اسد اللہ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ کا برتاؤ اپنے ہم نشینوں سے کیسا تھا۔ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کشادہ پیشانی رہتے تھے۔ بہت خوش خلق تھے۔ ہر شخص سے نرمی سے پیش آتے۔ درشت خو' تیز مزاج نہ تھے اور نہ بازاروں میں شور کرنے والوں سے اور نہ فحش بکنے والوں اور بات بات پر ناراض ہونے والوں سے اور نہ خشک مزاج۔ جس شے کی خواہش نہ ہوتی ' اس سے تغافل فرماتے ' نہ نفرت ظاہر فرماتے اور نہ اس میں عیب نکالتے۔ اپنے نفس سے تین باتوں کو چھوڑ دیا تھا ' جھگڑا کرنے کو اور طلب زیادتی کو دنیا سے اور بے سود باتوں کو۔ اور تین باتوں سے آدمیوں کو چھوڑ دیا تھا ' کسی کی برائی کبھی نہ کرتے ' نہ کبھی کسی عیب جوئی میں رہتے۔ اوقات مقررہ میں بات چیت فرماتے تھے اور جب آپ باتیں فرماتے اصحاب کرام ایسے گردنیں جھکا کر بیٹھتے جیسا کسی کے سر پر جانور بیٹھا ہو... یعنی ذرا سی بے ادبی سے ڈرتے تھے کہ رحمت کا پرندہ ہمارے سر سے نہ اڑ جائے۔ جب آپ بات ختم کر لیتے تب کچھ عرض کرتے۔ آپ کے حضور میں کسی بات میں نہ جھگڑتے اور باہم کسی بات کرتے ہوئے کی بات میں دخل نہ دیتے۔ بات ان کی آپ کے حضور میں سلف صالحین انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہوتے تھے۔ صحابہ کرام کے ساتھ ہنسی کی بات پر آپ ہنستے تھے اور تعجب کی بات پر تعجب بھی کرتے۔ اور مسافروں کے سوال اور ان کی بات پر آپ صبر فرماتے ' اسی واسطے صحابہ کرام مسافروں کو حضور میں کھینچ لایا کرتے تھے (اس واسطے کہ صحابہ کرام کو زیادہ پوچھ گچھ کی اجازت نہ تھی اور مسافروں کو اجازت تھی ' لہٰذا مسافروں کے ذریعہ سے بہت مسائل حل ہو جاتے تھے اور صحابہ کرام کو ممانعت سوال کی اس وجہ سے تھی کہ ان کی پوچھ گچھ سے کوئی سختی نہ نازل ہو جائے)

اور آپ فرماتے رہتے تھے کہ اگر تم کسی حاجت مند کو پاؤ ' اس کی حاجت برآری میں اس کے ساتھ نرمی کرو اور جو کوئی حضور کی تعریف حد شریعت سے زیادہ کرتا ' اس کو آپ قبول نہ فرماتے اور آپ کسی بات کرنے والے کو جب تک وہ حد سے نہ گزر جائے ' بات کرنے سے نہ روکتے مگر حد سے گزر جاتا تو منع فرما دیتے یا کھڑے ہو جاتے۔

وفی شمائل الترمذی عن جابر بن عبد الله يقول ما سئل رسول الله صلے الله عليه وسلم شيئا قط فقال لا- وعن عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسال ان یعطیہ فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما عندی شئی ولکن ابتیع علی فاذا جاء نی شئی فقضیتہ فقال عمر یا رسول اللہ صلے اللہ علیک اعطیتہ فما کلفک اللہ تعالی ما لا تقدر علیہ فکرہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم قول عمر رضی اللہ عنہ فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ صلی اللہ علیک انفق ولا تخف من ذی العرش اقلالا فتبسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وعرف البشر فی وجھہ بقول الانصاری ثم قال بھذا امرت ومن شاء الزیادہ فلینظر الی الشمائل الترمذی وحجۃ اللہ علی العالمین۔

''نہیں'' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا:

اور شمائل ترمذی میں ہے' جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کسی سائل کے جواب میں نہیں تو کبھی فرمایا ہی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور میں حاضر ہو کر کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے' میری ضمانت پر خرید لے۔ جب میرے پاس کچھ آئے گا میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' حضور جو موجود نہیں اس پر اور جس کے دینے کی اس وقت قدرت نہیں ہے' اس پر آپ کو اللہ نے تکلیف نہیں دی۔ اس قول عمر رضی اللہ عنہ پر آپ نے کراہت ظاہر فرمائی۔ ایک انصاری نے عرض کیا' حضور خوب خرچ کیجئے اور صاحب عرش سے تنگ دستی کا خوف نہ کیجئے۔ اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور انصاری کی بات پر خوشی کے آثار چہرۂ مبارک سے ظاہر ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا' مجھ کو یہی حکم دیا گیا ہے جس کو اس سے زیادہ دیکھنا ہو' چاہیے کہ ''شمائل ترمذی'' اور ''حجۃ اللہ علی العلمین'' کو دیکھے۔

میدان جنگ میں ثابت قدمی:

اور صفت پنجم آپ کا قتل سے محفوظ رہنا باوصف قائم رہنے حضور کے ایسے موقعوں پر' جہاں بڑے

بڑے بہادر بھاگ نکلے' جیسے جنگ ہوازن وغیرہ میں صراحتاً قرآن مجید سے ثابت ہے اللہ جل شانہ' ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا النبی بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس۔ (رکوع ۹' سورہ مائدہ)

اے پیارے نبی' جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے' وہ اپنے امتیوں کو پہنچا دو اور اگر تم نے یہ نہ کیا تو تم نے گویا اپنا کار رسالت ادا کیا ہی نہیں اور اللہ تمہاری جان کی لوگوں کے ارادوں سے حفاظت کرتا رہتا ہے۔

اور اس حفاظت کا ثبوت بہت سی حدیثوں سے ظاہر ہے۔ منجملہ ان کے ایک دو حدیثیں بطریق نمونہ لکھی جاتی ہیں۔ باب التوکل والصبر مشکوۃ میں ہے:

عن جابر رضی الله عنه انه غزی مع النبی صلی الله علیه وسلم قبل نجد فلما قفل رسول الله صلی الله علیه وسلم قفل معه فادرکتهم القائلته فی واد کثیر العضاه فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم وتفرق الناس یستظلون بالشجر فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم تحت سمره فعلق بها سیفه ونمنا نومته فاذا رسول الله صلی الله علیه وسلم یدعونا واذا عنده اعرابی فقال ان هذا اخترط علی سیفی وانا نائم فاستیقظت وهو فی یده صلتا قال من یمنعک منی فقلت الله ثلثا ولم یعاقبه وجبس متفق علیه وفی روایته ابی بکر فی صحیحه فقال من یمنعک منی قال الله فسقط السیف من یده فاخذ رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم السیف فقال من یمنعک منی فقال کن خیر اخذ فقال تشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله قال لا ولکنی اعاهدک ان لا اقاتلک ولا اکون مع قوم یقاتلونک فخلی سبیله فاتی اصحابه فقال جئتکم من عند خیر الناس۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی جانب بغرض جہاد گیا تھا۔ وقت واپسی کے جس جنگل میں بہت درخت تھے' قیلولہ کا وقت آ گیا۔ اصحاب کرام اور غازیان باحترام متفرق درختوں کے سایہ میں جا لیٹے۔ حضور نے بھی ایک کانٹے دار درخت سے شمشیر مبارک لٹکا دی اور درخت کے سایہ میں آرام فرمانے لگے۔ ہم بھی سب سو گئے۔ ناگاہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کی آواز ہمارے کانوں میں پہنچی اور حضور کو میں نے دیکھا کہ ایک بدو حضور کے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا' میں سویا ہوا تھا کہ اس نے میری تلوار درخت سے لے کر مجھ پر ننگی سونت لی۔ میں یک لخت جاگ پڑا اور اس کو دیکھا کہ ننگی تلوار مجھ پر کھینچی ہوئی کھڑا ہے اور کہتا ہے مجھ سے آپ کو اس وقت کون بچا سکتا ہے۔ تین بار۔ میں نے کہا۔ میرا اللہ ۔ پھر آپ نے اس کو نہ کوئی سزا دی' نہ قید کیا اور صحیح ابوبکر بن ابی شیبہ میں اتنا زاید ہے کہ جب میں نے کہا میرا اللہ' تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو اٹھا کر فرمایا' اب تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ بدوی نے عرض کیا' آپ قیدیوں سے اچھا سلوک کرنے والوں میں سے رہیے۔ آپ نے فرمایا' تو **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله** کہتا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ مگر میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی آپ کے ساتھ قتل و قتال نہ کروں گا' نہ آپ سے قتل و قتال کرنے والوں کا کبھی ساتھ دوں گا۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا اور وہ اپنے یاروں میں آ کر کہنے لگا' میں تمہارے پاس تمام آدمیوں سے جو بہتر ہیں' ان کے پاس سے آیا ہوں۔ اسی طرح "کتاب الحمیدی" اور "کتاب الریاض" میں یہ حدیث مروی ہے۔

بخت نصر بادشاہ کا ایک بھولا ہوا خواب:

بشارت پنجم: باب دوم 'کتاب دانیال علیہ السلام میں بخت نصر بادشاہ کا خواب بیان کیا گیا ہے' جس کو وہ بھول گیا تھا اور دانیال علیہ السلام نے بموجب وحی الٰہی اس خواب کو مع تعبیر بیان کیا۔ باب دوم 'کتاب دانیال کے صفحہ ۲ میں ہے:

"تو اے بادشاہ اپنی پلنگ پر لیٹا ہوا خیال کرنے لگا کہ آئندہ کیا ہو گا۔ سو وہ جو رازوں کا کھولنے والا ہے' تجھ پر ظاہر کرتا ہے کہ کیا ہو گا لیکن یہ راز مجھ پر آشکارا کیا گیا۔ تو نے نظر کی اور دیکھا کہ ایک بڑی مورت تھی' جس کی رونق بے نہایت تھی' تیرے سامنے کھڑی ہوئی ہے اور اس کی

صورت ہیبت ناک تھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے۔ اس کا شکم اور رانیں تانبے کے تھے۔ اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے' کچھ مٹی کے تھے اور تو اسے دیکھتا رہا' یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کر نکالے' آپ سے نکلا جو اس شکل کے پاؤں پر' جو لوہے اور مٹی کے تھے' لگا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور تابستانی کھلیان کی بھوسی کی مانند ہوئی اور ہوا انہیں اڑا کر لے گئی' یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ لگا اور پتھر' جس نے اس مورت کو مارا' ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔ وہ خواب فراموشیدہ یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور میں بیان کرتا ہوں۔

تو ہی بادشاہ' بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ تو ہی وہ سونے کا سر ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہو گی جو تجھ سے چھوٹی ہو گی اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی ہو گی' جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہو گی اور جس طرح کہ لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب ہوتا ہے' ہاں لوہے کی طرح جو سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے' اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی اور کچل ڈالے گی اور جو کچھ تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی ماٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں' سو اس سلطنت میں تفرقہ ہو گا مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا گلائی سے ملا ہوا تھا' سو لوہے کی توانائی اس میں ہو گی جیسا کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ ماٹی کی تھیں' سو وہ سلطنت کچھ قوی اور کچھ ضعیف ہو گی اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا گلائی سے ملا ہوا ہے' وہ اپنے کو انسان کی نسل سے ملائیں گے۔ مگر جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا' تیسا وہ باہم میل نہ کھائیں گے اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہو گی اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی۔ وہ ان سب سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہ ہی تا ابد قائم رہے گی۔ جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ کر نکالے' آپ سے آپ نکلا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ خدائے تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے ہونے والا ہے اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی"۔

تعبیر کی وضاحت:

علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "حجتہ اللہ علی العالمین" کے بیان بشارات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس خواب میں بموجب تعبیر دانیال علیہ السلام اور مراد مملکت اولی سے سلطنت بخت نصر ہے اور مراد مملکت ثانی سے سلطنت ماد ئین ہے' جو بعد قتل بلشا صربن بالملک' بخت نصر کے غالب آ گئے تھے اور کلد انیوں کی سلطنت کی نسبت ان کی سلطنت میں بموجب تعبیر خواب ضعف رہا اور مراد تیسری مملکت سے سلطنت کیانیین ہے اور چونکہ ان کی سلطنت قاہرہ اور بہت غالب سلطنت تھی' اس کو تمام روئے زمین کی سلطنت ہی کر کے دکھایا گیا' جیسا کہ خواب اور تعبیر خواب سے ظاہر ہے اور مراد چوتھی سلطنت سے سلطنت اسکندر رومی مراد تھی' جو بموجب تعبیر خواب ظہور میں آئی اور قوت میں مثل لوہے کے تھی۔ پھر مملکت فارس مختلف جماعتوں میں تقسیم ہو کر ساسانیوں کے زمانہ تک ضعیف ہوتی رہی مگر کبھی قوی ہو جاتی تھی اور کبھی ضعیف۔ یہاں تک کہ زمانہ نوشیروان میں سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور آپ کو اللہ جل شانہ' نے سلطنت ظاہری اور باطنی عطا فرمائی اور تھوڑی سی مدت میں آپ کے پیرو اور غلام مشرق سے مغرب تک .بفضلہ تمام ملک فارس و عرب کے مالک ہو گئے اور اس سلطنت ابدی اسلامی نے سونے چاندی' لوہے تانبے اور لوہے مٹی کی تمام سلطنتوں کو ذلیل اور خوار کر کے' جو مثل ایک غیبی پتھر کے ملک عرب سے ظاہر ہوئی تھی' گئی دنوں میں مثل پہاڑ کے ہو گئی اور پھر یہ سلطنت اسلامی ایسی قائم دائم ہوئی کہ گو کارندہ اس سلطنت کی قانون سلطنت یعنی شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوۃ پر عمل نہ کرنے کے جرم میں معزول ہو کر بموجب پیشگوئی سلطان عالم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غیروں کے ماتحت اور دست نگر بن گئے مگر قانون اسلام قرآن' حدیث' تفسیر' فقہ جیسا تھا بلا تغیر اور کم و کاست موجود ہے اور ان شاء اللہ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے اور توبہ کے دروازے بند ہونے تک ایسا ہی باقی رہے گا۔ اور کچھ نہ کچھ اس قانون پر عمل کرنے والے ایسے باقی ضرور رہیں گے جو حق کے مقابلے میں جان کی بھی پرواہ نہ کریں اور بے دین بادشاہوں تک پر غالب رہیں گے اور ابدی سلطنت کو قیام قیامت تک قیام رہے گا۔ دیکھو مسلم شریف میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق حتی تقوم الساعتہ وفی روایتہ لا تزال

اهل الغرب ظاهرین علی الحق حتی تقوم الساعته۔

فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہے گا ایک گروہ میری امت کا غالب حق پر اور ایک روایت میں ہے ہمیشہ رہیں گے اہل مغرب (اہل ایمان) غالب حق پر یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

اور تفسیر "در منثور" میں ہے:

اخرج ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما نقض قوم ن العہد الا سلط اللہ علیہم عدوھم و ما طففوا الکیل الا منعوا النبات واخذوا بالسنین وایضا فی تفسیر البیضاوی وفی الحدیث خمس بخمس ما نقض العہد قوم الا سلط اللہ علیہم عدوھم وما حکموا بغیر ما نزل اللہ تعالی الا فشا فیہم الفقر و ما ظہر فیہم الفاحشہ الا فشا فیہم الموت و لا طففوا الکیل الا منعوا النبات و اخذوا بالسنین و لا منعوا الزکات الا حبس عنہم القطر و ھکذا روی فی المشکوۃ۔

ابن مردویہ روایت کرتے ہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انہوں نے' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر اللہ نے ان کا دشمن ان پر مسلط کر دیا اور ماپ تول میں جس قوم نے کمی کی' قحط سالی میں گرفتار کی گئی۔ اور تفسیر بیضاوی میں ہے' پانچ گناہوں کی دنیا میں پانچ سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ جس قوم نے عہد شکنی کی ان کا دشمن ان پر مقرر کیا گیا اور جس قوم نے مخالف اللہ و رسول کے حکموں کے حکم کرنا شروع کیا' وہ فقر و فاقہ میں مبتلا کی گئی اور جن میں زنا پھیلا' ان میں مرض موت (طاعون و ہیضہ وغیرہ) پھیلایا گیا اور جنہوں نے ماپ تول میں کمی بیشی شروع کی' وہ مبتلاء قحط کیے گئے اور جنہوں نے زکات دینا موقوف کیا' ان سے بارش یعنی نفع والا مینہ روک دیا گیا۔ اسی مضمون کی حدیث مشکوۃ شریف میں بھی ہے۔

بشارت ششم: غزل الغزلات عبرانی مع ترجمہ اردو موجودہ مشن لائبریری انار کلی لاہور۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب سے ملنے کے شوق میں خدا تعالیٰ سے مناجات اور اپنے محبوب یعنی محبوب خدا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توصیف الفاظ ذیل کے ساتھ کرتے ہیں' جن میں باوصف تحریفات

چند در چند کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ی م کے ساتھ' جو زبان عبرانی میں تعظیم کے واسطے اضافہ کرتے ہیں' اب بھی موجود ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

رسول اکرم کی زیارت کے اشتیاق کا اظہار کرتے ہیں

دودی صح وادوم دعول مربابہ روشو کثم پاز قصوثا وثلتلیم شحوروث کجوریب عنا وکیو نیم عل افیقی رحصوث کالاب یوشبوت عل ریلتث بحایا وگعروغث هموبم مغدلوث مرتاحیم سفثوثا وشوشنیم لظافوث مورعو بیریا وروکلیلی زاهاب مهلایم هبزمیش سعاوعشث شین مغلفث سپریم شوقاوعمودی شیش میثاویم عل اونی پاز مریتهو گلیانون باحورکازیم حکویمقیم وخلو محمدیم ده وودی وزه رعی بلوشدیروشلایم۔

اردو ترجمہ

"میرا دوست نورانی گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا بدن مثل ہیرے کے چمکدار ہے۔ اس کی زلفیں مسلسل مثل کوی کی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسی پانی کے کنڈل پر کبوتر دودھ میں دھلے ہوئے نگینہ کی مانند جڑی ہیں۔ اس کے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل چھائی ہوئی اور چکلی پر خوشبو گری ہوئی ہو اس کے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے۔ اس کے ہاتھ سونے سے دھلے ہوئے اور جواہر سے جڑے ہوئے اس کا شکم جیسے ہاتھی دانت کی تختی جواہر سے لپی ہوئی۔ اس کی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کی بنیادوں پر جڑی ہوئی اس کا چہرہ مانند مہتاب کے جوان' مانند صنوبر کے اس کا گلا تھا سبز' شیریں اور وہ ہے محمد۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہے میرا دوست اور محبوب اے یروشلم کی بیٹیو!"

اس عبارت کا ترجمہ جو دوسری انجیلوں میں کیا گیا ہے' اس میں محمدیم کا ترجمہ اول اس طرح کیا گیا تھا۔ "ہاں وہ سراپا گیا ہے اے یروشلم کی بیٹیو"۔ اس کے بعد کے ترجموں میں اس کو بھی بدل کر اس طرح

ترجمہ کیا۔ "ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے اے یروشلم کی بیٹیو"۔ فقط۔

کوہ فاراں پر آنے والا قدوس:

بشارت ہفتم: حقوق نبی کی کتاب کے باب سوم کی آیت سوم میں ہے۔ "اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا' اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی"۔ اھ۔ اور پیشگوئی دوم میں انجیل ہی کی آیتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے۔ اب اس شان کا کوئی ایسا پیغمبر' جس کے حمد اور رہنمائی سے تمام زمین معمور ہو جائے' بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی بتا سکتا ہے کہ مکہ سے ظاہر ہوا۔ ہرگز نہیں۔ لامحالہ یقیناً ہر صاحب فہم و انصاف پر ظاہر ہو گیا کہ صاحب رسالہ "پیغمبر عالم" نے ان آیتوں کو جس طرح لکھا ہے' پچھلی انجیلوں میں اسی طرح صحیح تھا جو پچھلی اصلاحوں کے بعد اس صورت میں رہ گئیں اور عجب نہیں آئندہ یہ لفظ بھی اڑا دیا جائے۔ صاحب رسالہ "پیغمبر عالم" "کتاب جقوق نبی سے دسویں بشارت میں تحریر فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ جبال مکہ سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کرے گا جس کی تعریف سے زمین بھری ہوگی اور زمین و گردوں کا مالک ہوگا"۔ اور انجیل برناباس جو زبان عبرانی میں پرانی کتب خانہ نصاریٰ واقعہ اٹلی سے برآمد ہوئی تھی اور کسی پادری نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کر کے یہ لکھ دیا تھا کہ یہ جلد اور کاغذ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا نہیں معلوم ہوتا' غالباً کسی مسلمان یا یہودی نے موقع پا کر اس کو لکھ کر اس کتب خانہ میں رکھ دیا ہے۔ اور پھر ایک فاضل ترکی نے اس کا ترجمہ عربی میں کر کے بہت سی معتبر تاریخوں سے یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ یہ جلد اور اس کے کاغذ بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے کاغذوں سے اور اس کی جلد عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی جلدوں سے بلاشک ملتی ہوئی ہے' جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اصلی انجیل غیر محرف یہی ہے اور پھر اس کا ترجمہ اردو میں حمیدیہ سٹیم پریس لاہور میں جو چھپا ہے' اس میں تو بہت سی پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مفصل اور مصرح موجود ہیں' جن میں سے بطریق نمونہ کچھ لکھا جاتا ہے۔

صفحہ ۶۰' فصل ۳۹۔ انجیل مذکورہ میں ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی نظر:

"پس جبکہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا' اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی

دیکھی، جس کی عبارت یہ تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار اللہ کیونکہ تو نے مہربانی کی۔ پس مجھ کو پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے معنے کیا ہیں یعنی محمد رسول اللہ کے۔ تب اللہ نے جواب دیا' مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص' جس کو تو نے دیکھا ہے' تیرا ہی بیٹا ہے جو اس وقت کے بہت سے سال کے بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہو گا کہ اس کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ رسول جب آئے گا' دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔ پس آدم نے بہ منت یہ کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی۔ داہنے ہاتھ کے ناخن کے انگوٹھے پر لا الہ الا اللہ اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر محمد رسول اللہ۔ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پوری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا"۔

صفحہ ۵۵، فصل ۳۶ میں عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تحقیق تمام انبیاء بجز اس رسول اللہ کے آچکے ہیں جو کہ جلد تر میرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کے راستہ کو صاف کروں۔ بے فکری کے ساتھ بدوں ذرا سے بھی خوف کے"۔

صفحہ ۶۴، فصل ۴۱۔

جنت الفردوس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ:

"پس جبکہ آدم نے مڑ کر نگاہ کی' اس نے فردوس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تب اس وقت وہ رویا اور کہا اے بیٹے' کاش! اللہ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، نبی کریم کا تعارف کراتے ہیں:

جب کاہنوں نے یسوع سے پوچھا تو کون ہے۔ تب یسوع نے اعتراف کیا اور کہا سچ یہ ہے کہ میں مسیحا نہیں ہوں۔ پس ان لوگوں نے کہا آیا تو ایلیا ہے یا ارمیا ہے یا قدیم نبیوں میں سے کوئی نبی ہے۔ یسوع نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ تو انہوں نے کہا تو کون ہے ہم سے بتا تاکہ ہم ان لوگوں کے پاس جا کر بیان کردیں جنہوں نے ہم کو بھیجا ہے۔ تب یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں۔ تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو۔ جیسا کہ اشعیا میں لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا جبکہ تو نہ مسیحا ہے نہ ایلیا نہ کوئی اور نبی، پھر کیوں نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے اور اپنے آپ کو مسیحا سے بہت بڑھ کر شاندار بتاتا ہے۔ رسول نے جواب دیا تحقیق خدا کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند نہیں شمار کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول کی جوتی کے بند یا نعلین کے تسمے کھولوں جس کو تم مسیحا کہتے ہو۔ وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی"۔ فقط۔

بیان اس شہادت کا جس کو نصاریٰ عیسیٰ کی نسبت سمجھتے ہیں اسی پیشگوئی کے قریب قریب انجیل مرقس اور انجیل یوحنا میں جو بشارتیں آنے والی نبی کے متعلق منقول ہیں، وہ بھی بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آسکتیں، اس واسطے کہ بعد یوحنا علیہ السلام کے، بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی ایسا نبی نہیں آیا جو یوحنا علیہ السلام سے زیادہ زور آور سمجھا جائے اور اس کی ہدایت اس قدر عالمگیر ہو کہ جس کی نسبت یوحنا علیہ السلام یہ ارشاد فرمائیں کہ میں اس کے جوتے کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ دیکھو انجیل مرقس، ساتواں باب، چھٹی، ساتویں، آٹھویں آیت تک۔

"اور (یوحنا) یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا مگر وہ تمہیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا"۔

اس واسطے کہ اول تو یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے خود یوحنا سے بپتسمہ لیا۔ دوم یسوع علیہ السلام

یوحنا ہی کے زمانہ میں موجود تھے اور یوحنا کی بشارت اس نبی کے متعلق ہے جو بعد یوحنا کے آئیں۔ چنانچہ اسی انجیل مرقس میں بعد بشارت مذکور یہ ہے (اور ان دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے گلیل کے ناصرہ سے آکر یردن میں یوحنا سے بپتسمہ لیا الخ) علاوہ بریں بموجب خبر انجیل موجودہ یسوع عیسائیوں کے نزدیک پیغمبر ہو بھی نہیں سکتے' اس واسطے کہ یسوع ان کے نزدیک سولی دیے گئے اور قتل کیے گئے تھے اور انجیل ہی میں ہے کہ جو جھوٹا نبی ہو گا وہ قتل کیا جائے گا۔ البتہ عیسیٰ علیہ السلام اہل اسلام کے نزدیک سچے نبی ہیں کہ ان کے نزدیک وہ نہ سولی دیے گئے اور نہ قتل کیے گئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم یعنی یہود نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا' نہ ان کو سولی دی بلکہ اشتباہ میں ڈال دیے گئے۔ اور جو کچھ تہمتیں یہود و نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر رکھی تھیں' ان سے قرآن شریف ہی نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی برات بموجب پیشگوئی عیسیٰ علیہ السلام بیان کی۔ دیکھو انجیل یوحنا کے پندرھویں باب میں ہے:

"جب وہ مددگار آئے گا' جس کو میں باپ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجوں گا یعنی نجوئی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے' وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔ میں نے یہ باتیں تم سے اس لیے کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ۔ لوگ تم کو عبادت خانوں سے خارج کر دیں گے بلکہ وہ وقت آتا ہے کہ جو کوئی تم کو قتل کرے گا' وہ گمان کرے گا کہ میں خدا کی خدمت کرتا ہوں۔ اور وہ اس لیے کریں گے کہ انہوں نے نہ باپ کو جانا نہ مجھے۔ لیکن میں نے یہ باتیں تم سے اس لیے کہیں کہ جب ان کا وقت آئے تو تم کو یاد آجائے کہ میں نے تم سے کہہ دیا تھا"۔ الخ۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا حشر:

چنانچہ بعد عیسیٰ علیہ السلام اور بعد یوحنا علیہ السلام کے بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے' کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا اور مثل مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے' جس نے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کا کیا' وہ قتل کیا گیا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنھوں نے دعویٰ نبوت کیا' وہ چند روز میں بے نام و نشان ہو گئے۔ چنانچہ تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ ایک بادشاہ نے دعویٰ نبوت کیا۔ کتاب الٰہی نام رکھ کر کتاب بنائی اور اس کی سات پشت تک برابر یہ دعویٰ جاری رہا مگر آخر بے نام و نشان ہو گئے۔ اسی طرح ہمارے زمانہ میں' جنھوں نے دعویٰ نبوت کا کیا' ان کے تابعین میں بھی بے حد اختلاف اور ان کی نبوت سے

انکار تو پھیل ہی چکا اور وہ آثار نمایاں ہیں کہ جن سے یقین ہے کہ چند روز میں ان شاء اللہ بے نام و نشان ہوئے جاتے ہیں مگر بموجب بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے' آنحضرت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے نبی ہونے کی گواہی بھی دی اور جن نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو یاد رکھا' وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائے اور عیسیٰ علیہ السلام پر جو تہمتیں رکھی تھیں' ان سے تائب بھی ہوئے اور جو ان باتوں کو بھول گئے تھے یا وہ باتیں سنی ہی نہیں' انہوں نے ان باتوں کے یاد رکھنے والوں کو عبادت خانوں سے بھی نکالا مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسا ہی مددگار دین سمجھتے رہے اور زور آور جیسا یوحنا اور یسوع علیہما السلام نے فرمایا تھا اور مخالفین ان کے قتل کو عبادت سمجھتے رہے اور آج تک سمجھ رہے ہیں۔

شاہ حبشہ کے پاس مسلمانوں کا قیام:

"تفسیر خازن" اور "معالم" اور "در منثور" وغیرہ معتبر تفسیروں میں ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ بوجہ سکھانے توحید کے سبق اور منع کرنے کے بت پرستی سے مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے بموجب خبر انجیل مرقس و یوحنا نماز سے منع کرنے لگے' مسلمانوں کو عبادت خانوں سے نکالنے لگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے بہت سے مسلمان ہجرت کر کے اصحمہ نامی نجاشی لقب بادشاہ حبشہ کی سلطنت میں' جو نصرانی تھا اور اس کی رعیت بھی نصرانی تھی' چلے گئے اور جب مشرکین مکہ سے بعض مشرک کچھ تحفے لے کر نجاشی کے پاس اس غرض سے گئے کہ مسلمانوں کو کچھ جھوٹ سچ بادشاہ سے کہہ کر اور تحفے پیش کر کے سلطنت نجاشی بادشاہ سے نکلوا دیں۔ نجاشی نے ان مشرکوں کی اس درخواست پر تمام مہاجر مسلمانوں کو' جن میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے بھائی بھی تھے' بلوا کر پوچھا کہ تم اور تمہارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کیا کہتے ہو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہم ان کو اللہ کا سچا رسول اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ جانتے ہیں' جن کو اللہ نے بغیر باپ کے حضرت مریم علیہا السلام پارسا سے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا تھا' جیسے آدم علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔

یہ سن کر نجاشی نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا تھا' اس میں اور تمہارے نبی کے فرمان میں ذرا سا بھی فرق نہیں۔ یہ سن کر مشرکین مکہ حواس باختہ ہو گئے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا' جو تمہارے رسول پر کلام اللہ نازل ہوتا ہے' اس سے کچھ تم کو یاد ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ہاں۔ اور

سورۂ مریم پڑھنا شروع کی۔ تمام رہبان اور قسیس اور جتنے نصاریٰ دربار نجاشی میں حاضر تھے' سورۂ مریم سن کر بہ مقتضائے سچی محبت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یاد رکھنے عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں کے بموجب بیان مذکورہ انجیل یوحنا بے اختیار رونے لگے۔ پھر تمام مہاجروں کو بادشاہ نے فرمایا کہ تم بے خوف امن سے میری سلطنت میں رہو اور وفد مشرکین مکہ کا خائب و خاسر واپس مکہ مکرمہ کو لوٹ گیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے اور تمام مہاجرین حبشہ نجاشی سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے' حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے مسمی ازھی کو حضور کی خدمت میں اس عریضہ کے ساتھ بھیجا' جس کا یہ مضمون تھا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیک' میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے سچے رسول ہو تصدیق کیے گئے (پہلی کتابوں کی شہادت کے ساتھ) اور میں آپ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت قبولیت اسلام کر چکا ہوں اور آپ سے پھر اب بیعت کرتا ہوں اور اللہ رب العالمین کے واسطے مسلمان ہوتا ہوں اور اللہ رسول کی طاعت میں گردن جھکاتا ہوں اور اپنے بیٹے ازھی کو خدمت اقدس میں بھیجتا ہوں۔ اور اگر ارشاد ہو میں بھی خود حاضر ہوں"۔ الخ۔

اسلام لانے والے نصرانی علماء:

چنانچہ اس جماعت کے متعلق' جس نے عیسیٰ علیہ السلام اور یوحنا کی بشارت کو یاد رکھا اور عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کو یقیناً جان لیا تھا اور جس جماعت نے عیسیٰ علیہ السلام اور یوحنا کی باتوں کو بھلا دیا اور جنہوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو جانا نہ خدا کو۔ اللہ جل شانہ' سورۂ مائدہ میں فرماتا ہے:

ولتجدن اقربهم مودة للذين امنوا الذين قالوا انا نصارى ذلك بان منهم قسيسين ورهبانا وانهم لا يستكبرون واذا سمعوا ما انزل الى الرسول ترى اعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق يقولون ربنا امنا فاكتبنا مع الشاهدين ○ وما لنا لا نومن بالله وما جاءنا من الحق ونطمع ان يدخلنا ربنا مع القوم الصالحين ○ فاثابهم الله بما قالوا جنات تجرى

من تحتها الانهار خلدين فيها و ذلك جزاء المحسنين ○
والذين كفروا و كذبوا بايا تنا اولئك اصحب الجحيم ○

"اور البتہ پاؤ گے اے ہمارے حبیب مومنوں سے محبت رکھنے میں زیادہ قریب ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ ان میں قسیسین (علما) اور رہبان (درویش) موجود ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب وہ سنتے ہیں اس کلام کو جو تجھ پر اے ہمارے رسول نازل کیا گیا ہے' ان کی آنکھوں سے تم دیکھتے ہو کہ آنسو ٹپکتے ہیں بوجہ جان لینے امر حق کے وہ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے ایمان لائے ہم پس لکھ تو ہم کو حق کی گواہی دینے والوں میں اور کیوں نہ ہم ایمان لائیں اللہ پر اور اس امر حق پر جو ہمارے پاس آیا حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں جنت میں داخل ہونے کی اللہ سے نیکوں کے ساتھ' پس بدلے میں اس کے دے چکا اللہ ان کو ایسے جنت کے باغ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بدلہ ہے نیکوکاروں کا اور جنہوں نے نصاریٰ میں سے ناشکری کی (اور عیسیٰ علیہ السلام اور یوحنا کی باتوں کو بھول گئے۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام کو جانا نہ اللہ کو) اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو' یہی ہیں جہنمی"۔ فقط۔

یہ چند پیشین گوئیاں مع بیان مطابقت وہ تھیں جو بخوف طوالت بطریق نمونہ بیان کی گئیں ورنہ علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمتہ نے تو اس قسم کی موجودہ محرفہ تورات اور انجیل اور زبور سے بھی باوصف تحریفات چند در چند چوالیس پیشین گوئیاں اور بشارتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مع مطابقت نقل فرمائی ہیں اور ان پیشین گوئیوں کا وقت تشریف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبل آپ کے یہود و نصاریٰ میں اس درجہ چرچا تھا کہ بہت سے علماء یہود و نصاریٰ مثل عبداللہ بن سلام اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہما اپنے وطن ترک کر کے حضور کے انتظار میں' برسوں پہلے آپ کے ظہور سے' آپ کے انتظار میں مدینہ طیبہ میں آبیٹھے تھے بلکہ مدینہ طیبہ کی بنیاد ہی چار سو علما سے آپ کے انتظار میں رکھی گئی تھی۔

حضرت تبع یہود و نصاریٰ علماء و مشائخ کے ساتھ دامن اسلام میں:

اب ہم ان علماء اور حکماء اور رہبان یہود و نصاریٰ کا ذکر کریں گے جو بموجب پیشین گوئیوں مذکورہ کے' جو ان سے زیادہ مصرح قبل تحریف کے توریت و انجیل اور زبور میں تھیں' آپ پر ایمان لائے تھے۔

کتاب "المستطرف فی کل فن مستظرف" اور "حجتہ اللہ علی العالمین" علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ اور

"تاریخ ابن عساکر" میں ہے' جس کی تمام روایتوں کو صاحب کشف الظنون معتبر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار برس پیشتر جب تبع اول حمیری مرحوم بادشاہ ہفت اقلیم نے اپنی سلطنت کا دورہ شروع کیا' بارہ ہزار حکیم اور عالم اور ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لیے اور اس شان سے روانہ ہوئے کہ جہاں بھی قیام فرماتے تھے' اس قدر شوکت شاہی دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف سے نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی اور بادشاہ کی تعظیم و تکریم بجالاتی مگر سرزمین مکہ مکرمہ میں جب بادشاہ نے قیام فرمایا' اہل مکہ سے کوئی دیکھنے کو بھی نہ آیا۔ جب بادشاہ نے اس کا سبب وزیر اعظم سے دریافت کیا تو یہ جواب ملا کہ مکہ مکرمہ میں ایک گھر ہے' جس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ اس کی اور اس کے خادموں کی' جو یہاں کے باشندے ہیں' تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا تمہارا لشکر ہے' اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں اور اس کی تعظیم بجالاتے ہیں اور ہر طرح سے یہاں کے خادموں کی خدمت کر کے جاتے ہیں۔ پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیا آئے اور جو خود تعظیم کیے جانے کے عادی ہیں' ان کو کسی کی تعظیم کرنا کیونکر پسند آئے۔ یہ سن کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور قسم کھائی کہ جب تک بیت اللہ کی بنیاد تک نہ کھدوا دوں اور یہاں کے مردوں کو قتل کروا کے عورتوں کو قید نہ کرلوں' یہاں سے کوچ نہ کروں گا۔

یہ کہنا تھا کہ آنکھ اور ناک اور کانوں سے ایسا متعفن مادہ اور پیپ بہنے لگا کہ کسی کو اس کے تعفن سے بادشاہ کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی اور جتنا علاج کیا گیا' بیماری بڑھتی گئی۔ شام کے وقت ایک عالم ربانی بادشاہ کے ہمراہی عالموں سے تشریف لائے اور بعد دیکھنے نبض کے فرمایا' کہ نبض سے کوئی مرض نہیں معلوم ہوتا' بالکل تندرستوں کی سی نبض ہے' لامحالہ یہ کسی گناہ کی خداوند عالم کی طرف سے سزا ہے۔ کہیں تم نے بیت اللہ اور اس کے پڑوسیوں کے ساتھ تو کوئی برا ارادہ نہیں کیا ہے۔ بادشاہ نے اپنے برے ارادہ کا اقرار کیا اور اپنی قسم کا ماجرا کہہ سنایا۔ فوراً ہی اس عالم ربانی نے فرمایا کہ اس کا علاج اس ارادہ سے توبہ ہے اور کچھ جناب باری کی حضور میں نذر ماننا۔ بادشاہ نے اسی وقت خداوند کریم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ اے اس گھر کے مالک' اگر مجھ کو اسی رات میں صحت ہو گئی' میں بیت اللہ پر دوہرے ریشمیں غلاف چڑھاؤں گا اور سات سات اشرفی اور سات سات جوڑے ریشمیں اہل مکہ کی نذر کروں گا۔ بعد نذر ماننے اور توبہ کرنے بادشاہ کے' یہ عالم ربانی بادشاہ سے رخصت ہو کر ابھی خیمہ شاہی کے دروازہ تک پہنچے تھے کہ یکدم بادشاہ نے آواز دی کہ فی الواقع یہ مرض نہ تھا بلکہ عتاب الٰہی تھا کہ میرے نذر مانتے ہی یکدم مرض

کافور ہوگیا اور بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ اسی وقت حکم دیا اور اسی وقت شباشب دوہرے ریشمیں غلاف تیار کیے گئے اور صبح ہوتے ہی کعبہ شریف پر چڑھا دیے اور تمام اہل مکہ مرد و زن بچے بوڑھوں کو سات سات اشرفی اور سات سات جوڑے ریشمیں نذر کیے اور پھر مکہ مکرمہ سے چل کر جب اس زمین مقدس پر پہنچے جہاں اب مدینہ طیبہ آباد ہے اور بوجہ ایک پانی کے چشمہ کے شاہی لشکر نے وہاں قیام کیا۔ چار سو عالموں نے مع اس عالم ربانی کے، جن کی تدبیر سے بادشاہ کو آرام ہوا تھا، وہاں کی مٹی چکھی، کنکریوں کو سونگھا اور ہجرت گاہ نبی آخر زمان کی جو علامتیں کتب سابقہ میں پڑھی تھیں، اس کے مطابق اس زمین پاک کو پا کر باہم یہ عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مرجائیں گے مگر اس زمین پاک کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ اگر ہماری قسمت نے یاوری کی، کبھی نہ کبھی جب نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے اور بموجب پیشگوئی توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ ضرور ہجرت فرما کر اس زمین پاک پر تشریف لائیں گے جب تو ضرور مدعا دلی حاصل ہوگا اور آپ کی زیارت کا لطف اٹھائیں گے۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مراتب اخروی حاصل کریں گے ورنہ ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی ان کی جوتیوں کی خاک اڑ کر تو پڑ ہی جائے گی جو ہماری نجات کو کافی ہے۔

بادشاہ تبع مدینہ طیبہ میں:

یہ بات سن کر تبع اول حمیری بادشاہ نے ان عالموں کے واسطے چار سو مکان بنوا دیے اور اس عالم ربانی کے مکان کے پاس ایک مکان بہ نیت سکونت جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور چار چار سال کے واسطے سب کے لیے کھانے پہننے کا سامان مہیا کر دیا اور ایک عرضی لکھ کر اسی عالم ربانی کے سپرد کی، جن کی تدبیر سے مکہ مکرمہ میں اس مرض ناگہانی سے نجات پائی تھی اور اول کعبہ شریف پر دوہرے غلاف ریشمیں چڑھائے تھے اور وہ ایسے مقبول ہوئے کہ جیسے اب تک کعبہ شریف پر ہر سال نئے غلاف پڑتے ہی رہتے ہیں۔

تبع بادشاہ کی حضور کی بارگاہ میں درخواست:

مضمون اس عرضی کا یہ تھا کمترین مخلوقات تبع اول حمیری کی طرف سے بخدمت شفیع المذنبین خاتم النبین حبیب رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین بعد السلام علیک یہ گزارش ہے اے اللہ کے حبیب قیامت کے دن اپنی شفاعت سے مجھ کو محروم نہ رکھنا اور اس عرضی کو

ملفوف کر کے مہر لگا کر اسی عالم ربانی کے سپرد کیا اور یہ وصیت کی کہ نسلاً بعد نسل برابر یہ وصیت جاری رہے کہ یہ عرضی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم محمد رسول اللہ تک جب بھی آپ کا ظہور ہو' آپ تک پہنچ جائے۔ چنانچہ بعد ایک ہزار سال کے اس عالم ربانی کی اولاد سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جب موجود تھے' حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر حضرت ابو لیلیٰ کے ہاتھ وہ عرضی مکہ مکرمہ خدمت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روانہ کی اور درخواست مدینہ طیبہ میں بلانے کی پیش کی۔

جب حضرت ابو لیلیٰ مکہ مکرمہ خدمت اقدس میں پہنچے' دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کیا تم ابو لیلیٰ ہو اور تمہارے پاس تبع اول کی عرضی میرے نام ہے۔ ابو لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر حیران رہ گیا اور چونکہ میں حضور کو ابھی نہیں پہچانتا تھا' میں نے عرض کیا کہ آپ کی صورت جادوگروں اور کاہنوں کی تو نہیں معلوم ہوتی' پھر بغیر جان پہچان کے آپ نے مجھ کو کیسے پہچان لیا اور عرضی کا حال کیسے بتا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں ہوں شفیع المذنبین' میں ہوں خاتم النبین' میں ہوں محمد رسول اللہ۔ لاؤ وہ عرضی تبع کی کہاں ہے۔ جب میں نے وہ عرضی پیش کی' آپ نے اس کو پڑھ کر تین بار فرمایا: مرحبا بالتبع' مرحبا بالاخ الصالح۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب حسب درخواست اہل مدینہ بموجب فرمان جناب باری عزاسمہ' ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے' حضرت تبع علیہ الرحمتہ کے بنوائے ہوئے مکان میں' جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا' رونق افروز ہوئے اور بالہام الٰہی آپ کی اونٹنی بن بٹھائے اسی مکان کے آگے چلتے چلتے جا بیٹھی۔

تبع کے علماء کرام کی اولاد:

"سیرۃ نبویہ" میں ہے' حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اوس اور خزرج تمام انصاری انہی چار سو عالموں کی اولاد سے تھے' جن سے اول مدینہ طیبہ آباد ہوا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے علما اور احبار یہود ہیں جو بعد زمانہ ہجرت اور قبل زمانہ ہجرت وہ تمام علامتیں جو توریت اور زبور میں نبی آخر الزمان کی نسبت تھے' آپ میں پاکر شرف اسلام سے مشرف ہوئے' جن میں سے بڑے بڑے علماء اور احبار یہود کے' جو بموجب بشارت پہلے پیغمبروں کی' شرف اسلام سے مشرف ہوئے تھے' ان کے نام یہ ہیں اور ان کے اسلام کے مفصل واقعات کتاب "حجتہ اللہ علی العالمین" علامہ نبہانی علیہ الرحمہ وغیرہ اور بہت سی کتب سیر میں منقول ہیں۔ سب سے بڑے یہود کے عالموں سے اول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ' جو یوسف علیہ السلام

کی اولاد سے تھے اور زمانہ یہودیت میں ان کا نام نامی حصین تھا۔ دوم حضرت میمون بن بنیامین رضی اللہ عنہ جو تمام یہود کے سردار تھے مگر بعد اسلام یہود جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام کے دشمن ہو گئے تھے' ان کے بھی دشمن ہو گئے۔ تیسرے حضرت مخیریق رضی اللہ عنہ جو علماء یہود سے بہت متمول تھے اور توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پڑھ کر آپ کو نبی برحق جانتے تھے لیکن اپنے دین کی محبت سے اظہار اسلام نہیں کرتے تھے مگر احد کے دن یک لخت پکار اٹھے کہ اے یہودیو! آپ ﷺ کی مدد تم پر واجب ہے اور اپنے ہتھیار لے کر مقام احد میں آپ کی خدمت میں جا پہنچے اور یہود کو وصیت کر گئے کہ اگر اس جنگ میں میں مارا جاؤں تو میرا کل مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دینا۔ آخر جب شہید ہو گئے' ان کے مال پر آپ نے قبضہ کر لیا اور فرمایا مخیریق یہود سے بہت اچھا آدمی تھا۔ ایسے ہی دو عالم مدینہ طیبہ میں اپنے وطن مالوف ملک شام سے آئے تھے' مدینہ طیبہ کو دیکھ کر کہنے لگے' یہ تو بعینہ ایسا شہر ہے جو بموجب علامتوں کتب سابقہ کے' ہجرت گاہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ لوگوں نے کہا' نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر عرصہ سے یہاں رونق افروز ہیں۔ یہ سن کر دونوں خدمت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ یہ بتلا دیں کہ بڑی سے بڑی شہادت کتاب اللہ میں کیا ہے تو ہم ابھی آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی وقت آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

شهد الله انه لا اله الا هو والملائكته واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم○ ان الدين عند الله الاسلام۔

"گواہی دی اللہ نے کہ بلاشک نہیں کوئی معبود مگر وہ اللہ اور گواہی دی فرشتوں نے اور علم والوں نے جو انصاف پر قیام کرنے والے ہیں' نہیں کوئی معبود مگر وہ غالب حکمت والا۔ بیشک دین نزدیک اللہ کے اسلام ہے"۔

اور "سیرۃ نبوی" میں ہے کہ یہ دونوں عالم زبردست جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بالکل خبر نہ تھی' اتفاقاً آئے تھے اور آپ نے یہ آیتیں جب ان کو پڑھ کر سنائیں' فوراً وہ دونوں شرف اسلام سے مشرف ہو گئے۔

ششم ابن صوریا جو بہترین علماء یہود سے تھے۔ سہیلی ابن اسحاق وغیرہ اکثر اصحاب سیر تحریر فرماتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے اپنے سوالات کا جواب شافی پاکر مسلمان ہو گئے اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ النبی الامی۔

ہفتم ابن اسحاق حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا سے ناقل ہیں کہ حضرت صفیہ کے باپ حی بن اخطب اور ان کے چچا ابویاسر جب آپ سے مل کر آئے' آپس میں تصدیق تو دونوں نے کی کہ بیشک یہ وہی نبی ہیں جن کی علامتیں اور بشارتیں توریت وغیرہ میں موجود ہیں مگر اس جہالت سے کہ عرب میں نبوت کیوں چلی گئی' حی بن اخطب تو حضور ﷺ کا دشمن ہی رہا مگر ابویاسر حی بن اخطب کے لحاظ سے مسلمان ہو کر پھر مرتد ہو گیا اور جس دن ابویاسر مسلمان ہو گیا تھا اور حی نے اس کی مخالفت کی' حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ میں نے اسی دن شام کو سنا کہ چند یہودنیں آپس میں کہہ رہی تھیں کہ حی نے اپنے بھائی کی مخالفت کر کے اچھا نہیں کیا۔ اتنے میں ایک بڑھیا یہودن بولی کہ میرے باپ نے مرنے کے وقت میرے بھائیوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ عرب سے ایک نبی ہوں گے' جن کا نام احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ ولادت گاہ ان کی مکہ ہے اور ہجرت گاہ یثرب یعنی مدینہ طیبہ۔ اگر تم ان کے زمانہ تک زندہ رہو تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا۔

ہشتم ایسا ہی واقعہ حضرت سلمہ بن سلام بدری کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی ہمارا پڑوسی تھا۔ ہمیشہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات اور علامتیں بیان کیا کرتا تھا اور جنت دوزخ' قیامت حشر ونشر' عذاب قبر کے حالات بیان کرتا رہتا تھا۔ اسی کے بیان کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکر ہم تو آپ پر ایمان لے آئے اور وہ اپنی گمراہی سے کافر ہی رہا۔ علاوہ ازیں اور بہت سے واقعات یہود کے ہیں مگر اب کچھ واقعات علماء نصاریٰ کا بیان بھی بطریق نمونہ بہت ضروری ہے۔

حضرت سلمان فارسی ایمان لاتے ہیں:

کتاب "حجتہ اللہ" میں علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ ابن سعد بیہقی' ابونعیم طریق ابن اسحاق سے اپنی سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی نے اپنا واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ میں فارس کا رہنے والا تھا اور میرے باپ زمیندار تھے اور مجھ سے بے حد محبت رکھتے تھے کہ مجھ کو مثل لڑکیوں کی اپنی نگاہوں سے ذرا جدا نہیں کرتے تھے۔ اور میں آتش پرستی کا اتنا شوق رکھتا تھا کہ گویا میں آگ کی روئی بن گیا تھا' جو آگ کو اشتعال دیتی ہے اور کسی کام سے میں تعلق نہیں رکھتا تھا اور میرے باپ اپنی طرح مجھ کو کاروبار دنیا میں مشغول رکھنا چاہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مجھ کو

ایک ضروری کام کو بھیجا اور تقاضا کر دیا کہ اس کام کو جلدی انجام دے کر واپس آؤ۔ میں جا رہا تھا کہ راستے میں نصاریٰ کی عبادت کی آواز' جو اپنے گرجے میں کر رہے تھے' میرے کانوں تک پہنچی۔ میں نے اس آواز پر گرجے میں جا کر دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کا طریق نماز آتش پرستی کی نسبت مجھ کو ایسا پسند آیا کہ شام تک میں وہیں بیٹھا رہا اور باپ میری تلاش میں پریشان تھے۔ جب میں شام کو گھر آیا اور وہ کام بھی نہ کیا' جس کے واسطے مجھ کو بھیجا تھا' تو وہ غصے ہوئے اور کہا کہ اس وقت تک تم کہاں تھے۔ کیا میں نے تم کو سخت تاکید نہ کر دی تھی۔ میں نے کہا' اباجان رستے میں نصاریٰ اپنے گرجے میں نماز پڑھ رہے تھے اور دعا مانگ رہے تھے۔ ان کا طریقہ مجھ کو ایسا پسند آیا کہ اپنے دین کی وقعت میرے دل سے نکل گئی۔ باپ نے جھڑک کر کہا' کہ نہیں ہمارے دین سے ان کا دین اچھا نہیں ہے۔ میں نے کہا' قسم ہے خدا کی وہ دین ایسا اچھا ہے کہ وہ فقط اللہ کو پوجتے ہیں اور اسی سے دعا مانگتے ہیں اور ہم اپنے ہاتھوں سے جلائی ہوئی آگ کو پوجتے ہیں جس کو ذرا نہ سنبھالیں تو بجھ جائے۔ یہ سن کر باپ نے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور مجھ کو قید کر کے اپنے پاس ہر وقت رکھنا شروع کیا۔

میں نے پوشیدہ کسی آدمی کے ذریعہ سے نصاریٰ سے دریافت کرایا کہ تمہارے دین کی اصل کہاں سے ہے۔ انہوں نے کہا' شام میں۔ میں نے کہلا بھیجا' جب شام کا قافلہ آئے مجھ کو فوراً خبر دینا۔ چنانچہ جب قافلہ آیا اور واپس جانے لگا' انہوں نے مجھ کو اطلاع دی۔ میں بیڑی توڑ کر اس قافلے میں جا پہنچا اور ان کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں شام میں پہنچا' میں نے پوچھا کہ نصاریٰ کے بڑے عالموں اور درویشوں میں یہاں کون ہیں۔ جب مجھ کو پتہ ملا' میں نے اس عابد و عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی نزدیکی کا طریقہ سیکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے اجازت حاصل کر کے میں نے اس کے پاس رہنا شروع کیا اور اس کے طریقہ پر عبادت کرنا۔ مگر وہ آدمی بہت برا تھا۔ لوگوں کو صدقے کی ترغیب دے دے کر روپیہ جمع کرتا تھا اور مسکینوں کو کچھ نہ دیتا۔ تھوڑے دنوں میں جب وہ مر گیا اور لوگ اس کی تجہیز و تکفین کو آئے' میں نے کہا کہ یہ آدمی شریعت عیسوی کے موافق اس قابل ہے کہ اس کو گھسیٹ کر کہیں پھینک دیا جائے۔ اس واسطے کہ شریعت عیسیٰ علیہ السلام میں عالم اور درویشوں کو شام کے لیے کھانا بھی رکھنا درست نہیں اور اس نے کئی مٹکے روپے اور اشرفیوں سے بھر رکھے ہیں۔ جب انہوں نے میرے کہنے کو صحیح پایا' اس کی لاش کو سنگسار کیا اور ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر پھینک دیا۔

اس کے بعد میں ایک دوسرے عالم ربانی کی خدمت میں بمقام موصل حاضر ہوا اور ان کو بہت اچھا پایا۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا' انہوں نے مجھ کو ایک دوسرے عالم باعمل راہب کے سپرد کیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی راہبوں سے میں نے فیض حاصل کیا۔ اخیر میں جب میں عموریہ کے عالم اور راہب کی خدمت میں حاضر ہوا' ان کو سب سے اچھا پایا۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو میں نے ان سے درخواست کی کہ اب آپ کے بعد میں کس کی خدمت میں حاضر ہوں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے لائق اب مجھ کو ہمارے درمیان کوئی نظر نہیں آتا مگر اب زمانہ نبی آخر الزمان کا' جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے اور ہجرت فرما کر ایسی زمین کی طرف تشریف لے جائیں گے' جو دو پہاڑوں کے بیچ میں کنکریلی زمین ہے' جس میں کثرت سے کھجوروں کے درخت ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہدیہ تناول فرمائیں گے اور صدقہ نہ کھائیں گے۔ ان کے دونوں شانوں کے بیچ مہر نبوت ہوگی۔ اگر تم اس علاقہ میں جاسکو تو وہاں ضرور جانا۔ اس واسطے کہ ان کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے۔ آخر ان کا انتقال ہوگیا۔

بعد تجہیز و تکفین کے ایک قافلہ جب عرب کے یہودیوں کا عرب کو جانے لگا' میں نے ان سے کہا کہ میری بکریاں اور گائیں تم لے لو اور مجھ کو ملک عرب تک پہنچا دو۔ جب مقام وادی القریٰ پر پہنچے' انہوں نے مجھ کو وادی القریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ مگر وہاں کھجوروں کے درخت دیکھ کر مجھ کو بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہے جس کی طرف مجھ کو اس راہب نے بھیجا تھا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ اس یہودی سے خرید کر ایک دوسرا یہودی مجھ کو مدینہ طیبہ میں لے گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس زمین کو دیکھ کر میں نے پہچان لیا کہ بیشک وہ بابرکت زمین' جو ہجرت گاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے' وہ یہی ہے۔ پھر تو میں امید تشریف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس غلامی کی حالت میں بہت خوشی سے گزر کرتا تھا' یہاں تک کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے قبا میں رونق افروز ہوئے۔ میں اس یہودی کی کھجوریں درخت کھجور پر چڑھ کر توڑ رہا تھا کہ اس یہودی کا چچازاد بھائی آیا اور اس نے آکر اس یہودی سے کہا کہ اللہ قبا والوں کو ہلاک کرے' ایک شخص مکہ مکرمہ سے آئے ہیں اور نبوت کا دعویٰ فرماتے ہیں۔ قبا والے سب ان پر ایمان لے آئے اور ان کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر تو مجھ کو اتنی خوشی ہوئی کہ قریب تھا کہ میں درخت سے گر پڑوں' مگر اپنے آپ کو سنبھال کر میں نے اس کے چچازاد بھائی سے پوچھا کہ قبا میں کون آئے ہوئے ہیں۔ میرے مالک نے مجھے طمانچہ مارا اور کہا تجھ کو ایسی باتوں سے کیا علاقہ۔

شام کو جب مجھے فرصت ملی' جو کھجوریں مجھے ملا کرتی تھیں' ان کو لے کر جناب رسالت ماب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبا میں جا حاضر ہوا اور میں نے کچھ کھجوریں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا' یہ کیسی ہیں۔ میں نے عرض کیا' صدقے کی ہیں۔ آپ نے سب کو تقسیم فرما دیا اور اس میں سے خود ایک کھجور کو بھی نہ کھایا۔ مجھ کو یقین ہوا کہ الحمدللہ ایک نشانی تو صحیح نکلی۔ دوسرے دن پھر میں اپنے حصے کی کھجوریں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے کھجوریں نذر کیں' آپ نے فرمایا' یہ کیسی ہیں۔ میں نے عرض کیا' حضور یہ ہدیہ ہے۔ آپ نے ان میں سے خود بھی تناول فرمایا اور دوسروں کو بھی تقسیم کیا۔ میں خوش ہوا کہ الحمدللہ دو نشانیاں تو صحیح ہوئیں۔ تیسرے دن میں آپ کے پس پشت گشت لگا رہا تھا کہ کسی طرح مہر نبوت کی زیارت کروں۔ آپ نے میری حالت دیکھ کر قصداً چادر مبارک کو پشت سے علیحدہ فرما دیا۔ جونہی میری نگاہ مہر نبوت پر پڑی' بے اختیار زار و قطار روتے ہوئے مہر نبوت کو چوم لیا۔ میرے اضطرار کو دیکھ کر حضور ﷺ نے مجھے اپنے سامنے بٹھا لیا اور ایک ایسے یہودی کو' جو فارسی اور عربی دونوں زبانیں جانتا تھا' بلا کر اس کے ذریعہ سے میرا سارا ماجرا سننا شروع کیا۔

جب وہ موقع آیا کہ یہودیوں نے مجھے ایک دوسرے یہودی کے ہاتھ بیچ دیا' آپ نے ارشاد فرمایا' یہ قوم بری قوم ہے۔ پھر تو یہودی نے جل کر حضور کی خدمت میں کہنا شروع کیا کہ اب تو یہ آپ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیٰ نبینا و علیہ السلام نے آکر حضور کو میرے واقعہ کی صحیح اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا' یہودی جھوٹ کیوں بولتا ہے' وہ تو یہ کہہ رہے ہیں اور تو کہتا ہے گالی دے رہے ہیں۔ یہ سن کر یہودی حیران رہ گیا اور کہا جب آپ خود فارسی جانتے ہیں تو مجھ سے کیوں ترجمہ کرایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا' جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو ابھی آکر اصل واقعہ سے خبر دی ہے۔ یہ سن کر یہودی کہنے لگا کہ جب یہ بات ہے تو بیشک آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ سلمان کو عربی زبان سکھلا دو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا' حضرت سلمان سے کہہ دیجئے کہ آنکھ بند کرلیں اور منہ کھول دیں۔ جب حضرت سلمان نے آنکھ بند کر کے منہ کھول دیا' جبرئیل علیہ السلام نے ان کے منہ میں تھوک دیا۔ وہ فوراً بزبان فصیح عربی میں باتیں کرنے لگے۔ پھر تو میں یہودی کی خدمت دن میں کرتا اور رات کو حضور کی خدمت میں آتا جاتا رہتا۔

یہودی کہنے لگا کہ جب یہ بات ہے تو بیشک آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ سلمان کو عربی زبان سکھلا دو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا' حضرت سلمان سے کہہ دیجئے کہ آنکھ بند کر

لیں اور منہ کھول دیں۔ جب حضرت سلمان نے آنکھ بند کر کے منہ کھول دیا' جبرئیل علیہ السلام نے ان کے منہ میں تھوک دیا۔ وہ فوراً بزبان فصیح عربی میں باتیں کرنے لگے۔ پھر تو میں یہودی کی خدمت دن میں کرتا اور رات کو حضور میں آتا جاتا رہتا۔

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہودی سے کتابت طلب کرلو۔ میں نے جب اپنے یہودی سے اس امر کی درخواست کی تو اس نے مجھ کو چالیس اوقیے سونا اور تین سو پودے کھجور کے لگا دینے پر اس طرح مکاتب کیا کہ اگر ایک پودا کھجور کا بھی خشک ہو گیا تو دوبارہ پھر تم کو وہ پودا لگانا پڑے گا۔ میں نے آکر جب حضور میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا' تین سو پودے کھود کر اور ان کے گڑھے تیار کر کے مجھ کو اطلاع دینا' میں ان کو اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ اور اصحاب کرام نے دس دس بیس بیس پودے اپنے باغوں سے مجھ کو دے کر تین سو پودے مہیا کر دیے اور گڑھے کھدوانے میں بھی میری مدد کی۔ جب معاملہ تیار ہو گیا' میں نے حضور کو اطلاع کی۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے سب پودوں کو جما دیا اور بفضلہ تعالیٰ سب ہرے ہو گئے۔ ان میں سے ایک بھی نہ اسوکھا۔ پھر ایک دن ایک شخص کبوتر کے انڈے کے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سونا لے کر آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا' سلمان تم اس سے وہ چالیس اوقیہ سونا' جو تمہارے مولیٰ یہودی کا تمہاری آزادی کے عوض تمہارے ذمہ ہے' اس کو بھی ادا کر آؤ۔ میں نے عرض کیا' حضور میرے ذمہ تو چالیس اوقیہ سونا ہے (۴۶۶ تولہ ۸ ماشہ)۔ آپ نے فرمایا' اللہ جل شانہ' اسی سے ادا کرا دے گا۔ میں نے جا کر جب میرے مولیٰ یہودی کو بدل کتابتہ (بدل آزادی) تول کر دینا شروع کیا' اسی کبوتر کے انڈے کی مقدار سونے سے ۴۶۶ تولہ ۸ ماشہ سونا میرے مولیٰ یہودی کا ادا ہو گیا اور اتنا ہی مجھ کو بچ رہا۔

ابو سفیان اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

اور بخاری شریف میں ہے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابو سفیان ابن حرب نے بیان فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم بطریق تجارت قریش کے قافلہ کے ساتھ شام میں گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں کفار قریش سے اور مجھ سے ایک مدت معین تک کے لیے معاہدہ کیا تھا کہ آپس میں قتل و قتال نہ کیا جائے اور اس قافلہ کا میں ہی امیر تھا۔ جب ہم مقام ایلیہ میں پہنچے ہرقل نے' جو نصاریٰ کا عالم بھی تھا اور بادشاہ روم بھی' ہم کو قاصد بھیج کر اپنی مجلس میں بلایا۔ اس کے گرد رؤساء روم بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے جب ہم سے پوچھا اپنے ترجمان کے ذریعہ سے' جو

ترکی' عربی دونوں زبانیں جانتا تھا' ہم سے دریافت کیا کہ ملک حجاز میں جو شخص نبوت کا دعویٰ فرمارہے ہیں' تم میں ان کا قریب تر رشتہ دار کون ہے۔ میں نے کہا' میں ہی ہوں۔ اس نے حکم دیا کہ ان کو مجھ سے قریب کردو اور ان کے ساتھ والے ان کے نزدیک پیٹھ پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ پھر اپنے ترجمان کو حکم دیا کہ اگر ابو سفیان بیان حالات میں جو میں اس سے دریافت کروں' جھوٹ بولیں تو تم اس کو فوراً جھٹلا دینا۔ بات یہ ہے کہ اگر بادشاہ ہرقل میرے ساتھیوں سے یہ نہ کہتا تو میں بیان حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرور جھوٹ بولتا (اس واسطے کہ میں اس وقت کافر ہی نہیں بلکہ کافروں کا سرغنہ تھا)۔

بادشاہ نے بذریعہ ترجمان اول مجھ سے یہ سوال کیا کہ وہ نبی تم میں باعتبار نسب کے کیسے ہیں۔ میں نے کہا' ہم سب سے شریف النسب ہیں۔ پھر کہا' تم سے کسی نے پہلے بھی ایسا دعویٰ کیا تھا۔ میں نے کہا' نہیں۔ کہا' ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔ میں نے کہا' نہیں۔ پھر پوچھا' ان کی پیروی زیادہ شریف اور دولت مند کر رہے ہیں یا ضعیف۔ میں نے کہا' ضعیف۔ پھر سوال کیا کہ ان کی جماعت بڑھتی جاتی ہے یا گھٹتی۔ میں نے کہا' روز افزوں ترقی پر ہے۔ پھر سوال کیا کہ ان میں سے کوئی ان کے دین سے ناراض ہو کر پھر بھی جاتا ہے۔ میں نے کہا' نہیں۔ پھر کہا' اس دعوے سے پہلے ان کو تم جھوٹ بولنے کا عادی سمجھتے تھے یا نہیں۔ میں نے کہا' نہیں۔ کہا' عہد شکن تو نہیں ہیں۔ میں نے کہا' نہیں۔ مگر اب ہمارے اور ان کے درمیان باہم معاہدہ ہے۔ دیکھئے اس میں کیا کرتے ہیں۔ یہی ایک موقع تھا جو مجھ کو ان کی نسبت برائی بیان کرنے کا ملا۔ کہا کہ تم سے ان سے باہم لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ میں نے کہا' ہاں۔ کہا' پھر کون فتح یاب ہوتا ہے۔ میں نے کہا' لڑائی کنوئیں کا ڈول ہے' کبھی ان کے ہاتھ' کبھی ہمارے ہاتھ یعنی کبھی ہم کامیاب ہوتے ہیں' کبھی وہ۔ پھر پوچھا کہ وہ تم کو کیا حکم کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ فقط اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ذرا بھی ساجھی مت بناؤ اور اپنے باپ دادوں (بت پرستوں) کا طریقہ چھوڑ دو اور ہم کو نماز کا اور سچ بولنے اور پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔

بادشاہ کے تاثرات:

بادشاہ نے اپنے ترجمان کو حکم دیا کہ ابو سفیان سے کہو کہ میں نے تم سے جو اس نبی کے نسب کی نسبت سوال کیا تو تم نے جواب دیا کہ وہ بڑے شریف النسب ہیں اور نبی اپنی قوم میں ایسے ہی شریف النسب ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایسا دعویٰ تم سے پہلے بھی کسی نے کیا ہے مگر تم نے انکار کیا۔ اگر تم انکار نہ کرتے تو

Marfat.com

میں جانتا کہ وہ پہلے مدعی نبوت کی ریس کرتے ہیں۔ اور ان کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ ہونے کا بھی تم نے انکار کیا ورنہ میں جانتا کہ اپنی قدیمی بادشاہت لینے کی فکر میں یہ دعویٰ کیا ہے۔ پھر جب میں نے ان کے سچے جھوٹے ہونے کی نسبت قبل دعویٰ نبوت سوال کیا تو تم نے صاف انکار کیا۔ تو اب میں کیسے جانوں کہ جس شخص نے کبھی جھوٹ نہ بولا' وہ خدا پر جھوٹ بولے۔ پھر تم نے یہ بھی کہا کہ ان کے پیرو ضعیف لوگ ہوتے ہیں۔ اور پیغمبروں کے پیرو قدیم سے ضعیف و کمزور ہی ہوتے رہے ہیں نہ کہ شریف اور دولت مند۔ اور تم نے یہ بھی کہا کہ وہ گھٹتے نہیں بلکہ بڑھتے جاتے ہیں اور یہی شان ایمان کی ہوتی ہے۔ پھر تم نے یہ بھی کہا کہ ان کے دین سے ناراض ہو کر کوئی نہیں پھرتا۔ اور ایمان کی تازگی جب دل میں داخل ہو جاتی ہے' ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور تم نے یہ بھی کہا کہ وہ عہد شکن نہیں ہیں۔ اور وہ اس بات کا حکم فرماتے ہیں کہ خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بناؤ اور بتوں کی پرستش سے منع فرماتے ہیں اور نماز کا اور سچ بولنے اور پاک دامنی کا حکم فرماتے ہیں۔ اگر یہ سب باتیں' جو تم نے کہی ہیں' سچ ہیں تو وہ عنقریب میرے قدموں کی زمین تک کے مالک ہو جائیں گے۔ میں پہلے سے جانتا تھا کہ اس شان کے ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں مگر میرا خیال یہ نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر میں وہاں تک پہنچ سکتا تو ضرور ان کی زیارت کرنے کا انتظام کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد ہرقل نے اس فرمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا' جس کو حضور نے حضرت دحیہ کلبی کے ہاتھ عظیم بصریٰ کی طرف بھیجا تھا اور عظیم بصریٰ نے اس کو ہرقل بادشاہ روم کے سامنے پیش کیا تھا۔ جب وہ پڑھا گیا تو اس کا یہ مضمون تھا:

نبی کریم کا ہرقل کے نام مکتوب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ مکتوب ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہرقل شاہ روم کی طرف جو بھی کوئی ہدایت کی پیروی کرے' اس پر سلام ہو۔ جو بعد حمد خدا اور سلام کے میں تجھ کو اے بادشاہ اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی اطاعت میں گردن جھکا دے اور اسلام قبول کر لے' پھر تو سلامت رہے گا۔ اللہ تجھ کو دوہرا ثواب دے گا اور اگر تو نے اسلام سے منہ پھیرا تو بلاشبہ تیری رعیت کا وبال بھی تیری ہی گردن پر رہے گا۔ اے اہل کتاب' آؤ تم جو ہمارے تمہارے درمیان میں ایک بات ہے' نہ پوجو تم سوائے اللہ کے کسی کو

اور نہ ساجھی بناؤ تم ساتھ اللہ کے کسی کو اور بعض تم سے بعض کو سوائے اللہ کے اپنا پرورش کرنے والا نہ سمجھے' پس اگر پھر جائیں وہ (اہل کتاب) پس کہو تم (مسلمانو) گواہ رہو تم کہ ہم بیشک مسلمان ہیں۔

ابوسفیان فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ نے جو کہنا تھا کہہ چکا اور پڑھنے فرمان رسول اللہ سے فارغ ہوا' شور مچا اور آواز بلند ہوئی اور ہم دربار شاہی سے نکال دیے گئے۔ میں نے اپنے یاروں سے کہا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بہت بڑھ گیا کہ ان سے روم کے بادشاہ بھی ڈرتے ہیں۔ جب سے مجھ کو یقین تھا کہ آپ بلاشبہ سب پر غالب آئیں گے' یہاں تک کہ اللہ نے اسلام میرے دل میں بھی داخل کر دیا۔

ابن ناطور حاکم شہر ایلیا کا اور ہرقل یہ دونوں شام کے رہنے والوں کی طرف سے نصاریٰ کے رئیس تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا' ایک دن صبح کو خبیث النفس اور پریشان اٹھا۔ اس کے خاصوں نے اس کو پریشان دیکھا۔ ابن ناطور کہتے ہیں کہ ہرقل علم نجوم کا ماہر تھا۔ جب اس کے خاصوں نے سبب پریشانی کا دریافت کیا' ہرقل نے کہا کہ میں نے جب نجوم میں غور کیا تو میں نے اس بادشاہ کو دیکھا کہ جو ختنہ کرانے والی قوم سے ہے کہ غالب آ گیا لہٰذا دریافت کرو کہ ہماری رعیت میں ختنہ کونسی قوم کراتی ہے۔ اس کے خاصوں نے کہا کہ بجز یہود کے کوئی ختنہ نہیں کراتا مگر ان کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ تمام اپنی سلطنت کے شہروں میں حکم جاری کر دو کہ سارے یہودی قتل کرا دیے جائیں۔ یہ گفت و شنید ہو ہی رہی تھی کہ بادشاہ غسان کی طرف سے ہرقل کو ایک شخص نے آ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کی خبر دی۔ ہرقل نے کہا کہ دریافت کرو کہ ان کی قوم میں ختنہ ہوتی ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کی قوم ہی نہیں بلکہ تمام عرب والے ختنہ کراتے ہیں۔ ہرقل نے کہا' بیشک وہ رسول اس زمانہ والوں پر غالب آئیں گے۔ پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو' جو رومیہ میں رہتا تھا اور علم میں ہم پلہ ہرقل کا تھا' اس امر کے متعلق لکھا اور خود حمص کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی حمص میں نہیں پہنچا تھا کہ ہرقل کے پاس ہرقل کی رائے کے موافق اس دوست کا خط آ پہنچا' جس میں حضور کے ظہور کی اور آپ کے نبی برحق ہونے کی خبر تھی۔ پھر تو ہرقل نے ایک مقام خاص میں بمقام حمص پہنچ کر تمام رؤساء روم کو اکٹھا کر کے دروازے مکان کے بند کرا دیے اور کہا کہ اے روم والو! اگر تم اپنی بھلائی اور اپنے ملک کے قیام کو چاہتے ہو تو اس نبی کی بیعت کرو۔ یہ سن کر وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازوں کو بند پا کر وہیں رہ گئے۔ اور ہرقل نے ان کی نفرت دیکھ کر ان کے ایمان سے مایوس ہو کر زوال سلطنت کے خیال سے سب کو اکٹھا کر

کے کہا' میں کبھی اپنے دین کو چھوڑنے والا ہوں۔ مجھ کو تو تمہاری مضبوطی کا امتحان کرنا تھا۔

بادشاہ حبش نجاشی نے اسلام قبول کرلیا:

نجاشی بادشاہ حبش کا اپنے تمام عالموں اور درویشوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا تھا ان کی صفت میں آیہ کریمہ واذا سمعوا الایہ۔ نازل ہوئی تھی جسے ہم پہلے مفصل بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ بریں دوسرے اکابر نصاریٰ ویہود کے واقعات قبول اسلام کے اگر کسی کو دیکھنے ہوں تو "حجتہ اللہ علی العالمین" کا مطالعہ کرے۔ یہاں تو ہم کو بطریق نمونہ دکھانا تھا کہ آپ کے تشریف لانے کی بشارتیں یہود و نصاریٰ میں اس درجہ شائع و ذائع تھیں کہ بہت سے حق طلب منصف مزاج آپ پر آپ کی ولادت سے پہلے بھی ایمان لا چکے تھے اور بہت باانصاف بموجب انہی بشارتوں کے بعد ظاہر ہونے آپ کی نبوت کے' بلا طلب معجزہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی بشارتیں مع نشانیوں واضح کے اس درجہ عالم میں مشہور ہوئیں کہ انہی بشارتوں کو سن سنا کر یا بموجب اپنے استدراج کے ہنود کے جوگیوں اور مہاتماؤں کو بھی اپنی طرز پر آپ کی بشارتوں کو اپنی معتبر کتابوں میں اپنی زبان میں اس طرح لکھنا پڑا کہ اگر بنظر انصاف بغور ان کو دیکھا جائے تو ان بشارتوں کا مصداق بجز آپ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ کلکی پران بھاگوت اردو میں ہے۔

ہندوؤں کی کتابوں میں نبی کریم کا تذکرہ:

جب دنیا پاپ سے بھر جائے' برہمن نام فقط اشنان کرنے کا رہ جائے گا۔ کلکی دھارن کر کے نیلے گھوڑے پر سوار تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے پاپی اور ادھرمیوں کا ناس کرنے آئیں گے۔ ان کا پتہ کا نام وشنو ویس ہوگا اور ان کی مہتاری کا نام شومتی ہوگا۔ جس کے معنے عربی میں "آمنہ" کے ہوتے ہیں اور وشنو ویس کے معنے عربی میں "عبداللہ" کے ہوتے ہیں اور کلکی کے معنے عربی میں "ماحی الذنوب" ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کا نام نامی ماحی الذنوب مشہور ہے۔ علیٰ ہذا آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ اور اگرچہ بخاری شریف سے آپ کے براق کا رنگ سفید ثابت ہوتا ہے مگر باب المعراج سیرت حلبی میں ہے کہ نیلا یعنی سیاہ اور سفید رنگ تھا' جس سے نیلے گھوڑے پر آپ کا سوار ہو کر احکام ایزدی کے ساتھ آنا ظاہر ہے اور تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے پاپی اور ادھرمیوں یعنی بت پرستوں' بدکاروں کا ناس کرنا تو آپ سے اس درجہ ظاہر ہے کہ جس کا کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔

اور کل کی پران میں کلکی اوتار صاحب کی پیدائش کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ پیر کے دن بارہویں (۱۲) تاریخ چاند کی سدی ماہ بیساکھ میں دو گھڑی دن چڑھے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ اصلی اشلوک پران مذکور میں جس کا مضمون بیان کیا گیا' اس طرح ہے۔

ہندوؤں کی کتابوں میں حضور کے میلاد کاذکر ہے:

دوادشی شام شکل پک شی شی ماس مادھوم ہتدہی ہرشنی جو کی کرنی بال باہوے اور اس میں دو گھڑی دن چڑھے باعتبار ملک ہندوستان کے خبردی گئی ہے اس واسطے کہ ہندوستان کے اور عرب کے طلوع و غروب میں ضرور اتنا فرق ہوتا ہے کہ یہاں دو گھڑی دن چڑھے اور عرب میں صبح صادق کا وقت ہو۔ اسی واسطے مولانا محمد حسن صاحب امروہوی نے اپنے رسالہ جات میں آپ کی پیشین گوئیوں کے متعلق کتب ہنود سے بہت کچھ تحقیقات کر کے کلکی پران سے اس طرح لکھا ہے کہ اول نشان آپ کا پیر کے دن پیدا ہونا ہے اور دوسری بارہویں تاریخ چاند کے حساب سے۔ تیسرے اس چاند کے مہینے کا مطابق ہونا سدی ماہ بیساکھ سے' جو ہندی مہینہ ہے۔ چوتھے دو گھڑی دن چڑھے باعتبار طلوع و غروب ہندوستان کے۔ پانچویں باپ کا نام وشنوویس ہونا اور وشنو اللہ کو اور ویس عبد کو سنسکرت میں کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا۔ چھٹے والدہ کا نام سومتی ہونا' جس کے معنے امانت دار کے ہوتے ہیں۔ ساتویں یہ بھی لکھا ہے کہ کلکی اوتار صاحب پہلے پہاڑ کی غار میں تپشیہ کریں گے اور ظاہر ہے کہ حضور ابتداء نبوت میں کئی کئی روز کا کھانا بقدر ضرورت حرا پہاڑ کی غار میں' جو مکہ مکرمہ میں آج تک موجود ہے' لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی روز عبادت میں وہاں مشغول رہتے تھے۔ آٹھویں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بعد اس زمانہ عبادت کے' شمالی پہاڑوں کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جائیں گے اور ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے پہاڑ شمال کی ہی جانب ہیں۔ نویں آپ کی علامتوں سے یہ بھی لکھا ہے کہ تلوار کے زور سے شمالی پہاڑوں میں جا کر ایمان اور توحید کا سبق دیں گے۔ چنانچہ اس امر کا مصداق ہونا بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے۔ دسویں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تلوار جہاں لگے گی' پورا ہی کام کر کر چھوڑے گی۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کی تلوار ذوالفقار کی یہی صفت تھی۔ گیارہویں یہ بھی لکھا ہے کہ شبل دیپ کی رانی اپنے وکیل کی معرفت آپ کو اپنے نکاح کا پیغام دے گی اور بوجہ کثرت سے ہونے شنبل کی روئی کے' عرب اور کنعان کے پہاڑوں میں عرب کو ہنود شبل دیپ کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ کی رانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرہ رضی اللہ عنہ کی معرفت آپ ﷺ کو اپنے نکاح کا پیغام دیا اور حضور

ﷺ کے شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ بارہویں اسی کلکی پران میں ہے کہ کلکی صاحب پہاڑ کی کھوہ میں "پرش رام" سے تعلیم پائیں گے اور ہندی میں پرش روح کو اور رام خدا کو کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کے یہاں راجہ جسرت کے بیٹے کا نام بھی رام ہے جو سیتا کا شوہر تھا مگر اس کو اوتار جانتے ہیں نہ کہ خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غار حرا میں حضرت روح الامین کا وحی لانا ظاہر و باہر ہے۔ تیرہویں کلکی صاحب کی سواری کی صفات میں لکھا ہے کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی' وہاں وہ قدم رکھے گی اور آپ کے براق کی یہ صفت شہرۂ آفاق ہے۔ چودھویں کلکی صاحب کی صفت سے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے سب اوتاروں کی یعنی پیغامبروں کے مداح ہوں گے اور قرآن مجید میں آپ کی صفت میں اللہ جل شانہ' اس طرح بیان فرماتا ہے:

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم۔ الایہ

یعنی یاد کرو اے مومنو اسوقت کو جب اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں سے عہد لیا کہ البتہ جو کچھ ہم نے تم کو کتاب اور حکمت سے دیا ہے' اس سے غرض یہ ہے کہ تم سب سے بعد ایک رسول مطلق آئیں گے' جن کی رسالت کسی ملک اور ولایت یا اہل زمین یا آسمان کے ساتھ مقید نہ ہوگی۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ تمہاری سب کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ تم ان پر ایمان لاتے ہو اور لاؤ گے اور ان کے مددگار بنتے ہو اور بنو گے۔

یہ سن کر سب نے اقرار کیا۔ پندرہویں اسی کلکی پران میں ہے کہ کلکی صاحب شنبل میں یعنی ملک عرب میں پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپ کا پیدا ہونا وسط عرب میں بلکہ وسط تمام دنیا میں' جو مکہ مکرمہ ہے' ظاہر اور باہر ہے۔ اور تحقیق اس امر کی کہ شنبل سے مراد ملک عرب ہے' یہ ہے کہ ہنود اس ربع مسکون دنیا کو سات حصوں پر تقسیم کرتے ہیں اور ہر حصہ کو دیپ کہتے ہیں۔ ان میں سے جموں دیپ سندھ ندی سے یورپ کی آبادی تک کو برابر چھ حصے پر تقسیم کر کے ان کو مغربی دیپ کہتے ہیں' اس واسطے کہ اس طرف (جموں) یعنی جامنوں کے درخت بہت ہوتے ہیں۔ دوسرا شاکت دیپ ہے۔ شاکت شاخ کو کہتے ہیں' اس واسطے کہ اس ملک کے درخت میوہ دار شاخ رکھتے ہیں' جن کا نام خراسان و ایران وغیرہ ہے' جن کا مالک نوشیروان تھا۔ تیسرے دیپ کو شانمبل دیپ کہتے ہیں' جس سے مراد ملک عرب ہے۔ اس واسطے کہ شانمبل کی روئی مملکت عرب اور کنعان میں کثرت سے ہوتی ہے۔ چوتھے دیپ کو کش دیپ کہتے ہیں' جس سے مراد

ملک مصر ہے۔ کش ڈاب کو کہتے ہیں' جو ایک قسم کا گھاس ہے اور اس ملک میں کثرت سے ہوتا ہے۔ پانچویں مملکت بلقان اور یونان کو کرونچہ دیپ کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ کرونچہ یعنی .گلہ وہاں بکثرت ہوتا ہے۔ چھٹے روم اور اٹلی وغیرہ کو سیدک دیپ کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ سیدک پہاڑ کو کہتے ہیں اور ان ملکوں میں پہاڑ بکثرت ہیں۔ ساتویں اسپین وغیرہ کو جن ملکوں میں پانی کی کثرت ہے پشکر دیپ کہتے ہیں' اس واسطے کہ ہندی میں پش کرپانی کا نام ہے۔ پھر چھوٹے چھوٹے دیپ بہت ہیں جن کو اپدیپ کہتے ہیں' جیسے سنگل دیپ' لنکادیپ۔

مولانا محمد حسن امروہوی کی تحقیقات:

مولانا محمد حسن امروہوی مرحوم ہی ویدوں سے حضور کی نسبت اپنی تحقیق اس طرح لکھتے ہیں کہ اللہ سکتہ اتھربن وید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت' جس کو اس میں اپنے مذہب کی وحدت وجود کے انداز میں لکھا ہے' بے حد ظاہر ہے۔

اس مضمون کے اوراق (اتھربن وید کے) اتفاقاً ایک ہندو لڑکا' جو اجمیر شریف میں مجھ سے پڑھتا تھا' میرے پاس کہیں سے لے آیا اور کہنے لگا' یہ آپ کے کام کی چیز ہے۔ بعدہ ایک برہمن کنہیالال اتھربن وید کا عالم علاقہ جے پور کا رہنے والا اپنی بیماری کا علاج کرانے کو جو میرے پاس آیا اور میں نے وہ ورق اس کو دکھلائے۔ اول تو وہ سرخ ہو گیا اور کہنے لگا' کس نالائق نے یہ اوراق لاکر آپ کو دیے ہیں۔ یہ تو ہمارا راز ہے کہ اہل اسلام سے اس کو پوشیدہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ مگر پھر چونکہ علاج کو آیا تھا اور غرض مند تھا' نرم ہو کر کہنے لگا کہ جب یہ ورق آپ کے پاس آ پہنچے تو خیر' اب اس کا راز میں آپ پر ظاہر کیے دیتا ہوں۔ میں خود اپنا اتھربن وید لاتا ہوں' جس کو دکھن میں' میں نے بڑی محنت سے پڑھا ہے اور اس پر سات سو سال کی سند ہے اور اس کو ہم گا۔تری یعنی اوم بھور بھورا سے بھی زیادہ پوشیدہ کرتے ہیں۔ اور وہ گا۔تری یہ ہے:

لا الھا ھرنی پاپنگ الا الھا جنم پدم پرم بیکنٹھم پراپ نیورتی جوتی نام محمدم۔ اور اس کی شرح میں بہت سے اشلوک برہمن وید اتھرون میں ہیں اور یہ مبداء اپنشدوں کا ہے' جن میں توحید کا بیان ہے کہ ایک ہستی کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں۔ وہ اپنی اکائی کے ساتھ بصورت کثرت ظاہر ہے اور یہ وید اور بالخصوص یہ حصہ' جس میں اللہ سکتہ ہے' اس طرف آپ کو کہیں نہ ملے گا۔ الحاصل اس کا ترجمہ میں نے اس پنڈت سے جو لکھوایا' لکھ لیا' پھر میں اپنے وطن امروہہ

کو چلا گیا۔ وہاں سے جب واپس آیا تو وہ برہمن مر گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے ہرچند تلاش اس وید کے اس حصہ کی کی، مگر کہیں حیدر آباد تک نہ ملا۔

دکھن میں مدراس کے قریب پنڈت نے بتلایا تھا، وہ کہتا تھا کہ اہل اسلام کو ہرگز ہرگز کوئی برہمن نہ دے گا۔ اس کے بعد مجھ کو بہت تلاش رہی، پر وہ حصہ نہ ملا۔ مگر بعض وید کے جاننے والے برہمنوں سے، جو میرے زیر علاج وقتاً فوقتاً رہے، معلوم ہوا کہ ہر ایک وید کے دو دو حصے ہیں اور اتھرو وید کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک منتر دوسرے برہمن اور تینوں پہلے حصے ویدوں کے منتر نامی اور دو برہمن کے طبع ہو چکے ہیں، پر اتھرون وید کے برہمن کا حصہ اور کچھ منتر کا ہنوز بقید طبع نہیں آیا، جس میں اللہ سکتہ ہے، پھر میں نے واجسپتی (لغت) سنسکرت کو ال کے لفظ کے ذیل میں دیکھا تو اس میں اللہ سکتہ کو اتھرون وید کے سکتہ کر کے لکھا ہے اور لغت سنسکرت مسمی کلپ ورم مصنفہ راجہ رادھا کانٹ دیو بہادر میں بھی اللہ سکتہ لکھی ہے، جو ذیل میں ہم درج کریں گے اور لکھا ہے کہ سکتہ اتھرون وید کی ہے۔ اس میں کوئی قدح دونوں نے نہیں کی۔ اور یہ نہیں لکھا کہ یہ بنائی ہوئی بعد کی ہے اور نہ چھاپنے کی وجہ یہ ہے کہ چھاپنے والوں مثل کمسول وغیرہ کو اول تو ملی نہیں، دوسرے ان کو یہاں تک تعصب ہے کہ فہرست اپنشدوں میں الوپ شد کا، جو سوائے اللہ سکتہ کے ہے اور اس میں نام مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، نام تک درج نہیں کیا، بخلاف فرانس کی فہرست کے کہ اس میں اس کو لکھا گیا ہے۔ گو وہ نصرانیت کے تعصب سے لکھتا ہے کہ یہ جدید ہے، پر اس کے جدید ہونے کی سند نہیں لکھی۔

پس جملہ معترضین کا یہ قول کہ اکبر کے وقت میں بنائی گئی ہے، محض افترا ہے اور راجہ ٹوڈر مل نے جو شیخ جیون قوم برہمن کو اللہ سکتہ پڑھتے سنا تو تعصب مذہبی سے اودے پور کے راجہ کو لکھا کہ ایک شخص ایسی عبارت وید سے پڑھتا ہے جس میں لام بکثرت ہیں۔ اس کا دفعیہ لازم ہے، اس وجہ سے بعض کا گمان بطور افترا بلا سند ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ سکتہ اور الوپ شد اکبر کے زمانہ میں بنائی گئی ہے اور اللہ سکتہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح بہت کچھ ہے، جیسے الوپ شد میں اور اللہ سکتہ کے معنے اللہ کی تعریف کے ہیں اور اللہ کے لفظ کی اصل جیسے اہل عرب الالہ کہتے ہیں، ویسے ہی سنسکرت میں ال کہتے ہیں اور الانک جیسے سنسکرت میں ہے الا تک ایل و الوہیم عبرانی میں ہے اور عربی میں اللہ و اللّٰھم ہے اور اللہ سکتہ میں اللہ کی تعریف جیسے ہے، ویسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی ہے اور وہ اللہ سکتہ یہ ہے جو مع ترجمہ لکھوائی ہوئی کنہیا لال برہمن مذکور کی ہے۔

اسم الانک الی ایشبرو نادبیانی دھتی۔الاالی برنوراجاپنردد وھیاممترو۔

میں ہوں اللہ' میں موجد' میں مالک پانی یعنی اصل کا جہان کو عمدہ طور سے بنانے والا۔ میں فنا کرنے والا' میں پانی یعنی مادہ کا راجہ پر قیامت میں لوٹانے والا قربانی کا مالک۔

الاالاالواتی الانک ۔برنومتروتبج کامه۔

میں موجد' میں فنا کرنے والا' میں خداوند پانی کا راجہ میں تیرے میں جہان۔

ھوتار مندرو ھوتار مندرو ھوتار مندرو مھاسرندرا۔الوجیشٹو سریشٹن پرمن پورنن برھمانن۔

میں ہستی کا اندر' میں ہستی کا اندر' میں ہستی کا اندر' مہااندروں کا اندر۔ میں موجد' میں زور میں مہا اور میں عمدہ' میں پورا میں ہستی۔

الانک الورسله محمدرة کنبر شے۔الوالانک اد الانک بوکن ایکن الوبوکن نکھارتکن۔

میں اللہ' میں موجد' میں رسول اللہ' میں محمد زور آور۔ کون ان کے برابر۔ میں موجد' میں اللہ' میں خداوند مارنے والا' میرا کون' میں ایک' میں موجد مارنے والا' میرا کون جایا۔

الویکین ھت ھتوة الانک ۔سودنی چندر سرب نکچھترا۔الورشی نام سرب دبیا۔اندراپورب مایا پرمم آنتر کشا۔الوپرتھبیا انتر کشن بشوروبن۔دبیانی دھتی۔الاالی برنوراجہپنردد و۔الانک کبر الانک کبر الانک الاالی انی الاالله۔

میں موجد' میں جگ کا مالک' گردن کٹی میرے نام سے۔ میں اللہ' میں سورج' میں چاند' میں سارے منازل۔ میں موجد' میں رشی نام سارے آسمان۔ میں مالک' میں پورب' میں مایا' میں پورا' میں سب سے دور۔ میں موجد' میں زمین' میں سب کے قریب' میں جہان کا روپ۔ میں جہان کو عمدہ طور سے بنانے والا۔ میں فنا کرنے والا پانی کا راجہ' پھر قیامت میں لوٹانے والا۔ میں خدا' کون میری برابر میں خدا۔ کون میری برابر میں خدا۔ میں فنا کرنے والا۔ بس میں فنا کرنے والا۔

اونک الاالااللہانادی سروپا۔اتھزونی شامان ھرونک ھرینک جنان۔ پشون سدھان جل چران اور شنٹن کروکروفٹ۔اسر سنھاری ھرونک ھرینک رسلہ محمدرۃ کنبر شی۔الو الانک الاالی اتی الا اللہ۔اتی اللہ سکتہ سمپورنی۔

میں اللہ۔ میں موجد۔ میں فنا کرنے والا۔ بے حد میرا روپ۔ میں اتھرون کا روپ۔ یہ دو لفظ بیج کہلاتے ہیں۔ آدمی چوپائے عمدہ لوگ پانی کی اشیا' جو نہ دیکھیں اثبات حق میں ان کی نفی کر۔ بے ایمان کی گردن کاٹ۔ ان بیج سے جو ذیل میں ہے رسول اللہ محمد زور آور کے نام سے' جن کے برابر کا کون ہے۔ میں موجد' میں اللہ' میں مغنی' میں فنا کرنے والا۔ بس اللہ سکتہ سب پورے ہوئے۔

تنبیہہ دوم: الوپ شد کے حال میں جاننا چاہیے کہ الوپ شد باون ابنشدوں سے ہے۔ ایک ابنشد اور ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کا ساختہ و پرداختہ نہیں اور باون ابنشد مشہور ہیں جو جملہ ایک سو آٹھ ہے۔ کہتے ہیں اور دیانند آٹھ دس کا ہی معتقد ہے' پر ان کی نسبت جو باون کے معتقد ہیں' کہا جاتا ہے کہ ان میں سے پچاس کا ترجمہ داراشاہ دہلی کے وقت میں ہوا تھا۔ ہر دو کا ترجمہ اخفا کرنے کی وجہ سے نہ کرایا تھا۔ ان میں سے ایک الوپ شد ہے' جس میں کمال مدح حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہے' جو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ الوپ شد۔

(۱) ھری اونگ فرنوذھبیان داتم اللی متراھنگ اسم الانک۔اللی متر اورنا دھبیان دھتی اللی ورنو راجا پنر ددو ومیام مترو لانک النکلی الانک ورنو مترو تیج کامہ۔

(۲) ھونگ ھوتار مندرو ھوتار اندرو راما ھو سواند را اولو جیشٹم سریشٹم پرمم پورنن برھمن الانک۔

(۳) ورانک الو رسول محمدرۃ کنبر شی الو الانک اولانک مھلکنک الوبوکن نکھر تکن۔

(۴) الویکن ھتوۃ الا سوری چندری سرب نکچھترا الورشی نام سردار چویا اندرا بہ پوربم مایا میرمم اتتر کشا۔

(۵) **الو پھر تھبیان دھتی اللی ور نو راجا پنر ددو اللی کبر الانک کبر الیی اللی۔**

(۶) **ھری اونک اسی الانک اللی مترا ور نو زاجا پنر ددو ھیا ممتر والانگ کبر الانک کبر رسول محمدر ۃ کنبر شی الی الو پنر ددھو۔**

(۷) **ھری اونگ الا الا الا انادی سروپانی اتھر و نی شاکھان ۃ جنانان پشو سدھان جل چران اور شٹن کروکر وفٹ اسور سنگھار نیگ مینگ الورسول محمدر ۃ کنبر شم لی الو اللی اتی للا۔**

الحاصل میری غرض اس کے لکھنے سے یہ نہیں کہ ویدیا سمرتی یا اپنشد منزل من اللہ ہیں بلکہ میری غرض یہ ہے کہ معتقدین وید اس مقام کو خیال کریں کہ ان کے بزرگ اسلام کی اس قدر تعریف کر گئے ہیں پر باوجود اس تصریح کے اسلام سے دور ہیں۔ یہ ان کی بدقسمتی ہے۔

مولف کتاب کی تحقیقات:

کاتب الحروف ابو محمد محمد دیدار علی بن نجف علی (غفراللہ لہ ' ولوالدیہ ولعمہ ولشائخہ) کہتا ہے کہ جے پور سے اتھرون ویدی پنڈت ' جن کو اوجا کہتے ہیں ' مدت سے الور آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک پنڈت چنچل نامی ' جو اتھربن وید کا بیاں کرنا بھی خوب جانتے تھے اور زمانہ حال کے راجہ سے پہلے راجوں کے گرو بھی تھے ' میرے چچا مخدوم و مکرم سے بہت کچھ عقیدت رکھتے تھے۔ بذریعہ چچا صاحب قدس سرہ ' میں نے جب پنڈت چنچل نامی مذکور کو یہ عبارت الوپ شد اور اشلوک مذکورہ **لا الھا ھر نی پا پنگ** الیٰ آخرہ سنائے تو پنڈت مذکور نے بھی اس کی تصدیق کی۔

جب میں نے کہا کہ اس کے بعض لفظ عربی سے ملتے ہوئے ہیں تو اس نے کہا کہ سنسکرت کے بعض الفاظ بے شک عربی سے ملتے ہوئے آتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عربی میں خدا کو کہتے ہیں اور سنسکرت میں الا کہتے ہیں ' اس واسطے کہ الا کے معنے سنسکرت میں دیوی کے ہیں ' کہ جس کو دیبی بھی کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ سنسکرت میں بے کے عوض واو اور واو کے عوض بے کا استعمال ہوتا ہے۔ اور دیبی ذات بے مثل اور بے مانند کو کہتے ہیں۔ اور اسی ذات کو مسلمان اللہ کہتے ہیں اور اس تحقیق سے اس نے اس وجہ سے بیان کیا کہ اس کو کچھ اہل اسلام کے علم اور کتاب سے بھی شدہ بدہ تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ دیانند نے بھی الوپ شد کو

اتھروید سے اپنی ستیارتھ پرکاش میں بھی لکھ دیا ہے مگر بوجہ بے حد تعصب اور ہٹ دھرمی کے ترجمہ بالکل نہیں لکھا، جس کو ہم بعینہ ہندی میں بغرض تصدیق نقل کیے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

अथोऽल्लोपनिषदं व्याख्यास्यामः।
अस्मः ल्लां उल्ले मित्रावरुणा दिव्या नि धत्ते॥ इल्लल्ले
वरुणो राजा पुनर्ददुः॥ हया मित्रो इल्लां इल्लल्ले इल्लां
वरुणो मित्रस्तेजस्कामः॥१॥ होतारमिन्द्रो होता
रमिन्द्रः महाः सुरिन्द्राः॥ अल्लोज्येष्ठं श्रेष्ठं परमं पूर्णं
ब्रह्माणं अल्लाम्॥२॥ अल्लोरसूलमहामदरकबरस्य
अल्लो अल्लाम्॥३॥ आदल्ला-बूक मेककम्॥ अल्ला
बूक निखातकम्॥४॥ अल्लो यज्ञेन हुतहुत्वा॥ अल्ला
सूर्य चन्द्र सर्व नक्षत्राः॥५॥ अल्ला ऋषीणां

सर्वदिव्यां इन्द्राय पूर्वं माया परमन्त रिक्षाः॥ ६॥
अलः पृथिव्या अन्तरि क्षं विश्वरूपम्॥ ७॥ इल्लाँ
कबर इल्लाँ कबर इल्लाँ इल्लल्लेति इल्लल्लः॥ ८॥ ओम्
अल्ला इल्लल्ला अनादिस्वरूपाय अथर्वणाश्यामा हुं ह्रीं
जनानपशूनसिद्धान् जलचरान् अदृष्टं कुरु कुरु
फट्॥ ९॥ असुर संहारिणी हुं ह्रीं अल्लो रसुल
महमदरकबरस्य अल्लो अल्लाम इल्ल ल्लेति इल्लल्लाः
॥१०॥

इत्यल्लोपनिषत् समाप्ता।

اسم الام الی مترا و روناد بیانی دهتے۔ ال للی برونو راجا پنر هدة
هیا متر الام ال للے الام ورونو مترس تیجس کامه هوتار۔ مندرو
هوتار مندرا مها سرندرا الو جیشٹم سریشٹم پرمم پورنم برهمانم
الام۔

الو رسول محمد رک برسے الو الام۔ ادا لابوک میک کم۔ الابوک
نکھاتکم۔

الویکین هت هت توا۔ الا سوری چندر سرب نکچھتراة الورشی نام
سرب دیبام اندرای پوربم مایا پرمم انت ریک چهاة الا پرتهبیا

انترکچھم۔

بشوررونم۔الہ پری تہبیاانترکچھم بشورویم۔الامکبرالام الل لیتی الا اللہ۔اوم الا اللہ انادی سزویش چہ اتھر وناشیا ماھوم ھریم جنان یشون سدھان جل چران ادر شٹم کورو کورو پھٹ۔

اسور سنکھاری فی ھوم ھریم الو رسول محمدرک برسے الوالام الل لیتی الا اللہ۔

اب دیانند کا اس اشلوک کو لکھ کر یہ کہنا کہ ہمارے قیاس میں یہ اکبر بادشاہ کا بنایا ہوا ہے' فقط دیانند کا متعصبانہ خیال ہے۔ تصدیق اس امر کی یہ ہے جو اس نے بعد میں خود سوال کیا ہے اور اس کا لچر سا جواب دیا ہے۔ وہ سوال و جواب خود تصدیق کرتے ہیں کہ یہ قول سوائے دیانند کے کسی مصنف نے نہیں کیا۔ انہی وجوہات سے تمام معتبر پنڈتوں نے اس کے بنائے ہوئے وید کے ترجمہ کو رد کر دیا اور لکھ دیا کہ یہ دیانند کا بنایا ہوا نیا وید ہے' اس واسطے کہ دیانند کے ہر ایک ترجمہ وید میں علاوہ دوسری غلطیوں کے' بہت کچھ تحریفات ہو گئی ہیں' جس کی تفصیل ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور دیانند کا ستیارتھ پرکاش میں یہ قول بھی اس امر کا گواہ ہے۔ چنانچہ وہ اسی مقام پر لکھتا ہے کہ جیسے الوپ شد اکبر کا بنایا ہوا ہے' ایسے ہی اپ شد بہت سے متعصب لوگوں نے ویدوں میں داخل کر دیے ہیں۔ مثلاً سوروپ' اپ شد' نرسنگ پالتی' رام تاپتی' گوپال تاپتی وغیرہ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ دیانند کے نزدیک بھی ویدوں میں بہت کچھ تحریفات ہو گئیں۔ اور دیانند کا یہ کہنا کہ میرے زمانہ کے ویدوں میں' جن کو وہ بیس کانڈ کیت منتر سنگتا اتھرووید کر کے تعبیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس وید میں الوپ شد وغیرہ بالکل نہیں ہیں' اس کی تکذیب پنڈت کنہیا لال اور پنڈت چنچل جی اوجہ کے اقوال مذکورہ سے ظاہر ہے اور پھر دیانند کا' جس کو کنہیا لال پنڈت الا سکتہ کہتا ہے اور دیانند نے اس کو الوک شد کے نام سے ہندی میں بلا ترجمہ لکھ کر یہ لکھا ہے کہ اس میں اللہ اور محمد رسول اللہ کا بالکل ذکر نہیں ہے' تو پھر کس ڈر سے ترجمہ نہیں کیا اور یہ کیوں لکھا کہ یہ اکبر کا بنایا ہوا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دیانند کی مرضی کے مخالف جو بھی کچھ ویدوں میں تھا' اس کو نکالنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ متعصب لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں لہٰذا اگر یہ قول دیانند کا مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ ویدوں میں دیانند کے نزدیک بھی بہت کچھ تحریف ہو گئی اور دیانند کو بھی تحریف کرنا جائز ہوا' جب ہی تو وہ ان شدوں کو بنایا ہوا کہہ رہا ہے لوں باوجود اس کے پھر بھی ان میں تحریف کرتا ہے۔ چنانچہ

پنڈت کنہیالال کے لکھائے ہوئے الا پکتہ میں، جس کو وہ الوپ شد کہہ کر ہندی میں لکھتا ہے، اس میں دونوں جگہ بجائے "الورسلے محمد" کہہ کے "الورسول مہامد" لکھتا ہے۔ یہ تحریف کا طریقہ اس نے غالباً نصاریٰ سے سیکھا کہ جیسے انہوں نے عبرانی زبان کی انجیل میں محمد کا ترجمہ "سراہا گیا" لکھ دیا اور پھر جب اس ترجمہ پر یہ اعتراض ہوا کہ سراہا گیا نام نامی محمد کا ترجمہ ہے تو انہوں نے دوبارہ جب اس انجیل کو چھاپا تو اس میں بجائے لفظ "وہ سراہا گیا ہے" کے "وہ بہت عشق انگیز ہے" لکھ دیا۔

دیانند جی کو تحریف کرنے میں یہ تو سوجھا نہیں کہ "مہامد" سے نام محمد کا پتہ لگ جائے گا، للہذا اس لفظ ہی کو بدل دیا اور مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا کہ یہ الوپ شد ہی اکبر کا بنایا ہوا ہے، جس سے وید کا محرف ہونا یقینی طور سے ثابت ہوگیا۔ "فرمن المطرو وقف تحت المیزاب" یعنی مینہ سے تو بھاگا تھا مگر پرنالہ کے نیچے آکھڑا ہوا۔ فقط۔

اب بغرض تکمیل اپنی اور مولانا محمد حسن مرحوم امروہی کی تحقیق کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مقیم الدین صاحب مرحوم کے رسالہ "صداقت اسلام" سے ان کی منقولہ پیشین گوئیاں توریت و انجیل اور کتب ہنود کی بھی نقل کردی جائیں اور وہ یہ ہیں:

صداقت اسلام از کتب الہامی مذہب عیسائی و یہود

جاء الرب من سیناء اشرق لنا من ساعیر استعلن لنا من جبل فاران۔ یعنی آیا رب پہاڑ سینا سے اور روشن ہوا ساعیر سے اور ظاہر ہوا پہاڑ فاران سے یعنی نازل ہوئی توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوہ طور سینا میں اور نازل ہوئی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ساعیر میں اور نازل ہوا قرآن شریف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر فاران میں۔ فاران مکے شریف کے پہاڑ کا نام ہے۔

(ترجمہ عربی توریت "سفر الاستثناء" مطبوعہ ۱۸۴۴ء، باب ۳۳)

خدا سینا سے نکلا اور ساعیر پر چمکا اور فاران کے پہاڑوں پر ظاہر ہوا اور اس کے دائیں ہاتھ میں شریعت روشن اور لشکر ملائکہ کے ساتھ آیا۔

(ایضاً، ترجمہ اردو)

آئے گا اللہ کی جناب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانوں کو جمال سے چھپائے گا۔ اس کی ستائش سے زمین بھر جائے گی۔ اثر سلطنته علی ظهره واسمه احمد یعنی مہر نبوت (یعنی نشان بادشاہیت) اس کی پشت پر ہوگی اور نام اس کا احمد ہوگا۔

("کتاب الحقوق" باب ۳-۳ ترجمہ کتاب اشعیا بزبان عربی، مطبوعہ ۱۷۲۳ء در مطبع ابتونی پرتونی، باب ۴۲)

النبوہ فی العرب و بنی قیدار۔ یعنی نبوت عرب اور بنی قیدار میں ہوگی۔

(بائبل یسعیاہ، نسخہ عربی، ۱۸۱۱ء، مطبوعہ کلکتہ)

کمنگ اف محمد دی مسنجراف گاڈ۔ یعنی آئے گا محمد ﷺ پیغمبر خدا کا۔

(انگریزی ترجمہ قرآن مجید، مطبوعہ لندن، صفحہ ۴۳، بحوالہ ص ۱۴ جارج سیل نوٹیس بل)

ویظن کل شخص انی صلبت لکن هذه الاهانه والاستهزاء تبقیان الی ان یجیئی محمد رسول الله فاذا جاء فی الدنیا ینبه کل من هو علی هذه الغلط و ترفع هذه الشبهه من قلوب الناس۔ یعنی گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں، لیکن یہ اہانت اور مسخرے پن باقی رہیں گے، یہاں تک کہ آئے گا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ پس جب آئے گا دنیا میں خبردار کرے گا اور تنبیہہ کرے گا اس کو جو کوئی اس غلطی پر ہوگا اور اٹھادے گا یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے۔

(انجیل برناباس، مندرجہ ترجمہ قرآن مجید، مترجمہ سیل پادری، مطبوعہ ۱۸۵۰ء مقدمہ)

انجیل برناباس کی بزبان انگریزی، جو کہ حضرت کے زمانہ سے پیشتر لکھی گئی ہے، اس انجیل کے معتقدین ٹھیٹ مشن چرچ نمبر ۱۸۷ تربت سوسائٹی ہول بورن سٹریٹ لنڈن میں موجود ہیں۔ یہ گروہ موحد ہیں۔ تمام نبیوں کو مع حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم مانتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کہتے ہیں، خدا کا بیٹا نہیں کہتے اور فرقہ عیسائی رومن کیتھولک و پروٹسٹنٹ وغیرہ ان کو براہ عداوت "یونی ٹرین" کہتے ہیں۔

خلو محمدیم ذه دودی و زه رعی یا نبوت یروشلایم۔ یعنی وہ نہایت خلیق ہیں۔ وہ بالکل محمد ہیں۔ وہ میرے دوست ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں۔ اے اختران بیت المقدس، اس صحیفہ میں حلیہ مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا لکھا ہے، لیکن طوالت کی وجہ سے پورا نقل نہیں کیا۔

(صحیفہ سلیمان، غزل الغزلات، باب ۵، آیت ۱۰، زبان عبرانی میں)

وانا اطلب من الاب فیعطیکم فارقلیط۔ یعنی میں مانگوں گا اپنے باپ سے۔ تمہیں دے گا تم کو فارقلیط۔ مسٹر جان ڈیون پورڈ صاحب نے لکھا ہے کہ فارقلیط' جس کی خبر مسیح نے یوحنا میں دی ہے' محمد ﷺ صاحب ہیں۔ مسٹر گاڈ فری ہگنس صاحب نے اپنی کتاب موسومہ (اپاچی دی محمد ﷺ) جس کا ترجمہ "حمایت اسلام" ہے' ایسے معنے لکھے ہیں' جس کا مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ باقی عیسائی روح القدس مراد لیتے ہیں مگر بنتا نہیں۔ کہاں تک کتنی آیتوں سے روح القدس مراد لیں گے۔ جہاں صاف نام محمد ﷺ اور حلیہ مبارک کا پورا ذکر ہو گا' وہ نام اور حلیہ روح القدس سے کہاں تک ملائیں گے۔

(یوحنا' باب ۱۴' آیت ۱۶' مطبوعہ ۱۶۷۱ء)

اردو انجیلوں میں بجائے فارقلیط کے' کہیں لفظ شافع کی' کہیں لفظ وکیل کی' کہیں لفظ تسلی دینے والی کی علیٰ ہذا مختلف طور پر تاویل کی گئی۔ مگر مصداق شافع اور وکیل اور تسلی دہندہ کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کون ہو سکتا ہے اور آج تک کون ان سے بڑھ کر شافع اور تسلی دہندہ آیا۔

توبہ کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے۔

(انجیل متی' باب ۴' آیت ۱۷' مطبوعہ ۱۸۳۹ء)

آسمان کی بادشاہت مثل رائی کے دانہ کے ہوگی الیٰ آخرہ۔ یہ مثال مطابق ہے اس مثال کے جو قرآن شریف میں اصحاب کبار کی تعریف میں مذکور ہے۔ وہ یہ آیت ہے **مثلھم فی التوراہ ومثلھم في الانجيل كزرع اخرج شطاه فاذره فاستغلظ فاستوی**۔ الیٰ آخر الایہ۔

(انجیل متی' باب ۱۳' نسخہ ۱۸۱۹ء' آیت ۴)

میں تو تمہیں توبہ کے لیے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے' مجھ سے زور آور ہے کہ میں اس کے جوتے اٹھانے کے لائق نہیں ہوں۔

(انجیل متی' باب ۳' آیت ۱۱)

اب کون نبی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آج تک ایسا زور آور آیا اور کس نے اپنے ملک کو شرک کی نجاست سے صاف کر کے ملک میں توحید کا ڈنکا بجا دیا۔ تمام ملک کو مشرق اور مغرب تک ہلا دیا۔ تمام عیسائی صاحبان کو لازم ہے کہ اپنے پیشواؤں کی نصیحت پر تعمیل کریں کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو اپنا ہادی تسلیم کر کے نجات حاصل کریں ورنہ غضب جلیل وجبار سے مطمئن نہ رہیں۔ موت قریب ہے' ملک الموت ہروقت سر پر سوار ہے' پھر یہ وقت ہاتھ آنا مشکل ہے۔ سوائے ندامت اور پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

صداقت اسلام از کتب ہنود و نصائح پیشوایان ہنود

برھمانن الامر الر رسول محمدرۃ کم برشی یعنی پیدا کرنے والا اللہ رسول محمد زور آور کا کون ہے برابر کارگ وید کے منتر میں نام احمد اور یجروید کے منتر میں نام محمد ہے۔

(اتربن بید)

لا الہ ھرلی پاپن الا اللہ پرم پدم جنم بیکنٹھ پراپت ہوی تو جپنی نام محمدم۔ یعنی لا الہ کہنے سے چرم پدم ملتے ہیں۔ جنم بیکنٹھ ہونا چاہو تو نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ کرو۔

(عبارت انکھی' جو ہندوؤں میں مشہور ہے اور اس کو نتانواں بھی کہتے ہیں)

مکشن او تارینا اوت پن نتم پرتھوی مدھم ارن سیلبار تم بلونت سود تم پرتھوی مدھی سرب اونما سن گرام پرسن پر پرسیوتم دھن کرابت چھاک کورو دم سن کرام۔ یعنی نجات دینے والا اوتار پیدا ہو گا بیچ وبیچ زمین کے (یعنی مکہ مکرمہ میں) دشمن کا مارنے والا' زور والا' بڑا بہادر' بیچ و بیچ زمین کے نام اس کا تعریف کیا گیا یعنی محمد ہو گا۔ بذریعہ لڑائی کے اپنا دین پھیلائے گا۔ ان کے پاک دین میں دیوتا ہوں گے۔

(کتاب "کھیل برن" حصہ اول ادھیا' بارہویں درشٹ کونٹ چھٹی۔ اس کتاب میں کل حالات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مع جہاد و جزیہ کے مذکور ہیں' لیکن بوجہ طوالت کے نہیں ذکر کیا)

یہاں نہ کچھ بات میں راکھوں۔ یعنی آپ کی طرف داری اور جانب داری کچھ میں نہ کروں گا۔

وید پران ست مت بھاکوں۔ یعنی جو وید نے کہا ہے' پرانوں میں لکھا ہے' کہوں گا۔

برکھ سس دس سند رم ہوئی۔ یعنی برس دس ہزار تک ولایت تمام ہو گی۔

تہ کے بعد نہ پائے کوئی۔ یعنی بعد کو یہ مرتبہ کوئی نہیں پا سکتا ہے (یعنی رسالت ختم ہو گی)

دیس عرب میں بھر کتا سہائی - یعنی دیس عرب میں ایک خوشنما ستارہ ہو گا۔

سو تھل بھوم کت سنو کھک رائی - اچھی شان کی زمین ہو گی۔

جمنھو ست تاکر ہوئی - یعنی ان ہونی بات یعنی معجزے اس سے ظہور میں آئیں گے۔

سندرم اویس تھتمہ سوئی - یعنی ولی اللہ قائم کیا جائے گا۔

ست بکرم کے دو دانگا - یعنی ست بکرماجیت کے سمندروں کی تعداد کے مطابق ہو گا۔ یعنی ساتویں صدی میں پیدا ہو گا کیونکہ سمندر سات ہیں۔

مہاکوک نس چترپتنگا - نہایت اندھیری رات میں مثل چار آفتاب کے چمکے گا۔

راج نیت بھو پریت دکھاوے - یعنی بادشاہی قاعدہ کے مطابق خوف دلا کر خلق د محبت ظاہر کرے گا۔

اپنامت سب کو سمجھاوے - یعنی اپنا دین سب کو سمجھاوے گا۔

چترسندرم ست چاری - یعنی اس کے خلیفہ چار ہوں گے۔

تنگی نیس ہوئی بھو بھاری - یعنی ان سے نسل بہت بھاری ہوں گے۔

تب لگ جو سندرم چھ کوئی - یعنی اس دین کے جاری رہنے تک جو کوئی خدا تک پہنچتا ہے۔

بنا محمد ﷺ پار نہ ہوئی - یعنی بغیر ذریعہ محمد ﷺ کے پار نہیں ہو گا۔

تب ہووے سنگ لنگ اوتارا - یعنی تب ہو گا ایک مرد کامل۔

مہدی کہیں سکل سنسارا - امام مہدی کہیں گے اس کو سب جہان والے۔

پھر سندرم تمان نہیں ہوئی - بعد ان کے ولات نہیں ہو گی۔

تلسی بچن ست کوئی - یعنی تلسی داس یہ بات سچ کہتا ہے۔

چھٹی کانڈ بارہویں اسکد پوتھی راما سنگ رام، جو کہ بیاس جی نے لکھی ہے اور گوشائیں جی تلسی داس نے ترجمہ اس کا بزبان "بھاکا" اوپر حاشیہ کے لکھ دیا ہے۔ تلسی داس نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن یہاں بوجہ خوف طوالت کے مختصر کیا گیا۔

("بشارات احمدی" اور "فضائل احمدی" میں بشارات بہت مذکور قابل ملاحظہ ہیں ۱۲)

باجھ محمد بھگت آ جائیں۔ یعنی بغیر توسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت ضائع ہے۔

(بابا نانک کی نصیحت)

پہلا نام خدا، دوجا نام رسول، تیجا کلمہ پڑھ لے نانکا جو درگہ پویں قبول۔ یعنی پہلا نام خدا، دوجا نام

رسول کا' تیسرا کلمہ پڑھ لے ناناکا جو کہ اللہ کی درگاہ میں قبول ہو جائے۔ (ایضاً)

کاشی کروپ بعد ہیں تیرتھ سب کا نام
بیکنٹھ باسنا پائے بنا محمد ﷺ نام

(گوشائیں جی تلسی داس کی نصیحت)

لا الہ کا تانا کر کے الا اللہ کا بانا
داس کبیر بنن کو بیٹھو الجھا سوت پرانا

(گورو کبیر داس کی نصیحت)

اب بطریق نمونہ وہ واقعات لکھے جاتے ہیں جو قبل ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کاہنوں اور نجومیوں اور جنوں سے ظہور میں آئے تھے۔

حضور کی ولادت سے پہلے نجومیوں اور کاہنوں کے اقوال

فصل چہارم "حجتہ اللہ علی العالمین" میں ہے' مسامرات شیخ اکبر رضی اللہ عنہ سے' شیخ علیہ الرحمتہ اپنی سند متصل کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد عمر رضی اللہ نے حاکم قادسیہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے نام فرمان بھیجا کہ نضلہ بن معاویہ رحمہما اللہ کو حلوان عراق کے اطراف فتح کرنے کے لیے روانہ کر دو' لہٰذا حضرت نضلہ کو حضرت سعد نے تین سو سواروں کے ساتھ حلوان عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ چنانچہ حضرت نضلہ وہاں پہنچ کر فتح یاب ہوئے اور وہاں سے بہت کچھ غلام' لونڈے اور مال غنیمت کا حاصل کر کے واپس آ رہے تھے کہ ایک پہاڑ کے قریب شام ہو گئی۔ حضرت نضلہ نے تمام مال غنیمت دامن کوہ میں جمع کر کے اذان کہنا شروع کیا۔ ناگاہ اذان کے جواب کی آواز پہاڑ سے آنے لگی۔ جب انہوں نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ آواز آئی' کبرت کبیرا یا نضلہ۔ جب حضرت نضلہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ آواز آئی' اے نضلہ یہ کلمہ اخلاص کا ہے۔ جب انہوں نے کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ آواز آئی' یہ سچا دین ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہیں جن کی ہم کو عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے بشارت سنائی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ انہی کی امت پر دنیا کا خاتمہ ہو گا۔ یعنی ان کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جب انہوں نے کہا حی علی الصلوہ۔ آواز آئی' خوشخبری ہو' اس کو جو نماز کی طرف چلے اور اس پر ہمیشگی کرے۔ جب انہوں نے کہا حی علی الفلاح۔ جواب ملا کہ فلاح پائی اس شخص نے کہ قبول کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس امت کی بقا اسی کلمہ کے ساتھ ہے۔ جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ جواب ملا' کبرت کبیرا۔ پھر جب حضرت نضلہ نے کہا لا الہ الا اللہ۔ آواز آئی کہ کلمہ اخلاص کہا تو نے اے نضلہ۔ اللہ نے حرام کر دیا جسم تیرے کو جہنم پر۔

فرمایا حضرت نضلہ نے' جب میں اذان سے فارغ ہوا' میں نے کہا اے شخص اللہ تم پر رحم کرے' تم کون ہو۔ فرشتے ہو یا کوئی جن یا کوئی اور شخص اللہ کے بندوں میں سے۔ جیسے تم نے اپنی آواز ہم کو سنائی ہے' اپنا دیدار بھی دکھا دو' اس واسطے کہ ہم اللہ و رسول کے سفیر ہیں اور حضرت عمر کے۔ کہ یکایک پہاڑ چرا اور مثل چکی کی پھرا اور اس میں سے ایک شخص سفید ریش' جن کے سر کے بال بھی سفید تھے' اونی کپڑا پہنے ہوئے نمودار ہوئے اور کہا' السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ'۔ ہم نے بھی کہا و علیکم السلام' آپ کون ہیں۔ فرمایا' میں رزیب ابن مرتملہ بندہ صالح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھ کو اس پہاڑ میں رہنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ دعا دی تھی کہ جب تک میں آسمان سے اتروں' اللہ تم کو زندہ رکھے۔ جب وہ آئیں گے' سوروں کو قتل کر دیں گے۔ صلیب کو یک قلم توڑ دیں گے۔ جو ان کی نسبت نصاریٰ کہتے ہیں' اس سے بیزاری ظاہر فرمائیں گے۔

پھر پوچھا' جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ ہم نے کہا' انتقال فرما گئے۔ یہ سن کر بڑی دیر تک روتے رہے' یہاں تک کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا' ان کے بعد کون خلیفہ ہوا۔ ہم نے کہا' حضرت ابو بکر۔ فرمایا' وہ کیسے ہیں۔ ہم نے کہا' وہ بھی انتقال فرما گئے۔ پوچھا' ان کے بعد کون ہوئے۔ ہم نے کہا' حضرت عمر۔ کہا خیر۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے تو میں محروم رہ گیا مگر حضرت عمر کی خدمت میں تو میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ ہر کام میں راست روی اور درمیانہ روی اختیار کرو۔ قیامت قریب آ چکی ہے' جس کی علامتیں امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان باتوں کا پھیلنا ہے۔ ایسے لوگوں سے بھاگیو۔ بھاگیو مرد مردوں کے ساتھ بدفعلی کریں اور عورتیں عورتوں کے ساتھ اور نسب بدلنے لگیں۔ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر غیروں کی غلامی اختیار کریں۔ بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کا وقار نہ رکھیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیں۔ علم کو درہم اور دنانیر حاصل کرنے کے لیے پڑھیں۔ مینہ بطریق عذاب کے برسنے لگے اور اولاد باعث رنج و تعب ہو۔

منبر بڑے اور اونچے بنائیں اور قرآن مجید کو چاندی سے سجائیں۔ مسجدیں ظاہری زیب و زینت سے آراستہ کی جائیں۔ رشوت کھلم کھلا لیں۔ مکان بڑے پائیدار' پختہ بنائیں۔ خواہش نفسانی کے پیچھے لگ لیں۔ دین کو دنیا کے عوض بیچیں۔ خون کرنے کو ہلکا سمجھیں۔ باہم رشتہ دار قطع تعلق کریں۔ حکمت کی بات بیچی جائے یعنی حکم خلاف شریعت روپے لے کر دینے لگیں۔ بیاج کھائیں۔ دوسروں کے مال دبا بیٹھنے پر فخر کریں۔ باہمی قتل و قتال کو جہاد سمجھیں۔ اہل علم و فضل اپنے سے ادناؤں کی تعظیم کریں۔ عورتیں گھوڑے پر سواری کریں۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔

جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی' حضرت عمر نے حضرت سعد کو لکھا کہ آپ کو چاہیے کہ تمام مہاجرین اور انصار کو ساتھ لے کر اس پہاڑ پر پہنچو اور جب ان سے ملاقات کرو تو میرا بھی ان سے سلام کہہ دینا۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جانب عراق جو ایک پہاڑ ہے' اس میں بعض وہ لوگ رہتے ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری نسبت وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار آدمیوں کے ساتھ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور چالیس دن تک اذان پنجگانہ برابر کہتے رہے مگر ان سے ملاقات نہ ہوئی۔

اور نیز "حجتہ اللہ" میں ہے' بروایت ابن سعد اور ابو نعیم عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ زید بن عمر بن نفیل مکہ مکرمہ سے حرا کی طرف جا رہے تھے' اثناء راہ میں مجھ کو مل گئے۔ فرمانے لگے کہ مکہ مکرمہ سے میرے نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ میری قوم کئی وجہ سے میری مخالف ہو گئی ہے۔ اول تو میں نے ان کے بتوں کی عبادت سے انکار کیا' جو ان کے آبائی معبود تھے۔ دوئم مذہب ابراہیمی کا میں پیرو بن کر ایک نبی کے انتظار میں ہوں جو اولاد اسماعیل علیہ السلام سے عبد المطلب کی اولاد سے ہوں گے۔ نام ان کا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ مگر مجھ کو امید نہیں کہ ان کا زمانہ پاؤں۔ مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک وہ نبی ہیں۔ اگر تمہاری عمر دراز ہو اور تم ان کو پاؤ' تو ان کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا مگر میں تم پر ان کی نشانیاں پورے طور پر ظاہر کیے دیتا ہوں تاکہ تم کو ان کے پہچاننے میں شک نہ ہو۔

وہ نہ زیادہ لمبے ہوں گے نہ پستہ قد اور نہ وہ زیادہ بال والے ہوں گے اور نہ کم بال والے۔ ان کی آنکھوں سے سرخی جدا نہ ہو گی۔ مہر نبوت ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہو گی اور نام ان کا احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو گا اور اسی شہر مکہ میں وہ پیدا ہوں گے اور دعویٰ نبوت فرمائیں گے۔ جب ان کی قوم ان کی

ہدایت سے ناراض ہوگی' اور مکہ مکرمہ میں نہ رہنے دے گی' وہ ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے جائیں گے۔ وہاں جا کر ان کا امر نبوت زور پر ہوگا اور سب پر غالب آتے چلے جائیں گے۔ خبردار ان کو دھوکا نہ دینا۔ میں دین ابراہیمی کی طلب میں تمام شہروں میں پھرا ہوں اور یہود اور نصاریٰ اور مجوس سب سے میں نے حق کی راہ ڈھونڈی اور دین حق طلب کیا۔ سب نے یہی کہا کہ ان صفات والے پیغمبر' جن کو میں نے بیان کیا' کچھ دن بعد ظاہر ہونے والے ہیں۔ دین حق انہی کا دین ہے۔ ان کے بعد قیامت تک پھر کوئی نبی نہ ہوگا۔

حضرت عامر فرماتے ہیں' جب بموجب خبر حضرت زید کے میں نے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعویٰ نبوت کرتے ان صفات کے ساتھ موصوف پایا' تو میں ایمان لے آیا اور حضرت زید کا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے ان کے واسطے دعاء رحمت کی اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں چلتا پھرتا اور دراز دامن دیکھا ہے۔

اور اس قسم کے بہت واقعات ہیں جن کو علامہ یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حجتہ اللہ علی العالمین" میں لکھا ہے۔ ان سب کے لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ جو زیادہ دیکھنا چاہے کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔

جن اور کاہن نبی کریم کی آمد کی بشارت دیتے تھے:

اب بطریق نمونہ کچھ خبریں جنوں کی اور کاہنوں کی نقل کی جاتی ہیں جو احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ سے ثابت ہیں۔

بخاری شریف میں ہے' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے کبھی کسی چیز کو دیکھ کر یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کو ایسا گمان کرتا ہوں مگر آپ کا گمان صحیح ہی نکلا۔ ایک دن آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے ایک خوبصورت آدمی کو جاتے ہوئے دیکھا اور فرمایا' میرا گمان یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ ہمارے دین پر تھا یا کاہن تھا۔ ذرا اس کو بلاؤ۔ جب وہ آیا' آپ نے فرمایا کہ تو زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا۔ اس نے کہا' ہاں۔ آپ نے فرمایا' زمانہ جاہلیت میں جو بڑی تعجب خیز خبر تیرے پاس تیرا جن لایا ہو' اس کو بیان کر۔ کہنے لگا' میں ایک دن بازار میں تھا کہ میرا جن گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگا:

الم تر الجن وابلاسها ویاسها من بعد انکاسها ولحوقها بالقلاس واحلاسها۔

کیا نہ دیکھا تو نے جنوں کو اور حیرت ان کی کو اور ناامیدی ان کی کو سننے آسمان کی خبروں سے بعد

لوٹنے ان کے آسمان کی جانب سے۔

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' یہ بات سچ ہے۔ میں بھی ایام جہالت میں ایک پتھر کے بت کے پاس' جس کو ہم نے معبود بنا رکھا تھا' سویا ہوا تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک بچھڑا لایا اور اس نے اس کو بت کے سامنے ذبح کیا۔ ناگاہ ایک چیخنے والا ایسی زور کی آواز سے چیخا کہ ایسی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ کہتا تھا:

یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الہ الا انت۔

اے خبر دریافت کرنے والے حیرت زدہ ایک کام ظاہر ہونے والا ہے نجات کا۔ ایک مرد فصیح کہہ رہا ہے' نہیں کوئی معبود مگر تو۔

یہ سن کر قوم کے لوگ دہشت ناک ہو کر بھاگ گئے۔ مگر میں نے کہا کہ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک تحقیق نہ کر لوں کہ یہ کون ہے۔ پھر دوبارہ آواز آئی:

یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ۔

اے خبر دریافت کرنے والے حیرت زدہ ایک کام ظاہر ہونے والا ہے نجات کا۔ ایک مرد فصیح کہہ رہا ہے' نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔

یہ سن کر میں چل دیا۔ تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ کہا گیا محمد رسول اللہ سچے نبی ہیں۔

حضرت خزیمہ ابن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر بن ربیعہ قبل ظاہر ہونے نبوت جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے' آپ کے اوصاف بیان کیا کرتے تھے اور یہ ابو عامر شرک سے متنفر ہو کر توحید کا دم بھرتے تھے اور راہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طالب تھے۔ اس تلاش میں اہل کتاب یہود اور نصاریٰ سے ملنے بہت دور دور گئے اور جس سے پوچھا' ان کے علماء نے یہی خبر دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' جن کا قریب ظہور ہونے والا ہے' وہ مذہب ابراہیمی کے متبع ہوں گے اور انہوں نے اوصاف اور علامتیں آپ کی ابو عامر سے بیان کیں۔ پھر ابو عامر نے ایک دن اوس اور خزرج کی جماعت میں بیٹھ کر' جو مدینہ طیبہ میں دو قبیلے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور آپ کے ظاہر ہونے اور مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے کا ذکر کر کے آپ کے بہت اوصاف بیان کیے۔

ابو الہیثم ابن التیہان قضاعی نے' جو بنی عبد الاشہل کے حلیف اور معاہد تھے اور موحد مثل ابو عامر کے طالب راہ راست' اوصاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سن کر کہا' ابو عامر اگر تم ان کو دیکھ بھی لیتے تو اس

سے زیادہ بیان نہ کرتے۔ ابو عامر نے کہا' میں کیوں نہ اس طرح بیان کروں' میں نے تو ان کے اوصاف آدمی اور جنوں سے سنے ہیں۔ یہ سن کر ابوالہیثم نے کہا کہ آدمی تو ان کے اوصاف اللہ کی کتابوں میں دیکھ کر جو بیان کرتے ہیں' میں بھی سنتا رہا ہوں' مگر جنوں سے میں نے نہیں سنا۔ تم نے اگر سنا ہے تو کچھ بیان کرو۔

ابو عامر نے کہا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک کاہن یمن میں آئندہ نئی ہونے والی باتوں کی خبر دیتا ہے۔ یہ سن کر تنہا میں اس طرف روانہ ہو گیا۔ ایک دن چاندنی رات میں چل رہا تھا کہ میرے اوپر نیند نے غلبہ کیا اور یکایک میری اونٹنی بری طرح چمکی اور میں خوف سے گھبرا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مثل ستاروں کی بہت سی آگ متفرق چمک رہی ہے۔ میں نے بہ جبر اونٹنی کو اس طرف اتنا ہانکا کہ اس آگ سے نزدیک ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آگ جمع ہو گئی اور اس کے گرد بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو آدمیوں سے مشابہت نہیں رکھتے۔ نہ ان کے وہاں گھر معلوم ہوتے ہیں اور نہ چارپائے' فقط کچھ شور سا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اونٹنی کھڑی رہ گئی۔ پھر کودی۔ میں اونٹنی سے کود پڑا اور چند نیلگون آدمی میری طرف آئے۔ میں چیخا کہ میں پناہ مانگتا ہوں ان جنوں کے سردار کے ساتھ۔ ناگاہ ان میں سے چند آدمی مجھ کو اشارے اور آواز سے اپنی طرف بلانے لگے اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کہاں کا قصد ہے۔ پھر ان میں سے چار آدمیوں نے آکر مجھ کو سلام علیک کیا اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ جن کی شکلیں وحشت ناک تھیں' ان میں سے ایک نے پوچھا کہ تم کہاں کے آدمیوں میں سے ہو۔ میں نے کہا' میں ایک آدمی غسان کا ہوں' جو قبیلہ بنی قیلہ کی شاخ ہے۔ کہا' تمہارا کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا' کیا یہاں کے جنوں کے حاکم کے امن میں' میں نہیں ہوں۔ کہا' کیوں نہیں' تم کسی سے نہ ڈرو۔ میں نے کہا' میرا ارادہ یمن کے کاہن کے پاس جانے کا ہے اور ہم ان آدمیوں سے ہیں کہ جو کاہنوں کی بات پر یقین رکھتے ہیں اور کاہن جو کچھ خبریں اور علم حاصل کرتے ہیں' تم سے کرتے ہیں اور میں اب براہ راست تمہیں سے آملا۔ لہٰذا ہونے والی بات سے کچھ خبر بیان کرو۔

ان میں سے تینوں نے چوتھے کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ بڑے خبردار سے تم آملے۔ میں نے اس چوتھے سے سوال کیا اور اپنی رغبت کا حال توحید کی طرف اور ملت ابراہیمی کی جانب بیان کیا۔ اس نے کہا' تم کس کے باپ ہو۔ میں نے کہا' میں ابو عامر ہوں۔ اس نے ایک قافیے بند کلام خوشنما میں مجھ کو بشارت جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنائی۔ میں نے کہا' کچھ ان کی صفتوں سے مجھ کو خبر دو۔ کہا' ان کا رنگ نہایت کھلا ہوا ہو گا۔ نہ بہت لمبے ہوں گے اور نہ پستہ قد۔ کنکھیوں سے دیکھنے کی عادت ہو گی اور

جو کوئی ان کو ستائے گا' اس سے پہلو تہی کریں گے اور درگزر فرمائیں گے۔ آنکھیں ان کی نہایت کشادہ اور خوشنما ہوں گی۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہرنبوت ہوگی۔ وہ آسان اور سیدھا راستہ بتائیں گے۔ بہت نیک بخت وہ ہے جو ان کی پیروی کرے۔ میں نے یہ کلام فرشتوں سے سنا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوا اور میں تمام رات اسی جگہ کھڑا رہا۔ صبح ہوتے ہی اپنے مطلب کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت خزیمہ فرماتے ہیں کہ اتنا بیان کر کے ابوعامر راہب تو روانہ ہوئے اور میں بعدہ' قصبۃ الیمامہ کی نشست گاہ' جس میں آئے گئے آدمی ٹھہرتے تھے' جا بیٹھا۔ ایک آدمی ان آدمیوں سے' جو نشست گاہ میں بیٹھے تھے' کہنے لگا کہ میں ایک دن ہوذہ بادشاہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک دربان آیا اور کہا کہ دمشق کا راہب آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ بادشاہ نے اجازت دی۔ جب وہ راہب آیا' مرحبا کہہ کر بہت محبت سے اس کو بٹھایا اور دونوں باہم باتیں کرنے لگے۔

پھر راہب نے کہا کہ تمہارے ملک کے شہر کیا اچھے ہیں۔ ہوذہ نے کہا' بیشک ہمارے شہر بہت اچھے اور سارے عرب کے لیے موجب زینت ہیں۔ راہب نے کہا' تمہارے شہروں سے وہ کونسا شہر ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے' اس شہر میں آکر اور اپنی ولادت گاہ سے ہجرت فرما کر اس شہر میں قیام فرما کر اپنے دین کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ ہوذہ نے کہا' اس شہر کا نام یثرب ہے' جو ہم سے بہت نزدیک ہے۔ ان کا فرمان میرے پاس آچکا ہے۔ وہ مجھ کو اپنے دین کی طرف بلاتے تھے مگر میں نے ان کا دین قبول نہیں کیا۔ راہب نے کہا' کیوں۔ ہوذہ نے کہا' بادشاہت کی محبت سے۔ میں ڈرا کہ کبھی مجھ کو میری قوم سلطنت سے معزول نہ کر دے۔ راہب نے کہا' اگر تو ان کی تابعداری کرتا تو وہ تمہاری بادشاہت بدستور قائم رکھتے اور تمہاری بھلائی انہیں کی پیروی میں ہے۔ بیشک وہ وہی پیغمبر ہیں' جن کی تشریف آوری کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی تھی اور انجیل میں ان کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ ہوذہ نے راہب سے پوچھا کہ پھر تم نے ان کی تابعداری کیوں نہ کی۔ کہا' مجھ کو شراب سے محبت ہے اور وہ شراب کو حرام فرما دیں گے' اس وجہ سے ان کے ساتھ مجھ کو حسد ہے۔ ہوذہ نے کہا' میرا تو ارادہ ان کی تابعداری کا ہے اور میرا ان سے یہی سوال ہے کہ مجھ کو میرے ملک پر بدستور قائم رکھیں اور اس امر کا ان کے قاصد مجھ سے وعدہ بھی کر گئے ہیں۔ پھر ہوذہ نے اپنے کاتب کو بلا کر جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عریضہ لکھوا کر اپنے قاصد کے ہاتھ مع تحفوں کے روانہ کیا۔ جب اس امر کی خبر

بادشاہ کی رعیت کو پہنچی' بادشاہ سے ناراضگی ظاہر کی اور کہا' اگر تم ان کی تابعداری کرو گے تو ہم تم کو معزول کر دیں گے۔ قاصد یہ سن کر کانپ گیا اور روانگی کے ارادہ سے باز رہا اور راہب بادشاہ کے پاس نہایت عزت کے ساتھ ٹھہرا رہا' اس واسطے کہ وہ راہب ہر سال بادشاہ ہوذہ کے پاس آیا کرتا تھا۔ پھر کچھ مدت بعد وہ راہب روانہ ملک شام ہوا۔ میں نے کہا' جو تو نے ہوذہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کیا ہے' کیا سچ ہے۔ راہب نے کہا' ہاں سچ ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ ان کی پیروی کر۔ وہ شخص بیان کرتا تھا کہ راہب سے یہ سن کر اپنے گھر آ کر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا سامان کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر ایمان لایا اور جو کچھ راہب سے سنا تھا' وہ سب کہہ سنایا۔

اور اسی "حجتہ اللہ" کے صفحہ ۱۶۵ میں ہے کہ حضرت عروۃ ابن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کر کے بعد فتح :ب ارادہ واپسی کا فرمایا' میں غیلان بن سلمہ سے ملا اور میں نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بہت بلند ہو گیا۔ تم نے دیکھا نہیں لوگ کس کثرت سے ان کے پیرو ہوئے جاتے ہیں۔ غیلان نے کہا' کیوں نہیں۔ میں اچھی طرح سے اس امر کو دیکھ رہا ہوں۔ تم کہو تمہارا کیا ارادہ ہے۔ عروہ نے کہا' اہل عرب اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں مگر ہم ان پر اگر ایمان نہ لائے اور ان کی پیروی نہ کی تو ہم سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں۔ غیلان نے کہا' میں ایسی بات تم سے سننا پسند نہیں کرتا' اگرچہ تم سردار قوم کے ہو مگر مجھے خوف ہے کہ اس ارادہ سے کبھی تم ہلاک نہ ہو۔ میں نے کہا' بچی بات میں کوئی جہالت کرو کرو' اس میں شک تو نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں اور میرا ان پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔ میں ضرور ان کی پیروی کروں گا اور ان کے معاملہ میں جو کچھ میں نے سنا ہے' اور اب تک کسی سے بیان نہیں کیا' اب میں تم سے کہتا ہوں کہ میں نے بغرض تجارت اس سے پہلے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر ظاہر ہو' اور نہ ان کی کوئی مخالفت کرے' نجران کا ارادہ کیا تھا۔ اثناء راہ میں ایک درخت کے نیچے اپنے قافلہ سے جدا ہو کر میں جا لیٹا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دو لڑکیاں اسی درخت کی طرف چلی آ رہی ہیں۔ پس وہ دونوں آ کر بیٹھ گئیں اور میں نے سوئے ہوئے کا سا انداز ظاہر کیا۔ ان میں سے ایک نے دوسری سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہیں۔ دوسری نے کہا' یہ عروہ بن مسعود اپنی قوم کا سردار ہے' جو سب پر غالب آ گیا ہے اور اتنا سخی ہے کہ اکثر تنگ دست رہتا ہے۔ دوسری نے کہا' بیشک۔ مگر یہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں کا ارادہ رکھتا ہے' جہاں کے اول

سب اس کے مخالف ہیں۔ کہا' سچ ہے۔ پھر اس جانے میں اس کی بہتری ہے یا نہیں۔ دوسری نے کہا' اس پر راستہ آسان ہو جائے گا اور یہ سب پر غالب آ جائے گا۔ اس نے کہا' یہ سچ ہے مگر انجام اس کا کیا ہو گا۔ کہا' سردار بن کر رہے گا اور ایک نبی کریم کا پیرو رہے گا اور بڑا مرتبہ پائے گا۔ دوسری نے کہا' وہ نبی کون ہے۔ کہا:

داع مجاب له امر عجاب یاتیه من السماء کتاب یبهر الالباب و یقهر الارباب۔

یعنی وہ اللہ کی طرف ایک بلانے والا ہے کہ جس کی بات قبول کی جائے گی اور امور عجیب اس سے ظاہر ہوں گے۔ آسمان سے اس کے پاس ایک کتاب اترے گی' جو عقل والوں کی عقلوں کو روشن کر دے گی اور سرداروں کی گردنیں نیچی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں' پھر وہ دونوں چپ ہو گئیں اور میں ایسا سویا کہ جب قافلہ کی تیاری ہوئی اور اونٹ بولنے لگے تو جاگا۔ ان دونوں لڑکیوں کو نہ پایا۔ جب میں نجران پہنچ گیا تو وہاں کے بڑے پادری کے پاس ٹھہرا' جو میرا دوست تھا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا' عروہ! یہ زمانہ نبی آخر الزمان کے ظاہر ہونے کا ہے' جو تمہارے حرم مکہ سے ظاہر ہوں گے اور حق کی رہنمائی کریں گے۔ میں نے کہا' تم کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا' ہاں قسم مسیح کی بیشک وہ سب پیغمبروں سے بہتر ہیں اور سب سے آخری نبی کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر ہو جائیں' سب سے اول تم ان کی پیروی کرنا اور ان پر ایمان لانا۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں' میں نے کہا کہ میں نے اس راز کو اب تک پوشیدہ رکھا تھا اپنے قبیلہ ثقیف سے' اس واسطے کہ میں دیکھتا تھا کہ ان کا تشدد و مقابلہ حضور سے انتہا کو پہنچ چکا تھا اور میں خود انہی میں سے تھا اور تمہارے خبر دینے سے پہلے جنوں سے میں ان کی خبر سن چکا تھا مگر اب تمہارے کہنے سے اس خبر کا مجھ کو پورا یقین ہو گیا اور اب ضرور میں ان کی پیروی کروں گا اور ان کی تابعداری میں بہت کچھ حصہ لوں گا مگر میرے اس ارادہ کو ابھی تم کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ غیلان نے کہا' بہت اچھا۔ اب آپ بسم اللہ کہہ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیے۔ اس کے بعد میں خدمت حضور میں حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہوا اور اللہ نے مجھے اسلام کامل عطا فرمایا۔

ہامہ جن مسلمان ہوگیا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مدینہ طیبہ سے باہر حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ضعیف العمر عصا ہاتھ میں لیے چلے آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا' اس شخص کی چال تو جنوں کی کی چال کے مشابہ ہے۔ اتنے میں وہ حاضر حضور ہو ہی گئے اور بعد اداء سنت سلام وہ کچھ باتیں کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا' یہ طرز تو جنوں کی باتوں کا سا ہے۔ اس ضعیف العمر نے عرض کیا کہ حضور میں ہامہ ہوں۔ میرے باپ کا نام ہام تھا اور ہام لاقیس کی بیٹی تھی اور لاقیس ابلیس کا بیٹا تھا۔ آپ نے فرمایا' تم تک ابلیس سے دو ہی پشت ہیں۔ عرض کیا' ہاں۔ فرمایا' تمہاری کیا عمر ہے۔ عرض کیا' حضور میں ایک طویل زمانہ دیکھ چکا ہوں۔ قابیل نے جب حضرت ہابیل کو قتل کیا' میں چند سال کا بچہ تھا۔ اکثر ٹیلوں پہ چڑھ کر شکار کیا کرتا تھا اور لوگوں کو خرابی میں ڈالتا تھا۔ آپ نے فرمایا' تو برا کام کرتا تھا۔ عرض کی' حضور پھر میں نوح علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا تھا اور حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی بددعا سے جب میں نے ناراضگی ظاہر کی تو آپ نادم ہو کر رونے لگے' یہاں تک کہ میں ساتھ میں رونے لگا اور یہی معاملہ مجھ کو حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ جب انہوں نے بددعا کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میں ان پر بھی ایمان لایا تھا اور جب ان کو آگ میں ڈالا گیا' میں ان کے ساتھ تھا۔ اسی طرح جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا' میں ان سے پہلے کنوئیں میں اتر گیا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی خدمت سے بھی میں نے شرف حاصل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام پر بھی میں ایمان لایا۔ انہوں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے تو میرا سلام عرض کر دینا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا علیک وعلیہ یا ھامۃ۔ اب اپنا مدعا بیان کرو۔ عرض کیا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے توریت پڑھائی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل۔ اب میری آرزو ہے کہ حضور مجھے قرآن کریم سکھلا دیں۔ آپ ﷺ نے اسے سورۂ واقعہ' عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت اور قل یا ایھا الکافرون' سورۂ اخلاص' سورۂ فلق اور سورۂ ناس سکھا کر رخصت کیا۔ بعد اس کے' اس کے انتقال کی خبر حضور سے ہم نے نہیں سنی۔ میرا گمان ہے کہ ابھی وہ زندہ ہوں گے۔

اس قسم کی بہت سی صحیح روایتیں جن اور کاہنوں سے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت علامہ نبہانی نے "حجتہ اللہ علی العالمین" میں نقل کی ہیں۔ سب کا نقل کرنا اس مختصر میں متعذر ہے' لہٰذا اس بحث کو "مسلم شریف" کی فقط ایک روایت پر' جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضرت امام مہدی علیہ الرحمتہ والرضوان اور عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام اس وقت تک نہیں آسکتے' جب تک دجال کا خروج نہ ہو اور اس کے خروج کا پہلا دن ایک سال کا ہو اور دوسرا ایک ماہ کا اور تیسرا ہفتہ کا اور باقی دن حسب معمول ہوں گے اور قبل ظہور اس امر کے جو بھی کوئی دعویٰ مہدویت یا عیسویت کا کرے' وہ کذاب و دجال ہو گا۔

دجال کی علامات اور اس کی آمد:

"مسلم شریف" کی کتاب "الفتن" اور "اشراط الساعتہ" میں ہے کہ حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اس جوش و خروش کی ساتھ بیان فرمایا کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ دجال مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں آپہنچا ہے۔ جب شام کو خدمت اقدس میں ہم حاضر ہوئے تو آثارات دہشت حضور نے ہمارے چہروں سے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ ہم نے عرض کیا' حضور نے دجال کا ذکر بلند اور پست آواز میں ایسا فرمایا کہ ہم کو تو یہ یقین ہو گیا کہ وہ مدینہ کی کھجوروں میں ہی آپہنچا۔ آپ نے فرمایا' علاوہ دجال کے اور بہت سے فتنوں کا تمہارے اوپر مجھے زیادہ خوف ہے۔ وہ تو اگر میرے سامنے آگیا تو میں تمہارا ناصر و مددگار ہوں اور اگر میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہے اور اللہ میری طرف سے ہر مسلمان کا محافظ ہے۔ وہ جوان ہے گھٹے ہوئے بدن کا' ایک آنکھ اس کی باہر اٹھی ہوئی ایسے ہی جیسے ٹینٹ نکلا ہوتا ہے۔ عبدالعزیٰ بن قطن' جو ایک یہودی تھا' اس سے تشبیہ دے سکتا ہوں۔ جو شخص اس کو تم میں سے پائے' اسے چاہیے کہ (اس سے امن حاصل کرنے کو) سورۂ کہف کی ابتدائی آیتیں اس پر پڑھے۔ شام اور عراق کے مابین جو ایک راستہ ہے' وہاں سے نکلے گا اور دائیں بائیں چلنے کا اور فساد پھیلانے کا ارادہ کرے گا۔ اے بندگان خدا اس وقت ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا' حضور وہ دن جو برس دن کا ہو گا یا مہینہ اور ہفتہ کا' اس میں کیا ہم کو پانچوں ہی وقت کی نماز کافی ہو گی۔ فرمایا' نہیں اندازہ کر کے برس دن کی ہی نماز پڑھنا (اور ایسے ہی اندازہ سے مہینہ کی اور ہفتہ کی)۔ ہم نے عرض کیا' حضور چالیس دن میں وہ تمام زمین پر کیسے

پھر جائے گا۔ فرمایا' جیسے ابر ہوا کے ساتھ دنیا میں پھر جاتا ہے۔ پھر وہ ایک قوم پر آکر اس کو اپنی خدائی کی دعوت دے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئے گی اور اس کی دعوت قبول کر لے گی۔ پھر وہ جب آسمان کو حکم بارش کا کرے گا تو اتنا مینہ برسے گا کہ زمین سرسبز ہو جائے گی اور اس قوم کے مویشی خوب موٹے تازے ہو کر دودھ سے تھن بھرے ہوئے واپس آئیں گے۔ پھر وہ ایک دوسری قوم پر آکر اپنی خدائی کی دعوت دے گا۔ وہ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے تو ان کے پاس جو بھی کچھ رہا سہا ہو گا' نیست و نابود ہو جائے گا اور ان کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ پھر وہ جنگل میں جا کر زمین کے خزانوں کو باہر نکلنے کا حکم نافذ کرے گا۔ جب بہت سے خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہو جائیں گے' جیسے یعسوب شہد کی مکھیوں کے بادشاہ کے پیچھے شہد کی مکھیاں لگی رہتی ہیں۔ پھر وہ ایک جوان موٹے تازے آدمی کو بلا کر تلوار سے قتل کر دے گا اور اس کے دونوں ٹکڑوں کو ایک تیر کے نشانہ کے انداز پر علیحدہ علیحدہ پھینک کر بلائے گا۔ وہ زندہ ہو کر نہایت خوشی اور فرحت سے چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئے گا۔ وہ اسی حالت میں ہو گا کہ اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجے گا اور وہ سفید منارہ مشرقی دمشق پر دو عصا بغل میں لگائے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہتھیلی رکھے ہوئے اس شان سے اتریں گے کہ جب وہ سر نیچا کریں' بالوں سے پانی ٹپکے گا اور جب سر اونچا کریں گے' موتیوں کے سے قطرے گریں گے۔ اس وقت جس کافر کو ان کی سانس کی ہوا پہنچے گی' مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا' جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دجال کو پہنچے' دجال بھاگے گا' یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو مقام باب اللد پر (جو مکہ مکرمہ کے قریب ہو گا) قتل کریں گے۔ الی آخر الحدیث۔

حضور ﷺ کے اس بیان کے بعد بعض مسلمان متعجب تھے اور بعض منافق دلوں میں منکر کہ اللہ جل شانہ' نے آپ کی صداقت اس طرح ظاہر فرمائی۔

دجال ایک جزیرے میں مقید ہے:

امام مسلم "کتاب الفتن" و "اشراط الساعۃ" اسی "مسلم شریف" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا' جو ضحاک ابن قیس کی بہن اور مہاجرات اول سے ہیں' فرماتی ہیں کہ میرے شوہر مغیرہ کا جب انتقال ہو لیا اور بموجب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام عدت میں نے اپنے چچازاد بھائی عبداللہ بن عمر بن ام مکتوم کے گھر پورے کر لیے' میرے کان میں منادی رسول اللہ کی آواز پہنچی

جو الصلوہ جامعہ کے ساتھ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کر رہی تھی۔ لہٰذا میں بھی بغرض نماز مسجد کی طرف نکلی اور اول صف میں عورتوں کی پہنچ گئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے' ہنستے ہوئے منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا' اپنی اپنی جگہ سب بیٹھے رہو۔ میں نے تم کو کسی خوشخبری سنانے کو جمع کیا ہے' نہ کسی امر سے ڈرانے کو۔ فقط اس واسطے جمع کیا ہے کہ تم تمیم داری' جو قوم نصاریٰ سے ایک نصرانی ہیں' انہوں نے آکر مجھ سے بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور خود گزشتہ وہ واقعہ بیان کیا (جس میں تم متعجب تھے) اور جو مسیح دجال کے متعلق میں تم سے بیان کیا کرتا تھا۔ وہ واقعہ اس میرے بیان کی پوری تصدیق کرتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں ایک کشتی میں تیس آدمیوں کے ساتھ' جو قبیلہ لخم اور جزام سے تھے' سوار تھا کہ اتفاقاً ایک مہینے تک کشتی موجوں میں پھنسی رہی' یہاں تک کہ بعد ایک ماہ کے ایک جزیرہ سے غروب آفتاب کے وقت جا لگی۔ صبح ہم اس سے اتر کر جب جزیرہ میں داخل ہوئے تو ہم نے ایک جانور دیکھا' جو بالوں میں سر سے پاؤں تک ایسا چھپا ہوا تھا کہ ہم اس کے آگے پیچھے کا امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے اس سے کہا' تجھے خدا کی مار' تو کون ہے۔ کہا' میں جساسہ ہوں۔ سب نے کہا' جساسہ کون ہوتا ہے۔ کہنے لگا' یہ مندر سا جو بنا ہوا ہے' اس میں ایک آدمی ہے۔ وہ تم لوگوں کے آنے کا بہت ہی مشتاق ہے۔ جو کچھ پوچھنا ہے' اس سے پوچھ لو۔ یہ سن کر ہم ڈرے کہ کہیں وہ کوئی شیطان نہ ہو۔ مگر جلد سے ہم اس مکان میں داخل ہو ہی گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص بڑا قوی الہیکل زنجیروں میں سر سے پاؤں تک جکڑا ہوا' مشکیں بندھی ہوئی اس مکان میں موجود ہے۔ ہم نے اس سے کہا' تجھے خدا کی مار' تو کون ہے۔ کہنے لگا' جب تم مجھ تک آپہنچے تو پہلے مجھ کو یہ بتاؤ کہ تم کون ہو۔ ہم نے کہا' ہم چند عرب کے آدمی ہیں۔ کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ہماری کشتی ایک ماہ تک موجوں میں پھنسی رہی اور کل رات تمہارے جزیرہ میں آکر پہنچی اور ہم نے ایک جانور بالوں میں چھپا ہوا دیکھا۔ اس سے جو اس کا حال دریافت کیا تو اس نے ہم کو تیرے اس مکان کی طرف روانہ کر کے کہا کہ اس مکان والا تمہارا بہت مشتاق ہے' اس واسطے ہم ڈرتے ہوئے یہاں تک پہنچے کہ کہیں کوئی شیطان نہ ہو (اور ہم کو نقصان نہ پہنچائے) دجال نے کہا' نخل بیسان کی تو خبر سناؤ۔ ہم نے کہا' کیسی خبر پوچھتا ہے۔ کہا' اس کی کھجوروں میں ابھی پھل آنے لگے یا نہیں۔ ہم نے کہا' ہاں آتے ہیں۔ کہا' ایک زمانہ قریب ہے کہ وہاں کی کھجوروں کا پھلنا موقوف ہو جائے گا۔ مگر بحیرہ طبریہ کا کیا حال ہے۔ ہم نے کہا' کونسا حال دریافت کرتے ہو۔ کہا' اس میں پانی ہے یا نہیں۔ ہم نے کہا' بہت پانی ہے۔ کہا' قریب ہے کہ اس سے پانی قطعاً جاتا رہے گا۔ چشمہ زغر کی حالت بیان کرو۔ ہم نے کہا' اس میں بھی بہت پانی ہے اور اس کے

پانی سے وہاں کے لوگ کثرت سے کاشت کرتے ہیں۔ کہا' اب یہ بتلاؤ کہ امیوں کے نبی' جو مکہ مکرمہ سے ظاہر ہوں گے اور یثرب میں جاکر ٹھہریں گے' وہ ابھی ظاہر ہوئے یا نہیں اور اگر ظاہر ہوئے تو ان کا کیا حال ہے اور عرب کا معاملہ ان کے ساتھ کیسا ہے اور تم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ ہم نے کہا کہ وہ ظاہر ہوگئے اور اپنے نزدیک کے عرب والوں پر غالب آگئے اور انہوں نے ان کی اطاعت کرلی۔ کہنے لگا' کیا وہ ظاہر ہوگئے۔ ہم نے کہا' ہاں۔ کہا' ان لوگوں کے واسطے بہتر یہی ہے کہ ان کی اطاعت قبول کرلیں۔

اور میں اب تم کو اپنی حالت سے مطلع کرتا ہوں۔ میں مسیح دجال ہوں۔ اب قریب ہے کہ مجھ کو بھی یہاں سے نکلنے کا حکم ہوگا۔ پھر میں اس تیزی کے ساتھ زمین کا سفر کروں گا کہ سوائے مکہ اور مدینہ طیبہ کے کوئی زمین مجھ سے خالی نہ رہے گی۔ یہی دو شہر ہیں کہ جن میں داخل ہونا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔ جب میں ارادہ ان دونوں میں سے کسی بھی شہر میں داخل ہونے کا کروں گا' اللہ کا فرشتہ ننگی تلوار سے مجھے روک دے گا اور ان دونوں شہروں کے ہر راستہ پر کثرت سے محافظ فرشتے مقرر ہوں گے۔

مدینہ اور مکہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہیں گے:

حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ بعد اس بیان کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصا مبارک کو منبر پر مارنا شروع کیا اور تین بار فرمایا ھذہ طیبہ' ھذہ طیبہ' ھذہ طیبہ۔ یہ یعنی مدینہ پاک ہے' پاک ہے' پاک ہے۔ کیا میں نے دجال کی خبر تم کو نہیں بیان کی تھی۔ سب نے عرض کیا' بیشک' بیشک۔ آپ نے فرمایا' اسی امر کی تصدیق کے واسطے تمیم کا یہ واقعہ سنانے کو میں نے تمہیں جمع کیا ہے۔ بیشک وہ جزیرہ دریائے شام میں ہے یا دریائے یمن میں مشرق کی طرف۔ انتہی۔

اس کے علاوہ اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں' جن کو تفصیل سے علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "حجۃ اللہ علی العالمین" میں نقل کیا ہے۔

بتوں کی گواہیاں:

اب ہم چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے معجزات' جو بعد ظہور شان نبوت مشرکین کے معبودوں سے' جو پتھر کے بت تھے' ظاہر ہوئے' اسی کتاب سے بطریق نمونہ نقل کریں۔ وہ یہ ہیں:

"خصائص کبریٰ" سے علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ راشد بن عبداللہ راوی ہیں کہ

"سواع" نامی ایک بت مقام "معلاۃ" میں چند قبائل کا تھا۔ ان میں سے قبیلہ بنی ظفرہ نے کچھ نذرانہ اس بت کے لیے میرے ہاتھ بھیجا۔ میں صبح کے وقت اس بت کے پاس پہنچا۔ اچانک اس بت کے اندر سے یہ آواز میرے کان میں آئی:

العجب کل العجب من خروج نبی من بنی عبدالمطلب یحرم الزنا والربوا والذبح للاصنام وحرمت السماع ورمینا بالشہب۔

تعجب ہے پورا تعجب بنی عبدالمطلب سے ایک نبی کے نکلنے کا جو زنا اور بیاج کو اور بتوں پر جانور ذبح کرنے کو حرام کرے گا اور (اس کی برکت سے آسمان کی طرف جو ہم جاتے تھے) آسمان کی حفاظت کی گئی اور ہم پر شعلے پھینکے گئے۔

پھر دوسرے بت سے میں نے سنا کہ یہ آواز آرہی ہے:

ترک الضمار وکان یعبد وخرج احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی یصلی الصلوہ و یامر بالزکواہ والصیام والبر والصلتہ للارحام۔

ضمار جو پوجا جاتا تھا اس کی پرستش چھوڑ دی گئی اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے ہیں جو نماز و زکوٰۃ و روزہ اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم جاری فرماتے ہیں۔

پھر تیسرے بت سے آواز آئی:

ان الذی ورث النبوہ والھدی بعد ابن مریم من قریش مھتدی نبی یخبر بما سبق و مایکون فی غد۔

نبوت اور ہدایت کے جو مالک ہیں وہ مطلبی حضرت عیسیٰ کے بعد آئے ہیں وہ بے شک و شبہ قرشی۔
خبر دیتے ہیں پہلی پچھلی ساری آج کی کل کی۔ وہ ہادی ہیں' وہ مہدی ہیں' وہ راشد ہیں' وہ ہیں عربی۔

حضرت راشد فرماتے ہیں کہ میں نے سواع بت کو دیکھا کہ دو لومڑیاں اس کے گرد جو نذرانہ پڑا ہے' اس کو کھا لیتی ہیں اور بت کو چاٹتی رہتی ہیں' پھر اس بت پر چڑھ کر پیشاب بھی کرتی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے یہ شعر پڑھا۔

ارب یبول الثعلبان براسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب

کیا وہ ہو سکتا ہے معبود کہ جس کے سر پر تمام لومڑیاں پیشاب کرتی ہیں وہ ہے ازول تر

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضور مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔ میں بتوں کے اس معاملہ کو دیکھ کر حضور کی خدمت میں مدینہ پہنچا اور شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ پھر آپ سے میں نے ایک احاطہ زمین بطریق انعام طلب کیا۔ آپ نے عطا فرمایا اور ایک برتن پانی کا بھرا ہوا عطا فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور فرمایا اس کو اپنی زمین میں ڈال دینا اور جو کچھ اس زمین سے تمہاری ضرورت سے زیادہ پانی نکلے' لوگوں کو نہ منع کرنا۔ اس سے ایسا چشمہ موجزن ہوا کہ آج تک موجود ہے اور اس پر بہت سی کھجوریں لگا دی گئیں اور وہ چشمہ سارے احاطہ کی زمین کو آج تک کافی ہے۔ لوگوں نے اس چشمہ کا نام "ماء الرسول" رکھا ہے۔ اس سے غسل کرتے ہیں اور اس غسل سے لوگ شفایاب ہوتے ہیں۔

حضرت عباس ابن مرادس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت اپنی اونٹنیاں چرا رہا تھا۔ ناگاہ ایک شخص شترمرغ پر سوار سفید کپڑے پہنے ہوئے آیا اور مجھ سے کہنے لگا:

الم ترالی السماء قد تعب حراسها وان الحرب قد حرقت انفاسها وان الخیل وضعت احلاسها وان الذی نزل علیه البر والتقوے صاحب الناقه القصوے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا آسمان کی طرف کہ رنج و تعب میں پڑے ہیں آسمان سے خبروں کے چرانے والے اور باہمی خانہ جنگیوں سے جانیں جل گئیں اور گھوڑوں کے پالان اتار لیے گئے اور تحقیق وہ شخص کہ جس پر باہمی سلوک اور پرہیزگاری کا نزول ہوا ہے' قصویٰ اونٹنی والا ہے۔

یہ سن کر میں گھبرایا اور اپنے معبود ضمار کے پاس آیا' جسے میں پوجتا تھا۔ جبکہ میں اس کو چوم رہا تھا اور پوج رہا تھا' ناگاہ اس میں سے یہ آواز آئی:

قل للقبائل من سلیم کلها	بنی سلیم کے سارے قبیلوں سے کہہ دو
او ذی ضمار عاش اهل المسجد	ضمار مرنے لگا مسجدیں ہوئیں آباد
ان الذی ورث النبوة والهدی	نبوت اور ہدایت کے وارث آئے ہیں
بعد بن مریم من قریش مهتدی	قریش میں پس عیسیٰ جو میں کریم نہاد
او ذی ضمار کان یعبد مرة	ضمار خطرہ میں ہے جس کو پوجتے تھے لوگ
قبل الکتاب الی النبی محمد	نبی کے لانے سے پہلے کتاب با ارشاد

میں نے یہ سن کر بت توڑ دیا اور اپنی قوم بنی حارثہ کو ساتھ لے کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں پہنچا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو حضور نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا عباس! کس چیز نے تمہیں اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ میں نے تمام واقعہ گزشتہ حضور سے عرض کیا۔ آپ نے تصدیق فرمائی اور میں مع اپنی قوم کے مشرف باسلام ہوا۔

حضرت مازن بن قصریہ فرماتے ہیں کہ شہر عمان کے قریب بادر نامی بت کا میں پجاری تھا۔ ایک دن ایک چڑھاوے کا بکرا اس کے سامنے میں ذبح کر رہا تھا کہ اس میں سے یہ آواز آنے لگی:

یا مازن اسمع تسر۔ ظهور خیر البشر بعث نبی من مضر۔
بدین دین الله برفدع نحیتا من حجر۔ تسلم من حر سقر۔

سن اے مازن بشارت نیک خیر محض کی خوشتر مضر سے ایک نبی ظاہر ہوئے ہیں دین حق لے کر۔ یہ پتھر کے کھدے جو بت ہیں ان کو چھوڑ دے۔ یکسر نجات دائمی حر سقر سے جلد حاصل کر۔

مازن کہتے ہیں اس آواز کو سن کر میں گھبرا ہی رہا تھا کہ اسی بت سے یہ دوسری آواز آئی:

اقبل الی اقبل مستمعا لا تجهل
آ آ ادھر نگر تو جہالت سن اے فآ

هذا نبی مرسل جاء بحق منزل
آئے ہیں حق کو لے کے یہ پیغمبر خدا

یہ تعجب خیز بات سن کر مجھے یقین ہوا کہ میرے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ اسی خیال میں تھا کہ ایک شخص حجاز سے آیا ۔ میں نے کہا' وہاں کی کچھ خبر بیان کرو۔ کہنے لگا' ایک شخص جن کا نام نامی احمد ہے' (صلے اللہ علیہ وسلم) حجاز میں ظاہر ہوئے ہیں۔ جو ان کے پاس جاتا ہے' اس سے کہتے ہیں اللہ کے بھیجے ہوئے حکم کو سنو اور قبول کرو۔ یہ سن کر مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ ظہور اسی خوشخبری کا ہے' جو میں نے بادر نامی بت سے سنی تھی۔ لہٰذا میں بت کے ٹکڑے کر کے اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور خدمت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہوا اور خود گزشتہ قصہ ان اشعار میں حضور پر پیش کیا۔

کسرت بادر اجذ اذا وکان لنا
بادر کے ٹکڑے کر کے میں آیا ہوں سیدھا

ربا نطیف به حینا بتضلال
رب جسکو کہہ کے پھرتا تھا گرد اسکے میں سدا

یا الهاشمی هدینا من ضلالتنا
اس گمراہی سے ہاشمی تم نے لیا بچا

ولم یکن دینه شیئا علی بال
وہ دیں ذلیل میری نگاہوں میں ہو گیا

یا راکبا بلغن عمر واخوتها
پہنچا عمر کو بھائیوں اس کے کو قاصدا

انی لما قال وبی بادر قال
بادر کے حکم سے ہے کیا میں نے جو کیا

پھر میں نے حضور سرور انبیاء کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور گانے بجانے اور شراب خواری اور زناکاری کا میں عادی ہوں اب مدت سے بوجہ قحط سالی کے میں مفلس ہوگیا ہوں اور میرا کنبہ تباہ اور میں لاولد ہوں۔ دعا کیجئے کہ یہ سب بلائیں خود ہی مجھ سے جاتی رہیں اور اللہ اولاد بھی عطا فرمائے اور شرم و حیا دے۔ آپ نے فرمایا:

اللھم ابدلہ بالطرب قراۃ القران و بالحرام الحلال و بالخمر ریالا اثم فیہ و بالعھر العفہ و ائتہ بالحیا و ھب لہ ولدا۔

الٰہی اس کے گانے بجانے کو قرات قرآن کے ساتھ بدل دے اور حرام کاری کی جگہ حلال کی اس کو توفیق دے اور شراب کی بدل میں ترو تازگی وہ عطا کر' جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور بجائے زنا کے عفت اور پارسائی عطا فرما اور دولت حیا کے ساتھ مشرف فرما اور اولاد صالح نصیب کر۔

آپ کی دعا کی برکت سے وہ سب عیوب مجھ سے دفع ہو گئے اور کئی حج کیے اور قرآن یاد کر لیا اور ہمارا شہر اور اس کے گرد کے گاؤں سب سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے چار آزاد عورتوں سے نکاح کیا اور اللہ نے حسان جیسا نیک بیٹا عطا فرمایا۔ اس کے شکریہ میں' میں نے یہ نعت خدمت اقدس میں پیش کی:

الیک رسول اللہ جنت مطیی	عمان سے عرج تک طے کر کے دشت و صحرا
تجوب الفیافی من عمان الی العرج	ہو کر سوار دیکھا یاں آ کے تم کو شاہا
لتشفع لی یاخیر من وطی الحصی	ہو جاؤ تاکہ میرے تم روز حشر شافع
فیغفرلی ذنبی وارجع بالفلج	تنگی میں ہو فراخی بخشے گناہ مولا
الی معشر خالفت فی اللہ دینھم	آسودہ جاؤں ان میں جو ہیں مرے مخالف
ولا رائھم رائی ولا نھجھم نھجی	دیندار میں بنا ہوں اب چھوڑ دین جن کا
وکنت امرء بالعھر والخمر مولعا	تھا میں حریص بادہ اور تھا زنا کا عادی
شبابی حتی اذن الجسم بالنھج	کھویا شباب اس میں ہو کر خراب صہبا
فبدلنی بالخمر خوفا وخشیہ	بدلے شراب کے اب پیتا ہوں جام وحدت
وبالعھر احصانا فحصن لی فرجی	اور چھوڑ کر زنا کو ہوں محو دید مولا
فاصبحت ھمی فی الجھاد و نیتی	ہر دم جہاد کرنا راہ خدا میں مرنا

فلله ما صومی ولله ما حجی — اور ہے نماز' روزہ' حج مشغلہ ہمارا

خلاصہ ترجمہ اشعار مذکورہ بطریق دیگر

عمان سے عرج تک پھر پھر کے بادیوں میں — پایا تمہیں کو شافع طیبہ کے زاویوں میں
آسودہ ہوں شہہ دیں ناجی ہوں ہر بلا سے — ہوں تنگیوں سے ناجی اب ہوں فراخیوں میں
ام الخبائث اپنی تھی مادر رضائی — اب نام میرا لکھا جاتا ہے ہادیوں میں
اب پی کے جام الفت ہوں محو روئے وحدت — تھا نام میرا نائی افواج زانیوں میں
گم گشتگان راہ کفر و ضلال میں اب — جاتا ہوں تاکہ لاؤں وحدت کی وادیوں میں
روزہ' نماز و حج ہے اب مشغلہ ہمارا — بڑھکا ہوں میں مجاہد میدان غازیوں میں

حضرت مازن فرماتے ہیں کہ پھر میں حضور ﷺ سے رخصت ہو کر جب اپنی قوم میں واپس آیا' میری قبولیت اسلام کی خبر سن کر میری قوم نے مجھ کو بہت کچھ برا بھلا کہا' گالیاں دیں' اپنے شاعروں سے میری ہجو کرائی' مجھ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ میں نے ان کو ترکی بہ ترکی جواب دینا مناسب نہ سمجھا' لہٰذا ان سے کنارہ کر کے میں نے ایک مسجد بنالی۔ اس مسجد میں جو کوئی مظلوم آکر تین دن رہتا' جو دعا کرتا' وہی قبول ہو جاتی اور جو کوئی بیمار یہاں تک کہ برص والے اور کوڑھی بھی اگر آکر دعا مانگتے' اللہ ان کو صحت عطا فرماتا۔ مسجد کی اس کرامت کو' جو فی الواقع حضور ﷺ کا معجزہ تھا' میری قوم کے لوگ دیکھ کر سب شرف اسلام سے مشرف ہو گئے اور سب نے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے' فرماتے تھے' ایک آدمی قبیلہ خثعم کا بیان کرتا تھا کہ ہمارے قبیلہ کے لوگ بت پرست تھے۔ حلال اور حرام کی ان کو کچھ تمیز نہ تھی۔ اسی حالت میں ہم اپنے بت کے پاس اپنا باہمی جھگڑا پیش کر کے اس سے اس کے فیصلہ میں مدد طلب کر رہے تھے کہ اچانک اس بت کے پیٹ سے یہ آواز نکلنے لگی:

یا ایھا الرکبان ذوالاحکام — ہو مالک احکام تم اے قافلے والو سبھی
ما انتم وطائش الاحکام — لیکن نہیں آمادہ فہم و خرد تم میں کوئی
ومسند والحکم الی الاصنام — تم سونپتے ہو حکم کو پتھر کی مورت کی طرف
اما ترون ما اری امامی — جو ہے میرے پیش نظر تم نے نہ دیکھا اس طرف

من ساطع يجلود جى الظلام	وہ نور چمکا ہوگئیں جس نور سے کل ظلمتیں
هذا نبى سيد الانام	روشن وہ ہے نور نبی جس سے مٹی ہیں بدعتیں
من هاشم فى ذروة الاسنام	سردار عالم ہاشمی عالی مراتب حق نما
يصدع بالحق وبالاسلام	بانی اسلام اور وہ جس نے دکھایا حق کھلا
اعدل ذى حكم من الاحكام	ہر حکم ان کا عدل ہے اعلان عدل اور اتقا
منتعلن بالبلد الحرام	مکہ میں ظاہر ان سے ہے عدل و ہدایت اتقا
قد طهر الناس من الاثام	زنگ گنہ سے ایک دم لوگوں کو پاکیزہ کیا
جاء بهدم الكفر بالاسلام	ڈھایا بناء کفر کو اسلام آیا برملا

خثعمی مذکور کہتے تھے' بت سے یہ اشعار سن کر میں گھبرایا اور مکہ مکرمہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر میں مسلمان ہو گیا۔ علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اس روایت کو واقدی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لوگوں نے پتھروں اور درختوں پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا

یہ امر تو سب پر ظاہر ہے کہ آسمان سے بارہا وزنی پتھر گرے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۰۷ میں گیارہ بجے دن کے قریب میں "مسجد دائرہ" واقعہ محلہ نواب پورہ شیر' ریاست الور میں مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم کو بخاری شریف پڑھا رہا تھا کہ اچانک توپ کی سی آواز آئی۔ گھڑی کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بارہ بجے کی توپ کی آواز نہیں ہے' اس واسطے کہ ابھی گیارہ بجنے میں کچھ دیر تھی۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ قصبہ بانسور علاقہ الور کے جنگل میں آسمان سے تقریباً من بھر کا پتھر گرا تھا جو الور لایا گیا ہے اور وہاں کے عجائب گھریا کارخانہ میں اب تک رکھا ہوا ہے۔ اسی طرح "سیرت حلبی" میں ہے کہ سنہ چار سو چون (۴۵۴ھ) میں بمقام خراسان ایسی سخت ہوا چلی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ قیامت ہی قائم ہونے والی ہے۔ لوگ گریہ و زاری کر رہے تھے' دعائیں مانگ رہے تھے کہ یکایک معلوم ہوا کہ ایک پہاڑ پر آسمان سے بہت سا نور اتر رہا ہے۔ سب لوگ اس کی طرف روانہ ہوئے۔ جب پہاڑ پر پہنچے' دیکھا کہ ایک پتھر آسمان سے ایک گز لمبا اور تین انگل چوڑا گرا ہے' جس کا یہ نور ہے اور اس پر قلم قدرت سے یہ دو سطریں لکھی ہوئی تھیں:

سطر اول: لاالہ الا اللہ فاعبدونی

یعنی کوئی معبود نہیں ہے سوا اللہ کے' پس میری ہی عبادت کرو۔

سطر دوم: محمد رسول اللہ القرشی

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی ہیں' اللہ کے رسول ہیں۔

ابھی تقریباً تین سال کا عرصہ ہوا' رائی سینا نام' جو انگریزوں نے حال میں نئی دہلی پہاڑ گنج سے منصور کے مقبرے سے آگے تک آباد کی ہے' وہاں ایک پتھر موٹا پہاڑ کا جو چیرا گیا' اس کے دونوں طرف بخط جلی لکھا ہوا تھا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھران دو ٹکڑوں کو جو چیرا تو ان پر اسی طرح یا محمد لکھا ہوا نمودار ہوا' جو ایک نمائش گاہ میں انگریزوں نے اس طرح لگوائے ہیں کہ جن کی جو چاہے آکر زیارت کرے۔

۱۳۴۵ ہجری کے بہت سے اخباروں میں ایسا ہی ایک واقعہ درج تھا' جس کو رسالہ "سواد اعظم" ماہوار مراد آباد سے بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

اول شعبان سنہ تیرہ سو پینتالیس (۱۳۴۵ھ) میں بعد مغرب' ہندوستان کے مختلف مقامات پر بکثرت لوگوں نے حضور پرنور سید یوم البعث والنشور خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین سرور امجد سردار سرمد سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم پاک آسمان پر لکھا ہوا دیکھا جو معتدبہ عرصہ تک قائم رہا۔ یہ تحریر سبز ستاروں سے بنی معلوم ہوتی تھی۔ مولانا مولوی قاضی محمد احسان الحق صاحب نعیمی مفتی "بھڑائچ" رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ میں اس روز فتح پور ہسوہ بسلسلہ تبلیغ گیا ہوا تھا۔ جس جگہ یہ نام نامی ظاہر ہوا تھا' وہاں کے احباب میں سے بہت سے میرے شناسا ہیں' جنھوں نے اس نام اقدس کی زیارت کی۔ پھر اخباروں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اضلاع متوسطہ میں اسی تاریخ اور اسی وقت اس نام پاک کی زیارت ہوئی۔

ہمارے مدرسہ دینیات مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے طلبہ میں سے مولانا حافظ قاری محبوب علی خان صاحب لکھنوی فرماتے ہیں کہ میں اس تاریخ بانس بریلی میں تھا۔ میں نے اور بہت ہندو مسلمانوں نے بعد مغرب یکایک دیکھا کہ روشن ستارہ مثل دم دار ستارہ کی برنگ سبز نمودار ہوا۔ جب لوگ اس کو دیکھنے لگے' اول حرف میم پیدا ہوا' پھر اسی سے شکل حا ظاہر ہوئی' پھر میم' پھر دال اور پھر یہ نام پاک دیر تک قائم رہا۔ پھر اسی طرح ایک ایک حرف بترتیب کے بعد دیگرے نگاہوں سے چھپ گیا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

مولانا احمد رضا خان صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے چند روز پیشتر میں نے چند

ستاروں کا اجتماع کچھ دیر تک بشکل نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم کچھ رات گئے ایک بار دیکھا تھا مگر میں اس میں ایسا محو ہوا کہ کسی کو نہ دکھا سکا اور چونکہ لوگ سو گئے تھے' لہٰذا کسی کے دکھانے کا خیال بھی نہ رہا۔

تقریباً آٹھ دس سال گزرے ہوں گے' بکثرت اردو انگریزی اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ بعض سواحل پر ایک مچھلی دیکھی گئی کہ جس کی ایک جانب **لا الہ الا اللہ** لکھا ہوا تھا اور دوسرے پہلو پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور وہ مچھلی مصالحے سے درست کر کے' تاکہ سڑنے نہ پائے' عجائب خانہ لندن میں رکھ دی گئی۔ واللہ اعلم۔

اب میں ایک نکتہ توحید و رسالت سب پر آشکارا کیے دیتا ہوں' جس کو ہر منصف مزاج بشرط انصاف مرد عورت چھوٹا بڑا اپنے جسم سے دیکھ سکتا ہے۔ کیا دنیا میں کسی مشرک کا کوئی ایسا معبود ہے' جس کا نام انسانی اعضا کی کسی حالت پر رکھنے سے ظاہر ہو جائے' سوا مسلمانوں کے ہادی اور معبود کے کہ ھا کے ساتھ اللہ کا نام اور بموجب اللہ شکتی وید الا بغیر ہا کے جس کے معنے سنسکرت میں بعینہ اللہ کے ہیں۔ اگر انسان لیٹ کر یا کھڑا ہو کر اور دہنا ہاتھ چھوڑ کر اور بایاں کمر پر رکھ کر دیکھے تو دہنا ہاتھ بمنزلہ الف اور دونوں پاؤں بشکل لا اور کمر پر بایاں ہاتھ رکھنے سے صاف اللہ ظاہر ہوتا ہے اور بغیر کمر پر ہاتھ رکھنے کے الا۔ اور دونوں ہاتھ لیٹ کر دونوں کانوں پر رکھنے اور کمر سمیٹ کر لیٹنے سے صاف **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نے جہاں تک غور اور تتبع کیا' معبود ہائے باطلہ اور گمراہ رہنماؤں سے کسی کا نام کسی ہیئت انسانی پر نہیں ظاہر ہوتا۔ ہاں شکل صلیب یا مورت کی صورت انسان سے ظاہر ہو جاتی ہے' جو یہ بتاتی ہے کہ وہ معبود' معبود نہیں جس کا ہم مثل موجود ہے' بخلاف معبود حقیقی کے کہ اس کی صورت نہ صورت انسانی سے ظاہر ہو سکتی ہے اور نہ اور کسی صورت سے' جو صاف دلیل ہے اس امر کی کہ معبود حقیقی بے مثل' بے مانند ہے اور ہادی اہل اسلام اگرچہ اپنی صفات میں بے مثل ہیں مگر ہیں جنس بشر سے' لہٰذا ان کی صورت انسانی گو ہر انسان سے ظاہر ہے۔ مگر ان کا نام بھی ہر ایک انسان کی بعض ہیئتوں سے جلوہ گر ہو کر ان کے ہادی بے مثل ہونے کی دلیل ہے۔

ایک اور عجیب و غریب قاعدہ ملاحظہ کیجئے' جس سے دنیا بھر کے تمام اشیاء کے ناموں سے جیسے اللہ کا نام ظاہر ہوتا ہے' ایسے ہی دنیا بھر کی ہر چیز کے نام سے نام محمد رسول اللہ بھی آشکارا ہوتا ہے۔ شعر

ہے اللہ ہر شے سے ظاہر مدام ہر اک لفظ میں ہے محمد کا نام

وہ قاعدہ' جس سے ہر چیز کے نام سے اللہ کا نام ظاہر ہو' یہ ہے: جس لفظ کے دنیا بھر کے لفظوں سے

چاہو عدد نکال کر اس عدد کو چار میں ضرب دو۔ پھر حاصل ضرب میں دو ملا کر اس کو پانچ میں ضرب دو' پھر حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کر کے باقی ماندہ کو تین سے ضرب دے کر حاصل ضرب میں سات ملا دو تو اسم ذات اللہ کے ۳۷ عدد ظاہر ہوں گے۔ مثلاً دیدار علی کے عدد تین سو انتیس (۳۲۹) ہیں' ان کو چار میں ضرب دیا اور دو بڑھائے تو تیرہ سو اٹھارہ ہوئے۔ ان کو پانچ میں ضرب دیا تو چھ ہزار پانچ سو نوے (۶۵۹۰) ہوئے۔ ان کو بیس پر تقسیم کیا تو باقی دس رہے۔ دس کو تین میں ضرب دے کر سات بڑھائے' جو دونوں عدد دو تریعنی طاق میں تو سینتیس (۳۷) نمودار ہوئے' جو عدد اسم ذات اللہ کے ہیں کہ ان اللہ وتر' یحب الوتر حدیث صحیح ہے۔

ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نام ہے:

قاعدہ دوم: اسی طرح ہر لفظ مفرد مرکب ذو معنے اور مہمل سے کسی بھی زبان میں ہو' اس لفظ کے عدد لے کر چار میں ضرب دو' پھر حاصل ضرب میں دو ملا کر اس کو پانچ میں ضرب دو' پھر حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کر کے باقی ماندہ کو نو سے ضرب دے کر حاصل میں اور دو ملا دو تو اس قاعدہ سے ہر لفظ سے بانوے (۹۲) نکلیں گے' جو عدد ہیں **محمد** کے (صلے اللہ علیہ وسلم) **کلما ذکرہ الذاکرون و کلما غفل عن ذکرہ الغافلون بعدد کل معلومات اللہ کما یحبہ اللہ و یرضی۔**

مثال دیدار علی کی عدد مثلاً ۳۲۹ ہیں۔ ان کو جب چار میں جو عدد خلفائے راشدین ہے' ضرب دیا تو ۱۳۱۶ ہوئے۔ اس میں دو کو ملایا جو عدد ارکان ایمان کے ہیں' یعنی ایک اللہ پر مع اس کے احکام کے ایمان لانا۔ دوم اس کے رسول پر مع ان کے تمام فرمانوں کے ایمان لانا' تو ۱۳۱۸ ہوئے۔ پھر اس کو پانچ میں ضرب دیا' جو عدد پنجتن پاک پر دال ہے' تو ۶۵۹۰ ہوئے۔ اس کو بیس کے عدد و دود پر' جو نام خدا محیت و وداد سے تعلق رکھتا ہے' تقسیم کیا تو باقی دس رہے۔ اس کو ۹ میں ضرب دیا' جو نہ طبق آسمان کی طرف مشیر ہے ۹۰ ہوئے۔ ۹۰ میں ۲ کو ملایا جو عدد علوی و سفلی دو قسم کی مخلوقات پر دال ہے۔ ۹۰ دو سے مل کر ۹۲ ہوئے۔ جو مالک ملک خدا بادشاہ علویات و سفلیات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے عدد ہیں۔ پھر ۹۲ عدد لفظ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اگر ۵۳ عدد نام احمد (مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) علیحدہ کر دیے جائیں تو انتیس باقی رہتے ہیں۔ پھر انتیس سے ۲ کے عدد کو' جو دوئی پر دال ہے' جدا کر دیا جائے تو ۲۷ عدد اللہ کے نمودار ہوں گے اور ۵۳ عدد احمد صلے اللہ علیہ وسلم سے چالیس کا عدد' جو بموجب حدیث **من اخلص اللہ اربعین**

صبا حا ظهرت له ينابيع الحكمه من قلبه على لسانه ظہور حکمت کا عدد ہے۔ جدا کر کے دیکھا جائے تو احد ہی احد باقی رہ جاتا ہے۔ علیٰ ہذا ۹۲ سے جو عدد اسم محمد ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر ۴۰ کا عدد مذکور جدا کر کے الف اللہ کا اس میں داخل کر دیا جائے تو نام ثانی اسم گرامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ سے تمام دنیا کی ہر چیز کے نام سے' خواہ کسی ہی زبان میں ہو' یہ سارے جلوے جلوہ گر ہوتے ہیں اور بموجب مناسبات مذکورہ یہی ایک قاعدہ ہے' جس میں بعد تقسیم ما بقی کو احاد میں ضرب دے کر احاد میں سے کوئی عدد بڑھا دینے سے ان کے نام پیدا ہو سکتے ہیں' جو اپنی شان میں یکتا اور احد ہیں اور عشرات مات میں ضرب دے کر عشرت مات بڑھانے سے ایسوں کے نام بھی نکل سکتے ہیں' جن کے ہم مثل دنیا میں ہزاروں ہیں' لہٰذا یہ قاعدہ بے مثلوں کی بے مثلی اور یگانگت بھی بتاتا ہے اور بنے اور بنائے ہوئے معبود اور بزرگوں کی بناوٹ اور جعلسازی کا بھی پتہ دیتا ہے۔

ان واقعات کا تذکرہ

جو آپ کے سچے نبی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں

ذکر ان صفات کاملہ کا جنکے ساتھ آپ بچپن ہی سے منجانب اللہ موصوف تھے

ذکر ان صفات کے ساتھ بلا کسب بجز رسول برحق کے کوئی موصوف نہیں ہو سکتا

حیا اور شرم آپ میں بچپن ہی سے منجانب اللہ اس قدر پائی جاتی تھی کہ جس کا پایا جانا بجز نبی کے عام لوگوں میں قبیل محالات سے ہے۔ "سیرت حلبی" سے علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ اپنی کتاب "حجتہ اللہ" میں ناقل ہیں کہ حضرت ابو اسحاق سے' وہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے' زمانہ لڑکپن میں جب اہل عرب سے شرم و حیا بالکل مفقود ہو چکے تھے' ہم تمام ہم عمر قریشی بچے کھیلتے کھیلتے اپنے اپنے تہبندوں کو کندھوں پر اکٹھا رکھ کر اپنے اپنے تہبند پر رکھ کر کھیلنے کو پتھر جمع کر رہے تھے کہ ناگاہ بہت نرمی سے کسی نورانی شخص نے مجھ پر ہاتھ مارا اور کہا تہبند باندھ کر کھیلو' تم کو ننگا رہنا مناسب نہیں اور اسی قسم کا واقعہ ایک بار مجھ کو پھر پیش آیا' جب چاہ زمزم کی درستی کے لیے ہم سب پتھر اٹھا رہے تھے اور جب کعبہ شریف کو بوجہ بوسیدہ ہو جانے عمارت کعبتہ اللہ کے' شہید کر کے کعبہ شریف کو از سرنو بنایا جا رہا تھا' میرے چچا حضرت عباس نے بہ مقتضائے شفقت میرا تہبند کھول کر چاہا کہ میرے کندھے پر رکھ دیں تاکہ پتھر اٹھانے میں کندھے کو ایذا نہ پہنچے' فوراً مجھ پر غشی کی سی حالت پیدا ہوئی اور میں کہتا تھا' میرا تہبند باندھو' میرا تہبند باندھو۔ جب تہبند باندھ دیا گیا' وہ حالت رفع ہوئی۔ پھر تو آخر عمر تک اس درجہ شرم و حیا غالب حال رہی کہ باوجود جائز ہونے اس امر کے کہ بیوی اپنے شوہر کو برہنہ دیکھ سکتی ہے اور شوہر اپنی بیوی کو' قال اللہ تعالیٰ: ھن لباس لکم و انتم لباس لھن حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باوجود غایت محبت کے میرے ساتھ' نہ حضور نے مجھ کو کبھی برہنہ دیکھا اور نہ میں نے کبھی آپ کو۔ یعنی نہ کبھی میں نے آپ کی شرم گاہ دیکھی' نہ آپ نے میری۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

رشتہ داروں کو دعوت اسلام:

سچائی آپ کی بچپن ہی سے اس درجہ مشہور تھی کہ "بخاری شریف" اور "مسلم شریف" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی **وانذر عشیرتک الاقربین** یعنی اپنے کنبے والے نزدیکیوں کو ڈراوو اور سنادو کہ بغیر اسلام کے فقط رشتہ داری کا تعلق تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل شیر پر چڑھ کر قریش کے ایک ایک فرد کو آواز دے کر پکارا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے' آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبردوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے بہت سے سوار تم پر چھاپہ مارنے کو تیار ہیں' کیا تم مجھ کو سچا مانو گے۔ سب نے باتفاق عرض کیا کہ جب ہم نے آپ سے آج تک کبھی کوئی جھوٹ نہیں سنا' ہم آپ کی تصدیق ممکن ہے کہ نہ کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو بوجہ کفر کے عذاب الٰہی سے اس سے زیادہ ڈراتا ہوں۔ یہ سن کر یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے منتشر ہو گئے۔ پیدائشی طور سے شرک اور کفر سے اس درجہ بچے ہوئے تھے کہ اس زمانہ شرک میں کہ مشرکین قریش نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت قائم کر رکھے تھے' آپ نے باوجود ناراضگی اپنے رشتہ داروں کے' کبھی کسی بت کی طرف قدم نہ رکھا۔

ابن سعد وغیرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بوانہ کے قریب ایک بت تھا' جس کو قریش پوجتے تھے اور اس کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اس کے قریب بہت ذبیحہ ذبح کرتے تھی اور ایک ایک دن کامل ہر برس اس کے پاس گوشہ نشینی کو تمام قریش پر لازم سمجھتے تھے لیکن حضور کبھی اس کے قریب نہ گئے۔ ایک بار جب ابو طالب اور آپ کی پھپھیوں نے اس امر سے ناراض ہو کر آپ پر زیادہ غصہ ظاہر کیا' مجبوراً آپ تشریف لے گئے۔ ابھی اس کے پاس نہیں پہنچے تھے کہ دہشت ناک ہو کر سب کے سامنے آپ واپس بھاگ آئے۔ آپ کی پریشانی کو دیکھ کر سب نے آپ کی پریشانی کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا' مجھ کو خوف ہے کہ اس کے قریب جانے سے کسی شیطان کی جانب سے نہ ستایا جاؤں۔ سب نے کہا کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اور صفات ستودہ ہرگز اس بات کو نہیں چاہتے کہ آپ کسی شیطان کی جانب سے ستائے جائیں۔ آخر بتاؤ تو تم نے کیا دیکھا' جو ایسے دہشت ناک ہو کر بھاگے۔ فرمایا کہ جب میں اس بت کے قریب ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص گورا چٹا' لمبے قد والا مجھ کو چیخ کر کہتا ہے کہ خبردار اس کے قریب نہ آ' اور اس کو ہاتھ نہ

لگاؤ۔ بعد اس واقعہ کے پھر کبھی مجھ کو کسی بت کی جانب جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ علیٰ ہذا۔ جس کام کا ارادہ کر کے ایام طفولیت میں آپ تشریف لے جاتے تو وہ کام پورا ہو ہی جاتا۔

حضرت عبد المطلب کی استدعا:

حاکم ابن سعید صحیح سند کے ساتھ اپنے باپ سعید سے نقل فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں' میں حج کو گیا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اور یہ شعر پڑھتا ہے۔

کا طواف کرتا ہے اور یہ شعر پڑھتا ہے۔

رد الی راکبی محمدا — میرے سوار محمد کو پھیر لا مجھ پر

یارب ردو اصطنع عندی یدا — اے میرے رب انہیں لا اور کر کرم مجھ پر

میں نے کہا' یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ عبد المطلب ہیں کہ آج تک انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی کام کی واسطے نہیں بھیجا کہ اس میں ناکام رہے ہوں مگر اس دفعہ اپنے اونٹ کی تلاش میں بھیجا تھا لیکن دیر ہو گئی اور آپ اب تک تشریف نہیں لائے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ یکایک آپ اونٹ پر تشریف لا رہے تھے۔

خانوادۂ حضرت ابو طالب میں برکت:

اسی طرح برکت آپ کی اس درجہ مشہور تھی کہ آپ کے چچا ابو طالب قلیل المال اور کثیر العیال تھے۔ یہ سب جب تنہا یا جمع ہو کر کھانا کھاتے' ہمیشہ بھوکے رہ جاتے اور جب حضور کے ساتھ کھاتے' سب شکم سیر ہو کر کھا لیتے اور بچ رہتا۔ لہٰذا ابو طالب جب صبح یا شام کھانے بیٹھتے تو سب سے پہلے حضور کو بلا لیتے۔ اسی طرح جب اپنے گھر کی بکری کا دودھ نکال کر پیتے' پہلے حضور کو پلا لیتے' پھر سب پیتے تو سب سیراب ہو جاتے اور بغیر آپ کے اگر پینا شروع کر دیتے تو ایک ہی آدمی سب کو پی لیتا اور سیراب نہ ہوتا۔ اسی سبب سے ابو طالب نے آپ کا نام مبارک رکھا تھا۔

زمانہ بچپن میں اور کنبے کے تمام بچے جب صبح کو اٹھتے' پریشان بال ہوتے اور آنکھوں میں چیپڑ' مگر آپ جب سوتے ہوئے اٹھتے' قدرتی طور سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ منہ دھلا ہوا ہے' آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے' بالوں میں تیل پڑا ہوا ہے۔ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و الہ و صحبہ

وسلم۔

حضور کی برکت سے بارش ہوتی:

آپ کے زمانہ طفولیت میں جب کبھی قحط کی صورت نمودار ہوتی اور مینہ نہ برستا' آپ کی برکت سے جب آپ کو ساتھ لے جاکر دعا مانگتے تو بارش ہوتی اور کامیاب ہو کر آتے۔

ابن عساکر محدث نامی گرامی جلہمۃ ابن عرفطہ سے ناقل ہیں' وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ مکرمہ میں پہنچا تو لوگوں کو مبتلاء قحط پایا اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے سب لوگ سختی میں سخت مبتلا تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ لات اور عزیٰ سے مدد طلب کرو۔ کوئی کہتا کہ منات بت کے پاس چلو۔ ناگاہ ایک بوڑھے خوبصورت دانش مند' جو سب میں بڑے ممتاز تھے' بولے یہ کیا باتیں بنا رہے ہو۔ کیا تم میں بقیہ خاندان ابراہیم علیہ السلام اور برگزیدہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام نہیں ہیں۔ سب نے کہا' وہ تو ابو طالب ہیں اور سب لوگ دروازہ ابو طالب پر جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ قحط سے سب پریشان ہیں۔ جنگل خشک ہو گئے۔ چلئے ہمارے واسطے دعا کیجئے۔ ابو طالب آپ کو ساتھ لے کر کعبہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے گرد تمام قریش کے بچے تھے مگر حضور سب میں ایسے معلوم ہوتے تھے کہ جیسے ٹھنڈا آفتاب نکلا ہوا ہے۔ ابو طالب نے آپ کی پیٹھ کو کعبہ شریف سے لگایا اور آپ نے آسمان کی طرف نہایت عجز اور نیاز کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ آسمان پر نام کو ابر نہ تھا کہ فوراً ابر محیط پیدا ہوا اور اتنا برسا کہ جنگل اور شہر سب سیراب ہو گئے اور ابو طالب خوش ہو کر آپ کی شان میں یہ شعر پڑھنے لگے۔

رباعی

وابیض یستسقی الغمام بوجھه	وہ گورے گورے منہ والے کہ جنکے منہ کی برکت سے
ثمال الیتامی عصمة للارامل	مینہ برستا ہے۔ اور ہیں پناہ بیوہ' یتیموں کے۔
یلوذبه الهلاک من ال هاشم	پناہ لیتے ہیں ان سے آل ہاشم سخت صدموں میں
فهم من عندة فی نعمه وفواضل	ہیں صاحب فضل ان سے اور ہیں مالک نعمتوں کے

یہ دونوں شعر ابو طالب کے ہیں' جو اس سے پہلے زمانہ عبدالمطلب میں آپ کی برکت دعا سے مینہ برستا دیکھ کر ابو طالب نے کہے تھے۔ چنانچہ علامہ خطابی اس کے ضمن میں بڑی حدیث نقل فرماتے ہیں کہ

زمانہ عبدالمطلب میں جب قریش سخت بلاء قحط میں مبتلا ہوئے' آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کو ساتھ لے کر تمام قریش کے ساتھ جبل ابو قبیس پر چڑھ گئے اور آپ کا بازو پکڑ کر آپ کو کندھے پر چڑھا کر جب دعا مانگنے لگے' فوراً بارش شروع ہو گئی اور ابو طالب کے منہ سے اشعار مذکورہ بالا بے اختیار نکلے۔

تعمیر کعبہ اور حجر اسود:

اور یعقوب ابن سفیان اور بیہقی اپنی سند سے ابن شہاب سے نقل فرماتے ہیں کہ قریش نے جب کعبہ شریف کو از سرنو بنایا' جب حجر اسود رکھنے کے مقام پر پہنچے' باہم قبیلوں میں حجر اسود رکھنے کی نسبت بہت جھگڑا ہوا۔ آخر کار اس امر پر صلح ٹھہری کہ جو شخص اول ہمارے درمیان سے باہر آئے' وہ جو فیصلہ کرے' ہم سب کو منظور ہے کہ یکایک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول تشریف لائے اور سب نے آپ کو اپنا حکم مقرر کیا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور سب سے اجازت لے کر سب کی وکالت سے حجر اسود کو چادر کے بیچ میں رکھ دیا اور تمام قبیلہ والوں سے کہا کہ اس چادر کے کنارے تم سب پکڑ کر اس پتھر کو دیوار کعبہ تک لے چلو تاکہ سب حجر اسود کے اٹھانے کے شرف سے مشرف ہو جاؤ۔ اس فیصلے پر بڑی بڑی عمر والے خوش ہو گئے اور آپ کا نام امین رکھا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ برس کی تھی۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ جب چادر میں اٹھا کر سب قبیلے والوں نے حجر اسود کو اس کونے پر جا رکھا' جہاں اس کے رکھنے کی جگہ تھی' آپ نے سب کی وکالت سے اس پتھر کو اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر قائم کر دیا۔ روایت ابن سعد اور ابو نعیم میں عبداللہ بن عباس اور محمد ابن جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وقت رکھنے حجر اسود کے ابلیس لعین بشکل شیخ نجدی ظاہر ہوا اور چیخا کہ اے لوگو! تمہاری عقلیں کہاں گئی ہیں۔ تم میں بڑے بڑے عزت والے اور عقل والے اور مال والے حجر اسود کے رکھنے کے شرف سے محروم رہ گئے اور ایک چھوٹی عمر کے آدمی کو کہ جو مال میں' عمر میں' عزت میں تم سب سے کم ہیں (نعوذ باللہ) تم نے اپنا پیشوا بنا لیا اور تم نے ان کے ہاتھوں سے اس پتھر کو' جو تمہارے لیے موجب شرف ہے' رکھوا دیا اور تم ان کے سامنے مثل غلاموں کے کھڑے ہو گئے۔ قسم ہے اللہ کی یہ تم سے اب عزت میں بہت بڑھ جائیں گے۔ مگر چونکہ آپ نے حجر اسود کے اٹھانے میں سب کو شریک کر لیا تھا اور خود ان کی وکالت سے حجر اسود کو اپنے موقع پر رکھا تھا' اس لیے شیخ نجدی یعنی ابلیس کے کہنے کی کسی نے پروانہ کی۔

آپ کی وعدہ وفائی کے واقعات

ابوداؤد اور ابو یعلی اور ابن مندہ اور خرائطی حضرت عبداللہ ابن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ زمانہ نبوت سے پہلے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ خرید و فروخت کی تھی اور کچھ آپ کا حق میرے ذمہ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں' آپ کا باقی ماندہ حق میں لاتا ہوں۔ مگر گھر جانے کے بعد میں اتنا بھولا کہ تیسرے دن مجھ کو خیال آیا اور آپ کے حق کو لے کر میں اسی مقام پر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ وہیں تشریف فرما ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم نے ہم کو سخت تکلیف دی' اس واسطے کہ چونکہ میں نے یہاں ٹھہرے رہنے کا تم سے وعدہ کر لیا تھا' آج تین دن سے میں یہاں ہی بیٹھا ہوں۔ اور یہود و نصاریٰ کے راہب اور عالم تو آپ میں وہ علامتیں' جو نبی آخر الزمان کی نسبت پہلی کتابوں میں تھیں' آپ میں پا کر متواتر یہی کہتے تھے کہ وہ نبی آخر الزمان' جن کے آنے کا وعدہ کتب سابقہ میں ہے' وہ یہی ہیں۔

حضور کے اخلاق کی عرب بھر میں شہرت تھی:

چنانچہ "حجتہ اللہ علی العالمین" میں ہے بروایت ماوردی کہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ سلم کی عمر مبارک پچیس برس کی تھی' آپ کی سچائی' امانت داری' خوش خلقی' جوانمردی' تواضع' بردباری کی اہل عرب میں اس درجہ شہرت تھی کہ تمام اہل عرب آپ کے دل و جان سے فریفتہ تھے۔ ایک دن ابو طالب آپ کے چچا آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ ہمارا کام بغیر تجارت کے چل نہیں سکتا اور آپ کی وجہ سے تجارت شام کی چھوڑ دینے سے ہم بہت تنگی سے گزران کرتے ہیں۔ حضرت خدیجہ بہت بڑی مالدار ہیں اور ہر سال قریش کے لوگوں کو بطریق مضاربہ اپنا مال اسباب دے کر ملک شام کو بھیجتی رہتی ہیں اور وہاں سے مال بھی منگواتی رہتی ہیں اور اس مضاربہ میں قریش کو بہت نفع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ تمہارے بھیجنے کو بخوف یہود کے کہ وہ تم کو نبی موعود سمجھتے ہیں اور درپے قتل بوجہ حسد رہتے ہیں' تم کو ہمراہ لے کر ملک شام کی طرف جانا مناسب نہیں سمجھتا۔ مگر کیا کروں' تنگی رزق سے بہت تنگ آ گیا ہوں۔ اگر حضرت خدیجہ سے آپ بھی بطریق مضاربہ ملک شام کی طرف جانے کی درخواست کریں تو میں امید کرتا

ہوں کہ وہ آپ کو بطریق تجارت ضرور شام کی طرف روانہ کردیں گی اور میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

حضور سیدہ خدیجہ کے تجارتی قافلہ کے امین بن گئے:

یہ سن کر آپ نے کچھ تامل فرمایا۔ مگر اس مشورہ کی خبر جب حضرت خدیجہ کو پہنچی، حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ مجھ کو ان کے اس ارادہ کی خبر نہ تھی ورنہ ایسا امانت دار، سچا، وعدہ کے پورا کرنے والا ان سے بہتر کون ہے۔ اگر وہ جانا چاہیں، میں بہ نسبت اور قریشیوں کے دوچند نفع دوں گی اور خود حضور کو بلایا اور مال تجارت دے کر اپنے غلام میسرہ نامی کے ساتھ ملک شام کو روانہ کر دیا۔ اور حضرت میسرہ سے کہہ دیا کہ خبردار کسی امر میں ان کی مخالفت نہ کرنا اور ہمیشہ ان کے ساتھ غلامانہ پیش آنا۔

جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم بغرض تجارت حضرت میسو اور ابو طالب کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت میسرہ حضور کے ارہاصات (یعنی وہ معجزے جو قبل از نبوت اثناء راہ میں آپ سے ظہور میں آئے) دیکھ کر آپ کے عاشق زار اور غلام بے درہم بن گئے۔ ارہاص اول تو یہی تھا کہ سب قافلے والے دھوپ میں چلتے تھے اور آپ پر ابر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوتے ہی سایہ افگن مثل چتر برداروں کے رہتا تھا، یہاں تک کہ جب آپ راستہ میں منڈی بصری تک پہنچے اور وہاں نسطورا راہب کے مکان کے قریب ایک درخت کے نیچے آپ نے قیام فرمایا۔ نسطورا نے اپنے مکان سے حضرت میسرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھ کر بہ مقتضائے پہلی پہچان کے، جو حضرت میسرہ سے رکھتا تھا، حضرت میسرہ سے حضور ﷺ کی نسبت پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضرت میسرہ نے فرمایا، قبیلہ قریش کے ایک آدمی ہیں۔ نسطورا نے کہا کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح اس درخت کے نیچے آج تک کوئی آکر نہیں ٹھہرا اور نہ ٹھہر سکتا تھا، اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا، میرے بعد اس درخت کے نیچے کوئی نہ ٹھہر سکے گا، بجز ان کے جو آخر زمانہ لے نبی موعود ہیں۔

نسطورا راہب نے مہر نبوت کو چوم لیا:

دوسری روایت میں ہے کہ بعد اس کے نسطورا راہب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علامتیں نبی آخر الزمان کی بموجب کتب سابقہ باعتبار حلیہ وغیرہ کے آپ میں پاکر آپ کے سر مبارک اور قدموں کو چومتے ہوئے کہنے لگے، میں آپ پر ایمان لایا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی موعود نبی ہیں جن کا ذکر اللہ جل شانہ، نے کتب سابقہ میں کیا ہے اور جب پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا تو بے اختیار

چوم لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کہنے لگے' اے محمد صلی اللہ علیک' میں نے تمام نبی آخر الزمان کی نشانیوں کو آپ میں پایا ہے مگر ایک نشانی کے دیکھنے کا منتظر ہوں لہٰذا ذرا اپنا دہنا شانہ کھول کر دکھاؤ۔ حضور نے شانہ مبارک کھولا تھا کہ نسطورا نے مہر نبوت کو چمکتا دیکھ کر فوراً چوم لیا اور کہنے لگا اشھد انک رسول النبی الامی الذی بشربک عیسی علیہ السلام میں گواہی دیتا ہوں' بیشک آپ وہی نبی امی ہاشمی اور عربی و مکی ہیں' جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

حضرت میسرہ سے انہی واقعات کو سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق زار بن گئیں اور حضرت نفیسہ بنت منبہ فرماتی ہیں کہ مجھ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں بھیجا اور اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ حضور ان کو اپنے نکاح میں قبول فرمالیں۔ حضور نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور داخل زمرۂ امہات المومنین ہوئیں۔ (اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس برس کی تھی اور حضور کی عمر مبارک پچیس برس کی)۔ ھکذا فی سیرۃ الحلبیۃ۔

پھر جب آپ کے نبی ہونے کی علامتیں عالم میں اس درجہ مشہور ہوئیں کہ عام طور سے یہود و نصاریٰ تو اس حسد سے کہ نبوت بنی اسرائیل سے منتقل ہو کر خاندان قریش میں آگئی' آپ میں بموجب کتب سابقہ تمام علامتیں نبی موعود کی پا کر اور آپ کے نبی موعود ہونے کا یقین کر کے آپ کے خون کے پیاسے بن گئے۔ مگر اللہ جل شانہ' نے آپ کو اپنے دامن حفاظت میں محفوظ رکھ کر آپ کو منازل نبوت اس طرح طے کرانا شروع کیا کہ:

منزل اول: آپ کو ایسے خواب آنے شروع ہوئے' کہ جو واقعہ خواب میں دیکھتے' ہو بہو اس کا ظہور اسی دن ہو جاتا۔ چنانچہ بخاری شریف وغیرہ کتب احادیث میں منقول ہے مگر یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں:

عن عائشہ رضی اللہ عنھا انھا قالت اول ما بدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحہ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء۔

یعنی حضرت صدیقہ فرماتی ہیں' اول آپ پر وحی کا آنا اس طرح شروع ہوا کہ سوتے سوتے ایسے اچھے خواب دیکھتے کہ اس کا ظہور فوراً روز روشن کی طرح ہو جاتا تھا۔ بعد وہ آپ کو گوشہ نشینی اور خلوت کا شوق پیدا ہوا۔ الخ۔

اور "حجتہ اللہ" میں ہے' حضرت برہ بنت ابی غرہ فرماتی ہیں کہ پھر تو آپ جس درخت اور پتھر کی طرف سے گزرتے' وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک۔

منزل دوم: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابتداء نبوت میں حضور کو کیا معاملہ پیش آیا۔ فرمایا' میں میدان مکہ مکرمہ میں جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا' ایک فرشتہ معلق ہوا میں ہے اور ایک زمین پر۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا' کیا وہ یہی ہیں۔ دوسرے نے کہا' ہاں وہی ہیں۔ ان کو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ تولو۔ جب تولا تو میں غالب آیا۔ پھر کہا' دس آدمی کے ساتھ تولو۔ پھر بھی میں غالب رہا۔ پھر کہا' سو آدمی کے ساتھ وزن کرو۔ پھر بھی میں ہی وزن میں غالب رہا' پھر کہا' ایک ہزار آدمی کے ساتھ تولو۔ پھر بھی میرا ہی وزن غالب رہا۔ پھر ان میں سے ایک دوسرے فرشتے سے کہنے لگا' اگر تم ان کو ان کی ساری امت کے ساتھ تولو گے' جب بھی یہی غالب رہیں گے۔

شک الصدر کا واقعہ:

پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا' ان کے شکم مبارک کو چاک کرو۔ پھر میرا پیٹ چاک کر کے کہا' ان کے دل کو بھی چاک کرو۔ چنانچہ دل کو چاک کر کے اس میں سے شیطان کی کوچی لگانے کی جگہ اور خون منجمد کو نکالا' پھر پیٹ کو برتن کی طرح دھو کر' مانجھ کر صاف کیا اور دل کو کپڑے کی طرح دھویا۔ پھر اطمینان اور سکون اور سکینہ سے میرے دل کو بھر کر سی دیا' جس کا اثر اب تک موجود ہے اور وہ حالت اطمینان اور سکون میری آنکھوں میں اب تک سما رہی ہے اور اسی مضمون کے قریب قریب حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں میدان مکہ میں جانے کا ذکر بالکل نہیں ہے اور شق صدر کا معاملہ معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں اس دفعہ واقع ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ اور ممکن ہے کہ جس کا بیان حضرت انس فرماتے ہیں' یہ واقعہ دوسرا ہو۔

منزل سوم: شعبی اور داؤد ابن عامر سے مروی ہے' حضرت اسرافیل علیہ السلام تین برس تک آپ کی خدمت میں اس طرح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ان کو دیکھتے تھے' نہ ان کی آواز سنتے تھے مگر وہ خاص طور سے آپ کو یقین دلاتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپ کو یکے بعد دیگرے علاوہ

قرآن مجید کے' حکمت کی باتیں سکھاتے رہتے تھے تاکہ رفتہ رفتہ فرشتوں سے بات کرنے اور وحی کے سننے سمجھنے کے عادی ہو جائیں۔

منزل چہارم: حضرت زہری' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا' میں سو رہا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر مجھ سے کہا کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ یہ سن کر میں بیدار ہو گیا اور دو زانو بیٹھ گیا اور خوف سے میرے بازو کانپتے تھے۔ پھر میں اپنی بیوی خدیجۃ الکبریٰ کے پاس آیا اور میں نے کہا' مجھ کو چادر اڑھا دو' مجھ کو چادر اڑھا دو۔ جب مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام کے دیکھنے کی گھبراہٹ جاتی رہی' پھر حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر بحالت بیداری تشریف لائے اور فرمایا کہ میں جبریل ہوں اور آپ اللہ کے رسول ہیں' پڑھئے: اقراء باسم ربک الذی خلق یہ دیکھ کر میں نے اپنی بیوی خدیجہ سے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے کہا' مجھ کو ان واقعات سے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا' آپ کو خوش خبری ہو اس امر کی کہ اللہ آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ آپ تو خویش و اقربا کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہتے ہیں' سچ بولنے میں شہرۂ آفاق ہیں' امانت داری میں مشہور' لوگوں کی حاجت روائی کرتے رہتے ہیں' مہمان نواز ہیں' حق بات میں لوگوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ یہ کہہ کر مجھ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ تلاش حق میں نکل کر اس زمانہ میں سب دینوں سے اچھا دین نصاریٰ سمجھ کر نصرانی ہو گئے تھے اور کہا' بھائی اپنے بھتیجے کی سرگزشت سنئے۔ میں نے اپنا تمام قصہ کہہ سنایا۔ سنتے ہی کہنے لگے' یہ تو وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا یعنی جبریل علیہ السلام ہیں۔ خدا کرے اس وقت تک میں زندہ رہوں جس وقت تمہاری قوم تم کو تمہارے شہر سے نکالنا چاہے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو کمر کس کے تمہاری مدد کروں گا۔
بعدہ' اس ایک آیت اقراء کے بعد جو آیت آپ پر نازل ہوئی' یہ تھی:

منزل پنجم: اور یہ آپ کی منزل پنجم' نبوت ہے کہ جس میں آپ کو یقین دلایا گیا کہ آپ کو مجنون کہیں گے' شاعر بتائیں گے۔ کسی کی نہ سننا اور منصب رسالت کو پورے طور سے انجام دینا۔

ن۔ والقلم وما یسطرون ○ ما انت بہ نعمتہ ربک بمجنون ○ وان لک لاجرا غیر ممنون ○ وانک لعلی خلق عظیم ○ فستبصر و یبصرون ○

ہم ن ہیں یعنی تمہارے ناصر اور مددگار ہیں۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی کہ لکھتے ہیں' نہیں

ہو تم ساتھ نعمت رب اپنے کے دیوانہ اور تحقیق واسطے تمہارے ثواب ہے غیر منقطع (ہدایت اور تبلیغ کا) اور تحقیق تم موصوف ہو خلق عظیم کے ساتھ' پس بہت جلد دیکھ لو گے تم مآل منکروں کا اور وہ بھی دیکھ لیں گے اپنے انجام کو کہ فتنہ میں کون گرفتار ہوتا ہے۔

رسالت کا یقین:

یہ آیہ اس غرض سے نازل ہوئی تاکہ آپ کو اپنی رسالت میں کوئی شک نہ رہے اور شکر اس نعمت کا بکثرت بجالائیں اور کسی کے کہنے سے منصب رسالت میں کوتاہی نہ واقع ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دیکھنے سے جب آپ پر خوف غالب ہوا' حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئیں' آپ مجھ کو بتا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' ہاں۔ پھر جب جبریل علیہ السلام تشریف لائے' آپ نے فرمایا' خدیجہ یہ جبریل تشریف فرما ہیں۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا' آپ میرے بائیں پہلو پر آبیٹھئے۔ جب آپ بائیں پہلو پر جابیٹھے تو حضرت خدیجہ نے عرض کیا' اب بھی آپ کو نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' ہاں۔ عرض کیا' اب آپ میرے داہنے پہلو پر آبیٹھئے۔ جب آپ دہنے پہلو پر آبیٹھے' پوچھا کہ اب بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' ہاں۔ پھر عرض کیا' آپ میری گود میں بیٹھ جائیے۔ جب آپ گود میں بیٹھ گئے' عرض کیا' اب بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' ہاں۔ حضرت خدیجہ' حضور کو گود میں بٹھائے ہوئے برہنہ سر ہوگئیں اور عرض کیا' اب بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا' اب تو نظر نہیں آتے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا' آپ ثابت قدم رہئے اور آپ کو بشارت ہو کہ بلاشبہ جو آپ کو نظر آتے ہیں' یہ فرشتے ہیں۔ اس امر کا وہم بھی نہ کیجئے کہ یہ کوئی شیطان ہے (اس واسطے کہ اگر شیطان ہوتا مجھ کو برہنہ سر دیکھ کر غائب نہ ہوتا) اور حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ جو آپ کو نظر آتے ہیں' ان کے جبریل ہونے پر اور آپ کے رسول ہونے پر میں ایمان لاتی ہوں اور اظہار ایمان حضرت خدیجہ نے اپنی نجات اور بہتری سمجھ کر کیا' نہ کہ حضور کو دعوئی نبوت پر مدد دینے کو۔ اور سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شرف اسلام سے مشرف ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ورقہ ابن نوفل کی تصدیق اور دوسرے راہبوں کی متواتر صداقتوں اور حجر اور شجر کے یا نبی اللہ کہہ کر آپ کو سلام علیک کرنے سے یقین کامل ہوگیا کہ بے شک یہ میرے پاس آنے والے اللہ جل شانہ' کی طرف سے جبریل علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد آپ کو تبلیغی احکام کے ساتھ مامور ہونے سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ **واما بنعمہ ربک**

فحدث یعنی اللہ نے جو تم کو شرف رسالت کے ساتھ مشرف فرمایا ہے' اس نعمت کا شکر یہی ہے کہ سب کو کہہ سناؤ کہ اللہ نے مجھ کو شرف رسالت سے مشرف فرمایا ہے اور اپنے کرم سے مجھ کو خلعت نبوت کا پہنایا ہے۔ ہشام ابن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے اب تک حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد و رفت خدمت اقدس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شب ہفتہ کو ہوتی رہی یا شب اتوار کو مگر جب آپ بعد طے فرمالینے ان پانچ منزلوں کے اور یقین حاصل کرلینے کے اپنے مرتبہ رسالت پر خاص طور سے مامور تبلیغ کے ساتھ ہوئے تو جبریل کی آمد کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

منزل ششم: یہ آپ کی منزل ششم' منزل تھی اور اس دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے رمضان شریف کی اٹھارہ یا چوبیس تاریخ کو پیر کے دن اور یہ آیہ کریمہ منجانب اللہ خدمت اقدس میں پیش کی:

یاایھاالمدثرقم فانذرو ربک فکبر○و ثیابک فطھر والرجز فاھجر○ولا تمنن تستکثر○ولربک فاصبر○

اے میرے چادر کابکل مارنے والے یا اے جھرٹ مارنے والے کھڑے ہو جایئے' اب اللہ سے لوگوں کو ڈرایئے اور اپنے رب کی نماز میں اور غیر نماز میں اللہ کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے بدن اور کپڑوں کو اور دل کو پھرپاک رکھئے اور نجاست بتوں سے پھر علیحدہ ہو جایئے۔ اور کسی پر ہدایت کا احسان نہ رکھو اور اللہ سے اس کی نعمتوں کی کثرت طلب کرو اور سوا ہمارے کسی سے ہدایت کا بدلہ نہ طلب کرو۔

اسی سبب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ "مسلم شریف" میں ہے: جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ہمیشہ پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ فرمایا' پیر کے دن ہی میں پیدا کیا گیا ہوں اور پیر ہی کے دن میرے اوپر نزول قرآن مجید شروع ہوا تھا۔ یعنی وہ حصہ قرآن کا' جس کا تعلق تبلیغ احکام اور ہدایت اسلام کے ساتھ ہے اور دوسرے دن منگل کو جب حضور مکہ مکرمہ کی اونچی جانب تشریف لے جا رہے تھے' جنگل کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور زمین پر اپنی ایڑی اس طرح ماری کہ زمین سے صاف شفاف پانی کا چشمہ جاری ہوگیا اور آپ کو وضو کر کے دکھایا۔ پھر اسی طرح آپ نے وضو فرمایا' پھر دو رکعت کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور آپ نے بھی حضرت جبریل علیہ

السلام کے ساتھ اسی طرح نماز ادا کی۔ بعد نزول اس آیت کریمہ کے اور مامور ہونے کے ساتھ وضو اور نماز کے' اول نابالغوں سے آپ پر حضرت اسد اللہ علی کرم اللہ وجہہ' ایمان لائے اور بڑی عمر والوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ بہت بڑے تاجر تھے اور خوش خلق' کریم النفس' سخی' مہمان نواز' شریف النسب' اکثر لوگ آپ کی خدمت میں آتے رہتے تھے' لہٰذا آپ کی کوشش سے آپ کے ہاتھ پر بہت مسلمان ہوئے۔ منجملہ ان کے ایک حضرت عثمان ابن عفان تھے اور طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جب یہ قابل اطمینان مسلمان ہو گئے' پوشیدہ طور سے حضرت صدیق اکبر ان کو ہمراہ لے کر حاضر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ اس حساب سے سب سے اول جو مسلمان ہوئے' یہ آٹھ بزرگوار تھے۔ تین پہلے حضرت خدیجہ اور حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم اور پانچ یہ۔ اور بعض کا قول ہے کہ سعید بن العاص اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما بھی اسی جماعت سے تھے اور پھر پے در پے لوگ مسلمان ہونے لگے۔ مگر ابھی علی الاعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی طرف نہیں بلاتے تھے' اگرچہ قریش میں آپ کا اسلام کی طرف بلانا مشہور ہو چکا تھا۔

منزل ہفتم: پھر آپ کی یہ ساتویں منزل نبوت کی تھی کہ بعد تین برس کے ابتداء نبوت سے آپ علی الاعلان دعوت اسلام کے ساتھ مامور فرمائے گئے اور یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

فاصدع بما تومر واعرض عن المشرکین۔

یعنی بلا خوف اور بلا کسی کی رعایت کے جن باتوں کے ساتھ تم حکم کیے گئے ہو' دو ٹوک کر کے لوگوں کو سنا دو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو اور ان کے منہ مت لگو۔

اس کے بعد یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

وانذر عشیرتک الاقربین ○ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین ○

اور جہنم کے عذاب سے ڈراؤ ان اپنے کنبہ والوں کو جو تم سے رشتہ میں زیادہ نزدیک ہیں اور جھکا دو اپنا بازو کرم کا ان لوگوں کے واسطے جو ایمانداروں سے تمہاری پیروی کریں۔

قریشی رشتہ داروں کو دعوت اسلام:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعد نزول اس آیت کے' جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ ابو قبیس پر چڑھ کر بموجب فرمان جناب باری عزاسمہ 'ایک ایک قبیلہ قریش کا نام لے کر سب کو بلایا۔ جب سب جمع ہو گئے' آپ نے ارشاد فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبردوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے بہت سارے سوار جمع ہو گئے ہیں تاکہ چھاپہ ماریں صبح سے پہلے' تم اپنا انتظام کرلو۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم لٹ جاؤ۔ کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے۔ سب نے کہا' کیوں نہ تصدیق کریں گے' اس واسطے کہ ہمارا تجربہ ہے آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ کبھی بھول کر بھی آپ سے ہم نے جھوٹ نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا' جب تم مجھ کو ایسا سچا جانتے ہو تو اگر مجھ پر ایمان نہ لائے' میں تم کو عذاب سخت سے ڈراتا ہوں جو تم پر آنے والا ہے۔

دعوت اسلام پر ابولہب کا ردعمل:

یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا' جو آپ کا حقیقی چچا تھا' **تبا لک سائر الیوم الھذا طلبتنی** تم کو پوری پوری ہلاکت ہو' کیا اس واسطے تم نے مجھ کو بلایا تھا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) ابولہب کا یہ کہنا تھا کہ سورۃ **تبت یدا ابی لھب و تب** ابولہب ملعون کی "شان" میں نازل ہوئی۔ پوری سورۃ جس کے معنی یہ ہیں:

"ہلاک ہو جائیو دنیا اور آخرت ابولہب کے اور ہلاک ہو ہی گئی نہ بے پرواہ کیا اس کو اس ہلاکت سے مال اس کے نے اور اس کی کمائی نے اب بہت جلد پہنچ جائے گا شعلوں والے جہنم کی آگ میں اور اس کی بیوی بھی جو کانٹوں کا گٹھا سر پر رکھ کر اور کھجور کی رسی سے باندھ کر باقی رسی گلے میں ڈال کر باوصف مالدار ہونے کے بوجہ بخل اور بے حد دشمنی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کے راستہ میں اور اصحاب رسول اللہ صلی کے راستہ میں بکھیرنے کو لاتی رہتی ہے"۔

ابولہب کی بیوی کی پریشانیاں:

اس سورۃ مبارکہ کو سن کر ام جمیل بنت حرب بن امیہ ابولہب کی بیوی بہت بڑا پتھر ہاتھ میں لے کر

حضور کو سخت سست کہتی ہوئی آپ کو ایذا رسانی کی غرض سے آپ کی طرف آئی۔ آپ بموجب فرمان ایزد سبحان علی الاعلان لوگوں کو قرآن سنا رہے تھے' مگر حضور اس اندھی کو نظر نہیں آتے تھے اور جب وہ آپ کی آواز پر جاتی' وہی آواز اس کو دوسری طرف سے آنے لگتی۔ علیٰ ہذا القیاس' یہاں تک کہ اسی طرح حیران و پریشان ہر طرف آپ کی تلاش میں پھر کر خائب و خاسر واپس چلی گئی۔ اور آپ علی الاعلان تبلیغ احکام اسلام میں مشغول رہتے' جو ابھی تک تین حکم تھے: توحید' تصدیق رسالت' طہارت اور نماز دوگانہ صبح کے وقت اور عصر کے وقت یا عشاء کے وقت' جن کی پوری تفصیل مع بیان اختلاف شان نزول سورۂ فاتحہ کے بیان شان نزول میں عنقریب آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر شرف رسالت سے مشرف ہونے کے نو سال بعد آپ جب معراج جسمانی کے ساتھ مسجد حرام سے عرش معلیٰ تک سرفراز فرمائے گئے' آپ پر اور آپ کی تمام امت پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی اور ہجرت معراج سے تین سال بعد فرمائی۔ جب حضور بموجب اس فرمان جناب باری عز اسمہ' ہجرت فرما کے رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے' پھر ہجرت سے دوسرے سال کے ماہ شعبان میں ماہ رمضان کے روزے آپ پر اور آپ کی تمام امت پر فرض کیے گئے اور اسی دوسرے سال میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قد نری تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلہ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ۔

کعبتہ اللہ کو قبلہ بنا دیا گیا:

اور بیت المقدس سے منہ پھیر کر کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نافذ ہوا اور اسی سال میں صدقہ عید الفطر اور نماز عید الفطر اور عید الضحیٰ کا حکم نافذ ہوا اور نماز جمعہ بعوض نماز ظہر تو اول سال ہجرت ہی میں فرض ہو چکی تھی۔ پھر تیسرے سال ہجرت کے بعد زکوٰۃ فرض کی گئی یعنی حکم ہوا کہ جب سونا کسی کے پاس کم از کم ساڑھے سات تولہ اور چاندی ساڑھے باون تولہ یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا کوئی بھی مال تجارت کا ہو' بعد گزر جانے برس دن کے' اس پر واجب ہے کہ چالیسواں حصہ مال کا اللہ واسطے بہ نیت زکوٰۃ نکال کر یک لخت یا آہستہ آہستہ بتدریج غریب مسلمانوں کو دیتا رہے' جو خود علاوہ حوائج ضروریہ اور قرض وغیرہ کے اس قدر مال مذکورہ کے مالک یعنی صاحب نصاب نہ ہوں۔ پھر حج اور عمرہ

فرض کیا گیا اور علاوہ عبادات مذکورہ کے احکامات' جو عقلاً اکثر اصحاب عقول کے نزدیک پسندیدہ اور واجب العمل تھے' جیسے حرمت قتل کرنے کسی جان کی بلاوجہ اور حرمت زنا و لواطت کی۔ وہ تو آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں نافذ فرما دیے تھے اور باقی احکامات کو جن کی حکمت و مصلحت سے عقول بشریہ عاجز تھیں' مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد جب اسلام خوب پھیل گیا اور شوکت اسلامی مرتبہ کمال کو پہنچ گئی' نافذ فرمائے اور جب ہی حکم جہاد نافذ ہوا۔

معجزات سید المرسلین نبی صلی اللہ علیہ وسلم

معجزہ شق القمر: قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

اقتربت الساعته وانشق القمرO وفی صفحہ ۵۱۳ من باب علامات النبوۃ للبخاری۔

عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ انہ حدثھم ان اھل مکہ سالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یریھم ایۃ فاراھم انشقاق القمر۔ واخرجہ البخاری رحمہ اللہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ بطرق شتی۔

یعنی دلائل نبوت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ شق القمر کا ہے' جس کا شاہد قرآن مجید ہے' جس کی زمانہ نبوت سے آج تک محفوظ رہنے پر بلاکم وکاست ایک زمانہ شاہد ہے۔ بخلاف تاریخوں مدونہ ہنود ونصاریٰ کے' جو مدتوں بعد لکھی گئیں اور پھر ان کے غیر محفوظ رہنے پر ان کے مختلف نسخے شاہد عدل اللہ جل شانہ' اپنے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: نزدیک ہو گئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔ اور بخاری شریف کے باب علامات نبوت میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے یہ محال سمجھ کر کہ آسمان پر کسی جادوگر کا تصرف نہیں ہو سکتا' حضور سے سوال کیا کہ آسمان سے آپ ہم کو کوئی نشانی اپنی نبوت کی صداقت پر دکھلائیں۔ لہٰذا آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھلایا۔

اور بخاری شریف میں یہی روایت مختلف سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے' قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ شفا میں تحریر فرماتے ہیں' بموجب اسی قسم کی صحیح حدیثوں کے' تمام مسلمانوں کا اس امر پر اجماع منعقد ہو چکا کہ بموجب آیہ کریمہ **اقتربت الساعته وانشق القمر** اور ہونے صیغہ ماضی کے آیہ کریمہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کی خبر بطریق معجزہ

حضور کے زمانہ میں واقع ہو چکی۔ اور "مواہب لدنیہ" سے اور "شرح مختصر" سے علامہ نبہانی رحمہ اللہ "حجتہ اللہ" میں نقل فرماتے ہیں کہ ایسا معجزہ بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے' کسی پیغمبر سے وقوع میں نہیں آیا۔ اسی واسطے اس معجزے کو امہات معجزات سے شمار کیا ہے اور علامہ تاج الدین سبکی "شرح مختصر ابن حاجب" میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ یہ معجزہ اتنے صحیح طریقوں سے منقول ہے کہ جن سے اس حدیث کے متواتر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ صحابی سے نقل فرماتے ہیں کہ جب بطریق معجزہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے' ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر نظر آنے لگا اور ایک دوسرے پہاڑ پر۔ مشرکین مکہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ مگر پھر خود ہی کہنے لگے کہ جادو کرتے تو فقط ہماری آنکھوں پر کرتے' تمام آدمیوں کی آنکھوں پر تو جادو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تو مشرک کہنے لگے: ابن ابو کبشہ (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے (نعوذ باللہ منہا) لہٰذا بہت دور دور کے سفر کرنے والوں سے پوچھو کہ ان میں سے بھی کسی نے اس وقت معین پر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی کہ بیشک فلاں وقت فلاں جگہ ہم نے بھی دیکھا تھا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

اس حدیث کو ابو داؤد طیالسی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں اور بعض عرب سے بہت دور دور کے ملک والوں کا یہ کہنا کہ کبھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے ہماری طرف سے کسی نے نہیں دیکھا اور اخبار غریبہ لکھنے والوں سے کسی نے ایسا نہیں لکھا' قابل اعتراض نہیں۔ اس واسطے کہ چاند گہن کے بعض اوقات کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ بسا اوقات کہیں چاند گہن نظر آتا ہے اور کہیں مطلقاً نہیں آتا' حالانکہ گھنٹہ دو گھنٹے تک چاند گہن ہوتا ہے۔ یہ واقعہ تو ذرا دیر بطریق معجزہ واقعہ ہوا اور پھر فوراً مل گیا۔ پھر اس واقعہ کی اگر دور والوں کو خبر نہ ہو تو کونسا محل تعجب ہے۔ "شرح ہمزیہ" ابن حجر رحمہ اللہ سے "حجتہ اللہ" میں ہے کہ معجزہ شق القمر کا ہجرت سے پانچ برس پہلے مکہ مکرمہ میں واقع ہوا تھا۔

معجزہ رد الشمس: "حجتہ اللہ" میں ہے "مواہب لدنیہ" سے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم' حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے

کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی اور آفتاب غروب ہونے لگا۔ حضرت شیر خدا نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی مگر بادب شان رسالت اسی طرح بیٹھے رہے۔ بعد اختتام نزول آپ نے پوچھا کہ تم نے نماز عصر بھی پڑھ لی۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا' نہیں۔ آپ نے یہ دعا مانگنی شروع کی کہ اے میرے اللہ! علیؓ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت کی مشغولی سے نماز عصر قضا کر بیٹھے۔ تو آفتاب کو لوٹا دے تاکہ علیؓ عصر پڑھ لیں۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں' میں آفتاب کو دیکھ چکی تھی کہ بالکل غروب ہوگیا' لیکن حضور ﷺ کے دعا فرماتے ہی میں نے دیکھا کہ آفتاب یکدم واپس لوٹ آیا اور مقام صہبا خیبر میں زمین اور دیواریں دھوپ سے روشن ہوگئیں۔ اس حدیث کو علامہ طحاوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نقل فرمایا اور علامہ طحاوی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن منذر اور ابن شاہین نے بھی اپنی اپنی سند سے اس حدیث کو حضرت اسماء ہی سے نقل فرمایا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے "معجم کبیر" میں ساتھ سند حسن کے حضرت اسماء سے کچھ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اور بعد ظہور شان رسالت شیاطین جنوں کا آسمان کی خبروں سے روکے جانے اور ان کا انگاروں کے ساتھ مارے جانے کا اور جنوں کے ایمان لانے کا ذکر تو سورۂ جن میں ہی مفصل مذکور ہے۔ اللہ جل شانہ' قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

قل اوحی الی انه استمع نفرمن الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا○ یهدی الی الرشد فامنا به ولن نشرک بربنا احدا○ وانه تعالی جد ربنا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا○ وانه کان یقول سفیهنا علی الله شططا○ وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی الله کذبا○ وانه کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا○ وانهم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث الله احدا○ وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شدیدا وشهبا○ وانا کنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد له شهابا رصدا○

جنات ایمان لائے اور قرآن پڑھا:

فرما دیجئے اے ہمارے محبوب وحی کی گئی ہے طرف میری اس امر کی کہ سنا تمہارے قرآن پڑھنے کو چند شخصوں نے جنوں سے۔ پھر کہا انہوں نے (اپنی قوم میں جا کر) بلاشک سنا ہم نے ایک قرآن عجیب (پڑھت عجیب) جو بھلائی کی طرف راہ دکھلاتا ہے۔ پس ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور کبھی ساجھی نہ بنائیں گے ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو اور بے شک بہت برتر ہے شان پروردگار ہمارے کی۔ نہیں اختیار کیا اس نے اپنے لیے بیوی کو نہ بچوں کو اور بیشک ہم میں سے جو بیوقوف تھے وہ اللہ کی نسبت بہت یاوہ گوئی کیا کرتے تھے اور ہمارا یہ گمان تھا کہ کوئی جن اور آدمی اللہ پر جھوٹ نہیں باندھتے۔ اور بیشک بہت سے آدمی جنوں سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔ اس سے ان کا تکبر بڑھ گیا تھا اور جیسے تم گمان کرتے ہو' ان کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ جل شانہ' ہرگز کسی رسول کو نہ بھیجے گا اور ہم جو حسب دستور آسمان تک پہنچے تو ہم نے آسمان کو (برخلاف پہلے زمانہ کے) سخت نگہبانوں پر شعلوں سے بھرا پایا۔ اور ہم پہلے آسمانی خبروں کے سننے کو سننے کے موقعوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اب جو کوئی آسمانی خبر سننے کو کان لگاتا ہے' وہ آگ کے شعلوں کو اپنی تاک میں پاتا ہے۔

اسی مضمون کو علامہ بوصیری رحمہ اللہ اپنے "قصیدہ ہمزیہ" میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

بعث اللہ عند مبعثہ الشہب- حراسا و ضاق عنہا الفضاء

تطرد الجن عن مقاعد للسمیع- کما تطرد الذئاب الرعاء

فمحت ایتہ الکہانتہ-ایات من الوحی مالہن امتحاء-

بھیجا اللہ نے جب ان کو نبی کر کے کیا صورت نجم میں شعلوں سے شیاطین کو تباہ۔ آسمانوں کی خبر سننے کی جا سے شیطان بھیڑیوں کی طرح ہانکے گئے تھے سب حیراں۔ مٹ گیا دور کہانت' ہوئے کاہن حیراں اتر وحی سے اور پڑھنے سے شہ کے قرآن۔

فصل معجزات احیاء الموتی:

"مواہب لدنیہ" میں ہے' طبرانی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں' عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون میں بہت دردمند اور رنجیدہ خاطر رونق

افروز ہوئے۔ اور وہاں جب تک اللہ نے چاہا' قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے بہت خوش و خرم واپس تشریف لائے اور فرمایا' میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے سوال کیا۔ اللہ نے ان کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لاکر پھر انتقال فرما گئیں۔ اس حدیث کو ابو حفص بن شاہین نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ نقل فرمایا ہے اور "سہیلی" نے بھی بطریق عروۃ ابن الزبیر' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میرے دونوں ماں باپ کو زندہ کر دے۔ اللہ جل شانہ' نے دونوں کو زندہ کر دیا۔ وہ دونوں مجھ پر ایمان لے آئے۔ پھر اللہ نے دوبارہ ان کو مار دیا۔

شرح "مواہب لدنیہ" میں ہے' زرقانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اکثر ائمہ دین نے اس حدیث کو اس حدیث کا ناسخ قرار دیا ہے جو "مسلم شریف" میں ہے کہ آپ نے ایک شخص سے' جس کا باپ بحالت کفر مر گیا تھا' فرمایا: میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں اور سب فرماتے ہیں کہ آپ کے ماں باپ کے زندہ ہو کر ایمان لانے اور آپ کا اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص فرمائے جانے کا واقعہ حدیث "مسلم شریف" کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور علامہ شہاب الدین ابن حجر اپنے مولد اور شرح قصیدہ ہمزیہ بوصری رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے بلکہ بہت سے حفاظ حدیث نے حدیث مذکورہ احیاء ابوین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح لکھا ہے اور سب نے اس کی تصحیح کی ہے بلکہ بعض محدثین تو اس طرح فرماتے ہیں:

ایقنت ان ابا النبی وامه	ماں باپ کو نبی کے بلاشک و بے شبہ
احیا هما الرب الکریم الباری	زندہ کیا خدا نے نہ کر شک نہ ہو تبہ
حتی له شهدا بصدق رسالته	تصدیق کی رسالت سلطان دین کی
سلم فتلک کرامته المختار	تخصیص خاص تھی یہ میرے مہ جبین کی
هذا الحدیث ومن یقول بضعفه	ہرگز نہیں ضعیف صحیح یہ حدیث ہے
فهو الضعیف عن الحقیقة عار	جو بھی کہے ضعیف وہ خود ہی ضعیف ہے

اور علامہ تلمسانی رحمتہ اللہ علیہ بھی ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں اور بہت سے علماء محققین تحریر فرماتے ہیں کہ یہ فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے کہ بعد موت کے آپ کی دعا سے آپ کے والدین زندہ ہو کر شرف اسلام سے فیض یاب ہوئے ورنہ بعد موت اور وقت موت کے کسی کا اسلام معتبر نہیں

ہوتا۔ اور اس بحث میں بہت سے علماء نے مستقل رسالے لکھے ہیں۔ خصوصاً حافظ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کے تو اس بحث خاص میں بہت سے رسالے ہیں' جن میں سے ایک کا نام "مسالک الحنفاء فی نجات ابوی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ہے اور دوسرے کا نام "سبل الجلیہ فی آباء العلیہ" اور تیسرے کا نام "مقامتہ السندسیہ فی نسبتہ خیر البریہ" ہے۔ اور "سبل الجلیہ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ میرا اس بحث میں چھٹا رسالہ ہے۔ اور یہی مسلک ہے بہت سے اماموں کا جو حافظ حدیث ہیں' جن میں سے بعض کے یہ نام ہیں: حافظ ابوبکر' خطیب بغدادی' حافظ ابوالقاسم' ابن عساکر' حافظ ابوحفص' ابن شاہین' حافظ ابوالقاسم سہیلی' امام قرطبی' حافظ محب الدین طبری' علامہ ناصر الدین ابن منیر' حافظ فتح الدین ابن سید الناس اور یہی مسلک ہے علامہ صلاح صفدی کا' جس کو انہوں نے اپنی نظم میں بیان کیا ہے اور حافظ شمس الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنے شعروں میں اسی مضمون کو بیان کیا۔

حضرت جابر کے فرزند نے اپنے بھائی کو ذبح کر دیا:

یہ مختصر ہے اس بحث کا جس کو بہت طوالت کے ساتھ علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "حجتہ اللہ" میں نقل فرمایا ہے اور "نزہتہ المجالس" میں علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمتہ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے آج جو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی' آپ کے چہرۂ انور سے بھوک کے آثار ظاہر تھے۔ تمہارے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے۔ بیوی نے عرض کیا' ایک صاع یعنی ساڑھے چار سیر جو کے دانے ہیں اور یہ بکری کا بچہ ہے۔ میں نے اس بچہ کو ذبح کیا۔ میری بیوی کے دو ننھے بچے تھے۔ انہوں نے چھری اٹھائی اور ایک بچہ کو لٹا کر دوسرا کہنے لگا' دیکھو اباجان نے بکری کے بچہ کو اس طرح ذبح کیا تھا اور دوسرے بچہ کے گلے پر چھری پھیر دی۔ یہ ذبح کرنے والا بچہ بھی خون دیکھ کر ڈر کر بھاگا اور جلتی آگ میں گر کر مرگیا۔ میری بیوی نے صبر کیا اور دونوں بچوں کو ایک طرف لٹا کر دروازہ بند کر دیا اور حضور کی دعوت کے شوق میں روٹی گوشت پکانے میں مشغول ہو گئی۔

جب آنحضرت ﷺ مع اصحاب کرام کے جابر کے گھر تشریف لائے اور کھانے بیٹھے' حضور نے مجھے فرمایا' تمہارے بچے کہاں ہیں۔ میں نے اپنی بیوی سے بچوں کو دریافت کیا تو انہوں نے ماجرا کہہ سنایا۔ دیکھنے کی غرض سے میں نے جو دروازہ کھولا تو دونوں بچوں کو زندہ صحیح سالم پایا اور شکر خدائے کریم کر کے دونوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے ساتھ ان کو کھانا کھلایا اور فرمایا' مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے جب ان بچوں کی کیفیت اور ان کی ماں کے صبر کی حالت بیان کی' میں نے اللہ جل شانہ' سے دعا کی' اللہ نے ان کو

زندہ کردیا۔ اس قصہ کو اگرچہ "نزہتہ الخاطر" میں بلاسند نقل کیا ہے مگر چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ بھی اپنے قصیدہ نعتیہ میں اس کا ذکر فرماتے ہیں 'لہذا معتبر معلوم ہوتا ہے' چنانچہ اس سارے قصیدہ مشہورہ کا جو عربی میں ہے 'میں نے اپنے دیوان اردو میں ترجمہ چھپوادیا ہے' مگر یہاں بھی ایک دو شعروں کا ترجمہ 'جن میں اس معجزہ کا ذکر ہے' نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جب مر گئے بیٹے جابر کے اور صبر کیا اس صابر نے
کیا کر کے دعا پھر تم نے شہا زندہ پسران صابر کو

اور غالباً اسی واقعہ کو بطریق مسند حلیہ ابو نعیم سے "حجتہ اللہ" میں نقل کیا ہے' جس میں فقط اسی بکری کے بچہ کو زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ وسیاق جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں معجزے اسی واقعہ میں واقع ہوئے تھے اور ممکن ہے کہ دو واقعہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

اور "دلائل النبوت" بیہقی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جب اسلام کی طرف بلایا' اس نے کہا' میں تو جبھی ایمان لاؤں گا جب آپ میری بیٹی کو زندہ کردیں۔ آپ نے فرمایا' اس کی قبر مجھ کو دکھلا۔ جب اس نے اپنی بیٹی کی قبر آپ کو دکھلائی' آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ وہ یہ کہتی ہوئی "میں حاضر ہوں" قبر سے باہر نکلی۔ آپ نے فرمایا' کیا تو ملک آخرت کو واپس جانا چاہتی ہے۔ اس نے کہا' قسم ہے خدا کی' میں نے ماں باپ سے بہتر اپنے لیے اللہ کو اور ملک آخرت کو پایا۔ مجھ کو یہی بہتر ہے کہ ملک آخرت کو واپس چلی جاؤں۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں' جن کو علامہ نبہانی رحمتہ اللہ علیہ نے "حجتہ اللہ" میں نقل کیا ہے۔

حضرت عکاشہ لکڑی کی تلوار سے مشرکین کو قتل کرتے رہے:

علامہ واقدی تخریج میں فرماتے ہیں (اپنی سند سے) کہ حضرت عکاشہ بن محصن فرماتے تھے' بدر کے دن جب میری تلوار ٹوٹ گئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ایک چھڑی دے دی۔ جب میں نے اس لکڑی کو دیکھا' وہ لکڑی چمکتی ہوئی تلوار لمبی بن گئی۔ میں نے اس کے ساتھ کافروں کو قتل کرنا شروع کیا' یہاں تک کہ کافر بھاگ پڑے۔ حضرت عکاشہ کی پھوپھی یعنی راویہ حدیث فرماتی ہیں کہ وقت انتقال تک وہ تلوار حضرت عکاشہ کے پاس رہی۔ علامہ بیہقی اور ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور دوسری سند سے ابن سعد بھی اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں۔ اور نیز واقدی اپنی سند کے ساتھ بنی عبدالاشہل کے بہت سے آدمیوں سے نقل فرماتے ہیں کہ بدر کے دن جب حضرت اسلم بن حریش کی تلوار

ٹوٹ گئی اور بے ہتھیار رہ گئے' آپ نے ابن طاب کھجور کے درخت کی ایک چھڑی توڑ کر ان کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس کو ہاتھ میں لیا تو بہت عمدہ تلوار بن گئی اور خیبر کی لڑائی تک' جس میں وہ شہید ہوئے' وہ تلوار ان کے پاس رہی۔

پتھر اور لکڑیوں کے بات کرنے اور آپ کی نبوت پر گواہی دینے کے معجزات

علامہ بیہقی اپنی سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ کا زمانہ رسالت قریب آیا تو آپ جس درخت اور پتھر کی طرف نکلتے' درختوں اور پتھروں سے سنتے کہ وہ کہتے ہیں 'السلام علیک یا رسول اللہ۔ علامہ ابو نعیم اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ جب اول دن جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' آپ کو مثل میدے کے سفید کپڑے پر' جو یاقوت اور موتیوں سے جڑا ہوا تھا' بٹھا کر آپ کی خدمت میں عرض کیا اقرا باسم ربک الذی خلق --- مالم یعلم تک' پھر عرض کیا' اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم آپ نہ ڈریے' بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بعد اس کے جب آپ گھر کو واپس آنے لگے' درختوں اور پتھروں کو آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کو سجدہ کرتے تھے اور کہتے تھے 'السلام علیک یا رسول اللہ۔ جب میں نے یہ معاملہ دیکھا' مجھ کو یقین ہوا کہ بیشک اللہ نے مجھ کو مرتبہ رسالت کا عطا فرمایا ہے۔

استن حنانہ در ہجر رسول:

بعد نبوت جب بارہ سال بعد ہجرت فرما کر آپ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور کھجوروں کے درختوں کے ستونوں پر آپ کی مسجد قائم کی گئی' آپ ایک کھجور کے ستون سے پیٹھ لگا کر جمعے کا خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہوگیا اور آپ ستون کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے' وہ ستون آپ کی جدائی سے ہچکیوں کے ساتھ رونے لگا اور معلوم ہوا کہ وہ ستون خود بخود چرتا ہے۔ جب حضور نے منبر سے اتر کر اس پر اپنا دست شفقت رکھا' بچوں کی طرح ہچکیاں لے لے کر چپ ہوا اور چرنا موقوف ہوگیا۔ یہ معجزہ تو اتنا مشہور ہے کہ حضور کے زمانے سے آج تک ہر مسلمان کا ورد زبان ہے اور امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اور دارمی نے اور طبرانی اور ابو نعیم اور ابن عساکر اور ابن ابوبکر ابوشیبہ نے بھی مختلف سندوں کے ساتھ اس معجزے کو نقل کیا ہے اور ابو نعیم اپنی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ جنگ بدر سے فتح یاب ہو کر مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے' آپ پر اس وقت بھوک غالب تھی۔ ایک یہودن ایک بکری کا بچہ بھنا ہوا آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میں صحیح سالم اپنے گھر سے اپنے مال کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچ گئی تو میں ایک بکری کا بچہ ذبح کر کر اور بھون کر آپ کی خدمت میں حاضر کروں گی تاکہ آپ اسے تناول فرمائیں۔ جب اس یہودیہ نے وہ بھنا گوشت آپ کے سامنے رکھا' اس گوشت سے آواز آئی کہ آپ ہرگز تناول نہ فرمائیں' مجھ میں اس یہودیہ نے زہر ملا دیا ہے۔

حیوانات کے بات کرنے اور حضور کی رسالت پر شہادت دینے والے جانور

ابن سعد اور بیہقی اور ابو نعیم اپنی سند سے ابو مسعود مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنا کہ وہ باہم ذکر کر رہے تھے کہ ہجرت کی رات' جبکہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں مشرکین عرب سے چھپ کر رونق افروز ہوئے۔ اللہ جل شانہ' نے حکم فرمایا کہ فوراً ایک درخت اگ کر غار کے منہ پر چھا گیا اور جنگلی کبوتروں کو حکم دیا کہ وہ غار کے منہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ جب قریش سے ہر بطن کے جوان آپ کی تلاش میں نکلے اور غار ثور چالیس گز رہ گئی' انہوں نے ایک آدمی کو غار کے دیکھنے کے لیے بھیجا۔ وہ غار کے منہ پر کبوتروں کو بیٹھا دیکھ کر واپس پھر آیا۔ جوانان قریش نے پوچھا' بغیر دیکھے تو کیوں آ گیا۔ کہا' وہاں تو دو کبوتر گھونسلا بنائے بیٹھے ہیں' لہٰذا مجھے یقین ہو گیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے جاتے تو کبوتروں کا گھونسلا کیسے باقی رہتا۔ آپ نے ان کی آواز سن کر فرمایا کہ اللہ نے ان کو مجھ سے دفع کر دیا اور دعا مانگی کہ وہ بلا تفتیش حرم کی طرف اتر آئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس روایت کو اپنی کتاب "خصائص الکبریٰ" میں ذکر کیا اور ابو نعیم حلی رحمہ اللہ عطاء بن میسرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے' مکڑی نے دو دفعہ پیغمبروں کی حفاظت کے لیے جالا پورا ہے۔ ایک دفعہ داؤد علیہ السلام کی تلاش میں جب طالوت نکلا تھا اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں غار ثور کے منہ پر جب مشرکین مکہ نکلے تھے۔

طبرانی اوسط اور صغیر میں ابن عدی اور حاکم بیان معجزات میں اور بیہقی اور ابو نعیم اور ابن عساکر اپنی اپنی سندوں سے نقل فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام کے درمیان رونق افروز تھے۔ ناگاہ ایک بدوی قبیلہ بنی سلیم سے ایک گوہ شکار کر کے لایا اور حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ مجھے لات و عزیٰ کی قسم ہے' جب تک یہ گوہ مری ہوئی زندہ ہو کر آپ پر ایمان نہ لائے' میں کبھی آپ کو رسول اللہ نہیں سمجھوں گا۔ یہ سن کر آپ نے گوہ کو آواز دی اور گوہ زندہ ہو کر صاف عربی زبان میں اس طرح کہنے لگی لبیک و سعدیک یا رسول رب العالمین۔ "میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول"۔ آپ نے فرمایا' تو کس کو پوجتی ہے۔ اس نے کہا' اس ذات پاک کو جس کا عرش آسمانوں پر ہے اور زمین پر اس کی حکومت ہے اور دریاؤں میں وہ راستہ دکھاتا ہے اور جنت میں اس کی رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب۔ آپ نے فرمایا' تو جانتی ہے میں کون ہوں۔ اس نے عرض کیا' آپ رسول رب العالمین ہیں۔ آپ خاتم النبین ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی' اس نے فلاح و نجات پائی اور جس نے آپ کی تکذیب کی' وہ خائب و خاسر ہوا۔ یہ سن کر اعرابی مشرف باسلام ہوا۔

اور منتخب "کنز العمال" میں ہے کہ ایک سفر سے تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مجلس اصحاب کرام میں جلوہ افروز تھے کہ یکایک ایک بدوی نے مری ہوئی زخمی گوہ آپ کے سامنے لا ڈالی اور کہا کہ اگر یہ گوہ زندہ ہو کر آپ کی رسالت کی گواہی دے تو میں آپ پر ابھی ایمان لاتا ہوں' ورنہ میں آپ کا سب سے بڑھ کر دشمن ہوں۔ آپ نے ایک نظر بھر کر جو گوہ کی طرف دیکھا' گوہ زندہ ہو کر زبان فصیح سے کہنے لگی: اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ من امن بک نجی و من ترکک ھلک یعنی میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ نجات پائی اس نے جو آپ پر ایمان لایا اور ہلاک ہوا وہ جس نے آپ کو چھوڑا۔ یہ دیکھ کر وہ اعرابی شرف اسلام سے مشرف ہوا اور کلمہ پڑھ کر کہنے لگا' قسم ہے اللہ کی' آپ سے زیادہ روئے زمین پر میرا کوئی دشمن نہ تھا مگر قسم ہے اللہ کی اب تمام روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی میرا پیارا نہیں۔ مجھ کو اجازت دیجئے کہ ایک ہزار سوار' جو آپ کے درپے آزار آرہے ہیں' میں ان سے سبقت کر کر آگے آگیا تھا تاکہ آپ کی ایذا رسانی میں سب سے اول نمبر رہوں' اب مجھ کو اجازت دیجئے کہ ان کو جا کر روکوں اور اسی گوہ کو لے جا کر ان کو دکھلاؤں اور یہ آپ کا معجزہ اسی طرح ان

کے سامنے ظاہر ہو۔ جب وہ اعرابی آپ سے اجازت لے کر ان سواروں تک پہنچا اور یہ معجزہ حضور کا دکھلایا' سب کے سب ایک ہزار آدمی مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی غلامی کا دم بھرنے لگے۔

اور "حجتہ اللہ علی العالمین" علامہ نبہانی علیہ الرحمتہ میں ہے' ابو نعیم اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک دن جابر بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آثار بھوک چہرۂ انور سے نمایاں دیکھ کر اپنے گھر واپس آئے اور اپنی بیوی سے حضور کی حالت بیان کر کے پوچھا کہ کچھ کھانے کا سامان ہے۔ بیوی نے کہا' یہ بکری ہے اور کچھ روٹیوں کے لائق آٹا ہے۔ میں نے بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے فوراً آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور سالن تیار کیا۔ پھر میں نے ایک بڑے برتن میں روٹیوں کو توڑ کر اس پر سالن ڈال کر ثرید بنایا اور سارا ثرید لے کر حاضر حضور ہوا۔ آپ نے فرمایا' اپنی قوم کے تمام آدمیوں کو بلا لو اور میرے پاس چھوٹی چھوٹی جماعت بنا کر بھیجتے جاؤ۔ آپ نے ہمارے تمام آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا اور ثرید سے بدستور برتن بھرا معلوم ہوتا تھا۔ آپ نے کھانے والوں سے فرما دیا تھا کہ ہڈی نہ توڑنا بلکہ جمع کریں۔ جب سب کھا چکے اور ہڈیاں جمع ہو گئیں' آپ نے ان پر ہاتھ رکھ کر کچھ ایسی بات کی' جس کو میں نے نہیں سنا اور وہ بکری زندہ ہو کر کان جھاڑتی ہوئی جیسی کہ بکریوں کی عادت ہوتی ہے' کھڑی ہو گئی۔ میں اس کو ساتھ لے کر جب گھر آیا' میری بیوی تعجب سے کہنے لگی' یہ کیسی بکری ہے۔ میں نے کہا' یہ وہی بکری ہے جس کے گوشت سے ثرید بنا کر میں حضور نبوی میں لے گیا تھا۔ آپ نے ہماری ساری قوم کو پیٹ بھر کر کھلا دیا اور پھر اس بکری کو زندہ بھی کر دیا۔ میری بیوی یہ سن کر کہنے لگی' میں تو پہلے ہی سے گواہی دیتی ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اور ابن عدی اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی اور ابو نعیم اپنی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بمقام صُفہ مسجد حاضر تھے۔ اسی اثناء میں ایک بڑھیا نابینا مع اپنے بیٹے کے' جو بالغ ہو گیا تھا' اپنے وطن سے ہجرت کر کے حاضر حضور ہوئی۔ کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس کا بیٹا مدینہ طیبہ کی وبا میں چند روز مبتلا رہ کر راہی ملک بقا ہوا۔ حضور نے بعد انتقال اس کی آنکھ بند کر دی اور ہم کو اس کی تجہیز و تکفین کے لیے حکم نافذ فرمایا۔ جب ہم اس کو غسل دینے لگے' آپ نے ارشاد فرمایا کہ انس! اس کی ماں کو جا کر اس کے انتقال کی خبر پہنچا دو۔ اس کی ماں اس کے مرنے کی خبر سن کر حضور کے قدموں کے پاس آ بیٹھی اور آپ کے قدم مبارک پکڑ کے کہنے لگی' میرا بیٹا مر گیا۔ سب نے کہا' ہاں مر گیا۔ کہنے لگی' اے اللہ! تو جانتا ہے' میں نے دل سے اسلام قبول کیا ہے اور بتوں کو چھوڑا

ہے اور رغبت دلی سے تیری طرف نکل کر آئی ہوں۔ بت پرستوں کو مجھ پر مت ہنسا اور ایسا مصیبت کا بوجھ مجھ پر نہ رکھ جس کو میں نہیں اٹھا سکتی۔ حضور کے قدم پکڑے ہوئے یہ دعا ابھی پوری نہیں کر چکی تھی کہ اس کے بیٹے نے پاؤں ہلائے اور منہ سے کپڑا الگ کیا اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور اس بڑھیا کے مرنے کے بعد تک اور حضور کی وفات کے بعد تک زندہ رہا۔

بے نور آنکھیں بینا ہو گئیں:

اور چوتھے باب "حجتہ اللہ" میں ہے' ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابن سکن اور علامہ بغوی اور طبرانی اور ابو نعیم اپنی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میرے والد مجھ کو ساتھ لے کر دربار دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اور مجھ کو کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا' تمہاری آنکھیں کیسے جاتی رہیں۔ میں نے عرض کیا' میرا پاؤں اتفاقاً سانپ کے انڈوں پر گر گیا تھا' اس کے اثر سے یہ حال ہوا۔ آپ نے میری آنکھوں پر تھتکار دیا' فوراً اچھی ہو گئیں۔ حضرت حبیب فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد فدیک اسی برس کی عمر میں سوئی میں تاگا پرو لیا کرتے تھے۔

حضرت قتادہ کی آنکھ روشن ہو گئی:

اور ابن عدی اور ابو یعلی اور بیہقی طریق عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل فرماتے ہیں کہ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جنگ بدر میں میری آنکھ پر ایسی ضرب شدید آئی کہ میری آنکھ کا ڈھیلا میرے رخسار پر آ پڑا۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس ڈھیلے کو کاٹ دیں۔ جب آپ ﷺ سے اجازت طلب کی' آپ نے منع فرمایا اور میرے چشم خانہ پر ہتھیلی مبارک سے ایسا کوچہ مارا کہ میرا پیغولہ چشم اپنی جگہ ایسا بیٹھ گیا کہ میری دونوں آنکھیں یکساں ہو گئیں اور تندرست آنکھ اور اس آفت رسیدہ آنکھ میں ذرا فرق نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت قتادہ کی دونوں آنکھیں نکل پڑی تھیں۔ حضور ﷺ نے دونوں کو اپنی جگہ قائم کر کے ان پر تھوک دیا۔ دونوں چمکنے لگیں اور صحیح و سالم ہو گئیں۔

اور بخاری شریف میں ہے' براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بموجب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ابو رافع یہودی' یہودیوں کے سردار اور

قلعہ دار کو اس کے بالاخانہ پر تنہا چڑھ کر بہت سے یہودیوں کے درمیان سوتے ہوئے کو قتل کر کے بالاخانہ سے اترنے لگے' زینہ سے پاؤں پھسل گیا اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ابو رافع کے قتل کا مژدہ سنایا' آپ بہت خوش ہوئے۔ پھر اپنا پاؤں دکھایا۔ آپ نے ان کے زخم پر تھوک دیا' فوراً ہڈی جڑ گئی اور پاؤں اچھا ہو گیا۔

ابو یعلی اور بیہقی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں اور اس سند کو مطالب عالیہ میں ابن حجر سند حسن بتاتے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور کے ساتھ حج کو جاتے ہوئے جب ہم مقام بطن روحا پہنچے' آپ نے ایک عورت کو دیکھا کہ بچہ گود میں لیے آپ کی طرف دوڑی آ رہی ہے۔ آپ نے اپنی اونٹنی کو ٹھہرا لیا۔ جب وہ عورت نزدیک آ گئی' عرض کرنے لگی کہ جس دن سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے' بے ہوش رہتا ہے۔ آپ نے اس کو عورت مذکورہ سے لے کر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور اپنے آگے اونٹ پر بٹھا کر اس کے منہ میں تھوک کر فرمایا: نکل او دشمن خدا' بے شک میں ہوں رسول اللہ۔ **اللھم صل وسلم وبارک علیہ**۔ اور پھر اس بچہ کو اس کی ماں کے سپرد فرما کر فرمایا' اب اس بچہ سے بے خوف رہ۔ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے واپس مقام بطن الروحا میں پہنچے' وہ عورت بطریق نذر ایک سالم بکری بھنی ہوئی لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا' لاؤ ایک شانہ دو۔ میں نے حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا' اور شانہ لاؤ۔ میں نے پھر دوسرا شانہ حاضر کیا۔ آپ نے پھر فرمایا' اور شانہ لاؤ۔ میں نے عرض کیا' حضور بکری کے دو ہی شانے ہوتے ہیں' وہ میں حاضر کر چکا۔ فرمایا' قسم ہے اس ذات پاک کی' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر تم چپ رہتے جتنے شانے میں طلب کرتا برابر اتنے ہی دیتے رہتے۔ پھر آپ نے فرمایا' دیکھو یہاں کہیں کچھ کھجور کے درخت اور کچھ پتھر بھی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ درخت اور پتھر میں نے تو نہیں دیکھے' آپ نے دیکھے ہوں تو فرمائیے۔ فرمایا' جاؤ کھجوروں کے درختوں سے کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پردے میں قضاء حاجت فرمالیں اور ایسے ہی پتھروں سے کہہ دو کہ وہ قدمچوں کے موقعوں پر قائم ہو جائیں۔ میں نے جب درختوں اور پتھروں کو حکم عالی سنا دیا' اسی خدا کی قسم ہے' جس نے حضور کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے' میں دیکھ رہا تھا کہ درخت زمین کو چیرتے ہوئے ایک جگہ بصورت پاخانہ جمع ہو گئے اور پتھروں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے لڑھک کر مثل قدمچہ قائم ہو گئے۔ جب حضور ان درختوں کے پردے میں قضاء حاجت فرما کر واپس تشریف لائے' فرمایا جاؤ ان درختوں اور پتھروں

سے کہہ دو کہ اپنی اپنی جگہ جا کر قائم ہو جاؤ۔ جب میں نے ان سے جا کر کہہ دیا' وہ اپنی اپنی جگہ پر جا کر قائم ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل اور ابن سعد اور بیہقی اور ابو نعیم اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ فرمایا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھا ہے' جس کے معنے کشتی کے ہوتے ہیں۔ پھر ان سے پوچھا گیا' یہ نام تمہارا کیوں رکھا گیا۔ فرمایا' ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کرام کے تشریف لے جا رہے تھے۔ سامان سفر اٹھانا اصحاب کرام پر دشوار ہوا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا' تم اپنا کمبل بچھا دو۔ میں نے بچھا دیا اور سب نے اپنا اپنا کل سامان اس کمبل میں باندھ کر مجھ پر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا' لو یہ سب اٹھا کر چلو۔ تم سفینہ (کشتی) ہو۔ اس دن کے بعد سے سات اونٹ تک کا بوجھ اگر میں اٹھالوں تو مجھ پر گراں نہیں ہوتا۔ **اللھم صل علی محمد و علی ال محمد وبارک وسلم۔**

اور مسند بزار میں ہے ساتھ معتبر سند کے حضرت بریدۃ بن خضیب فرماتے ہیں' ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے رسول اللہ ہونے کی کیا نشانی ہے۔ آپ نے فرمایا' جاؤ اس درخت سے (جو سامنے آتا ہے) کہو کہ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ اس نے جب درخت کو حسب الارشاد حضور کے بلایا' درخت اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے جھکا کہ اس کی ہر طرف سے لمبی جڑیں ٹوٹ گئیں۔ پھر زمین کو چیرتا اور اپنی گل آمودہ جڑوں کو گھسیٹتا حضور کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے عرض کیا کہ اب اس درخت کو حکم دیجئے کہ بدستور اپنی جگہ جا کر قائم ہو جائے۔ آپ نے جب اس کو یہ حکم فرمایا' وہ درخت فوراً اپنی جگہ پر جا کر قائم ہو گیا۔ پھر تو اعرابی آپ پر ایمان لا کر کہنے لگا' مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپ نے فرمایا' اگر میں کسی کو سجدے کی اجازت دیتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے عرض کی' پھر یہی اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوم لوں۔ آپ نے ہاتھ پاؤں چومنے کی اجازت عطا فرمائی۔

حضور نے رکانہ پہلوان کو تین بار پچھاڑ دیا:

اور بیہقی اور ابو نعیم اپنی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک

مشرک رکانہ نامی بنی ہاشم سے بہت بڑا پہلوان اور بہادر مشہور تھا۔ اضم نامی جنگل میں وہ اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اتفاقاً جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا ایک دن اس جنگل میں جا نکلے۔ رکانہ آپ کو دیکھ کر سامنے آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا' کیا آپ ہی ہمارے معبودوں لات اور عزیٰ کو برا کہتے اور اپنے اللہ عزیز و حکیم کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتے رہتے ہیں۔ اگر آپ سے رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو بجز قتل کے آپ سے بات نہ کرتا' مگر اب آپ اپنے اللہ عزیز و حکیم کو اپنی مدد کے لیے پکاریے تاکہ وہ میرے ہاتھ سے تم کو نجات دے۔ اب میں آپ پر یہ امر پیش کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں اور اللہ عزیز و حکیم سے مدد طلب کریں اور میں اپنے لات اور عزیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں' پھر اگر آپ نے مجھ کو پچھاڑ دیا' میری بکریوں میں سے جون جونسی آپ پسند فرمائیں' دس بکریاں آپ کی ہو چکیں۔ آپ نے فرمایا' بہت اچھا تیار ہو جا اور اپنے اللہ کو پکار کر یکدم اس کو زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ رکانہ پکارا کہ اب آپ میرے سینہ سے اتر کر کھڑے ہو جائیں۔ یہ آپ نے مجھ کو نہیں پچھاڑا ہے' بلکہ تمہارے اللہ عزیز و حکیم کا یہ فعل ہے اور مجھ کو میرے لات و عزیٰ نے ذلیل کر دیا ہے۔ آپ سے پہلے آج تک مجھ کو کسی نے نہیں پچھاڑا۔ مگر اب ایک بار پھر کھڑے ہو جائیے۔ اگر اب کی دفعہ بھی آپ نے مجھ کو پچھاڑ دیا' میری بکریوں میں سے دس بکریاں اور آپ کی ہو چکیں' جیسی بھی آپ سب بکریوں میں سے پسند فرمائیں۔ آپ پھر دوبارہ اس کو پچھاڑ کر اس کے کلیجہ پر چڑھ بیٹھے۔ رکانہ پھر پکارا کہ کھڑے ہو جائیے۔ یہ آپ کا فعل نہیں ہے' یہ آپ کے اللہ عزیز و حکیم کا فعل ہے اور مجھ کو تو لات و عزیٰ نے ذلیل کر دیا۔ مگر ایک دفعہ اور سہی۔ اگر اب کی دفعہ بھی آپ نے مجھ کو پچھاڑ دیا علاوہ ان بیس بکریوں کے دس اور بکریاں اچھی سے اچھی جو آپ پسند فرمائیں' آپ کی نذر کر دوں گا۔

آپ نے پھر دھر پچھاڑا۔ رکانہ کہنے لگا۔ یہ فعل آپ کے اللہ عزیز و حکیم کا ہے' آپ کا ہرگز نہیں۔ مگر خیر آپ اپنی تیس بکری پسند فرما کر لے جائیں۔ حضور نے فرمایا' مجھ کو تیری بکریوں کی کچھ ضرورت نہیں۔ ضرورت ہے تو یہ ہے کہ تو مسلمان ہو جا۔ دیکھ میں تجھ کو دوزخ کی آگ سے نکالنا چاہتا ہوں۔ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو سلامتی سے رہے گا۔ رکانہ نے کہا' یوں تو نہیں' آپ مجھ کو کوئی نشانی اپنے نبی برحق ہونے کی دکھا دیں۔ آپ نے فرمایا' اللہ گواہ ہے اگر میں اپنے رب کو پکاروں' ضرور وہ تجھ کو میری صداقت کی نشانی دکھلا دے گا مگر تو پھر تو مسلمان ہو جائے گا۔ کہنے لگا' ہاں۔ قریب ہی ایک کانٹے دار درخت بہت شاخوں والا تھا۔ آپ نے اشارہ سے یا زبان سے اس کو بلایا اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے چلا آ۔ وہ درخت

آدھا چر کر مع اپنی شاخوں کے حضور کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ رکانہ نے کہا کہ یہ تو آپ نے بہت بڑا معجزہ دکھلایا۔ مگر اب اس کو فرمایئے کہ اپنے آدھے حصہ سے جا ملے اور اپنی اصلی حالت پر آ جائے۔ آپ کے فرماتے ہی وہ نصف درخت اپنے نصف حصہ سے جا ملا۔ اپ نے فرمایا' اب تو مسلمان ہو جا تاکہ تو سلامتی سے رہے۔ رکانہ نے کہا' معجزہ تو بہت ہی عظیم الشان آپ نے دکھلایا ہے لیکن میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ عورتوں اور لڑکوں مدینہ طیبہ میں یہ باہم تذکرہ ہو کہ رکانہ کے دل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا رعب اتنا غالب آیا کہ دہشت سے مسلمان ہو گیا۔ اب تو تمام مدینہ طیبہ کے مرد و عورت بچہ بچہ جانتا ہے کہ آج تک کسی نے میرا پہلو تک زمین سے نہیں لگایا۔ لہٰذا آپ اپنی تیس بکریاں عمدہ سے عمدہ چھانٹ کر لے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا' جب تو مسلمان نہیں ہوتا تو مجھ کو تیری بکریاں لینے کی بھی کوئی حاجت نہیں۔ یہ سن کر حضور واپس تشریف لا رہے تھے اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما حضور کی تلاش میں دشمنوں کے خوف سے آ رہے تھے۔ حضور کو دیکھ کر عرض کرنے لگے کہ حضور جانتے ہیں کہ اصنم نامی جنگل رکانہ پہلوان کا ہے' جو حضور کا سخت دشمن ہے اور آپ کی تکذیب میں سب سے پیش قدم۔ حضور اس طرف تنہا کیوں تشریف لے گئے تھے۔ آپ ہنسے اور فرمایا' مجھ پر وہ قابو نہیں پا سکتا اور آپ نے تمام قصہ کہہ سنایا۔ دونوں متعجب ہو کر عرض کرنے لگے' حضور نے اس کو پچھاڑ دیا۔ خدا کی قسم' آج تک اس کو کسی نے نہیں پچھاڑا۔ آپ نے فرمایا' میں نے اللہ سے دعا کی' اللہ نے میری مدد فرمائی۔

ایک مشکیزے سے سارا لشکر سیراب ہو گیا:

اور باب "علامات النبوۃ" بخاری شریف میں ہے' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ساتھ تھے پانی بالکل نہ تھا اور ہم کو بے حد پیاس لگی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں راستہ چلتے ہوئے ہم نے ایک عورت کو دیکھا کہ پانی کی بھری ہوئی پکھال پر اونٹ کے اوپر دونوں پکھواڑوں پکھال پر پاؤں لٹکائے ہوئے جا رہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا' پانی کہاں ہے۔ اس نے کہا' یہاں پانی کہاں ہے۔ ہم نے کہا' جہاں سے تو پانی لائی ہے' وہاں سے اور تیرے گاؤں تک کتنی مسافت ہے۔ کہنے لگی' ایک دن رات کے راستہ کی مسافت ہے۔ ہم نے کہا' جناب رسالت مآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل۔ کہنے لگی' رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس کو کہتے ہیں۔ ہم نے اس کو مہلت نہ دی اور حضور کے سامنے لا کر کھڑا کیا۔ اس نے حضور سے بھی وہی باتیں کیں جو ہم سے کی تھیں۔ البتہ اتنا

اور کہا کہ میں یتیم بچوں والی ہوں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پکھال کے دونوں دہانے نیچے کے کھلوا دیے اور اوپر کے دہانوں پر دست مبارک پھیر کر فرمایا' جو بھی کوئی پیاسا ہے' سیر ہو کر پانی پی لے۔ چالیس آدمیوں نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ پھر ہم نے اس پکھال سے جتنے ہمارے لشکر میں مشکیزے اور برتن تھے' بھر لیے البتہ کسی اونٹ کو پانی نہیں پلایا مگر پکھال پانی سے اتنی بھری معلوم ہوتی تھی کہ پھٹ جانے کا ڈر تھا۔ پھر آپ نے فرمایا' جو تمہارے پاس ہے لاؤ۔ بہت کچھ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع ہو گئیں۔ وہ عورت جب روٹی کے ٹکڑے اور کھجور لے کر اپنے گھر پہنچی' کہنے لگی' میں نے راستہ میں ایسے شخص سے ملاقات کی کہ یا تو وہ بڑھا جادو گر ہے (نعوذ باللہ منہا) یا فی الواقع سچا نبی ہے جیسا ان کے معتقدوں کا گمان ہے (جب سارا قصہ خود گزشتہ عورت نے سنایا) وہ بھی مسلمان ہو گئی اور وہاں کے سب آدمیوں کو بھی اس عورت کے واسطہ سے ہدایت ہوئی اور سب مسلمان ہو گئے۔

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقام زورا میں پانی نہ تھا۔ ایک چھوٹے سے برتن میں آپ کی خدمت میں پانی لایا گیا کہ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے پانی کے جاری ہو گئے اور سب نے' جو تین سو آدمی تھے' وضو کر لیا۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاس کی شدت سے پریشان تھے۔ آپ کے سامنے ایک چھوٹے برتن میں پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ سب آدمی پانی کی طرف جھپٹے۔ آپ نے فرمایا' کیوں دوڑتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا' حضور کے سامنے جو وضو سے بچا ہوا پانی ہے' اس کے سوا نہ پینے کو پانی ہے' نہ وضو کرنے کو۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس پانی میں رکھ دیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے مثل چشمہ کے اتنا پانی جوش مارنے لگا کہ سب نے پی لیا اور سب نے وضو کر لیا۔ سالم بن ابو الجعد حضرت جابر کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ وضو کرنے والے اور پانی پینے والے تم کتنے آدمی تھے۔ فرمایا' اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ سب کو کافی تھا مگر اس وقت ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

ابو طلحہ کے کھانے میں برکت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ زید بن سہیل انصاری نے ایک بار حضور کی آواز سے ضعف کا احساس کر کے معلوم کیا کہ یہ ضعف بوجہ شدت بھوک کے ہے۔ لہٰذا اپنی بیوی ام سلیم میری والدہ سے یہ ماجرا بیان کر کے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ موجود ہے۔ کہا' ہاں یہ ایک روٹی جو کی موجود ہے۔ پھر انہوں نے ایک چادر کے کنارے میں ان کو لپیٹ کر میری بغل میں دے دیا۔ باقی چادر مجھ کو اڑھا دی۔ یہ روٹی لے کر جب میں خدمت بابرکت میں پہنچا' میں نے آپ کو مسجد میں پایا۔ اس وقت آپ کے پاس بہت آدمی تھے۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا' کیا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا' ہاں۔ فرمایا' کھانا دے کر بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا' ہاں۔ آپ نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا' اٹھو سب ابو طلحہ کے کھانا کھانے چلو۔ سب ابو طلحہ کے گھر کی طرف میرے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ میں نے گھر پہنچ کر حضرت ابو طلحہ کو اطلاع کی۔ حضرت ابو طلحہ نے کثرت سے آدمیوں کو آتا دیکھ کر حضرت ام سلیم سے کہا' لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک جماعت کثیر کے ساتھ تشریف لے آئے اور اتنا کھانا کہاں ہے۔ حضرت ام سلیم نے کہا' اس راز کو اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو طلحہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور حضرت ابو طلحہ کے ساتھ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا' ام سلیم جو کچھ موجود ہے' لاؤ۔ حضرت ام سلیم نے گھر کے کپے میں جو کچھ گھی تھا' وہ نچوڑ دیا تاکہ وہ ترکاری کا کام دے دے۔ پھر اس کھانے پر حضور نے جو کچھ اللہ نے چاہا' فرمایا (خواہ یوں کہو پڑھا) پھر فرمایا' دس آدمیوں کو بلا کر کھلا دو۔ جب وہ شکم سیر ہو کر چلے گئے' فرمایا' اب اور دس آدمیوں کو بلا کر کھلا دو۔ یہاں تک ستر اسی آدمی تھے' سب شکم سیر ہو کر کھا گئے۔ اللھم صل و سلم علی حبیبہ صلی اللہ علیہ و سلم۔

کھجوروں سے قرضہ ادا کر دیا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میرے والد ماجد بہت کچھ قرض اپنے ذمہ چھوڑ کر انتقال فرما گئے۔ میں نے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے والد انتقال فرما گئے۔ اور بہت سا قرض اپنے ذمہ چھوڑ گئے جس کے ادا کرنے کو' سوا ان کے کھجوروں کے باغ کے' میرے پاس کچھ نہیں ہے اور باغ مذکور کی کئی سال کی آمدنی بھی قرض ادا کرنے کو کافی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تاکہ

قرض خواہ آپ کی وجہ سے میرے ساتھ سختی نہ کریں۔ یہ سن کر سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک کھجوروں کے ڈھیر پر پھرے اور دعا مانگی۔ پھر دوسرے ڈھیر پر بھی ایسا ہی کیا اور قرض خواہوں سے فرمایا اپنے قرض کی مقدار تم سب اس ڈھیر سے لے لو۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ایک ڈھیر سے تمام قرض خواہوں کا قرض ادا کر دیا اور جتنا ان کو دیا اتنا ہی مجھ کو بچ رہا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کھل گئے گیسو تیرے رحمت کا بادل گر گیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ایک بار اہل مدینہ سخت بلا قحط میں مبتلا ہوئے۔ جمعہ کے دن سرور عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ پڑھنے کو اٹھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیک شدت قحط سے بکریاں مر گئیں' سامان معاش ہلاک ہو چکا۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ مینہ برسے۔ آپ نے دونوں ہاتھ مبارک پھیلائے اور دعا کی۔ آسمان مثل شیشے کے صاف پڑا ہوا تھا کہ یکدم ہوا چلی' بادل امڈ کر جمع ہو گئے اور اتنا پانی برسا کہ گویا آسمان نے اپنی پکھال کے دہانے کھول دیے تھے اور پانی کھوندتے ہوئے ہم اپنے گھر پہنچے اور برابر اس جمعہ سے اس جمعہ تک جھڑ لگا رہا۔ دوسرے جمعہ کو وہی آدمی یا کوئی دوسرا کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک مکانات ڈھے جا رہے ہیں' دعا کیجئے کہ بارش موقوف ہو۔ آپ نے تبسم فرمایا اور دعا کی کہ الٰہی ہم پر نہ سے ہماری گرداگرد برسے۔ آپ کا دعا کرنا تھا کہ بادل پھٹ کر ہمارے گرد مینہ برسنے لگا اور مدینہ طیبہ بادلوں سے صاف مثل ٹوپی کی نظر آنے لگا۔ **اللھم صل و سلم علیہ**۔

اور اخبار غیبیہ کے متعلق جو آیتیں اور حدیثیں ہیں' وہ انشاء اللہ العزیز باب سوم میں' جو مشتمل اعجاز قرآن ہے' اسی طرح بطریق اختصار نقل کی جائیں گی۔ ورنہ آپ کے معجزے اس کثرت سے ہیں کہ بیان کرنے ہر قسم کے معجزوں کے لیے ایک ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ زیادہ بسط کے ساتھ معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہو تو "خصائص کبریٰ" اور "حجتہ اللہ" کے علاوہ جملہ کتب حدیث کا مطالعہ کریں۔ مگر ہم اب چند ان معجزوں کا ذکر کرتے ہیں جو بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تشریف بری آپ کے اس عالم دنیا سے بموجب تواریخ معتبرہ وقوع میں آئے۔

معجزات النبی بعد از وصال نبی:

علامہ نور الدین علی ابو الحسن ابن عبد اللہ سمہودی' جو ۱۰۱۱ ہجری میں مدینہ طیبہ کے اکابر علماء سے شمار کیے جاتے تھے' اپنی "تاریخ سمہودی" میں نقل فرماتے ہیں کہ ابن نجار "تاریخ بغداد" میں لکھتے ہیں کہ بعضے زندیقوں نے ایک حاکم کو' جو خلفاء عبید میں سے تھا' یہ رائے دی کہ اگر مصر میں ایک مکان عالیشان بنا کر مدینہ طیبہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو لا کر اس مکان میں دفن کر دیا جائے تو آبادی مصر کی بہت بڑھ جائے گی اور دور دور دراز سے لوگ سفر کر کے بغرض زیارت حضور تمام مسلمان مصر ہی میں آیا کریں گے۔ لہٰذا حاکم عبیدی نے ایک عمدہ مکان تیار کرا کر اس مہم کے انجام دینے کے لیے ابو الفتوح کو معین کیا۔ جب ابو الفتوح اس ارادہ سے مدینہ طیبہ پہنچ گیا اور اپنا ارادہ ظاہر کیا' تمام اہل مدینہ قاری زلبانی کے ساتھ ابو الفتوح کے پاس پہنچے اور قاری موصوف نے یہ آیہ کریمہ سورۂ توبہ پڑھی **وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم ان کنتم مومنین تک**' جس کا ترجمہ یہ ہے:

> اور اگر توڑ ڈالیں مشرک عہد اپنے تم سے عہد کر کے اور طعن کریں تمہارے دین پر اور اسلام کے حکموں میں عیب نکالیں تو قتل کرو تم ان کے اماموں اور سرداروں کو تحقیق ان کے عہد و پیان قابل اعتبار کے نہیں ہیں تو کہ وہ مخالفت اسلام سے باز رہیں۔ کیا نہیں قتل و قتال کرتے تم ان سے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور قصد کیا ہمارے محبوب کو مدینہ طیبہ سے باہر کر دینے کا پہلی بار کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اللہ زیادہ حقدار ہے اس امر کا کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو"۔ الخ

یہ آیہ کریمہ سنتے ہی قریب تھا کہ اہل مدینہ طیبہ ابو الفتوح کو قتل کر دیں مگر اس وقت ابو الفتوح کہنے لگا کہ بلاشبہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈریں اور قسم ہے خدا کی اگر حاکم عبیدی سے مجھ کو جان کا خوف نہ ہوتا تو کبھی میں اس ارادہ سے مدینہ طیبہ میں قدم نہ رکھتا۔ مگر اب میں پریشان ہوں کہ حاکم عبیدی سے کیسے امن حاصل کروں۔ اسی سوچ بچار میں کچھ دن چڑھا تھا کہ اللہ جل شانہ' نے ایسی سخت ہوا بھیجی کہ اس کے اونٹ اور گھوڑے کسے ہوئے مع زین اور کجاووں کے مثل گیند کی لڑھکنے لگے اور قریب تھا کہ زمین ہل جائے اور اس آندھی سے سینکڑوں آدمی آپس میں ٹکرا کر مر گئے اور ابو الفتوح اور اس کے

ہمراہیوں نے اس خیال محال موجب وبال و نکال کو دل سے نکال کر توبہ کی اور بسبب واقع ہونے اس معجزہ کے ابوالفتوح کے دل سے حاکم عبیدی کا خوف نکل گیا۔

حلب کے رافضیوں کی ایک سازش:

اور "ریاض النضرۃ" مورخ طبری میں ہے' علامہ طبری فرماتے ہیں: خبر دی مجھ کو ہارون بن عمر بن رغب نے' جو بہت سچے اور ثقہ اور صاحب خیر و صلاح مشہور تھے اپنے والد ماجد سے جو بزرگوں سے شمار کیے جاتے تھے کہ وہ فرماتے تھے' مجھ سے شمس الدین صواب الملطی نے بیان کیا جو خدام روضہ مقدسہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کے شیخ تھے اور صالح اور فقرا کے ساتھ بہت سلوک کرنے والے کہ میں تم کو ایک واقعہ عجیب و غریب سناتا ہوں کہ میرے ایک دوست امیر مدینہ کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے اور وہاں کی جو خبر میرے مفید مطلب ہوتی تھی' مجھ سے کہہ جایا کرتے تھے۔ ایک دن پریشان حال آکر مجھ سے کہا کہ آج تو سخت حادثہ عظیم برپا ہوا ہے۔ حلب کے کچھ رافضیوں نے بہت سا روپیہ خرچ کر کے اور امیر کو بے حد مال دے کر یہ حکم حاصل کر لیا ہے کہ روضہ مقدسہ کا دروازہ کھول کر حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو نکال کر کسی دوسری جگہ دفن کر دیں۔ یہ بات چیت ہم کر ہی رہے تھے کہ امیر کا قاصد میرے بلانے کو آ پہنچا۔ جب امیر کے پاس حاضر ہوا' امیر نے حکم دیا کہ آج رات کچھ آدمی اگر دروازہ مسجد کا کھلوا دیں تو کھول دینا اور جو کچھ وہ کریں' تم منع نہ کرنا۔ یہ سن کر میں واپس آگیا اور حجرہ مقدسہ کے پیچھے بیٹھ کر میں نے رونا شروع کیا اور نماز عشاء تک میں روتا رہا۔ بعد نماز عشاء حسب معمول دروازے مسجد کے بند کر دیے۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ امیر کے مکان کی طرف کے دروازہ "باب السلام" سے کھٹکھٹانے کی آواز آئی اور دروازہ کھولو کی صدا بلند ہوئی۔ میں نے دروازہ کھول دیا اور دیکھا کہ چالیس آدمی یکے بعد دیگرے کدال پھاوڑے لیے ہوئے مسجد میں داخل ہونے لگے' جن کو میں گنتا جاتا تھا۔ خدا کی قسم وہ منبر نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام تک پہنچنے نہیں پائے تھے کہ زمین نے ان سب کو مع کدال پھاوڑوں کے نگل لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امیر نے ان کی خبر دریافت کرنے کو مجھ کو بلایا اور کہا یا صواب کیا تمہارے پاس قوم مذکور نہیں پہنچی۔ میں نے کہا' کیوں نہیں پہنچی مگر ان کا یہ حال ہوا کہ زمین ان کو بمع کدال پھاوڑوں کے نگل گئی۔ امیر نے کہا' تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا' فی الواقع یہی بات ہے۔ چلو کھڑے ہو اور دیکھو کہ ان کا نام و

نشان بھی باقی ہے۔ امیر نے کہا' بات فی الواقع یہی ہے ورنہ اگر تم مخالفت کرتے تم قتل کر دیے جاتے۔ (یعنی وہ اتنے تھے کہ اگر منجانب اللہ یہ بات نہ ہوتی اور تم مخالفت کرتے تو وہ تم کو مار ڈالتے)۔

علامہ طبری فرماتے ہیں' پھر میں نے اس واقعہ کو ایک ایسے شخص سے بیان کیا کہ جس کی بات پر میں یقین رکھتا تھا۔ اس شخص نے بھی کہا' میں ایک دن شیخ ابو عبداللہ قرطبی کے پاس مدینہ طیبہ میں حاضر تھا اور شیخ شمس الدین صواب ان سے بعینہ اس واقعہ کو بیان کر رہے تھے اور شیخ ابو محمد عبداللہ بن ابی عبداللہ بن ابو محمد مرجانی نے بھی بروایت ثقات اس واقعہ کو اپنی کتاب "تاریخ مدینہ" میں لکھا ہے۔ فقط اصل حقیقت یہ ہے کہ ایسے واقعات حکام کے خوف سے شہرت نہیں پاتے اور ان کا تذکرہ خاص خاص لوگوں میں رہتا ہے۔

نجدیوں کی روضہ رسول پر یلغار:

چنانچہ ابھی ۱۳۴۵ھ کا ذکر ہے کہ میرے لخت جگر مولوی حافظ حکیم ابوالحسنات محمد احمد زاد اللہ علمہ' وعملہ' و شوقہ' الی اللہ جب الور سے سوائی مادھوپور ہوتے ہوئے بتقریب جلسہ سالانہ ہماری مرکزی انجمن "حزب الاحناف ہند لاہور" یہاں لاہور آئے تھے اور زبانی حجاج کی اس امر کی شہرت تھی کہ ابن سعود نامسعود نجدی بے دین علیہ ما یستحقہ مدینہ طیبہ گیا ہوا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک تحصیلدار متقی' پرہیزگار' ملازم ریاست قرولی کے' سوائی مادھوپور کسی تقریب پر آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حج کر کے چار پانچ مہینے مدینہ طیبہ میں قیام کر کے میں آیا ہوں۔ میرے سامنے ابن سعود نامسعود نے مدینہ طیبہ پہنچ کر گنبد مبارک سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ڈھانے کی نسبت علماء مدینہ طیبہ سے فتویٰ طلب کیا۔ جب تمام علماء نے فتویٰ دینے سے انکار کیا اور جانیں قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ اپنے مفتی بلھد لقب مقیم مکہ سے فتویٰ حاصل کر کے مدینہ طیبہ کے بیلدار اور مزدور پیشوں کو حکم دیا کہ گنبد مبارک کو شہید کر دیں۔ مگر سب نے صاف انکار کر دیا۔ مجبوراً بارہ بیلدار اور ایک انجینئر کو نجد سے اس مہم کے انجام دینے کو بلایا لیکن اس انجینئر کو تو اسی رات ایسے کالے سانپ نے کاٹا کہ صبح تک اس کا فیصلہ ہو گیا اور چار بیلدار اسہال کبدی میں مبتلا ہو کر صبح تک مر گئے اور چار کپڑے پھاڑ کر دیوانے ہو کر بھاگ گئے اور چار خوف زدہ ہو کر واپس نجد پہنچے اور نجدی خائب و خاسر ہو کر اس ارادہ سے باز رہا۔

بعد دو تین ماہ کے دو عرب سادات کرام مدینہ منورہ سے یہاں لاہور ظلم نجدی سے پریشان آ نکلے' یہ دونوں کلید بردار جالی روضہ مبارکہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تھے اور ہمارے مدرسہ عالیہ حنفیہ کے

ایک طالب علم عبدالرزاق نامی' جو ایک مدت مدید تک مدینہ طیبہ رہے تھے' ان کو خوب پہچانتے تھے۔ میں نے اس واقعہ کو ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی قصہ بعینہ بیان کیا اور کہا کہ اس واقعہ کی صحت میں مطلقاً کلام نہیں۔ مگر اہل حرمین کو اس کے اظہار کی سخت ممانعت ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو اس واقعہ کے اظہار پر سخت سزا کا خوف اور اس کے دادا محمد بن عبدالوہاب کا واقعہ تو طشت از بام افتادہ ہے کہ جب اس نے بغرض شہید کرنے گنبد مقدسہ کے بیلدار بھیجے۔ ایک اژدہا خونخوار نے ایسے پھنکاز مارے کہ بہت سے جل کر مر گئے اور باقی بھاگے اور پھر خدیو مصر نے سلطان روم کی طرف سے ان سب کو بزور شمشیر مارتے مارتے ان کے ملک اثیر تک پہنچا دیا۔ چنانچہ علاوہ بہت سے علماء مورخین عرب کے' اس واقعہ کو مولانا فضل رسول صاحب قادری عثمانی قدس سرہ' نے بھی اپنی کتاب "بوارق محمدیہ لرجم الشیاطین نجدیہ" اور "سیف الجبار" میں لکھا ہے۔ ایک اور حادثہ عظیم بصورت معجزہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو ۵۵۷ھ میں واقع ہوا' وہ تو شہرۂ آفاق ہے۔

سلطان نور الدین زنگی نے یہودیوں کو گرفتار کرلیا:

علامہ سمہودی اپنی تاریخ "خلاصتہ الوفا" کے خاتمہ بیان بناء گنبد خضراء روضہ مقدسہ سید الوریٰ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ المجتبیٰ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ جمال اسوی قدس سرہ' اپنے رسالہ "منع الولاۃ عن استعمال النصاریٰ" میں ناقل ہیں کہ سلطان عادل نور الدین محمود بن زنگی رحمہ اللہ نے ۵۵۷ھ میں ایک رات میں تین بار متواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور دو سرخ و سفید آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں "جلد مدینہ طیبہ پہنچ اور ان دو ظالموں کے شر سے میری محافظت میں کمر ہمت چست باندھ"۔ سلطان مرحوم اسی وقت بذریعہ وزیر بہت جلد انتظام مدینہ طیبہ حاضر ہونے کا کروا کر بیس آدمی اور بہت زر کثیر اور ایک ہزار اونٹ ہمراہ لے کر سولہ دن میں بہت کوشش سے اچانک بلا اطلاع کسی کے مدینہ طیبہ جا پہنچے اور تمام اہل مدینہ کے اول نام لکھوا کر سب کو بلوایا اور سب کو ان دو ظالموں کی تلاش میں بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ جب تمام اہل مدینہ کو انعام دے چکے اور وہ دو شخص نظر نہ آئے' پوچھا کہ کوئی باقی تو نہیں رہا۔ سب نے کہا کہ مدینہ طیبہ کے باشندوں سے تو کوئی باقی نہیں رہا' البتہ دو بزرگ' جو دن رات عبادت کرتے رہتے اور خود اہل مدینہ کو بہت کچھ دیتے رہتے ہیں' وہ نہیں آئے۔ اس واسطے کہ بجز اللہ کے وہ کسی سے کچھ امید نہیں رکھتے۔

جب انہیں لایا گیا اور سلطان مرحوم نے ان کو دیکھا تو وہی تھے' جن کو حضور نے خواب میں دکھایا تھا۔ فوراً ان کو قید کر لیا اور خود بادشاہ ان کے رہنے کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ (چنانچہ باب جبرئیل کی طرف راستہ چھوڑ کر مسجد مبارک کی بائیں طرف اب اس جگہ ایک حجرہ بنا ہوا تھا اس قصہ کے ساتھ مشہور چلا آتا ہے اور زمانہ حضوری بارگاہ عالی میں' جو تقریباً ۱۳۴۸ھ کا زمانہ تھا' کاتب الحروف کو بھی معلموں نے وہ حجرہ دکھایا تھا) جب سلطان مرحوم وہاں پہنچے' دیکھا کہ دو خیمے قائم ہیں اور کچھ کتابیں اور بہت زر کثیر وہاں رکھا ہوا ہے۔ اہل مدینہ ان کی خیر و خیرات اور مشغولی عبادت کی تعریف کرنے لگے۔ مگر سلطان مرحوم کو چونکہ اپنے خواب پر یقین تھا' اس واسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے' حضور فرماتے ہیں: **من رانی فقد رانی فانہ لا یتمثل بی الشیطان** یعنی "جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا' بلاشبہ مجھ کو ہی دیکھا' اس واسطے کہ میرے ساتھ شیطان متمثل نہیں ہو سکتا"۔ دونوں خیموں سے بوریا اٹھایا تو دیکھا کہ روضہ مقدسہ کی طرف سرنگ کھدی ہوئی ہے۔ یہ حادثہ عظیم دیکھ کر تو تمام اہل مدینہ گھبرائے اور سلطان مرحوم نے ان کو بے حد پٹوایا اور فرمایا کہ سچ کہو تم کون ہو اور کس کے بھیجے ہوئے ہو۔ مجبوراً اقرار کیا اور کہا کہ ہم دونوں نصرانی ہیں اور سلطان نصاریٰ نے ہم کو مغربی حاجیوں کی صورت میں حضور کی نعش مبارک کو نکالنے کی غرض سے بہت کچھ مال دے کر بھیجا تھا۔ ہم رات کو سرنگ کھودتے تھے اور ان دو تھیلوں میں بقیع کی طرف فلاں کنوئیں میں مٹی ڈالتے رہتے تھے اور سلطان مرحوم کے مدینہ پہنچنے تک جب سرنگ مزار اقدس کے قریب پہنچ گئی تھی' اس قدر بجلیاں کڑکیں اور ایسی سخت متواتر گرج ہوئی کہ زمین کانپنے لگی' جس سے اہل مدینہ حیران تھے۔ جب سب پر ان ولی نما مردودوں کی شرارت ظاہر ہو گئی' سلطان مرحوم نے اسی طرف' جس مقام پر آج کل دمشقی پیتل کی جالی ہے' ان دونوں کافروں کو قتل کروا کر ان کی لاشوں کو جلوا دیا اور گرداگرد اس حجرے کے' جس میں مزار مبارک ہے' بموجب تحقیق علامہ سمہودی اتنی گہری نیو کھدوا کر کہ پانی نکل آیا' ساری نیو خالص سیسہ پگھلا کر بھر دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حجرہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے گرد کچی اینٹ کا حجرہ بنوا دیا تھا اور اس کو بحکم ولید بن عبدالمالک ابن مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شہید کر کے اس حجرہ کو بغیر دروازہ کے نقشین پتھروں سے بنا کر اس کے گرد گول احاطہ انہی نقشین پتھروں سے بغیر دروازہ کے بروایت صحیح اور کھنچوا دیا تھا اور ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ نے' جن کی خدمات اور احسانات اہل مدینہ کے ساتھ مشہور ہیں' گرد روضہ انور کے خالص صندل کی جالی قائم کر دی تھی' اسی حال پر روضہ انور

نمایاں تھا اور زمانہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بوجہ نہ رکھنے دروازے کے دونوں عمارتوں میں قبور مبارکہ تک کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے بعد سلطان مرحوم نے بغرض حفاظت اس عمارت اور صندلی جالی کے گرد پانی تک گہری نیو کھدوا کر اس کو فقط پگھلے ہوئے سیسہ سے بھر دی اور اس کو اسی طرح چھوڑ دیا تھا' بعدہ' ۸۸۱ھ میں سلطان اشرف قاتیبائی نے جو سلاطین مصر سے تھے اور خادم حرمین شریفین زمانہ سلطان قلاؤن صالحی سلطان روم میں یہ قبہ خضرا مع جالیوں سنہری کے بنوایا' جو اب تک موجود ہے۔ پھر وہ معجزات جو وقت بناء قبہ خضرا اس بنا سے پہلے وجود میں آئے' وہ تو بہت ہیں مگر اب ہم کچھ ان معجزات کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے بعض احباب ہند نے بارگاہ سلطان طیبہ میں خود دیکھے ورنہ اہل مدینہ طیبہ سے تو جو جو معجزات سنے گئے' وہ تو بہت ہیں اور کچھ ان معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو بذریعہ اولیاء امت جس کا جی چاہے ان کے مزارات پر جاکر ہر شخص اب دیکھ سکتا ہے۔

معجزہ اول: تقریباً ۱۳۲۸ھ میں بعد ادا کرنے فریضہ حج کے جب خاکسار حاضر حضور ہوا' ہمارے قافلہ کے بدو کہنے لگے' ایک دن سے زیادہ ہم مدینہ طیبہ میں قیام نہیں کرسکتے اور حیلہ کیا کہ شریف صاحب کی طرف سے ایک دن سے زیادہ قیام کی ممانعت ہے۔ آٹھ دن تک اپنی طرف سے ہمارے قافلہ نے اونٹوں کو چارہ دینے کا بھی اقرار کیا' جو اس وقت بہت گراں تھا مگر وہ بدو نہ مانے۔ آخر بارگاہ سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم میں التجا کی گئی۔ حضور نے وہ امداد فرمائی کہ بغیر کسی قسم کے صرف کے خود بدوؤں کو ایسا کوئی کام ضروری پیش آگیا کہ اپنے گھروں سے پورے آٹھ ہی دن میں واپس لوٹے اور خلافت کمیٹی والے گمراہ فرقے سے پریشان باتیں سن کر اگرچہ حضوری سے مایوس ہوگئے تھے مگر حضور کا وہ کرم ہوا کہ ہمارا قافلہ تو اس آرام سے گیا اور واپس براہ ینبوع جدہ تک آیا کہ اللہ ایسے امن کے ساتھ سب کو لے جائے۔

معجزہ دوم: ۱۳۰۷ھ میں بمقام ریاست الور جب مدرسہ قوۃ الاسلام قائم ہوا' ایک ریاست اودھے پور کے قاضی عبدالغفور نامی مبتدی طالب علم خاکسار سے کتب صرف و نحو پڑھتے رہے مگر خاکسار کا شوق ہجرت دیکھ کر اور فضائل قرب حضوری حضور سن کر میں ناکام یہاں ہی پڑا رہا اور وہ بفضلہ تعالیٰ مدینہ طیبہ پہنچ کر داخل دربانان مسجد نبوی اور سرکار محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بمشاہرہ دو مجیدی ماہوار ہوگئے۔ جب تقریباً ۱۳۲۸ھ میں خاکسار حاضر حضور سرکار ابد قرار سید مختار صلے اللہ علیہ وسلم ہوا' بہت محبت سے

پیش آئے اور بہت پر تکلف دعوت کی اور بیان کرم ہائے احمد مختار سید ابرار و اخیار محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم میں کہنے لگے کہ دو مجیدی' جو تقریباً پانچ روپیہ کے ہوتے ہیں' بظاہر میری تنخواہ ہے اور ایک بار میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ خرچ ستر اسی ماہوار کا ہے۔ تین شادی کیے بعد دیگرے یہاں آکر کرچکا ہوں۔ ایک بار مجھ کو سات گنی کی ضرورت تھی۔ یہ حضور ہی کا کرم تھا کہ پانچ روپیہ کے تنخواہ والے کو' جس کے پاس رہنے کو مکان مملوکہ نہیں اور سات گنی جو قیمتی ایک سو پانچ روپیہ کی ہوتی ہیں' بلا تکان قرض مل گئیں۔ میں نے ان گنیوں سے اپنی ضرورت تو پوری کرلی مگر باب السلام پر' جس دروازہ کا میں دربان ہوں' بعد نماز عشا یہ دل میں فکر کرتا رہا کہ تیری تنخواہ تو پانچ روپے ماہوار ہے' جس سے گزاراہ بھی مشکل ہے' پھر یہ سات گنی کیسے ادا ہوں گی۔ **شعر**

مگر اگر ہو نگاہ کرم میرے شہ کی — تو پھر ہے کیا مجھے پرواہ ہر کہ ومہ کی

اسی فکر میں بعد نماز عشا' وقت بند کرنے دروازوں مسجد مبارک کے' دروازہ بند کرکے گھر جاکر سو رہا۔ بعد ہو جانے اذان صبح کے شافعیوں کی نماز کے وقت حسب معمول باب السلام پر' جس پر میں متعین تھا' بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بزرگ نورانی شکل' جن کو نہ میں نے پہلے کبھی دیکھا تھا' نہ اس وقت سے آج تک باوجود تلاش دیکھا' تشریف لائے اور چودہ گنی میرے ہاتھ میں دے کر روضہ مقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں شکر خدا بجالایا اور سات گنی قرض کی ادا کرکے سات گنی اپنے خرچ میں لایا۔

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کا اگر ذکر کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے مگر اب بعض ان اولیاء اللہ کی کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے' جن کو ہر شخص ان کے مزارات کی زیارت کرکے اب دیکھ سکتا ہے۔

معجزہ سوم: شہر بھڑائچ میں' جو مشرقی ہندوستان میں ایک مشہور شہر ہے' حضرت سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کا' جو ایک ادنیٰ غلامان رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ہیں' مزار مقدس ہے۔ جیٹھ کے مہینہ میں اس مزار مقدس کا غسل ہوتا ہے۔ اس کا دھوون اور غسالہ جب خانقاہ کی موری سے بہہ کر نیچے گرتا ہے' اکثر کوڑھیاس دھوون سے نہاتے ہیں اور فی الفور شفا پاتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر' جو آگرہ میں بشرکت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرحوم' جو میرے بڑے دوست تھے' دکان انگریزی دواؤں کی کرتے تھے اور انہی کی شرکت کے ساتھ شفاخانہ بھی کھول رکھا تھا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ایام ملازمت میں جب میں بھڑائچ متعین ہو کر گیا اور کوڑھیوں کے شفا پانے کا غسالہ مزار مبارک سے تذکرہ سنا' مجھے یقین نہیں آیا اور میں عوام الناس کی خوش

عقیدگی پر محمول کرتا رہا۔ مگر جب زمانہ غسل کا آیا' خدا کی قسم اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کوڑھی اس غسالہ سے نہاتے جاتے تھے اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کی گری ہوئی انگلیاں ہموار ہوتی جاتی تھیں اور اگتی معلوم ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں بالکل تندرست ہو گئی اور کوئی نشان مرض کا باقی نہ رہا۔ اور میں نے اپنے خیال بد سے توبہ کی۔ قاضی احسان الحق صاحب جو شاگرد مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی ہیں اور خاص بھڑائچ کے رہنے والے' میں نے ان سے جو اس واقعہ کا ذکر کیا' فرمانے لگے' پوچھنے کی کیا ضرورت ہے' جو چاہے یوم غسل' جو غالباً پندرہ تاریخ جیٹھ کو بتلایا تھا' اگر بچشم خود دیکھ لے۔ مگر دیکھنے والے کو چاہیے کہ کسی کوڑھی کو ساتھ لیتا آئے۔ اس واسطے کہ بعض اوقات کوئی کوڑھی نہیں بھی ہوتا۔ یہ امر اگرچہ بظاہر کرامت سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے مگر حقیقتاً معجزہ ہے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

معجزہ چہارم: قصبہ سرولی ضلع بریلی میں حضرت زغن شاہ صاحب کا مزار ہے جو ادنیٰ غلامان محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ ان کے احاطہ مزار میں اکثر کالے بچھو بکثرت ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ مگر احاطہ کے اندر جس کا جی چاہے مٹھی میں پکڑ لے' ڈنک کو سمیٹ لیتا ہے اور ہرگز کسی کو ڈنک نہیں مارتا۔ اسی بچھو کو اگر احاطہ سے باہر لا کر دیکھا جائے تو ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ جانبر ہونا مشکل ہوتا ہے۔ یہ بھی ان کی کرامت ہے اور حقیقتاً معجزہ ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

معجزہ پنجم: شہر جونپور میں جامع مسجد کے آگے جو کنارہ دریا پر واقع ہے' کثرت سے مزارات ہیں۔ مسجد کے سامنے کسی بزرگ کا مزار ہے' جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ان کی قبر کھردرے پتھر سنگ خارا کی ہے مگر اس پر جگہ جگہ سنگ مرمر کے سے پیوند سفید صاف و شفاف لگے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے بعد وعظ جمعہ جو مسجد کے نمازیوں سے اس امر کو دریافت کیا تو کہنے لگے' یہ ان کی قبر کی کرامت ہے۔ ہر سال اس قبر کا کچھ نہ کچھ حصہ سنگ مرمر ہو جاتا ہے۔ میں نے جو وہاں کے دو تین طالب علموں سے دریافت کیا تو انہوں نے اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ حصہ قبر کا اسی سال ہمارے سامنے سنگ خارا سے بصورت سنگ مرمر متبدل ہوا ہے۔

معجزہ ششم: مولوی قاری محبوب علی خان صاحب لکھنوی' جو ہمارے مدرسہ "مرکزی حزب الاحناف" میں آج کل پڑھ رہے ہیں' اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ شہر امروہے میں شاہ نصیر الدین

صاحب کا مزار ہے۔ ان کے احاطہ خانقاہ کے اندر بھی یہی کرامت موجود ہے۔ قاری صاحب کا بیان ہے کہ وہاں بھی بڑے بڑے بچھو بکثرت ہوتے ہیں۔ میں نے ایک بچھو کو بنظر امتحان ہاتھ میں لے کر بند کیا مگر میں نے دیکھا کہ وہ ڈنک کو اندر سمیٹے لیتا تھا۔ بڑی دیر تک ہاتھ میں رکھا مگر مطلقاً ڈنک نہ مارا۔ وہاں کے پیرزادہ بیان کرتے تھے کہ بنظر امتحان ایک انگریز نے احاطہ کے اندر جب ہر طرح آزما کر دیکھا کہ بچھو ڈنک نہیں مارتا' ایک بچھو کو آبخورہ میں بند کر کر احاطہ سے باہر لے گیا اور اس بچھو کو ایک کتے پر ڈالا۔ اس کتے کو ایسا ڈنک مارا کہ وہ چیخ چیخ کر مر گیا۔

معجزہ ہفتم: مدینہ طیبہ کے امام مصلے مالکیہ جو اب یہاں لاہور میں موجود ہیں' بیان فرماتے ہیں کہ شہر دمشق میں ایک قبرستان بنام شہدائے اربعین مشہور ہے۔ وہاں ایک مزار ہے جس سے پاؤں ترو تازہ زندہ آدمی کا سا باہر نکلا ہوا ہے۔ اور وہ ہر کس و ناکس کو کھول کر نہیں دکھایا جاتا۔ میں نے کھول کر بچشم خود زیارت کی جس کا قصہ وہاں کے مجاوروں سے یہ سنا کہ اس مزار کے قریب بعض منکر حیاۃ اولیاء اللہ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر زندہ ہیں تو اپنا کوئی عضو دکھا دیں۔ یکایک یہ قبر پھٹی اور پاؤں قبر سے باہر نمودار ہوا۔ جب سے اس حالت کے اوپر موجود ہے اور بغرض حفاظت غلاف سے ڈھکا رہتا ہے۔

معجزہ ہشتم: میرے والد ماجد غفرلہ اللہ لہ' فرماتے تھے کہ زمانہ لڑکپن میں بمقام شہر تجارہ' جو قریب ریاست الور ہے' ہم چھوٹے چھوٹے بچے مرزا امینا بیگ صاحب مرحوم جاگیردار ریاست کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب کے گھوڑے کی لہاس میں جس کو پنجابی میں کھرلی کہتے ہیں' ایک پتھر نکلا ہوا تھا' جس سے گھوڑے کو ہمیشہ تکلیف ہوتی تھی۔ ہمارے سامنے مرزا صاحب سائیس پر خفا ہوئے اور کہنے لگے' تجھ کو کئی بار کہا گیا ہے کہ اس پتھر کو نکال دے مگر تو نہیں نکالتا۔ سائیس کہنے لگا: حضور کیا کروں' جب میں ارادہ کرتا ہوں کوئی نہ کوئی ایسا کام پیش آجاتا ہے کہ میں نہیں نکال سکتا۔ لیکن آج میں ابھی نکالتا ہوں۔ اس نے کدال مار کے جونہی پتھر کو نکالا' تمام میدان اور مکان خوشبو سے اتنا مہکا کہ مرزا صاحب کو یقین ہو گیا کہ ہمارے عطر خانے کی شیشیوں کو کسی نے توڑ دیا مگر جب دیکھا گیا سب سالم تھے۔ باہر آکر لوگوں سے پوچھ رہے تھے یہ اتنی خوشبو کہاں سے آرہی ہے۔ سائیس نے عرض کیا کہ حضور میں نے جہاں سے پتھر نکالا ہے' اس کے اندر سے خوشبو آرہی ہے اور اس کے اندر کوئی بزرگ سفید پوش لیٹے ہوئے ہیں۔ اس خبر کو سن کر اکثر اہل شہر زیارت کو آئے۔ تو پھر مرزا صاحب نے اس لہاس کو موقوف کر کے وہاں پر چبوترہ بنا کر نشان

قبر بنادیا۔

معجزہ نہم: اس وقت مجھ کو نام اس جگہ کا یاد نہیں۔ بتواتر اہل بمبئی سے سنا ہے کہ اس علاقہ میں بھی ایک بزرگ کا مزار ہے' جن کے احاطہ میں ہر سونے والے کے بچھونے سے ایک دو سانپ' دو چار بچھو ضرور نکلتے ہیں مگر ان کے احاطہ کے اندر کسی کو ہرگز نہیں کاٹتے۔ اس قسم کے واقعات و معجزات مزارات غلامان محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اب بھی موجود ہیں' جن کے لکھنے کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے' لہٰذا اسی قدر پر کفایت کر کے اب اس باب کو شروع کیا جاتا ہے اور وعدہ کو پورا کیا جاتا ہے' جس کا بیان ابتداء مقدمہ میں کئی جگہ کیا گیا ہے کہ من حیث الکلام وہ کونسی قوتیں ہیں جن کا مقابلہ کوئی انسان بلکہ کوئی جن و بشر نہ آج تک کر سکا' نہ آئندہ کر سکے۔ اور وہ باوجود بہت سی تلاش کے' بجز قرآن مجید کے' خواہ وہ کتاب اللہ مشہور ہو یا کتاب الجن' خواہ کتب البشر' کسی کتاب میں نہیں پائی جاتیں' حالانکہ عبارت قرآن بوجہ ہمارے تلفظ حادث کے مشابہ کلام انسان اور دال علیٰ کلام اللہ سمجھی جاتی ہے۔ فقط۔

باب سوم

ان صفات اور قوتوں کا بیان ہے کہ جن کا پایا جانا بجز کلام خدا کے ہر کسی کے کلام میں محال ہے اور جن کا وعدہ جواب اعتراضات مذکورہ میں کیا گیا تھا اور بیان میں اس امر کے کہ یہ سب قوتیں اور صفتیں من حیث المجموع بحیثیت کلام بجز قرآن مجید کے کسی کتاب میں' جو الہامی کتاب یا کلام اللہ کہلائی جاتی ہیں' نہیں پائی جاتی' جس سے بداہتاً ظاہر ہے کہ بجز قرآن مجید کے اصلی کتاب اللہ بے حد مشہور اور محفوظ بلا تحریف کوئی کتاب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے زمانہ تک نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا بعد نزول قرآن مجید' قرآن مجید کے سوا کسی کتاب کو محفوظ و مشہور واجب العمل کہنا جائز نہیں۔

جملہ ارباب بصیرت اور اہل انصاف پر واضح ہو کہ یہ امر تو ہم اول مقدمہ میں ظاہر دکھا چکے ہیں کہ خدا کے کلام کو خواہ یوں کہو اس کلام کو جو زبان پیغمبر سے ہمیشہ کے لیے دلالت کرنے والا کلام نفسی ازلی خداوند کریم پر بشان قدیم ظاہر ہے' اگرچہ بوجہ تلفظ و تکلم انسان وہ حادث اور آدمی معلوم ہوتا ہے' مگر اگر اس میں خدا کی سی ایسی قوتیں پائی جائیں کہ جن کا مقابلہ کوئی شخص مخلوقات میں سے نہ کر سکا اور نہ کر سکے' بلاشبہ اس کو کلام اللہ اور باعتبار ہمارے تکلم حادث کے دال علی کلام اللہ الازلی کہا جائے گا اور جس میں ایسی قوتیں نہ پائی جائیں' بلاشبہ اس کو کلام مخلوق مانا جائے گا۔ لہٰذا اول ہم ان اوصاف اور قوتوں کا ذکر کرتے ہیں' جن کا مقابلہ بحیثیت کلام کوئی نہ کر سکا ہو اور نہ کر سکے گا اور پھر ان قوتوں کو چونکہ ہم نے بجز قرآن مجید کے کسی کتاب میں نہیں پایا' قرآن مجید میں اول بطریق تمثیل ایک جگہ اور فرداً فرداً ان شاء اللہ سارے قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع پر بیان کریں گے اور پھر ہماری تمام دنیا کے مذہب والوں سے استدعا ہے کہ اگر وہ ایسی قوتیں من حیث المجموع اپنے مذہب کی کتاب میں دکھا سکیں' دکھا دیں۔ ہم اس کتاب کے اتباع کو تیار ہیں اور اگر نہ دکھا سکیں اور ان

شاء اللہ ہرگز نہ دکھا سکیں گے' تو ضرور پیروی قرآن اور حامل قرآن کو اپنی نجات کے لیے ضروری سمجھیں۔
واللہ ولی التوفیق وھو لنا فی کل محل رفیق۔

صفت اور قوۃ اول: اس درجہ کی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس کے ہم زبان بڑے بڑے فصیح اور بلیغ شہرۂ آفاق ناظم و ناثر اس درجہ کی فصاحت و بلاغت کو طاقت مخلوق سے خارج مان لیں۔

صفت اور قوۃ دوم: اس درجہ کی قوت ہدایت اور قبولیت قلوب اور تاثیر ہے کہ چوروں کو' قزاقوں کو امانت دار' زانیوں کو پارسا' بت پرستوں کو خدا پرست' جاہلوں کو فقیہ' مشرکوں کو موحد' ایسے سخت مزاجوں کو' جن کو آدمیوں کا ناحق خون کرنا ایک بات ہو بلکہ مردم کشی ان کا دائمی پیشہ ہو' تھوڑے عرصہ میں خوش خلق' خدا ترس' خدا شناس' نیک اساس' بغیر کسی لالچ اور خوف اور سامان ظاہری کے بنا دے' پیدائشی طور سے جن امور کی طرف نفس انسانی کو رغبت ہوتی ہے' ان امور کی طرف رغبت دلانے اور آزادی کا سبق پڑھانے اور بے قید بنانے کی نصیحت بہت جلد مقبول قلوب ہوتی ہے مگر ہر خواہش نفسانی کو اعتدال پر لانا اور آزاد منشوں اور بے قیدوں کو رضائے مولیٰ کے موافق تھوڑے عرصہ میں مطابق فطرت سلیم مقید بنانا تمام عالم کے بنانے والے ہی کا کام ہے اور یہ قوت جہاں تک غور کیا جاتا ہے' واقعی کلام اللہ ہی کے ساتھ مخصوص بلا کلام ہے۔

صفت اور قوۃ سوم: دن دونی رات سوائی ایسی شہرت ہے کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے کہ جہاں اس کو طلب کیا جائے اور وہ نہ ملے۔ اور باوجود اس شہرت کے کمی بیشی زیر و زبر تک سے محفوظ رہے اور جس قدر وہ کتاب الٰہی دنیا میں مشہور و مشتہر ہوتی جائے' برخلاف عادت اس کے حفاظت اور محفوظیت مضبوط و مستحکم ہوتی جائے اور بہ مقتضاء شان عادل مطلق اس قدر دنیا کے لوگوں کو' جن تک اس کی شہرت پہنچتی جائے' اپنی فرمانبرداری اور نافرمانی کی جزا اور سزا کا حکم سنائے اور جن لوگوں تک ابھی نہیں پہنچی' اپنے پہنچنے سے پہلی حالت کے گناہوں کو توبہ کرتے ہی یکدم معاف فرمادے اور رفتہ رفتہ تمام ہی دنیا میں مشہور و مشتہر ہو جائے۔ اس واسطے کہ یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ دنیا میں جو کتاب الٰہی جس قدر مشہور پائی جاتی ہے' اسی قدر غیر محفوظ نظر آتی ہے اور اگر بالفرض کوئی محفوظ بھی کہلائی جاتی ہے' چونکہ وہ فقط کاغذی پیرہن میں کہیں کہیں پائی جاتی ہے' اول تو برائے نام ہی پائی جاتی ہے' علاوہ بریں جب خط کی مشابہت خط

سے ممکن نئے کاغذ کو پرانا کر دکھانے کے مصالح موجود' پھر جب تک وہ کتاب' جس کو خدا کی کتاب مانی جائے' ایسی شہرت نہ پائے کہ دور دور چند ولایتوں مشہور میں اپنے ابتداء ظہور سے آخر دور تک ہر دور میں اپنے اول دور سے بطریق شہرت اور تواتر محفوظ اور مطابق ہوتے نہ چلی آئے' پچھلے لوگوں کو اس کے دوسرے دور کی نقلوں کو دور اول کے اصلی نسخوں سے علیٰ ہذا القیاس آخر دور تک مطابق ہونے کا کیونکر یقین آئے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب منجانب اللہ بغرض ہدایت عامہ مخلوق آئے اور فقط ایک دو شہروں میں اپنے کسی دور میں بھی اگر چند لوگوں کے پاس غیر مشہور ہو کر رہ جائے' اس کو ہدایت نامہ عامہ مخلوق کیونکر مانا جائے جب تک یہ نہ مان لیا جائے کہ اللہ جل شانہ' جس ہدایت کو دنیا میں پھیلانا چاہے' برخلاف مشیت ایزدی بندے اس کی اشاعت کو روک سکتے ہیں۔ اور مشیت ایزدی کا مقابلہ افراد بشر کر سکتے ہیں حالانکہ جس کو ذرا سی بھی عقل ہے' وہ جانتا ہے کہ مشیت ایزدی کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

ماسہ گھٹے نہ تل بڑھے بن سائیں کی چاہ لا تتحرک ذرہ الا باذن اللہ

پھر وہ کتاب الٰہی جس کو ہدایت نامہ عام مخلوق کہا جائے' اگر کسی زمانہ میں بھی چند آدمیوں کے پاس غیر مشہور ہو کر رہ جائے' خصوصاً اس وقت میں کہ وہ لوگ بھی ایسے ہوں جو اس کتاب کے ذریعہ سے اپنی تعظیم و تکریم دوسروں سے چاہیں اور شہادت تواریخ معتبرہ برخلاف اس کے اول دور کی نئی نئی سینکڑوں باتیں برخلاف اس کتاب کے اپنی کمائی کے لیے اپنے مذہب میں پھیلا دیں اور بوجہ اپنی اس خود غرضی کے یا بوجہ کسی اور نقصان کے مخالفین سے ڈر کر یا کچھ اور خوف کر کے دوسری قوموں کو دکھانے تک سے چھپا دیں' ممکن نہیں کہ وہ سب اتفاق کر کے اس میں جو کچھ چاہیں' اپنی طرف سے ویسی ہی عبارتیں بنا کر نہ ملا دیں اور جس قدر چاہیں' نہ گھٹا دیں اور بوقت ضرورت اپنے مطلب کے موافق جس طرح چاہیں' لکھ کر پرانا نسخہ معتبر نہ کر دکھائیں اور اس کے اصلی نسخہ ہونے کے مدعی نہ بن جائیں۔ اس واسطے کہ جو خدا کی کتاب اس کے تمام بندوں کی رہنمائی کے واسطے مانی جائے' چونکہ اس کے نزدیک تمام آدمی اس کے بندے ہونے میں سب برابر ہیں' ضرور ہے کہ کبھی کسی دور میں کسی سے نہ چھپائی جائے۔ بلکہ اگر ظاہر ہوتے ہی تمام آدمیوں کو اپنی اطاعت اور عدم اطاعت کی جزا اور سزا میں یکدم ماخوذ کرے' ضرور ہے کہ تمام دنیا میں یکدم برابر مشتہر ہو جائے اور اپنے اول دور سے آخر دور تک یکساں مشہور رہے اور اگر یہ نہیں اور فی الواقع یہ بات تو کسی بھی کتاب میں نہیں تو اتنی بات تو بالضرور ان کتابوں میں سے خدا کی سچی کتاب میں ہونا ضرور ہے کہ دن دونی رات سوائی تمام ہی عالم میں رفتہ رفتہ شہرت پاتی جائے اور اسی مقدار کے لوگوں کو جہاں تک شہرت پائے' اپنا مطیع بنا کر پہلی جہالت کی حالت کے گناہوں کی

معافی کا حکم سنائے اور اس سے پہلے جو لوگ مر گئے ہوں گو وہ پہلی شریعت کی نافرمانی میں اگر اس سے پہلے کوئی اور کتاب الٰہی اور شریعت ہو ماخوذ ہوں مگر اپنی فرمانبرداری اور نافرمانی کے اعتبار سے خلاف عقل اور قاعدہ حکمت و عدالت مواخذہ نہ فرمائے تاکہ خلاف حکمت و عدالت خدا کی طرف نسبت کرنا لازم نہ آئے اور پھر اس کے اول دور سے آخر دور تک جس قدر زمانے کے واسطے وہ دستور العمل ہو کوئی اس کو نہ چھپا سکے اور اس کی قوت غیبیہ پر کسی کو اس کے چھپانے کی یا فقط اپنے ساتھ خاص کر لینے کی طاقت نہ ہو سکے اور کوئی اس کی قوت الہیہ پر غلبہ نہ کر سکے اور اس کے ایک بھی زیر و زبر میں اگر کوئی بادشاہ ہفت اقلیم بھی چاہے بال کے برابر بھی بل نہ آئے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ قوت الٰہی کو بندہ توڑ سکتا ہے اور خدا کا مقابلہ جو چاہے کر سکتا ہے (معاذ اللہ منہا) یا بعینہ خالق برحق عادل مطلق پر یہ مثال صادق آئے گی کہ فرمان شاہی ایک گاؤں کے نام آئے اور دوسرے گاؤں والوں سے چھپایا جائے یا کچھ اول بدل کر کے دوسروں کو دکھایا جائے اور پھر انصاف کے وقت کسی سے بھی نافرمانی ظاہر ہو تو سب کو مجرم بغیر خطا کے بنایا جائے اور وہ فرمان سب پر حجت لایا جائے۔ **تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔**

صفت و قوۃ چہارم: وہ جامعیت ہے کہ امی لقب ان پڑھے ایسے مقبول بندے کے ذریعہ سے ظاہر ہو کہ جو بظاہر بجز ضرب المثل ہونے کے صداقت اور سچائی اور نیک چلنی اور خوش اخلاقی اور ہمدردی بنی نوع انسان بلکہ ہمدردی جملہ اشیاء و افراد جہان کے اور کوئی کمال علمی و عملی نہ رکھتا ہو اور پھر وہ مضامین جامع بیان کرے کہ قیامت تک کا کوئی قضیہ فیصلہ ضروری باقی نہ چھوڑے۔ بڑے بڑے دانش مند اور دہریوں کے من گھڑے قانون کو توڑے اور ان کو اپنی طرف متوجہ ہی نہ کرے بلکہ ان کو اپنا غلام جان نثار بنا کر چھوڑے اور جس طرح اللہ جل شانہ ایک آن میں ہر چیز کا زندہ کرنے والا بھی ہے اور مارنے والا بھی اسی طرح اس کا کلام بھی اگر فی الواقع اس کا کلام ہو یا دال علی کلام اللہ تعالیٰ من حیث الکلام جامع اضداد ہو اور جامع جمیع علوم آسان ہو تو ایسا آسان ہو کہ بقدر ضرورت ہر کوئی اس کی سمجھ حاصل کر سکے اور باوجود اس آسانی کے مشکل ہو تو اتنا مشکل کہ قیامت ہو جائے مگر اس کے نکات اور حکمتیں اور احکامات ختم نہ ہوں۔

صفت و قوۃ پنجم: یہ ہے کہ وہ کتاب جیسے وہ ہدایت نامہ مخلوق کے واسطے ہو اسی طرح وہ اپنے ماننے والے کو ہر موقع پر اس طریق پر تنبیہ کرتی ہے [illegible] ار پر ظاہر ہو جائے کہ یہ ہدایت

نامہ نازل کیا ہوا خداوند کریم کا ہے' نہ تصنیف کردہ اس پیغمبر کا' جو مدعی اس کتاب کے لانے کا ہے اللہ کی طرف سے' اس واسطے کہ دنیا بھر کی کتابوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر شعرا اپنے نفس کو مخاطب کر کے اگرچہ تنبیہہ کرتے رہتے ہیں مگر کوئی مصنف اجنبی بن کر اپنے آپ کو مخاطب بنا کر اپنی لغزش یا قصور کو بیان کرتا نہیں دیکھا گیا' نہ اپنے اوپر احکامات جاری کرتا۔

صفت و قوۃ ششتم: جو کچھ علوم غیبیہ وہ اور اس کا لانے والا بیان کرے' وہ سب مطابق واقعہ کے وقتاً فوقتاً ظہور میں آتے رہیں۔

صفت و قوۃ ہفتم: جو سوال اس کی نسبت کوئی معاند کرے' اس کا جواب مسکت وہ خود دے اور اپنے اوپر سے اعتراض اٹھانے میں کسی کی محتاج نہ ہو۔

صفت و قوۃ ہشتم: جو فی الواقع تکملہ انہی مذکورہ قوتوں کا ہے' یہ ہے کہ جو کچھ وہ پیشگوئیاں خصوصاً اپنی نسبت اور اپنے لانے والے اور اپنے تابعین کی نسبت کرے اور لازم ہے کہ ضرور ہی کرے' وہ سب کی سب ہو بہو مطابق ہوتی چلی جائیں۔

قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت

قرآن مجید اگرچہ باعتبار کلام الٰہی ہونے کے خدا کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور قائم تھا' جیسے خدا تعالیٰ بے مثل اور بے مانند اور قدیم ہے' ایسے ہی اس کا کلام پاک بھی بے مثل اور قدیم ہے' مگر جس طرح ہم سب اللہ کے علم میں اگرچہ ہمیشہ سے موجود اور قدیم تھے مگر اس کیفیت خاص کے ساتھ کہ کوئی مخلوق ہم جیسی مخلوق ہرگز پیدا نہیں کر سکتی' جس طرح ظاہر ہو کر ہم مخلوق خدا کہلائے گئے ہیں' اسی طرح یہ کلام الٰہی قدیم بے مثل بغرض ہماری ہدایت کے بوجہ ہونے ہمارے تلفظ کے حادث باعتبار تلفظ کے اگرچہ حادث معلوم ہوتا ہے اور فی الواقع نہ نظم قرآن حادث ہے' نہ وہ کلام مگر یہ ہمارا تلفظ اس کلام ازلی ابدی یہ اس شان کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ اس کے دال علیٰ کلام ازلی ابدی ہونے میں کوئی شک نہ کر سکے' اس واسطے کہ جملہ اہل عرب اسی زبان عربی میں' جس کے ساتھ وہ اپنی بلاغت اور فصاحت کا اظہار کیا کرتے تھے' بلاشبہ یہ کلام دال علیٰ کلام الازلی ابدی قدیم مشابہ اسی زبان کے ظاہر ہے' لیکن اپنے بے مثل اور بے نظیر

دال علیٰ کلام الٰہی ہونے پر ۱۳۴۸ برس سے باوجود نثر ہونے کے اپنی بے مثل قوت فصاحت اور بلاغت کی بے نظیر قوۃ قبولیت اور تاثیر کی بے مانند قوۃ ہدایت اور جامعیت کی علی الاعلان دکھا رہا ہے اور اپنے مقابلے میں عموماً سب کو خصوصاً بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء عرب اور بڑے بڑے نامی شاعروں کو منادی فرما کر اپنے کلام الٰہی' بے مثل' عالیشان' خارج طاقت جن اور انسان سے ہونے پر بہت زور کے ساتھ دعویٰ کر رہا ہے اور قیامت تک اپنی اسی شان کے ساتھ باقی رہنے پر ۱۳۴۸ برس سے پیشین گوئی فرما رہا ہے اور اس پیشین گوئی کو مطابق واقعہ دکھلا رہا ہے اور باوجود بار بار تحدی کرنے کے اور اپنے مقابلے میں بلانے کے کوئی سمجھدار آج تک مقابلہ میں آیا' نہ آ سکے گا۔ بعض بے سمجھ اگر مقابلے میں آئے اور آتے بھی ہیں' جب موازنہ کر کے دیکھتے ہیں اور اپنی بے سمجھی پر قائل ہو کر جاتے ہیں اور اپنی بے سمجھی پر نادم ہو کر منہ چھپا کر بھاگتے اور اب بھی منہ چھپاتے نظر آتے ہیں۔

عتبہ کا اعتراف عجز:

چنانچہ "حجتہ اللہ" میں ہے کہ تمام بڑھ کے شاعروں عرب سے' جس کو تمام شعراء عرب اپنا رئیس سمجھتے تھے' عتبہ بن ربیعہ تھا۔ ایک دن قریش کے چند معتبر آدمیوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سب سے بڑھ کر علم سحر کا ماہر اور کہانت اور شعر کا جو شخص ہو' مناسب ہے کہ ہم اس کو ان کی خدمت میں بھیجیں کہ جو ہم میں دعویٰ نبوت کر رہے ہیں' جن کی وجہ سے ہم میں باہم اختلاف پھیل رہا ہے' ہماری جماعت کے مختلف فرقے ہو گئے' ہمارے دین کو معیوب سمجھتے ہیں' پھر ہم دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ باتفاق سب نے کہا کہ ایسا شخص سوائے عتبہ بن ربیعہ کے' ہم میں کوئی نہیں معلوم ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خود عتبہ بن ربیعہ نے اپنے آپ کو امور مذکورہ میں سب سے بڑھ کر ماہر سمجھ کر اس امر کی درخواست کی اور وہ بموجب مشورے قریش کے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر آ بیٹھا اور عرض کرنے لگا کہ اے بھتیجے باعتبار حسب اور نسب اور عزت و جاہ کے جو تم کو ہم پر شرف حاصل ہے' سب جانتے ہیں مگر تم وہ بڑی بات ہم میں لے کر آئے ہو کہ جس سے ہماری جماعت میں تفرقہ پڑ گیا اور تم ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف جانتے ہو' ہمارے معبودوں کو اور ہمارے دین کو عیب لگاتے ہو اور ہمارے تمام بزرگوں کو بوجہ بت پرستی کے کافر کہتے ہو۔ اس کا نتیجہ سوا اس کے نہیں کہ ہم سب آپس میں تلواروں سے لڑ مر کے فنا ہو جائیں' اس واسطے میں چند امور آپ پر پیش کرتا ہوں کہ جن میں سے ایک کو اگر آپ قبول کر لیں' امن و اتفاق کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

حضور کا دنیاوی نعمتوں سے امتحان:

آپ نے فرمایا' کہو جو کچھ کہنا ہے۔ ابوالولید عتبہ بن ربیعہ کہنے لگا' بھتیجے اگر اس امر سے' جس کو تم لائے ہو' تمہاری غرض مال کا جمع کرنا ہے' ہم سب تمہارے واسطے اتنا مال جمع کر دیں کہ سب میں بڑھ کر تم ہی مالدار نظر آؤ۔ اور اگر تمہاری غرض یہ ہے کہ تم ہم سب کے سردار بن کر رہو تو ابھی ہم سب تم کو اپنا سردار بناتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ تمہارے بغیر حکم کے ہم کچھ نہ کریں گے اور اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو ہمارے تمام ملک کا' تم کو بادشاہ بنانے کے لیے بھی ہم تیار ہیں۔ اور اگر تم اس جن سے' جو تمہارے پاس آتا ہے' عاجز ہو اور تم اس کو دفع نہیں کر سکتے' ہم تمہارے علاج میں اس فن کے ماہروں سے خرچ کرنے کو تیار ہیں' اس وقت تک کہ تمہیں شفائے کامل حاصل ہو جائے۔

جب عتبہ نے قرآن سنا:

جب عتبہ یہ سب کچھ کہہ چکا تو آپ نے فرمایا' کچھ اور تو کہنا نہیں ہے۔ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا' اب کچھ مجھ سے بھی سن لو۔ کہنے لگا' بہت اچھا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورۂ حم سجدہ پڑھنا شروع کی۔ جب حضور قرانا عربیا تک پہنچے' عتبہ بن ربیعہ دونوں ہاتھ پشت پر لگا کر ہمہ تن اس کے سننے کی طرف مشغول ہو گیا' یہاں تک کہ حضور نے آیہ سجدہ تک پہنچ کر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا' ابوالولید تم نے کچھ سنا۔ کہنے لگا' خوب سنا۔ تم تم ہی ہو اور یہ یہ ہی ہے اور اٹھ کر اپنے یاروں کی طرف روانہ ہوا۔ قریشی اصحاب شوریٰ اس کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے: خدا کی قسم' ابوالولید جس منہ سے گیا تھا' اس حال پر واپس نہیں آیا۔ چنانچہ جب ابوالولید عتبہ ان میں آ کر بیٹھ گیا اور جب انہوں نے اس کے حال سے استفسار کیا' جو حضور کے ساتھ اس کو پیش آیا تھا' بے اختیار اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے ان سے وہ کلام سنا ہے کہ جس کی مثل میں نے آج تک کبھی نہیں سنا تھا۔ خدا کی قسم نہ وہ کلام شعر ہے نہ جادو اور نہ کلام کاہن۔ اے جماعت قریش کی میری مانو تو ان کے اور ان کے کام میں ہرگز تم کچھ دخل مت دو اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ ابوالولید نے خدا کی قسم کھا کر اور یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا کہ نہ وہ کلام جادو ہے نہ شعر ہے نہ کہانت' یہ بھی کہا کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر جب مجھ کو حم۔ تنزیل من الرحمن الرحیم سناتے سناتے جب یہ پڑھا کہ فقل انذرتکم صاعقہ مثل صاعقتہ عاد و ثمود یعنی کہہ دیجئے کہ میں تم کو

ڈراتا ہوں اس بجلی کی کڑک سے جو مثل کڑک عاد اور ثمود کے ہے' میں نے ان کو رحم کی قسم دلا کر یعنی باہمی رشتے کا تعلق جتا کر روکا اور تم جانتے ہو جو کچھ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' جھوٹ نہیں ہوتا' اس واسطے میں ڈرتا ہوں کہ کبھی تمہارے اوپر قوم عاد اور ثمود کا سا عذاب نہ آپڑے۔ یہ دونوں روایتیں سنن بیہقی وغیرہ کی ہیں۔

ابوذر غفاری کے بھائی کا اعتراف:

اور مسلم شریف میں بیان اسلام ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ جناب رسالت ماب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دعوئی نبوت کا کیا ہے' اپنے بھائی حضرت انیس کو آپ کا حال دریافت کرنے کو بھیجا۔ اس واسطے کہ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میرے بھائی فن شعر میں اس قدر کمال رکھتے تھے کہ ایام جاہلیت میں بڑھ کے بارہ شاعروں کے منہ پھیر دیے تھے اور ان کی فصاحت و بلاغت کو بڑے بڑے شعراء عرب مانتے تھے۔ چنانچہ حضرت انیس جب مکہ مکرمہ سے حضور سے مل کر واپس آئے اور حضرت ابوذر نے آپ کا حال دریافت کیا تو کہنے لگے' بیشک وہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوئی نبوت کا کیا ہے اور جو کلام خدا وہ سناتے ہیں' بعض عرب اس کو شعر کہتے ہیں' بعضے سحر' بعضے کہانت کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر خدا کی قسم' میں نے کاہنوں کے بہت کلام سنے ہیں اور فن شعر میں تو میں خود کمال رکھتا ہوں اور ساحروں کی باتوں سے بھی واقفیت رکھتا ہوں مگر ان کے کلام کو میں نے بہت طریقوں سے جانچ کر دیکھا۔ نہ وہ شعر ہے' نہ کلام کاہنوں کا اور خدا کی قسم' بیشک وہ سچے ہیں اور ان کے منکر سب جھوٹے۔

ولید بن مغیرہ نے قرآن کی فصاحت کے سامنے سر جھکا دیا:

اور سنن بیہقی میں ہے کہ ولید بن مغیرہ فن فصاحت میں تمام قریش کا سردار تھا۔ ایک دن حضور سے کہنے لگا کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوتا ہے' اس میں سے کچھ مجھ کو بھی سنائیے تاکہ میں اس میں غور کر سکوں۔ آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پڑھنے لگے **ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون** ○ ولید یہ سن کر کہنے لگا' ذرا دوبارہ پڑھئے۔ جب آپ نے دوبارہ پڑھا' سن کر بے اختیار کہنے لگا: قسم ہے خدا کی' بیشک اس کلام میں عجیب شیرینی ہے۔ اور بیشک اس سے خوشی اور شادمانی اور دل پذیری

ٹپکتی ہے۔ اس کی اوپر کی جانب بار آور ہے اور نیچے کی جانب اس کی مختلف شاخیں نکالنے والی ہے اور ایسا کلام کوئی بشر نہیں کہہ سکتا۔ پھر اپنی قوم سے کہنے لگا: خدا کی قسم' تم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی علم شعر کا ماہر نہیں اور نہ مجھ سے زیادہ جنوں کی باتیں جاننے والا۔ بیشک یہ کلام نہایت ہی شیریں اور مقبول قلوب دلچسپ اور بار آور اور شاخ دار ہے۔ بیشک یہ کلام سب پر بلند رہے گا اور کبھی کسی سے پست نہ ہو گا اور اپنے ماتحتوں کو تو مطیع بنائے گا۔

حج کے موقعہ پر قرآن کی فصاحت نے عربوں کو حیرت زدہ کر دیا:

ابن اسحٰق اور حاکم اور بیہقی سند جید کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ بعضے جمعیت عرب کے موقعوں میں مثل ایام حج کے بہت سے آدمی ولید ابن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے' اس واسطے کہ یہ عمر رسیدہ بھی تھا اور تمام قریش کے عالموں میں سے فن شعر میں صاحب کمال اور فن فصاحت میں سب کا مانا ہوا اور سب کا پیشوا' اس واسطے اس نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ موسم کا زمانہ ہے یعنی تمام اطراف و بلاد کے عربوں کے جمع ہونے کا وقت اور تمہارا انکار اور حضور کا دعویٰ نبوت سب جگہ شہرت پا چکا ہے' اس واسطے سب کو چاہیے کہ لوگوں کے سنانے کو ہم سب ایک امر پر اتفاق کر لیں تاکہ ایک دوسرے کی بات آپس میں ایک دوسرے کی تکذیب نہ کر دے۔ کہا' جب آپ ہم سب کے سردار ہیں' آپ ہی فرمائیں کہ ہم کیا کہیں۔ کہنے لگا' اول تم اپنی رائے بیان کرو۔ سب نے کہا کہ ہم سب سے یہی کہیں گے کہ حضور کاہن ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم نے سینکڑوں کاہنوں کو دیکھا ہے' ان کی کوئی بات کاہنوں کے کلام سے اصلاً مشابہت نہیں رکھتی۔ انہوں نے کہا کہ دوسری بات یہ ہے کہ ہم سب آنے والوں سے کہیں کہ آپ مجنون ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ امر بالکل غلط ہے۔ ہم نے سینکڑوں بڑی دیوانوں کو دیکھا' آپ کی باتوں سے دیوانگی کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ کہنے لگے' پھر ہم یوں کہیں گے کہ شاعر ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) کہنے لگا' فن شعر میں' میں تمام عرب سے کمال رکھتا ہوں مگر کسی بھی قسم کے شعر سے آپ کے کلام کو کوئی مناسبت نہیں۔ پھر سب نے کہا کہ اچھا پھر ہم یوں کہیں کہ جادوگر ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) کہنے لگا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ جادوگر بھی نہیں' اس واسطے کہ ہم نے سینکڑوں جادوگروں کو اور ان کے جادو کو دیکھا ہے اور ان کے سب طریقے ہماری نظر سے گزرے ہیں مگر آپ کی کوئی بات ان کے کسی طریقے سے مناسبت نہیں رکھتی۔ مجبور ہو کر سب نے کہا کہ اب تو بتا کہ ہم کیا کہیں۔ کہنے لگا کہ خدا کی قسم' اس کلام

میں وہ شیرینی اور دلچسپی اور مقبولیت ہے کہ اس کا ظاہر پھل دار ہے اور اس کے نیچے کی جانب شاخوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو کچھ تم اس کی نسبت کہو گے' مجھ کو یقین ہے کہ وہ بات جھوٹی ہوگی۔ مگر ان سب باتوں میں سے اگر کچھ چلنے والی بات ہے کہ جس کو کوئی بادی النظر میں قبول کر سکے' یہی ہے کہ تم یہی کہو کہ یہ کلام سرتاپا جادو ہے کہ جس کو سن کر باپ بیٹے کو چھوڑ دیتا ہے اور بیٹا باپ سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس کلام کو سن کر بیوی شوہر سے تعلق نہیں رکھتی اور شوہر بیوی سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ کنبے والے کنبے کو چھوڑ کر رشتہ داروں سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں' لہٰذا تم کو چاہیے کہ چاروں طرف مکہ کے راستوں میں مختلف جگہ بیٹھ جاؤ اور آنے والوں کو اسی قسم کی باتیں سناتے رہو' شاید اس صورت میں تمہیں کچھ کامیابی ہو جائے ورنہ غور کرنے والوں کو تو یہ بات بھی لغو معلوم ہوگی' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے اس طریقے کے برتنے سے تمام دنیا میں آپ کی شہرت پھیل گئی اور اطراف و بلاد سے ہجرت کر کے لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہونے کا سبب بن گیا۔ خصوصاً اہل مدینہ کا مسلمان ہونا اور انصار بننا نتیجہ ان کے اسی طرز عمل کا تھا۔

عدو شود سبب خیر چوں خدا خواہد   خمیر مایہ دکان شیشہ از سنگ است

قبیلہ بنی سلمہ کے فصیح و بلیغ افراد نے بھی قرآن کی فصاحت کا اعتراف کیا:

ابو نعیم محدث طریق ابن اسحٰق سے بواسطے ایک آدمی کے قبیلے بنی سلمہ سے' جو کہ ایک بطن ہے' انصار کا نقل فرماتے ہیں کہ وہ کہتے تھے' جب بہت سارے جوان قبیلے بنی سلمہ کے باشندگان مدینہ طیبہ سے مشرف باسلام ہو گئے' عمرو بن جموح اپنے بیٹے معاذ سے کہنے لگے' بیٹا جس کلام کو سن کر تم نے اسلام قبول کیا ہے' مجھ کو بھی تو سناؤ۔ حضرت معاذ پڑھنے لگے الحمد للہ رب العلمین جب مستقیم تک پہنچے' عمرو کہنے لگے: بیٹا یہ تو عجیب ہی کلام ہے۔ کیا ان کا سارا کلام ایسا ہی ہے۔ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ ابا جان ان کا تو ہر کلام ایک سے ایک بہتر ہے' اس واسطے کہ ان کا یہ کلام' کلام اللہ ہے' بشر کا کلام نہیں ہے۔ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کلام' جو دعویٰ کلام اللہ ہونے سے خالی ہے اگرچہ بموجب آیہ کریمہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی ہمارے محبوب اپنی خواہش سے کوئی بھی بات نہیں کرتے' جو بھی وہ کلام کرتے ہیں وہ بموجب ہمارے وحی کے ہوتا ہے۔ بعد یقیناً ثابت ہو جانے اس امر کے کہ یہ حضور ہی کا کلام ہے' حکم میں قرآن مجید ہی کے ہے۔ مگر فصاحت و

بلاغت میں قرآن مجید کی برابری نہیں کر سکتا' نہ خود حامل قرآن حبیب الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام خاص کے ساتھ بجز کلام اللہ کے یا یوں کہو کہ بجز اس کلام کے جو باعتبار تلفظ کے حادث معلوم ہوتا ہے اور دال علیٰ کلام اللہ القدیم الازلی الابدی ہے' نہ کبھی تحدی کی اور نہ مقابلہ کے ساتھ پیش آئے۔

ساری دنیا ایسا کلام لانے سے قاصر ہے:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ' جن کی فصاحت و بلاغت عرب سے ہند تک ضرب المثل ہے' بڑے بڑے شعراء ہند بھی ان کے نام نامی کے ساتھ حسان ہند کا خطاب حاصل کر کے فخر کرتے ہیں اور کعب بن مالک اور لبید بن ربیعہ جیسے بلغاء اس کلام پاک کی فصاحت و بلاغت بے مثل اور معجز کو دیکھ کر اس کلام پاک اور اس کے لانے والے کے غلام بے دام بن گئے' تیرہ سو اڑتالیس (۱۳۴۸) برس سے یہ کلام پاک عام طور سے منادی کر رہا ہے کہ اگر کسی کو میرے کلام الٰہی ہونے میں شک اور شبہ ہو تو میرے مقابلے میں آئے اور میری جیسی ایک چھوٹی سی ہی سورت بنا کر لائے اور موازنہ کرے۔ مگر آج تک کوئی لا سکا' نہ لائے۔ دیکھو پندرہویں سیپارے کے دسویں رکوع میں اللہ جل شانہ' اپنے حبیب اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القران لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا

یعنی "اے ہمارے حبیب ان مشرکوں سے فرما دیجئے کہ اگر جمع ہو جائیں تمام آدمی اور جن مثل اس قرآن کے لانے پر تو ہرگز نہیں لا سکیں گے اگرچہ ہو جائیں سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار"۔

پھر جب کوئی مقابلے میں نہ آیا' آخر کار عام طور سے اس طرح ارشاد فرمایا:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله

یعنی "اگر تم شک میں ہو اس قرآن سے جس کو اتارا ہے ہم نے اپنے بندے پر پس لاؤ ایک ہی سورۃ اس جیسی"۔

یعنی سارے قرآن کے برابر اگر کوئی کتاب پر فصاحت و بلاغت مقبول و جامع نہیں لا سکتے'

ایک ہی سورۃ اس جیسی تم سب جمع ہو کر بنا دو۔ خصوصاً ایسے شخص کے ذریعے سے کہ جو مثل ہمارے محبوب کی بظاہر امی لقب اور بے سروسامان ظاہری ہو۔ چنانچہ علامہ فخرالدین رازی علیہ الرحمہ صاحب تفسیر کبیر بھی اس آیت کی تفسیر میں لفظ من مثلہ سے اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ انسان کا کلام نہ تھا' اس خالق کا کلام تھا کہ جو ہر شخص کی قوت کو جانتا ہے' دعویٰ کے ساتھ آخر کی اسی آیت میں فرمادیا:

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارہ۔

یعنی "پس اگر تم ایک سورۃ کے ساتھ بھی مقابلہ نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکو گے' پس ڈرو تم اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے"۔

لہٰذا ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی ایک سورۃ بھی قرآن جیسی اگر لایا ہو دکھلادے' اور قرآن جیسی پر فصاحت اور بلاغت جامع و مقبول بے گنتی سینوں کی محفوظ کوئی کتاب لے کر مقابلے میں آئے۔ افسوس کتاب "اعجاز القرآن" تالیف امام کبیر شمس المحققین قاضی ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ کا ترجمہ اردو میں کتنی بھی کوشش کر کے اگر کیا جائے' اردو اور فارسی خوانوں کی سمجھ سے اتنا اعلیٰ و بالا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں بے سود رہے ورنہ علم فصاحت و بلاغت و بدیع کے واقف کار اہل علم' جنہوں نے اس کو دیکھا ہے' یقیناً جانتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا شاعر اور بڑے سے بڑا خطیب آج تک دنیا میں ایسا نہیں پیدا ہوا کہ اس کا کلام مثل قرآن کی سرتاپا بے عیب و نقصان ہو۔ چنانچہ انہوں نے بہت سے بے مثل اشعار بڑے بڑے نئے پرانے شاعروں کے اور خطبے خطیبوں کے لکھ کر ظاہر کر دکھایا ہے کہ کسی کا کلام عیب و نقصان سے خالی نہیں' سوائے قرآن کے کہ آج تک اس کی فصاحت اور بلاغت پر کسی نے کوئی اعتراض کیا اور نہ کر سکے۔

زمانہ غدر میں مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی مغفور مرحوم' جو سب کے مانے ہوئے بے مثل ادیب اور معقولی تھے' حکیم محمد حسن صاحب مرحوم جو میرے کرم فرما تھے' فرماتے تھے کہ مولانا فضل حق ممدوح نے مجھ سے اپنا عجیب و غریب واقعہ بیان کیا۔ فرماتے تھے کہ میرے کمال علم ادب اور علم فصاحت و بلاغت اور بدیع نے مجھ کو ایک دن اس وسوسہ شیطانی میں ڈالا کہ تجھ کو اس فن میں اس درجے مہارت ہے کہ تیرے ایک دن کے دو دو جزو عربی لکھے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا' کیا تو آٹھ دن میں بھی قرآن

جیسی دو چار عبارات نہیں لکھ سکتا۔ بیشک اگر پاس مذہبی چھوڑ کر کوشش کی جائے' ضرور ممکن ہے اور اس خیال میں محو ہو کر میں نے آٹھ دن میں بڑی کوشش کے ساتھ میں چار سطریں ایسی لکھیں کہ مجھ کو یقین ہو گیا کہ قرآن مجید سے اگر زیادہ نہیں تو فصاحت اور بلاغت میں کم تو ہرگز نہیں ہو سکتی مگر جب بموجب ہدایت ہادی حقیقی موازنہ کرنے کو میں نے قرآن مجید کھولا' یہی آیت نکلی قل لئن اجتمعت الانس والجن الایہ۔ اور پھر اس کے ساتھ جب غور کر کے موازنہ کرنے بیٹھا' آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور بار بار میں یہی کہتا تھا کہ اے احمق تیری یہ سطریں قرآن مجید کے مقابلے میں ایسی بھی تو نہیں معلوم ہوتیں جیسے کسی طفل نو آموز کا کلام ہوتا ہے۔ آخر کار استغفار کیا اور اپنے خیال بد سے توبہ کی اور یقین کامل ہو گیا کہ بیشک قرآن مجید کا آج تک مقابلہ ہو سکا' نہ ہو سکے گا۔ اللہ رے بلاغت' ایک ہی مضمون اور ایک ہی آیت پر وہ جامع اور پر معانی عبارت کہ جس سے ایک مضمون کو انہی الفاظ اور اسی عبارت سے کروڑوں طرح سمجھایا جائے' ہر ایک آیت وہ خوان نعمت کہ جو آئے اپنے اپنے حصے اور حوصلے کے موافق ہر آیت سے جدا ہی حصہ لے جائے۔ قیامت ہو جائے مگر خدا کی ابتدا انتہا ہو تو اس کے کلام کے نکتوں اور باریکیوں اور حکمتوں کی بھی انتہا ہو۔

سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت میں بارہ کروڑ نکات موجود ہیں:

مولانا غلام علی آزاد بلگرامی رحمہ اللہ الم۔ ذلک الکتاب لا ریب فیہ۔ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب کی وجوہ اعراب یعنی ترکیب لفظی' جس کو انگریزی میں گرامر اور سنسکرت میں دیاکرن کہتے ہیں' بموجب علم نحو کے حضرت مخدوم علی مہائمی رحمہ اللہ سے بارہ کروڑ تراسی لاکھ چوالیس ہزار پانچ سو چونتیس (۱۲۸۳۴۴۵۳۴) نقل فرماتے ہیں اور ہر طرز اعراب میں نیا ہی رنگ دکھلاتے ہیں' جس میں سے ہم کچھ بطریق نمونہ تفسیر الم میں ان شاء اللہ بیان کریں گے تاکہ اردو خوان اس کے سمجھنے سے عاری رہ کر گھبرا نہ جائیں اور بذریعہ نمونہ کے علماء اس سے پورا فائدہ اٹھالیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمتہ "تفسیر کبیر" میں فرماتے ہیں کہ فقط اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم سے قریب دس ہزار کے مسئلے نکل سکتے ہیں اور اسی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور سورۃ الحمد للہ سے ایک طرز خاص پر قریب دس لاکھ کے مسائل بیان کرنے کا بیڑا اٹھاتے ہیں' جس کو شبہ ہو' ہمارے پاس آئے اور تسکین حاصل کر جائے یا خود

"تفسیر کبیر" میں اس مقام کو ڈھونڈ کر اس کا مطالعہ کرے اور ہم بھی ان شاء اللہ تفسیر اعوذ باللہ اور بسم اللہ میں کچھ اس کا نمونہ بقدر ضرورت ہدیہ نظر ناظرین کریں گے اور تمام طرز بیان' جو جو یہاں بیان ہو سکتی ہیں' ان سب کے بیان کرنے سے امام رازی علیہ الرحمتہ بھی گردن عجز جھکاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ جو جانے وہ پہچانے۔

ع "قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری"

اب بغرض اظہار عظمت اور بے مثل مضامین پاکیزہ قرآن مجید' جو اس کے کلام اللہ یا دال علی کلام اللہ النفسی الازلی ہونے پر خود دال ہیں' کچھ جھوٹے پیغمبروں کے کلام کو بھی نقل کیا جاتا ہے' جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں بغرض حصول دنیا اپنی فصاحت و بلاغت کے بھروسہ پر بمقابلہ قرآن مجید نزول وحی کا دعویٰ کیا تھا مگر آخر کار بموجب پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم مع اپنی وحی شیطانی کے نیست و نابود ہو گئے۔

جھوٹے نبیوں کی وحی کے چند نمونے:

علامہ ابوبکر باقلانی اپنی کتاب "اعجاز القرآن" میں بعد بیان فرمانے سخافت اور دنات کلام مسیلمہ کذاب اور سجاح کے بطریق نمونہ اس کا کلام' جس کو وہ وحی کہتا تھا' اس طرح نقل فرماتے ہیں **واللیل الاطحم والذئب الادلم والجذع الازلم ماانتهکت اسید من محرم۔**
(ترجمہ) "قسم ہے بڑی رات کی اور قسم ہے کالے بھیڑیا کی اور پہاڑی بکرے یا زمانہ کی' نہیں پردہ کھلا قبیلہ اسید کا قبیلہ محرم سے"۔ مسیلمہ کے بعض یاروں میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا تھا' لہٰذا یہ قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ میرے یاروں میں سے قبیلہ اسید سے پردہ دری اور عیب چینی قبیلہ محرم کی ظہور میں نہیں آئی۔ یہ وحی شیطانی قابل غور ہے کہ اس قسموں کو اور اس مضمون کو سن کر کیا بچوں کو بھی ہنسی نہیں آتی۔ پھر ان کو قرآن مجید سے ملا کر تو کوئی سڑی ہی دیکھے گا۔ دوسری وحی شیطانی میں اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتا ہے **واللیل الدامس والذئب الهامس ما قطعت اسید من رطب ولا یابس۔** "قسم ہے بہت اندھیری رات کی اور بھیڑیے نرم آواز والے کی' نہیں قطع کیا اسید نے کسی تر کو' نہ خشک کو"۔ غالباً اسید کوئی شخص یا قبیلہ یاران مخالف مسیلمہ سے ہو گا' جس کے متعلق یہ لغویات بک رہا ہے' اسی قسم کے ہفوات و کلمات ناشائستہ اس کے بہت سے منقول ہیں' جن کے لکھنے کو دل نہیں چاہتا مگر سجاح بنت الحارث بن عقبان عورت ہے' جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا' جب مسیلمہ نے ملاقات کی اور مسیلمہ

نے سجاح سے پوچھا کہ تجھ کو کس مضمون کی وحی کی جاتی ہے اور سجاح نے میسلمہ سے پوچھا کہ جو تجھ کو وحی کی جاتی ہے' اس سے کچھ سنا۔ ان دونوں کذابوں نے اپنی اپنی وحی شیطانی باہم سنا کر جو شان نبوت شیطانی دکھلائی' اس کو اس غرض سے نقل کیا جاتا ہے کہ ناظرین باتمکین کو معلوم ہو جائے کہ جھوٹے نبیوں کے اس قسم کے اخلاق ہوتے ہیں۔ چنانچہ میسلمہ نے جب سجاح سے اس کے خیمہ میں بطریق ملاقات تنہا داخل ہو کر پوچھا کہ تجھ پر کیا وحی نازل ہوئی ہے تو سجاح نے کہا:

الم تر کیف فعل ربک بالحبلی اخرج منها نسمته تسعی من بین صفاق و حشا۔

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے حاملہ عورت کے ساتھ کیا کیا۔ اس سے دوڑتی ہوئی جان کو نکالا۔ انتڑیوں اور پردۂ شکم کے درمیان سے"۔

اتنا مضمون قبیح بغرض رتا بیان کیا گیا اور اس میں یہ بھی نہ ادا کر سکی کہ بچہ رحم سے برقع جھلی میں پیدا ہوتا ہے جو اصل حقیقت ہے۔ اتنا کہہ کر سجاح نے میسلمہ سے کہا کہ اب اس وحی سے' جو تجھ کو ہوتی ہے' کچھ سنا۔ یہ سن کر میسلمہ یہ پڑھنت سنانے لگا:

ان اللہ خلق النساء افواجا و جعل الرجال لهن ازواجا فنولج فیهن قعسا ایلاجا ثم نخرجها اذا شئنا اخراجا۔ فینتجن لنا سخالا نتاجا۔

"بیشک اللہ نے پیدا کیا عورتوں کو فوج فوج اور کیا مردوں کو ان کا شوہر' پس داخل کرتے ہیں ہم سینہ ابھار کر عورتوں کے اندر اچھی طرح داخل کرنا پھر نکالتے ہیں ہم ان سے جب چاہتے ہیں اچھی طرح نکالنا' پس جنتی ہیں وہ بکری کا سا بچہ حق جننے کا"۔

صدیاں گزرنے پر بھی قرآن کا جواب نہ دیا جاسکا:

یہ سن کر سجاح کہنے لگی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ بیشک تو نبی ہے۔ اتنا لکھ کر صاحب "اعجاز القرآن" فرماتے ہیں کہ اس سے زاید بوجہ کراہت مضمون اور سخافت بیان کے ہم نقل نہیں کر سکتے۔ مگر "تاریخ ابوالفدا" میں ہے کہ بعد اس کے زنا ہوا اور دونوں نے خیمہ سے باہر آ کر کہہ دیا کہ ہم دونوں سچے پیغمبر ہیں اور ہمارا دونوں کا نکاح بحکم خدا ہو گیا۔ الحاصل بیچارہ میسلمہ اور غریب سجاح کی تو حقیقت ہی کیا ہے' یہ کلام اللہ ہی

ہے کہ جس نے بڑے بڑے نامی گرامی شاعروں اور خطیبوں کو اپنا غلام بے درم بنا کر ہی چھوڑا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو، جن کی فصاحت و بلاغت عرب سے ہند تک ضرب المثل ہے، بڑے بڑے شعراء ہند بھی ان کے نام نامی کے ساتھ "حسان ہند" کا خطاب حاصل کر کے فخر کرتے ہیں اور کعب بن مالک جیسے نامور شاعر اور لبید بن ربیعہ جیسے فصحا اور بلغا کو اپنا غلام خاص ہی بنا لیا اور دوسرے معاند بے حد کوشش کر کے مقابلہ قرآن مجید میں آئے مگر آخر کار شرمندہ ہو کر الٹے پاؤں بھاگتے نظر آئے ورنہ اس کے کیا معنے کہ مریں ماریں لڑیں جھگڑیں اور تن توڑ کوشش کے ساتھ ہر امر میں معاندین مقابلہ اسلام کا کریں مگر قرآن مجید کے مقابلہ میں تیرہ سو اڑتالیس برس گزر جائیں، لیکن قرآن مجید کی سی ایک دو آیت بھی مقابلہ میں لے کر نہ آئے، نہ آئیں۔ خود اس کے لانے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کلام، جس کو وحی غیر متلو یا حدیث کہتے ہیں، اس کی برابری سے عاجز۔ اس سے بڑھ کر باعتبار فصاحت اور بلاغت معجزہ کی اور کونسی بات ہے جو قابل فہم عوام و خواص ثبوت اعجاز قرآن مجید میں لکھی جائے۔ اس سے زیادہ جو کوئی ذی علم واقف علم معانی و بیان دیکھنا چاہے، "اعجاز القرآن" علامہ باقلانی وغیرہ معائنہ کرے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم۔

قبولیت قلوب اور تاثیر قرآن مجید

زمانہ کفر میں حضرت عمر قرآن سن کر حیرت زدہ ہو جایا کرتے تھے:

سبحان اللہ قبولیت اور تاثیر اس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز کہ قتل کے ارادہ سے ننگی تلوار کھینچ کر بڑے بڑے دشمن آئیں اور اس پاک کلام کو سن کر اور اس کے لانے والے کو دیکھ کر غلام جان نثار بنتے نظر آئیں۔ "تاریخ الخلفا" میں منجملہ بہت سی روایتوں مختصر اور طویل کے مختصر روایت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق کمال قبولیت اور تاثیر قرآن مجید پر دلالت کرنے والی روایت کو ذرا ملاحظہ کیجئے، جس کو مسند امام احمد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ بحالت کفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کے خیال سے نکلا اور میں نے آپ کو پایا کہ مسجد کعبہ میں مجھ سے پہلے رونق افروز ہیں۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپ نے سورہ الحاقہ پڑھنی شروع کی، جس کی خوبی تالیف کو سن کر میں حیران رہ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ بموجب قول قریش کے بیشک یہ بہت

ہی بڑے شاعر ہیں۔ آپ یہ آیت پڑھنے لگے۔

انہ لقول رسول کریم○ وما ہو بقول شاعر قلیلا ما تومنون○

یعنی باعتبار تلفظ کے "بیشک یہ قول بھیجے ہوئے صاحب عظمت اور کرم کا ہے اور نہیں ہے یہ قول شاعر کا تھوڑا سا بھی ایمان رکھتے ہو یا کچھ ایمان لاتے ہو"۔

(اس آیت سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کلام رسول کریم ہے' اس کا جواب یہ ہے کہ باعتبار دال علیٰ کلام اللہ ہونے اور تلفظ کے قرآن مجید کو ہر قاری کا کلام کہہ سکتے ہیں مگر باعتبار اصل حقیقت کے' جو کلام نفسی ازلی غیر محتاج آواز و حروف کے ہے' وہ کلام اللہ ہے جس کو اللہ نے ہمارے تلفظ اور تلفظ جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر فرمایا ہے' جس کی مفصل بحث جواب اعتراضات مقدمہ میں گزر چکی۔

یہ سنتے ہی میرے ہر گوشہ قلب میں ایمان سما گیا اور میں شرف اسلام سے مشرف ہو گیا۔

عرب کے لوگ قرآن کی فصاحت کے سامنے سب کچھ قربان کر بیٹھے:

"تفسیر خازن" میں ہے اس کلام پاک یعنی قرآن مجید ہی کا اثر تھا کہ جس کو سن کر بہت سے مشرکین عرب جب مشرف اسلام سے مشرف ہوئے اور ان کو مشرکین مکہ سے بے حد تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں مگر باوجود ان خازن" میں ہے اس کلام پاک یعنی قرآن مجید ہی کا اثر تھا کہ جس کو سن کر بہت سے مشرکین عرب جب شرف اسلام سے مشرف ہوئے اور ان کو مشرکین مکہ سے بے حد تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں مگر باوجود ان بے حد تکلیفوں کے قرآن مجید سے منہ نہ پھیر سکے اور زن اولاد' باغ باغیچے اور تمام عیش و آرام کو خیرباد کہہ کر وطن چھوڑنا پسند کیا اور مصائب سفر مقابلے میں پیروی قرآن مجید کے ایسے آسان ہو گئے کہ وطن قدیم مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر بموجب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے مگر وہاں بھی مشرکوں نے چین نہ لینے دیا اور تعاقب کیا اور بادشاہ حبش کو بہت کچھ تحفے تحائف دے کر شاہ مذکور سے اس امر کے خواستگار ہوئے کہ ان مہاجر مسلمانوں کو اپنی سلطنت سے باہر نکال دے مگر یہ قرآن مجید ہی تھا کہ جس کو شاہ حبشہ اور اس کے اعیان دولت' مہاجروں سے قرآن سن کر رونے لگے اور قرآن مجید نے ان کے دلوں پر وہ اثر ڈالا کہ مسلمانوں کے خادم بن گئے اور مشرکین مکہ کو خائب و خاسر اپنی سلطنت سے نکال دیا۔

حبشہ میں قرآن خوانی کے اثرات:

"سیرت حلبی" اور "تفسیر معالم" اور "تفسیر خازن" وغیرہ معتبر تفسیروں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ معتبر مفسر تفسیر آیہ کریمہ ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالو انا نصاری میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب قریش بے حد مسلمانوں کو ستانے لگے اور تمام قبیلے مشرکوں کے باہم اتفاق کر کے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے پر ہر ایک قسم کی تکلیف دینے لگے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ جل شانہ' نے حامی اور مددگار اور محافظ جان نثار آپ کے چچا ابو طالب کو بنا دیا' آپ نے بموجب حکم الٰہی اپنے جان نثار مسلمانوں کو زمین حبشہ جانے کا حکم نافذ فرمادیا۔ چنانچہ گیارہ مرد اور چار عورتیں سب سے اول زمین حبشہ کی طرف جو روانہ ہوئے' ان کے نام یہ ہیں: حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت زبیر بن العوام اور عبداللہ بن مسعود اور عبدالرحمٰن بن عوف اور ابو حذیفہ بن عقبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمر اور مشعم بن عمیر اور ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت امیہ اور عثمان بن مظعون اور عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حیثمہ اور حاطب بن عمرو اور سہیل بن بیضا۔ یہ سب آدھے دینار کرائے پر ایک کشتی لے کر نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچویں سال بعد رجب کے مہینہ میں روانہ ہوئے تھے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب تشریف لے گئے۔ اس کے بعد اور بہت مسلمانوں نے وہیں ہجرت فرمائی اور حبشہ میں علاوہ بچوں اور عورتوں کے 'بیاسی (۸۲) مسلمان مہاجر جمع ہو گئے۔

قریش مکہ کا وفد نجاشی کے دربار میں:

جب اس امر کی قریش کو خبر لگی' قریش نے عمرو بن عاص کو دو سرے مشرکوں کے ساتھ بہت سے تحفے دے کر شاہ حبش نجاشی اور ان کے عالموں کی طرف روانہ کیا تاکہ شاہ حبش ان سب مسلمانوں کو اپنی سلطنت سے نکال دے۔ عمرو بن عاص نے اپنی جماعت کے ساتھ حضرت نجاشی شاہ حبش کے سامنے یہ درخواست پیش کی کہ ہم میں ایک شخص ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہم تمام عقلاء قریش کو بے وقوف بتاتے ہیں اور انہوں نے اپنی ایک پوری جماعت کو آپ کے ملک میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ آپ کے ملک میں بھی فتنے اور فساد پیدا ہو جائیں' لہٰذا ہم بطریق خیر خواہی کے اس امر کی اطلاع دینے کو آپ

کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ کے یہاں فتنہ و فساد نہ پھیلے۔ یہ سن کر بادشاہ نے تمام مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ جب تمام مسلمان دروازے شاہی پر پہنچے' باوآز بلند پکارے کہ کیا ہم اولیاء اللہ کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت ہے۔ بادشاہ نے اجازت دی اور کہا' مرحبا یا اولیاء اللہ۔ جب سب مسلمان داخل دربار ہوئے' سب نے بادشاہ کو سلام کیا۔ مشرکوں نے ان کے طریق سلام پر اعتراض کیا اور بادشاہ سے کہا کہ ان کا آپ کے طریقے پر آپ کو سلام نہ کرنا ہمارے قول کی تصدیق ہے کہ یہ نیا طریقہ پھیلانے کو اور فساد ڈالنے کو یہاں بھی آئے ہیں۔ جب اس امر کی بازپرس مسلمانوں سے کی گئی' مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ کو اس طریق پر سلام کیا ہے' جس طریق پر اہل جنت آپس میں سلام کریں گے اور جس طریق پر فرشتے آپس میں سلام کرتے ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ تمہارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ علیہا السلام کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا کہ وہ ان کو اللہ کا بندہ اور اللہ کا سچا رسول جانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ ایک کلمہ اور روح ہیں' جن کو اللہ نے حضرت مریم علیٰ نبینا و علیہا السلام کے اندر پھونکا' اس حالت میں کہ وہ کنواری تھیں اور ختنہ کی ہوئیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک چھوٹی سی لکڑی زمین سے اٹھا کر کہا' خدا کی قسم تمہارے پیغمبر کی اس بات میں عیسیٰ علیہ السلام کی فرمائی ہوئی بات سے اس لکڑی کے برابر بھی فرق نہیں۔ یہ سن کر مشرکوں کے منہ کالے ہو گئے اور بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس کلام الٰہی سے' جو تمہارے پیغمبر پر نازل ہوتا ہے' کچھ تمہیں یاد ہے۔ اگر یاد ہو تو پڑھو۔ یہ سن کر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کا پڑھنا شروع کیا اور جتنے نصاریٰ کے عالم اور درویش اور عام نصرانی بیٹھے ہوئے تھے' رونے لگے اور اللہ کا کلام ان کے دلوں پر اپنا کامل اثر کر گیا۔ انہیں کے متعلق یہ آیات کریمہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

ولتجدن اقربهم موده للذين امنوا الذين قالوا انا نصارى ذلك بان منهم قسيسين ورهبانا وانهم لا يستكبرون ○ واذا سمعوا ما انزل الى الرسول ترى اعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق يقولون ربنا امنا فاكتبنا مع الشاهدين ○ وما لنا لا نومن بالله وما جاءنا من الحق ونطمع ان يدخلنا ربنا مع القوم الصلحين ○ فاثابهم الله بما قالوا جنت تجرى من

تحتھا الانھار خالدین فیھا وذلک جزاء المحسنینo والذین کفروا وکذبوا بآیاتنا اولئک اصحب الجحیمo

"اور البتہ پاؤ گے تم نزدیک زیادہ ایمان والوں سے دوستی میں ان کو جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس واسطے کہ بعض اس میں سے عالم اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب وہ سنتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے ہوئے کلام کو دیکھتے ہو تم آنکھوں سے ان کے آنسو بہتے ہوئے بوجہ پہچان لینے کے حق کو کہتے ہیں وہ اے رب ہمارے ایمان لائے ہم لکھ دے تو ہم کو گواہوں سے اور کیا ہے واسطے ہمارے کہ ہم اللہ پر اور حق پر ایمان نہ لائیں حالانکہ نیکوں کے ساتھ اپنے رب سے جنت میں داخل ہونے کے طامع ہیں لہٰذا ان کو ہمیشہ رہنے کے لیے اللہ نے وہ جنتیں عطا کیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور یہ بدلہ ہے نیکوں کا اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ ہیں جہنمی"۔

اور سورۂ مریم سن کر گریہ و زاری سے فرصت پا کر بادشاہ نے حضرت جعفر اور ان کے اصحاب کو اپنے ملک میں آرام سے رہنے کی اجازت دی اور عمرو بن عاص مع اپنی جماعت کے ناکامیاب واپس مکہ مکرمہ آ گئے اور مہاجر مسلمان آرام سے شاہ نجاشی کے پاس اس وقت تک مقیم رہے' جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے' پھر جب آپ ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے اور آپ کے دشمن مقہور تمام مسلمان حبشہ سے مدینہ طیبہ آ گئے اور ابرہہ نجاشی شاہ حبش نے اپنے بیٹے مسمی "ازھی" کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ سمندر کے راستہ سے کشتی پر سوار کر کے خدمت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ عریضہ دے کر روانہ کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیک میں تصدیق قلبی کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول برگزیدہ ہیں اور میں اس تصدیق پر حضور سے بیعت کرتا ہوں۔ اور حضرت جعفر آپ کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر تو پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں اور خالصاً مخلصاً اللہ رب العالمین کے واسطے مسلمان ہو چکا ہوں اور اگر حضور ارشاد فرمائیں تو میں خود خدمت اقدس میں حاضر ہوں"۔

حضرت ازھی بتقدیر ایزدی حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہ ہو سکے اور وسط سمندر میں ان کی کشتی غرق ہو گئی مگر ان سے پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' جو ستر آدمیوں کے ساتھ حبشہ سے مدینہ طیبہ کو براہ سمندر روانہ ہو چکے تھے' اس وقت مدینہ طیبہ ہوتے ہوئے خیبر جا پہنچے جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود خیبر پر فتح یاب ہو کر خیبر میں رونق افروز تھے۔

حبشہ کے ستر علماء دربار رسالت میں:

جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حبشہ کے ان ستر آدمیوں کو' جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوئے تھے' سورہ یس کو سنایا' یہ سب رونے لگے اور سب مسلمان ہو کر اور حضور پر ایمان لا کر کہنے لگے کہ یہ کلام پاک اس کلام سے' جو عیسٰی علیہ السلام پر نازل ہوا تھا' بہت ہی مشابہ ہے۔ ان ستر آدمیوں میں باسٹھ حبشہ کے راہب اور عالم تھے اور آٹھ شامی راہب تھے۔ بعض کا قول ہے کہ آیہ کریمہ مذکورہ ولتجدن اقربھم مودہ الایہ انہی کی شان میں نازل ہوئی تھی اور بعض کا قول ہے ان نصاریٰ کی شان میں نازل ہوئی تھی' جن میں قبیلہ بنی حارث بن کعب سے چالیس نجران کے تھے اور بتیس حبش کے راہب اور آٹھ رومی شام کے رہنے والے۔

کاتب الحروف ابن نجف غفراللہ لہا کہتا ہے کہ یہ آیت نازل کسی کی بھی شان میں ہوئی ہو' مصداق تو اس آیہ کے سبھی بن سکتے ہیں۔ پھر اگر تاثیر قرآن مجید اور قبولیت قبول کلام اللہ کے متعلق احادیث اور روایات نقل کی جائیں' ایک مستقل بڑی ضخیم کتاب بھی اس کو کافی نہیں ہو سکتی۔ مگر اب ہم ان اقوال علماء نصاریٰ اور منصف مزاج ذی علم پنڈتوں حال کے نقل کرتے ہیں' جن سے اس درجہ تاثیر اور قبولیت قلوب قرآن مجید ظاہر ہے' جس کی نظیر آج تک کسی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ یہی ایک کتاب اللہ ہے کہ جس نے اپنے زمانہ کے ابوجہل جیسے ہٹ دھرم معاندوں سے تو' جب ان سے باوجود ہم زبان ہونے اس کلام پاک کے اور بے حد دعویٰ فصاحت و بلاغت کے' اس کا مقابلہ نہ ہو سکا' یہ کہلوا ہی دیا تھا کہ:

"ان لہ لحلاوہ و ان لہ لتلاوہ و انہ لیس من کلام البشر"

بیشک قرآن مجید میں البتہ حلاوت اور روشنی عجیب ہے اور بیشک وہ انسان کا کلام ہرگز نہیں۔

مگر اب بھی فقط اپنے مضامین ہی کی خوبی دکھلا کر ان منصف مزاج غیر متعصب علماء نصاریٰ اور ہنود کو اپنی طرف لبھا رہی ہے اور مختلف پیرایوں میں اپنی حقانیت کی تعریف کر رہی ہے۔

انتخاب لیکچر پادری ایزک ٹیلر

مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور

۱۷--- جو شخص مذہب اسلام قبول کرتا ہے' وہ ہمیشہ کے لیے اسی مذہب کا ہو رہتا ہے اور اس کی گرفت بڑی مستحکم ہوتی ہے۔ عیسائی مذہب کی گرفت ایسی مستحکم نہیں ہے (چند سطر بعد) عیسائی مذہب کا نمبر حد سے چڑھا اور بہت ہی بڑھا ہوا ہے' لیکن اسلام نے دنیا کے مہذب بنانے میں عیسائی مذہب سے زیادہ کام کیا۔

مولف - اس کے بعد پادری صاحب اسلام کی وجہ سے' جو اوصاف مسلمان ہو جانے والوں میں پیدا ہو جاتے ہیں' بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے دو وصف نقل کیے جاتے ہیں جو نہایت قابل لحاظ اور ایک سچے انصاف کے ساتھ دیکھنے کے قابل ہیں۔

۱۸--- "بے حجابی کے ساتھ ناچنے کودنے اور علانیہ زن و مرد کے ہم صحبت ہونے کی عادتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ مسلمان عورات کی عفت کا ایک وصف خاص طور پر خیال رکھتے ہیں (چند سطر بعد) ہم نے لکھو کھا اور کروڑہا روپیہ اور بے شمار جانیں افریقہ میں تلف کرادیں اور اس کے معاوضہ میں بہت کم ایسی باتیں ہوں گی جن کو ہم پیش کر سکیں تو عیسائیوں کا شمار ہزاروں میں کیا جا سکتا ہے مگر نو مسلموں کا حساب لاکھوں کے ذریعہ سے لگ سکے گا۔ یہ بڑے بے ڈھب واقعات ہیں جن کا جواب دینا بہت مشکل ہے اور ان سے تجاہل کرنا سخت جہالت ہے"۔

۱۹--- اسلام میں عملی طور پر اخوت کا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں۔ یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جس کو دیکھ کر منہ میں پانی چھوٹنے لگتا ہے۔))

۲۱--- ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کا اخلاق ہمارے اخلاق سے بڑھا ہوا ہے۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا پرہیزگاری' خیرات' راستی' باہمی اخوت' ان سب باتوں میں اہل اسلام ایک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں جس کی اگر ہم تقلید کریں تو ہمارے لیے بہتر ہو۔ اسلام نے شراب خوری' قماربازی اور زناکاری' ان تینوں برائیوں کو' جنہوں نے عیسائی ملکوں کو بالکل ذلیل و خوار کر رکھا ہے' یک قلم موقوف کر دیا۔

انتخاب لیکچر ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹیز

(مطبوعہ رحمانی پریس لاہور)

یہ لیکچر "انگلش" اخبار میں مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۷۹ء میں چھپا

۳... عیسوی موسوی مذاہب دنیا کے بڑے مذاہب ہیں کہ یہ دونوں مذہب دین اسلام کے زینے ہیں اور جس مذہب کی تعلیم حضرت نے کی' وہ اس کی بلندی کی کامل انتہا ہے۔ ہم بھی اسی تلاش میں سرگرداں رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ احکام الٰہی کی پوری تعمیل کریں۔ خدا کو اپنے روزانہ کاروبار میں ہر وقت حاضر و ناظر سمجھیں تاکہ ہم کو وہ امن حاصل رہے جو فہم و ادراک سے مبرا ہے اور قضائے الٰہی کے تابع رہیں' لیکن مسلمانوں میں یہ عقیدہ بڑھتے بڑھتے ان کی مذہبی عمارت کا وہ پتھر بن گیا جو ٹھوکر کھانے والے کونے پر نکلا رہتا ہے۔ (چند سطر بعد) اپنے عیسوی اور موسوی مذاہب کی پوری واقفیت سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے مذہب کی بنیاد صرف دوسرے مذہبوں کی نقل کرنے یا ان کے عمدہ مسائل چن لینے ہی پر نہیں قائم کی بلکہ اگر خداوند کریم کے پاس سے الہام آنا برحق ہے تو آپ کا مذہب الہامی بھی ضرور تھا۔ میں نہایت ادب سے اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر نفس کشی' کاروبار میں راست بازی' اپنی تبلیغ پر پکا بھروسا' زمانے کی قباحتوں میں حیرت انگیز عبور' ان کے دفع کرنے کے واسطے اچھے ذریعے حاصل کرنا اور ان کا عمدہ طور پر کام میں لانا الہام کے ظاہر آثار ہوں تو حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مشن بیشک الہامی تھا۔

۴... آپ کے اس خیال نے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مذہب کی برکتیں میری ہی قوم تک محدود نہ رہیں بلکہ دنیا بھر میں پھیل جائیں' کروڑوں بنی نوع انسان کو مہذب اور شائستہ بنا دیا۔ اگر آپ اس ہمدردی کو دخل نہ دیتے تو یہ سب لوگ وحشی کے وحشی ہی رہ جاتے اور ان میں وہ اخوت قائم نہ ہوتی جو اسلام نے نظری اور عملی طور پر کر کے دکھا دی۔

۵... "ظاہراً مسلمانوں کی مقدس کتابوں میں نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج کی پابندیوں کے واسطے ضروری ہدایات موجود ہیں۔ چونکہ وضو نماز سے قبل کی جاتی ہے' اس لیے اس مسئلہ صفائی پر کہ'

صفائی خدا شناسی کا آسان ذریعہ ہے' مسلمان عملی طور پر پابند ہیں۔

۶--- زکوٰۃ دینے والے کو اس غرض سے کہ خدا کے نزدیک بھی وہ مقبول ہو جائے' یہ ثبوت دینا ضروری ہے کہ وہ رقم اس کے قبضہ میں بطریق جائز آئی ہے۔

۷--- شراب' خنزیر' غیر ذبیحہ گوشت کی ممانعت اور ان اشیا کے جدا کر دینے کے احکام' جن کا رہ جانا باعث نقصان ہے' مسلمانوں پر تکلیف دہی کی غرض سے نافذ نہیں کیے گئے ہیں بلکہ جسمانی و روحانی فائدہ رسانی کے لیے جاری ہوئے ہیں۔

۸--- جماعت اسلامی کا خاموش سکوت اور قاعدے سے نماز کے مختلف ارکان ادا کرنا دلوں کو عبادت الٰہی کا جو سماں دکھاتا ہے' اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ انگریز لکیر کے فقیر بننے پر معترض ہوتے ہیں لیکن اکثر منشائے اصول چھوڑ کر وہ خود رسم و رواج کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ فی الحقیقت انگریزوں کی چھان بین صدہا خرابیوں کی جڑ ہے (اور اسی صفحے پر) ہم نہیں سمجھ سکتے کہ قوانین ہدایت عامہ کے واسطے موضوع ہوئے ہیں اور ان کی عبارت ہم پر حاوی نہیں ہے بلکہ ہم اس پر حاوی ہیں کیونکہ جو معنے چاہتے ہیں' بنا لیتے ہیں جو بمقابلہ اصل عبارت کے زیادہ تر قابل لحاظ ہوتے ہیں۔ ہماری برائے نام خیرات ہمارا مغلق مذہب اور ہمارے مکلف قواعد مشرقی جیتے جاگتے شاعرانہ اور خیالی اعتقادات سے جن کو ہم نے اختیار کر لیا ہے' بالکل برعکس ہیں۔ اگر محمدی اصول پر مغربی سوسائٹی کی بنیاد قائم کی جائے تو یورپ سے سوشیالسٹ اور نہلسٹ فرقوں کا نام مفقود ہو جائے کیونکہ بخلاف ہماری تہذیب کے اسلام نے قناعت کے برعکس تعلیم نہیں دی۔

۹--- ہندو اور عیسائیوں کی شادیوں کا طریقہ اصطبائی ہونے کی وجہ سے نکاح کا تقدس اس قدر معلوم نہیں ہوتا جتنا کہ مسلمانوں کے یہاں معلوم ہوتا ہے۔

۱۰--- مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ بھی پس و پیش نہیں ہے کہ اہل اسلام اپنے خاندان پر مہربانی اور علمائے دین کی عزت' بزرگوں کی تعظیم' مسافروں کی ہمدردی اور بے زبان مویشی پر رحم کرنے میں عیسائیوں کے واسطے نمونہ ہیں۔

۱۱--- خوش قسمتی سے ہم کوئی کہانی نہیں لکھتے' بلکہ تاریخ کی رو سے ایسے شخص کے حالات قلمبند کر رہے ہیں' جس کا ہر قول فعل حدیث (مجموعہ روایات) میں موجود ہے' جو قرآن (مجید) کے بعد مسلمانوں کا ہدایت نامہ ہے۔ ان احادیث کی صحت کی کامل تحقیقات کی جاتی ہے اور اگر یہ ثابت نہیں ہوتا

کہ فلاں حدیث آپ کے کسی خاص صحابی کی زبانی سنی تو وہ مجموعہ احادیث سے خارج کر دی جاتی ہے اور پھر یہ بحث ہوتی ہے کہ محدثین نے اس کو کہاں سے پایا۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے قول و فعل کی تحقیقات کے واسطے اس طرح کا کوئی طریقہ مقرر نہیں ہے۔

۱۴-- اسلامی ملکوں میں نہ تو ٹیورن، قمار خانے اور کسبیوں کے چکلے ہوتے ہیں اور نہ وہاں طوائفوں کے ایکٹ جاری کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کے روزمرہ کی گفتگو اکثر یورپین سے زیادہ مہذب ہوتی ہے۔

انتخاب منقولات کتاب "روائز ڈفیتھ آف اسلام" مصنفیہ ڈبلیو۔ ایچ

مسٹر عبداللہ کوئیلیم مطبوعہ مطبع اسلام آگرہ

(قول ویوڈار کوہارٹ) مذہب اسلام میں نہ تو نئے نئے قواعد اختراع ہوتے ہیں اور نہ اس میں نیا الہام ہوتا ہے اور نہ کوئی نیا حکم ہوتا ہے اور نہ کوئی امامت ہوتی ہے۔ اس میں ایک مجموعہ قوانین واسطے ابنائے جنس اور ریاست کے ہے، جس کے عملدرآمد بہ پابندی مذہب ہوتا ہے"۔

۱۵ و ۱۶--- (قول جوزف تامسن سیاح افریقہ از اخبار ایڈنبرا) مجھے مقابلہ آپ کے اور نامہ نگاروں کے مشرقی وسطی افریقہ کا زیادہ تجربہ ہے۔ میں دلیرانہ بیان کرتا ہوں کہ اس حصہ میں بردہ فروشی اس وجہ سے مروج ہے کہ وہاں دین اسلام کی تلقین نہیں کی گئی۔ اگر دین اسلام وہاں ہوتا تو یہ رسم بھی وہاں مسدود ہو جاتی۔

۴۳--- (جون ڈیون پورٹ کا قول کتاب "محمد اینڈ قرآن" سے) تواریخ کے دیکھنے سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہ نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں کہ بمقابلہ جن کے مریسی پریڈو فریڈرک شلیگل وغیرہ کی متعصبانہ تحریر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔

۴۶--- (ٹامس کارلائل) "جب تم ایک دفعہ اچھی طرح سے قرآن کو پڑھ لو گے تو اصلی صورت اس کی خودبخود تم کو نظر آنے لگے گی اور یہ خوبی اس میں ایسی ہے کہ عالمانہ تصانیف میں نہیں آ سکتی۔ جو کتاب دل سے نکلی ہوگی، وہی دلوں میں سرایت کرے گی۔ اس کے آگے مصنفین کے تمام صنائع

بدائع ہیچ ہیں۔ اصلی خوبی قرآن کی اس کا جوں کا توں ہونا ہے۔ جیسی یہ کتاب صاحب کتاب کے منہ سے نکلی تھی' وہی ہے۔ قرآن کے تمام مطالب بلا تصنع ہیں۔ اس کو میں کتاب کی خوبی جانتا ہوں اور صرف یہی خوبی کتاب کے لیے کافی ہے اور اسی ایک خوبی سے سب قسم کی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

۴۷--- (سر ولیم میور) اس احکم الحاکمین یعنی ذات باری کے وجود ثابت کرنے کے لیے اور انسان کو مطیع اور شکر گزار بنانے کو اس کی بادشاہت کا دعویٰ قائم کرنے کی غرض سے قرآن میں دلائل بھرے پڑے ہیں جن کو اس کی شان رزاقی اور قدرت سے مستخرج کیا ہے۔ آنے والی دنیا میں برائی اور بھلائی کا عوض ملے گا اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی ضرورت اور مخلوق کی خوشی اور فرض یہی ہے کہ خالق کی اطاعت اور پرستش کرنے اور اس قسم کے اور مضامین قرآن میں خوبصورتی اور زور شور سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی زبان میں حقیقی شاعری بکثرت ہے۔ اسی طرح سے روز حشر کا عقل کے موافق ہونا بہت سے قوی خیالات کے ذریعہ سے سکھایا گیا ہے اور خاص کر کے اس تشبیہ کے ساتھ جنوبی ممالک میں محض دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ یعنی کہا گیا ہے کہ دیکھو ہم نے اس زمین کو' جو مدت سے خشک اور مردہ تھی' یکایک آسمان سے دھواں دار مینہ برسا کر کس طرح زندہ کر دیا ہے۔ پھر ہم کو آدمی کا مار کر جلانا کیا مشکل ہے۔

ایضاً--- (قول گبن مورخ) "بحر اٹلانٹک سے دریائے گنگا تک قرآنی قانون کی اصل مانا گیا ہے۔ صرف مذہب کا ہی نہیں بلکہ دیوانی اور فوجداری مقدمات بھی اسی سے فیصل ہوتے ہیں اور انسان کے افعال اور مال کے معاملات خدا کی غیر مبدل منظوری سے انتظام پاتے ہیں۔

(ایڈمنڈ برک) "مسلمانی قانون نے بادشاہ سے لے کر فقیر تک سب کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ ایسا عقل مندانہ' عالمانہ' روشن ضمیر' انتظامی قانون آج تک دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔"

۵۶--- (جیمس منٹگمری) "نماز روح کی حقیقی خواہش ہے چاہے وہ پکار کر پڑھی جائے یا آہستہ آہستہ۔ نماز ایک پوشیدہ آگ کی حرکت ہے جو دل میں بھڑکتی رہتی ہے۔ نماز ایک وزنی آہ اور ایک گرتا ہوا آنسو اور آنکھ اٹھا کر آسمان کے خدا کی طرف دیکھنا ہے' جس وقت کہ کوئی آس پاس نہیں ہوتا۔ نماز ایک سیدھی سادی معصوم بچوں کی سی گفتگو ہوتی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کی مناجات ہے جو سیدھی آسمان پر خدائے ذوالجلال کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ نماز ایک پشیمان گنہگار کی آواز ہے' جسے اس کی برادا سے پیدا ہونا چاہیے۔ اس وقت فرشتے خوش ہو کر خدا کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک' دیکھو وہ

نماز پڑھ رہا ہے۔ نماز مسلمانوں کی روح رواں ہے۔ نماز مسلمانوں کے لیے وطن کی ہوا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد بہشت کی کنجی ہے۔ وہ اسی سے بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

۵۹ --- (لین) مسلمانوں کی جماعت کی نماز میں حد سے زیادہ سنجیدگی اور تہذیب برتی جاتی ہے۔ وہ نماز میں کوئی ناشائستہ حرکت یا بد تہذیبی کی بات نہیں کرتے اور بالکل اپنے خالق کی عبادت میں محو معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے سے ریاکاری یا جبر نہیں معلوم ہوتا۔

۶۰ --- (باسورتھ اسمتھ) خدا کی قدرت سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تین باتیں جمع ہیں۔ آپ ایک قوم اور ایک سلطنت اور ایک مذہب کے بانی ہیں' جس کی نظیر تاریخ میں کہیں ملتی ہی نہیں۔ آپ خود ناخواندہ تھے' نہ پڑھ سکتے تھے' نہ لکھ سکتے تھے۔ اس پر بھی آپ کی کتاب میں شاعری اور مجموعہ قوانین اور عام نماز اور مسائل مذہبی سب موجود ہیں اور روئے زمین کے انسانوں کا چھٹا حصہ اسے پاکیزگی عبارت اور عقل مندی اور سچائی کا ایک معجزہ مانتا ہے۔ (دو فقرے بعد) اور واقع میں معجزہ ہی ہے۔

ایضاً --- ("ایسٹرن چرچ" مصنفہ ڈین اسٹینلی' ص ۲۷۹) بلاشک قرآن کے احکامات کا بہت گہرا نقش دل پر ہوتا ہے۔ ایسا بائبل کا عیسائیوں کے دلوں پر نہیں ہوتا۔

۶۵ --- (کارلائل) علاوہ سب باتوں کے' میں آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ آپ بازاری اور بے ہودہ گفتگو سے بالکل بری ہیں اور نہیں چاہتے کہ اپنی حیثیت سے اپنے کو بڑھا کر دکھلائیں (یعنی اپنے آپ کو خدا کہلائیں) آپ سیدھے سادے' بے ساختہ اور اپنی مدد آپ کرنے والے باشندے عرب کے ویرانے کے ہیں۔ نہ تو آپ میں دکھلاوٹ کے لیے غرور تھا' نہ حد سے زیادہ انکسار۔ ہر موقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی آپ ہو جاتے تھے۔ اپنے پیوند لگے ہوئے جوتے اور جبے میں صاف صاف ویسی ہی باتیں کرنے لگتے تھے جیسی شاہان فارس یا سلاطین یونان کرتے ہیں اور جو کچھ آپ فرماتے تھے' وہ بادشاہوں کو ماننا پڑتا تھا۔

۶۶ --- (مدح اسلام میں) اس کے اصول عمدہ ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کی روحانیت ہے۔ بارہ سو برس سے وہ پانچویں حصہ دنیا کا مذہب اور عزیز رہنما ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایسا مذہب ہے جو تہ دل سے مانا جاتا ہے۔ عرب اپنے مذہب کو مانتے اور اس پر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ قدیم سے کوئی عیسائی بلکہ شاید حال کے انگلستانی یورپین بھی اس طور سے اپنے مذہب پر قائم نہیں ہیں جیسے مسلمان اپنے مذہب پر ہیں۔ وہ اپنے مذہب کو پورا پورا مانتے ہیں اور وقت اور ابدی زندگی کا مقابلہ اس کے ساتھ

کرتے ہیں۔ آج کی رات بھی قاہرہ کی سڑکوں کا چوکیدار جب کہتا ہے' کون جاتا ہے تو اپنے سوال کے جواب کے ساتھ مسافر سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر سنتا ہے۔ اسلام ان کروڑوں کالے آدمیوں کی روح اور روزمرہ میں سمایا ہوا ہے"۔

۶۶--- (ڈاکٹر مارکس ڈوڈس) دو اعلیٰ درجہ کی خوبیاں مسلمانوں میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ عیاں ہیں۔ انہیں اپنے خدا کے اقرار میں ذرا تامل و خوف نہیں ہوتا اور یہ بڑا مسئلہ ان کے عمل میں ہے کہ خدا کی عبادت مندروں (مسجدوں) یا کسی خاص جگہ کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ بڑی عزت ہے ان نماز پڑھنے والے آدمیوں کی' جن کی مسجد انہیں کے ساتھ ہر جگہ رہتی ہے۔ جو شادیوں کے وحشیانہ شور میں' جنگ کے نہایت شدید انتظام میں چلتے ہوئے جہاز پر' بھیڑ بھاڑ کے بازار میں' اجنبی ملک میں' چاہے وہ کتنی ہی دور ہو جائے' کتنا ہی مختلف ہو' پہنچ سے ان کے خیالات' ان کے طریقوں اور پوشاک یا گفتگو کے وہ خاموشی سے اپنی جانماز بچھالیں گے اور مکہ کی طرف اپنا عاجز منہ کرلیں گے' گویا تمام دنیا کی طرف سے اندھے ہوگئے ہیں اور ہر آواز کی طرف سے بہرے ہیں' جو دل کو اچاٹتی ہو' سادی زبان میں خدا کی حمد کرتے ہیں۔ دل سے اس کے حضور میں مناجات کرتے ہیں اور نماز کے وقفوں میں اس طور سے ٹھہرے رہتے ہیں گویا اس کی عظمت میں محو ہیں"۔

۶۷--- ("ہمارے ہندوستانی مسلمان" مصنفہ منڑ' صفحہ ۱۷۹) اسلام کی عظمتوں میں ایک عظمت یہ بھی ہے کہ اس کے مندر (مسجدیں) ہاتھوں سے بنے ہوئے نہیں ہوتے اور اس کی نماز خدا کی زمین پر اور اس کے آسمان کے نیچے ہر جگہ ہو سکتی ہے"۔

انتخاب کتاب "اسلام انسان کے حق میں رحمت ہے"

(مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور)

۲--- ("لائف آف محمد") (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ سر ولیم میور (عیسائی) ہم بلا تامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس نے (یعنی مذہب اسلام نے) ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو' جن کی تاریکی مدتوں سے عرب کے جزیرہ نما پر چھارہی تھی' کالعدم کردیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی

موقوف ہوگئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنے ہیں' یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیے بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں۔ چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے برادرانہ محبت رکھیں' یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے' غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیے' نشے کی چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا"۔

۶--- "گبن مورخ) حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سیرت میں سب سے اخیر جو بات غور کرنے کے لائق ہے' وہ یہ ہے کہ ان کی عظمت وشان لوگوں کی بھلائی اور بہبودی کے حق میں مفید ہو یا مضر' جو لوگ کہ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سخت دشمن ہیں' وہ بھی اور نہایت متعصب عیسائی اور یہودی بھی باوجود پیغمبر برحق نہ ماننے کے اس بات کو تو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعویٰ رسالت ایک نہایت مفید مسئلے کی تلقین کے لیے اختیار کیا' گو وہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ قدیمہ کی سچائی اور پاکیزگی اور ان کے بانیوں یعنی اگلے پیغمبروں کی نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداری کو مذہب اسلام کی بنیاد خیال کرتے تھے۔ عرب کے بت خدا کے تخت کے روبرو توڑ دیے گئے اور انسان کے خون کے کفارے کو نماز' روزے' خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادے طریقے کی عبادت ہے۔ (دو فقروں کے بعد) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی روح ڈال دی۔ آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم وستم ہونے کو روک دیا۔ قومیں جو کہ مخالف تھیں' اعتقاد میں فرمانبرداری میں متفق ہوگئیں۔ خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بے ہودہ طور سے صرف ہوتی تھی' نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلہ پر مائل ہوگئی۔

۷--- ("اپالوجی فار دی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اینڈ قرآن" مصنفہ جان ڈیون پورٹ)

اس بات کا خیال کرنا' جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے' بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن (مجید) میں جس عقیدے کی تلقین کی گئی ہے' اس کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوئی تھی کیونکہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصب سے مبرا

ہیں' وہ سب بلا تامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا۔ (دو سطر بعد) پس ایسے اعلیٰ وسیلے کی نسبت' جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کو پیدا کیا ہے' گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اس مذہب کے بانی کے لحاظ سے' خواہ اس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو بجز اس کے اور کچھ چارہ نہیں ہے کہ اس پر نہایت دل سے توجہ کی جائے۔ اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کی ہے اور ان پر غور کیا ہے' ان میں سے بہت ہی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات متردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں۔ بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہو گا۔

۱۰ و ۱۱--- (ٹامس کارلائل مصنف "لیکچرز ان ہیروز") اسلام کا عرب کی قوم کے حق میں آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے ہی پہل اس کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہ بانوں کی ایک غریب قوم تھے اور جب سے دنیا بنی تھی' عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے اور کسی شخص کو ان کا کچھ خیال بھی نہ تھا۔ اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ' جس پر وہ یقین کرتے تھے' بھیجا گیا۔ اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف نہ تھا' وہ تمام دنیا میں مشہور ہو گئی اور چھوٹی چیز نہایت ہی بڑی چیز بن گئی۔ اس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب ایک طرف غرناطہ اور ایک طرف دہلی تک چھا گئے۔ عرب کی بہادری اور عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہ ہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر چمکتی رہی۔ (دو سطر بعد) یہی عرب اور یہی حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور یہی ایک صدی کا زمانہ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی' جو ظلمت میں کسمپرس ایک ریگستان تھا۔ مگر دیکھو کہ یہ ریگستان زور شور سے اڑ جانے والی بارود نے نیلے آسمان تک اٹھتے ہوئے شعلوں سے' دہلی سے غرناطہ تک روشن کردیا۔

انتخاب کتاب "موید الاسلام" مصنفہ جون ڈیون پورٹ

مطبوعہ مطبع بدر الدحی دہلی

۱۷۔۔! اس کتاب کی تصنیف سے میری غرض یہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے الزامات اور بے انصافانہ بہتان ہوئے ہیں' ان کو رفع کروں اور یہ ثابت کروں کہ آپ فی الحقیقت خلق اللہ کے بڑے مربی اور نفع رساں تھے۔ وہ مصنف جنہوں نے تعصب مذہبی کے سبب سے اس محی عبادت واحد مطلق کے شہرے پر داغ لگایا ہے' انہوں نے یہی ظاہر نہیں کیا کہ ہم نامنصف اور اس عدل سے خالی ہیں' جس کے اتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قدر شدومد سے تاکید فرمائی ہے' بلکہ انہوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کی ہے کیونکہ ادنیٰ فکر میں ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ عیسائیوں اور اس زمانے کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اور اس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں۔ (ایک فقرے کے بعد) یا بہ تبدیل الفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک شارع مذہب اور مقنن ملت خیال کرنا چاہیے۔

۸۔۔۔ جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھا اور وہ آپ کے بعد کیسے ہو گئے اور علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسئلوں نے کروڑہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت اور ثنا نہ کرنا بہت بڑی بے انصافی ہو گی۔

ایضاً۔۔۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقنن اور فتح کرنے والوں میں ایک کا بھی نام اس طرح نہیں لیا جا سکتا جس کے وقائع عمری آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور صداقت سے لکھے گئے ہوں۔

۱۵۔۔۔ آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے۔ ان میں سب سے بڑے پادری نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغور دیکھ کر ابو طالب کو ایک گوشہ میں لے جا کر کہا' اپنے بھتیجے سے خبردار رہنا اور ان کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ اس پادری کی پیشگوئی بالکل پوری ہوئی۔

۱۷--- آپ کا دل آویز تبسم' عمدہ اور رسیلی آواز' آزادی اور صاف دلی سے بات کرنا' ہر ایک آدمی کو' جس سے آپ خطاب کرتے' متوجہ کر لیتے تھے۔ آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں۔ آپ کی نصیحت جلد موثر ہوتی تھی۔ حافظہ خوب تھا۔ خیال بلند پرواز اور دلیرانہ تھا۔ رائے صائب تھی۔ طبیعت دلیر تھی اور آپ کی صاف دلی اور یقین کی نسبت کسی کی رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو' آپ کا استقلال پیروی میں اس بڑے مطلب کی' جس کے واسطے آپ پیدا ہوئے تھے' ہر آدمی کی تعریف کو زبردستی اپنی طرف راجع کرتا تھا۔

(از گبن مورخ) آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حسن میں شہرۂ آفاق تھے۔ (دو فقروں کے بعد) لوگ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شاہانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور دوضعدار تبسم اور بکھری ہوئی داڑھی اور ایسا چہرہ' جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر کھینچ دے اور ایسی حرکت اعضا جو زبان کا کام دے' تعریف کیا کرتے تھے۔

۱۸--- عبداللہ کے صاحبزادے نہایت عمدہ قوم میں تربیت والے ہوئے۔ انہوں نے نہایت فصیح عربی کا استعمال کیا اور ان کی طلاقت لسانی اور بلاغت کو ان کی عقل مندانہ خاموشی نے نہایت ترقی دی۔

۲۳--- یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے' وہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے' جو آپ کی عادت سے خوب واقف تھے۔ (معاذ اللہ) آپ .... ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور ان پر بھی یہ .... ضرور ظاہر ہوتا۔

۳۸--- "آپ میں چار صفتیں مجتمع تھیں۔ آپ بادشاہ' سپہ سالار اور قاضی اور واعظ تھے۔ سب کو اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور جیسے آپ کے معتقدین کو آپ سے ارادت اور محبت تھی' ایسی کبھی کسی اور نبی کی امتوں کو اس سے نہیں ہوئی۔ لوگ آپ کی اس قدر عظمت کرتے تھے کہ اگر کوئی چیز آپ کے بدن مبارک سے مس ہو جاتی تو اس کو متبرک خیال کرتے۔ اگرچہ آپ کو شہنشاہ ہونے سے بھی زیادہ اقتدار اور اختیار تھا مگر آپ نہایت سیدھی سادی وضع سے بسر کرتے تھے۔

مولف--- بارگاہ رسالت سے سلاطین کے پاس فرامین جاری ہونے کی کیفیت اور فرمان عالی کی خدمت میں خسرو پرویز بدبخت کی گستاخیوں کی حالت اور اس کا حاکم یمن کو آپ کی شہادت پر مقرر کرنا کہ

کر سکتے ہیں۔

۴۶--- جب آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس بے ادبی کی خبر ہوئی' آپ نے یہ کلمات بہ آواز بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ خسرو کی سلطنت اسی طرح پارہ پارہ کر دے گا اور اس کی دعاؤں کو نامقبول فرمائے گا۔ تھوڑے عرصہ بعد خسرو کو اس کے بیٹے سریز(شیرویہ) نامی نے قتل کر ڈالا۔ بدہم (باذان) مع اپنی رعیت کے مسلمان ہوگیا۔ (چند سطر بعد) آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کامیابی کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں صرف نیکو خصالی اور زور شمشیر ہی مجتمع نہ ہوا تھا بلکہ آپ کے کلام میں بھی بہت اثر تھا۔ آپ کی ہر ایک بات الہام شدہ معلوم ہوتی تھی اور اہل عرب کے دل پر بڑا اثر پیدا کرتی تھی اور چونکہ زبان زد خواص و عوام ہوتی تھی' لہٰذا دور دور پہنچ جاتی تھی۔ وہ کتاب جو آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان مشرقی لوگوں پر ظاہر کی' وہ بھی بڑے بڑے عمدہ اقراروں سے پر ہے۔ اس میں فرمانبرداری کم درکار ہے اور اس کا صلہ بڑا ہے اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بڑا حاکم ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔

۵۹ و ۶۰--- (ٹامس کارلائل) اس صحرانشین شخص میں صرف سیر چشمی اور صاف باطنی اور بلند نظری ہی نہ تھی بلکہ اور بات بھی تھی۔ آپ نہایت سنجیدہ تھے اور ان میں سے تھے جن کا شعار متانت ہے اور جن کو خدائے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف باطن خلق کیا ہے اور لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ قواعد قدیم اور روایات پر عمل کرتے ہیں مگر آپ صرف حق پر عمل درآمد کرتے تھے۔ مخلوقات کا راز آپ پر خوب افشا تھا اور آپ اس کے خوفوں اور شان و شوکت سے خوب واقف تھے۔ روایات قدیمہ کی اصل حقیقت اس بات کو آپ سے مخفی نہ کر سکتی تھی' اس طرح کی صاف باطنی فی الحقیقت خدا ہی کی طرف سے محمول ہو سکتی ہے۔ ایسے آدمی کی آواز براہ راست خدا ہی کی آواز ہے۔ آدمی کو بغیر اس کی تعمیل کیے بن نہیں آتی اور تمام چیزیں اس کے مقابل بے اصل ہیں۔ قدیم سے آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دل میں ہر سفر میں اور ہر جگہ ہزارہا خیالات رہتے تھے۔ آپ سوال کیا کرتے تھے کہ میں کیا ہوں اور یہ بے انتہا چیز جسے لوگ دنیا کہتے ہیں اور جس میں رہتا ہوں' کیا ہے۔ زندگی کیا ہے اور موت کیا ہے۔ مجھ سے کس بات کا یقین کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے۔ جبل حرا اور جبل سینا کے خوفناک ٹیلے اور صحرا کی تنہائی اور ریت نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور آسمان نے بھی جو' مع اپنے ثوابت و سیارہا کے' گردش کرتا ہے' اس کا ہرگز جواب نہ دیا۔ صرف آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی روح اور اللہ تعالیٰ کے الہام کو' جو اس

میں تھا' جواب دینا پڑا۔

۶۸ --- اور یہ مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کے اشکال عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا ہے۔ بعد ازاں اس کے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر فریفتہ ہو جاتا ہے۔

۷۲ --- ایسے بھی متقی مسلمان ہوئے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی میں ستر ہزار مرتبہ قرآن کو تمام وکمال پڑھا ہے۔

۷۳ و ۷۴ --- قرآن شریف مسلمانوں کا مجموعہ قوانین عامہ ہے۔ اس میں قوانین مذہبی اور سلوک باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور فوجی اور ملکی اور سزادہی سب موجود ہے اور مذہبی رسموں سے لے کر معاملات دنیوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے اور قرآن نجات روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلائق اور نیکی اور بدی اور سزائے دینی اور دنیوی سب چیز پر حاوی ہے' لہٰذا قرآن شریف اصل میں انجیل سے بالکل مختلف ہے' جس میں کہ کون صاحب کی رائے کے موافق مسائل مذہبی نہیں ہیں بلکہ عمدہ عمدہ حکایات اور تذکرے اور ایسی باتیں کہ جس سے خدا کی یاد اور تہذیب نفسی ہو' موجود ہیں مگر ان حکایات میں کچھ ربط ظاہری نہیں معلوم ہوتا۔ قرآن شریف اور کتب آسمانی کی مانند صرف امور مذہبی اور عبادت ہی پر حاوی نہیں بلکہ اس میں نظم و نسق ملکی کا بھی بیان ہے۔ اسی بنیاد پر سلطنتیں قائم ہیں' اسی میں سے ہر ایک قانون ملکی اخذ کیا جاتا ہے اور اس کے موافق ہر ایک تکرار مالی و ملکی فیصل ہوتی ہے۔ آنحضرت (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس واسطے کوئی ایسا قانون نہ نکالا جس کے ذریعہ سے علمائے امت کو عوام پر بہت اقتدار حاصل ہو۔ آپ کو خوف تھا کہ مبادا یہ لوگ بھی عیسائی پادریوں کی طرح اپنے نام مذہبوں اور ان کی سلطنتوں کو خراب نہ کر دیں۔

۸۲ --- منجملہ محاسن اور خوبیوں قرآن شریف کے' جس پر اہل اسلام کو ناز کرنا بجا ہے' دو باتیں نہایت عمدہ ہیں:

اول --- قرآن شریف کی وہ خوش بیانی' جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس کی عبارت میں خدائے تعالیٰ کی نسبت ان جذبوں کا مغلوب ہونا نہیں منسوب کیا گیا ہے' جو انسان کے واسطے مختص ہیں۔

دوسری --- تمام قرآن شریف ان خیالات اور الفاظ اور قصص سے مبرا ہے جو خلاف

تہذیب خیال کیے جاسکتے ہیں۔ مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں۔ حقیقت میں قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے اور اگر ہم اسے اول سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے۔

۸۳--- وہ مذہب' جس کی قرآن شریف نے بناڈالی ہے' اس میں کمال وحدانیت ہے اور اس میں خدائے تعالیٰ کا مضمون سمجھنے میں کچھ دقت و ابہام نہیں ہے۔

ایضاً--- سوا اس کے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق ہے اور جس میں کوئی ایسی کنہ نہیں ہے جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آئے۔

ایضاً--- اور خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ماہیت اشیا اور اس زمانہ کی قوموں کی حالت پر خوب غور کرکے یہ مذہب ایجاد کیا ہے۔ ایسے مسائل نکالے ہیں جو خلاف عقل نہیں۔ اس واسطے کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ اس عبادت نے اہل کعبہ کی بت پرستی اور سابائیوں (ہیکل پرستوں یا ستارہ پرستوں) کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کے آتش کدوں کا استیصال تامہ کردیا۔

۸۴--- قتل اطفال' جو اس زمانہ میں قرب و جوار کے ملکوں میں رائج تھا' اسلام کے سبب سے بالکل معدوم ہوگیا۔

۹۰ و ۹۱--- آنحضرت (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مذہب کی صداقت اس بات سے اور بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ اس مذہب کو نکلے ہوئے ایک عرصہ دراز منقضی ہوا مگر اس میں اور مذہبوں کی مانند خالق کی جائے مخلوق کی پرستش وغیرہ نہ ہوئی اور اہل اسلام نے اپنے وہم اور قیاس کی متابعت نہیں کی اور خدائے تعالیٰ کی پرستش پر قائم رہے اور اس کی جائے بتوں کو نہ پوجنے لگے۔

ایضاً--- حقیقت میں یہ مذہب اہل مشرق کے واسطے سرتاپا برکت تھا۔ (اس کے بعد خونریزی پر بحث کرکے کہتے ہیں) لہٰذا یہ بات بالکل بے ہودہ اور بے جا ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کے اس نمونہ قدرت کی کسرشان کریں اور جاہلانہ اس کی بات میں گفتگو کریں' جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے انسان کی رائے اور دل میں اثر ڈالنے کے واسطے پیدا کیا تھا۔ جب ہم اس تمام مضمون کو خیال کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ نے کیسے عجیب طور سے ظہور لیا اور ترقی پائی' تو ہمیں بے شبہ بہت تعجب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں معلوم ہوتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور عیسائی دونوں کی کتابوں کو پڑھا ہے' انہیں بیشک یہ

شبہ ہوتا ہوگا کہ کون سا مذہب ان دونوں میں صحیح ہے اور انہیں یہ اقرار کرنا ہوگا کہ مذہب اسلام بہت عمدہ مطالب کے واسطے ایجاد کیا گیا ہے"۔

۱۴۹--- اب یہ امر یقینی ہے کہ بت پرستی کا معدوم کرنا اور خدائے تعالیٰ واحد مطلق کی عبادت کی ایسی قوم میں بنا ڈالنا' جو نہایت درجہ کی بت پرست تھی اور خدا کو بالکل بھول گئی تھی' حقیقت میں ایسا کام ہے جس کے واسطے خدائے تعالیٰ نے نبی مقرر کیا ہو۔

۱۵۹--- قرآن شریف میں ہم کہیں یہ نہیں دیکھتے کہ خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسے حکم منسوب ہوں جن کو انسان رحم اور انصاف کے خلاف گمان کرے۔ مگر توریت میں منجملہ اور بہت احکام کے یہ احکام بھی لکھے ہیں۔

محبوب ذوالجلال کی نعت میں ہنود کے اقوال

ازکتاب "عجیب القصص" معروف بہ "شبستان عشرت"

مطبوعہ مطبع نو لکشور مصنفہ منشی بخت سنگھ

وگلہائے شاداب نعت گوناگوں نثار بارگاہ چمن طراز رسالت کہ ریاض دین بابیاری رائے جہاں آرائش طراوت تازہ و آب و رنگ بے اندازہ گرفتہ و ازہار تمنائے خارور پا شکستگان وادی معصیت بہ تسنیم نسیم شفاعتش گل گل شگفتہ۔ سحاب فیض آں دریا دل گرد گناہ از دامن سیہ کاران و رہ گم کردگان شستہ و بشرطہ لطف آں پاکیزہ گوہر سفینہ تختہ بندان قعر عصیان بساحل نجات پیوستہ گل اطاعتش سرافرازان انجمن معرفت را بر سرو از رائحہ گلزار بدا-تش مشام دانش ارباب حقیقت معطر۔ گوہر یکتائے ملت در چار سوئے امکان و شش جہت جہاں روز بازار ازو یافتہ ولوائے والائے شریعت ذات عالی در جاتش در عرصہ روزگار بر افراشتہ وجود فائض جودش باعث وجود کون و مکان وذات کرامت آیاتش موجب آرائش زمین و آسمان آئینہ دین مصقل ضمیر صافیش صفائے نیافتہ کہ چہرۂ نجات دراں رونہ نماید چراغ اسلام بہ پرتو رائے منیرش فروغے نگرفتہ کہ تا صبح قیامت روشن نباشد۔ **ابیات**۔

خدیو عالم جاں شاہ لولاک — مقیمان درش سکان افلاک
سوارہ رہ شناس عرصہ غیب — بساط آرائے خلوت گاہ لاریب
سران ملک عرفاں را سر او — روان قدسیاں خاک در او

تقریظ کتاب "گلستان مسرت" ملقب بہ "حدائق المعانی"

(مطبوعہ مطبع مصطفائی از منشی رام سہائے عزیز)

در نگینی معانی باد تسام نعت معجز بیانی ست کہ مجموعہ موجودات از نظم شرحش قافیہ وار انتظام گردیدہ و دیوان کائنات از رباعی چار یار و منتخب اہل بیتش بردیف احترام رسیدہ وجود جود افزائش فردی ست از بحر کامل عروج و کمال و اعضائے بیضا نمایش ترکیب بندی از بحر وافر وفور جمال۔ لراقمہ۔

بالغے کز بلاغ فکرت او — گشتہ منظوم خمسہ ایماں
نظم حسان بیمن اسائش — یافت حسن نظام و استحسان

از کتاب "دستور الصبیان" مصنفہ نوندہ رائے بریلوی

ونعت متکاثر خبیرے راکہ املائے دانش و بینش نکتہ از خامہ ہدایت اوست۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست — کتب خانہ چند ملت بشست
امام رسل پیشوائے سبیل — امین خدا مہبط جبرئیل

صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

از "شاہنامہ اردو" مصنفہ منشی مول چند منشی دہلوی

پر از مشک و عنبر نہ کیوں ہو وہاں — ثنائے محمد ہے ورد زباں
وہ ختم رسل سرور نامور — فلک جس کے آگے جھکاتا ہے سر

سر سروراں ہے وہ عالی جناب — سپہر نبوت کا ہے آفتاب
جہاں جس کے دیں سے ہے روشن تمام — مہ انور اس کا ہے داغی غلام
سر سروراں احمد مجتبیٰ — رسول خدا سید انبیاء
خردمند دانشور و بے نظیر — بسان مہ و مہر روشن ضمیر
سحاب سخاؤ محیط کرم — یم جود و خوش خلق عالی ہمم
وہ مہر جہاں تاب اوج جلال — وہ سرور سرافراز باغ کمال
فروغ جہاں نور ایمان و دین — وہ شمع شبستان عین الیقین
شفیع گناہاں بروز جزا — کشائندۂ عقدۂ مدعا
فرازندۂ رایت سروری — درخشندہ خورشید پیغمبری
وہ ہے خاص خاصان پروردگار — کہ جس نے کیا دین کو استوار
قدم اس نے معراج پر جب رکھا — تو پایہ بڑھا اور معراج کا
سپہر بریں کے زہے خوش نصیب — ہوا جلوہ گرداں خدا کا حبیب
میسر ہوا جبکہ قرب حضور — نظر اس کو آیا وہ تابندہ نور
تجلی کہیں جس کو اہل یقین — منور ہے جس سے زمان و زمین
یہ بخشا اسے پایہ گاہ رفیع — ہوئے جس کے شاہان عالم مطیع
گرامی و اشرف ہے انسان میں — غرض اس کی لولاک ہے شان میں
کروں اس کے اصحاب کا اب بیاں — کہ ہیں صاحب عزت و فخر شاں
ابوبکر و عثمان والا گہر — عمر اور علی وہ شہ نامور
کرے اب جو انصاف کا کچھ بیاں — نہ طاقت قلم میں نہ تاب زباں
کروں میں سخن کو بس اب مختصر — یہ ہے عرض میری کہ شام و سحر
معین اور یاور ہو یا مصطفےٰ — مرے دل کا بر لاؤ تم مدعا
گنہگار ہوں میں بروز حساب — میری کیجیو تم شفاعت شتاب
یہ منشی تمہارا ہے کمتر غلام — کرم اپنا اس پہ رکھو صبح و شام

از دیوان منشی ہرگوپال رائے تفتہ ردیف نون

جرم بخش ما خدا خواہد شدن　　　شافع ما مصطفٰے خواہد شدن

از "حدائق النجوم" مصنفہ رتن سنگھ زخمی لکھنوی بریلوی

سبحان اللہ! خداوندے کہ بنور نیر جہاں افروز احمدی و فروغ ذات اقدس محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) چراغ ہدایت بروسط السماء شریعت برافروخت و از برق شمشیر آبدار صاحب ذوالفقار قسیم جنت و نار خرمن ہستی مشرکین منحرف از جادۂ حق و یقین پاک سوخت۔ زہے رسول عالی ہمتے کہ گو ہر شب چراغ ایمان را از بحر ذخار خفا و نہاں برآوردہ چراغ راہ سالکان مسالک خدا شناسی ساخت و خہے امام آفتاب شہرتے کہ از وقوع کسوفات محن و مصائب نیند۔شیدہ پرتو ضیائے ایمان و یقین بر اقمار قلوب مومنین انداخت اللھم صل و سلم علی افضل انبیائک و سند اولیائک واله وعترته الطاهرین الی یوم الدین۔ و بر خاتمہ کتاب اللھم لک نحمد و بک نستعین فصل علی سیدنا محمد واله الطاهرين۔

تاریخ کتاب "احیاء العلوم شریف" مصنفہ حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ

منشی کالکا پرشاد موجد

نام سی رسول حرف چو اصحاب داشت　　　چار مجلد ازاں آمدہ ارکان علم

تقریظ "تاریخ فرشتہ" مطبوعہ نول کشور ازالہ موجد مذکور

نقود جیدۂ تحیات نذر شہنشاہ اقلیم نبوت کہ درم ماہ بقرب سکہ صولتش دو نیم گردیدہ۔ والقاب طیبہ صلوات نامزد سلطان کشور رسالت کہ گنبد فلک بقرع صدائے خطبہ شوکتش جنیدہ و سرعت زمانی لیلتہ

المعراج از کوتاہی شب وصال عاشقان مبرہن و خلوت مکانی لی مع اللہ از ناپسندی رقابت معشوقان مبین عنکبوت خورشید در کہف گیتی بمقدمش تار شعاعی تناں و سنگریزہ نجوم در مشت آسمان از نبوتش حرف روشن زناں۔ لراقمہ۔

ز قوسین شق قمر وا نمود — کہ او صاحب قاب قوسین بود
بود مہر پشتش نشان صریح — کہ وصل حدوث و قدم شد صحیح
چو بگذشت از سال وے اربعین — شد اظہار قرب خدا بہر ایں
کہ از میم احمد خرد بگذرد — بر اند کہ شد متحد با احد
مرا گشتہ رازے عیاں در ضمیر — کہ شاہ آمد اندر لباس سفیر

از کتاب ”خزانۃ العلم مصنفہ لالہ کانجی کائستھ کہ

برائے ہنری ڈکشن یوروپین نوشتہ

(وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین)

از ”مجربات الحکمتہ“ مصنفہ ہیرالال

مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم دہلی

والصلوہ والسلام علی رسولہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

از "جواہر الترکیب" مصنفہ لالہ سیوارام جوہر بعد حمد و نعت

مطبوعہ مطبع مصطفائی

از "انشائے بے نقاط" مصنفہ لالہ کامتا پرشاد

مطبوعہ مطبع نو لکشور

لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ درود لا محدود مر رسول اللہ صلعم را۔

از "گلزار نسیم" مصنفہ دیبی شنکر نسیم لکھنوی

کرتا ہے یہ ورد زباں سے یکسر — حمد حق و مدحت پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے — یعنی کہ مطیع پنجتن ہے

از تمہید مثنوی مولانا رومی رضی اللہ عنہ

مصنفہ منشی نو لکشور آنجہانی مالک مطبع

انکہ بود آئینہ اش مثل قمر — پرتو کامل دروشد جلوہ گر
مصطفٰی شد نام آں بدر الدجیٰ — مظہر عینیت شمس الضحیٰ
نور آل پاک و اصحاب کبار — عکس مہر از آئینہ شد بر جدار

از کلیات بنواری لال شعلہ

مطبوعہ مطبع کائستھ پرکاش علی گڑھ

الٰہی ہو مری ہستی کا عشق سے آغاز
قدوم ختم رسل پر ہو اختتام مرا

رہے گا قرب خدا قافلہ شہیدوں کا
زرا بہشت میں ٹھہریں گے کربلا کے چلے

وہ چشمے ہیں جو پانی سے کریں سیراب پیاسوں کو
وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غم شبیر و شبر میں

بڑھے گی جب زیادہ آفتاب حشر کی گرمی
تیری رحمت پکارے گی یہی میدان محشر میں

چلے آؤ چلے آؤ گنہگارو چلے آؤ
ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامان پیمبر میں

بے جرم نہیں اگرچہ ہے خوار و ذلیل
ضامن ہے مرا بھی جو ہے امت کا کفیل

موجی رام موجی لکھنوی از "سراپا سخن"

مطبوعہ مطبع نول کشور

محشر کے دن وسیلہ شفاعت کا ہو مجھے
موجی جو ہاتھ آئیں حسین و حسن کے پاؤں

تقریظ "انشائے صنعت" المعروف "بارمغان ہند" تصنیف بانکے لال زار بدایونی

(مطبوعہ مطبع انوار احمد بریلی)

لالتاپرشاد کھتری سب انسپکٹر درجہ اول سردفتر انگریزی پولیس ضلع میر پور

معجز بیانی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام و اولیائے کرام چراغ ہدایت بر عالمیان روشن کردہ و از برکت انفاس ایشاں عماد دین و دنیا را باحسن طرق استحکام فرمودہ۔

مشتے نمونہ اقوال کے بعد اب مخالفین کی عملی کارروائیوں پر بھی نظر کرلینی چاہیے جو بہت زور کے ساتھ ثابت کریں گی کہ اسلام اور اس کے پیروؤں اور اس کے مقدس معابد کو وہ لوگ محض اسلامی نسبت کے سبب سے متبرک جانتے ہیں اور برگزیدہ مانتے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں سے ہنود سخت پرہیز و اجتناب رکھتے ہیں اور چھوت کے عجیب و غریب مسئلے پر بہت شدت کے ساتھ کاربند ہیں مگر یہ پابندی اسی وقت تک محدود ہے جب تک وہ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں۔ آفتاب سے زیادہ روشن امر ہے کہ ہنود جب ان کے یہاں کسی بھوت پلید وغیرہ کا (جن کی خوشامد بلکہ پوجا میں وہ رات دن سرگرم ہیں) خلل ہو جاتا ہے تو تعویذ مسلمانوں ہی سے لے جاتے ہیں اور مسلمانوں ہی سے اپنے گھر میں اذانیں کہلواتے ہیں۔ اپنے معابد (شوالوں) کو چھوڑ کر بچوں کو مساجد کے دروازوں پر نمازیوں سے دم کروانے لاتے ہیں۔

رنجیت سنگھ' جو لاہور کا بااختیار راجہ تھا' ایسے سخت تعصب پر کہ مسلمانوں کو اذان دینے سے روکتا' گائے کا گوشت نہ کھانے دیتا مگر سیدنا و مولانا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف بڑی دھوم دھام سے کرتا۔ گوالیار کے راج میں بھی یہ نیاز مبارکہ اور عشرہ محرم شریف میں شربت وغیرہ کی سبیل ہوتی ہے۔ بڑودے کا گزشتہ راجہ جس سچی عقیدت کے ساتھ گیارہویں شریف کرتا' ظاہر و مشہور ہے۔ یہ نیاز شریف ہندوستان میں بھی اکثر ہنود کرتے ہیں مگر اس کی کیفیت دکن والوں سے کوئی پوچھے کہ ہمارے حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار میں وہاں ہنود کیسا اعتقاد رکھتے اور کس دھوم سے یہ پاک

نیاز کرتے ہیں اور کیسی کیسی کرامتیں ان پر ظاہر ہوتی اور کس کس قسم کی دنیوی حاجتیں (جو دنیا میں کسی سے پوری نہ ہوں) عطا فرمائی جاتی ہیں۔ دور کیوں جایئے! ذرا اجمیر شریف میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کیجئے' جہاں سینکڑوں ہندو ہاتھ جوڑے گڑگڑاتے سجدے کرتے حاضر ہوتے ہیں اور اپنی منہ مانگی مرادیں بارگاہ سلطانی سے پاتے ہیں۔ میں نے جو کچھ لکھا' یہ اجمیر شریف ہی کے ہنود کی حالت نہیں' بلکہ دور دراز مقامات کے رہنے والے ہندو صرف اسی سرکار میں حاضری کی عزت حاصل کرنے کو مال صرف کرتے اور سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہنود اپنے تیرتھوں کو نہیں جاتے' جاتے ہیں مگر وہاں سوا منڈنے کے اور کچھ نتیجہ نہیں پاتے۔ غرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جن سے محض بوجہ طوالت قطع نظر کی جاتی ہے۔ بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ اس دین متین کی خوبیاں بے حد وپایاں ایسی روشن و نمایاں ہیں کہ مخالفین تک (جنہیں ذرا بھی عقل و انصاف سے تعلق ہے) اس کے مداح وثنا خواں ہیں۔

والله قد شهد العدو بفضله　　والفضل ما شهدت به الاعداء

متعصب مخالفین اگر چاند پر خاک اڑائیں' کیا ہوتا ہے۔

ع　"ہر کسے بر خلقت خودمی تند"

ع　"ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں"

کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی مذہب وملت کے مخالفین یوں اس کی مدح وستائش میں رطب اللساں رہے ہوں' یوں اپنی تصنیفوں کے دیباچے اس کی تعریف وثنا کی برکات لینے سے مزین کیے ہوں۔ ہرگز نہیں' ہرگز نہیں۔ پھر آخر جاذبہ حقانیت اور اسلام کی خداداد دل کش نورانیت کے سوا اور کیا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمين والصلاه والسلام على شفيع المذنبين رحمت للعلمين وعلى اله الطاهرين وصحبه الطيبين وعلينا معهم اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

قرآن مجید کی تیسری قوت

اللہ اللہ حفاظت اور شہرت اس پلے کی کہ جس طرح اس نے اول دن اپنے نازل فرمانے والے اور بھیجنے والے رب العالمین کی طرف سے اپنی حفاظت کی نسبت تحریف وغیرہ سے صراحتاً وعدہ فرمایا تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون یعنی "بیشک ہم نے ہی نازل کیا ہے اس ذکر پاک یعنی قرآن مجید کو اور ہم ہی اس کی حفاظت رکھنے والے اور نگہبانی کرنے والے ہیں"۔ علیٰ ہذا جیسے اس نے اس وقت میں کہ فقط غالباً بیس تیس آدمی اس کے پیرو ہوں گے' اپنے لانے والے کی نسبت ہادی جملہ خلائق ہونے کا تاکید کے ساتھ قطعی اشتہار دیا تھا اور اپنے احکام کے ساتھ اپنے لانے والے کو بشیر اور نذیر عام مخلوقات فرما دیا تھا کہ وما ارسلناک الا کافته للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی "نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے ہمارے رسول مگر تمام آدمیوں کے واسطے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا مگر اکثر آدمی نہیں جانتے"۔ اور پھر بالتصریح بہ مقتضاء الف لام استغراق جتا دیا تھا کہ انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق یعنی "بیشک ہم نے نازل کیا ہے تم پر اس کتاب کو سارے آدمیوں کے واسطے حق بیان کرنے والی"۔

بائیس سال میں تین لاکھ کفار نے اسلام قبول کرلیا:

بلاکم وکاست اسی طرح زمانہ حضوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی وہ جلوہ اپنی حفاظت اور شہرت کا ظاہر فرمایا کہ قریب تین لاکھ کے آدمیوں کو بائیس ہی برس میں' جو زمانہ ظہور نبوت کا ہے' اپنا اور اپنے لانے والے کا غلام جان نثار بنا دکھایا اور بضرورت ادا کرنے نماز کے کہ جس میں بقدر طاقت قرآن مجید کا ہر نمازی انسان پر پڑھنا فرض ہے۔ تقریباً تین ہی لاکھ آدمیوں کے سینوں میں کم و بیش اپنی حفاظت کا گھر جا بنایا اور بموجب حالات ہمارے زمانہ والوں کے کہ بہت سے مسلمان نماز بھی' جو اعلیٰ درجہ کا رکن اسلام ہے' کبھی نہیں پڑھتے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس ضعف اسلام کے ہر شہر میں اس قدر چھوٹے اور بڑے

حافظ تمام قرآن کے موجود ہیں کہ رمضان شریف میں تراویح کے اندر جس میں سارا قرآن مجید مع بسم اللہ سنانا سننا اکثر اہل اسلام کے نزدیک سنت موکدہ ہے' سنانے تک کو مسجد میں حافظوں کو جگہ نہیں ملتی۔ غالباً بموجب کثرت شوق صحابہ کرام کے ساتھ قرات کلام اللہ کے اور ہونے اس کلام پاک کے انہی کی زبان میں' ان تمام صحابہ کرام میں اکثر پورے ہی قرآن کے ہزاروں حافظ ہوں گے۔ ہاں جو صحابہ ادھر ادھر بعض مختلف گاؤں اور شہر کے تھے یا سوداگر اور دور کی ولایتوں کے رہنے والے' ان کی غیر حاضری میں جس قدر قرآن مجید نازل ہوا' وہ ان کے حفظ سے رہ گیا ہو تو ہو'

نبی کریم کے وصال کے وقت ایک لاکھ صحابہ محدثین موجود تھے:

"مقدمہ اصابہ فی تمیز الصحابہ" میں ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ علی بن ابی ذرعہ رازی علیہ الرحمہ سے جو بڑے معتبر اعلیٰ درجہ کے محدث محقق مشہور ہیں' نقل فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ سے زیادہ آپ کی وفات کے وقت وہ صحابہ کرام دنیا میں موجود تھے' جنہوں نے آپ کی غلامی میں آکر آپ سے احادیث بھی سنیں اور دوسروں کو پہنچائیں اور آپ سے روایت کی۔ پھر یہ کیونکر خیال کیا جائے کہ جو لوگ آپ کی باتوں کو لفظ بلفظ یاد رکھیں اور روایت کریں' وہ حفظ قرآن سے غافل رہیں حالانکہ قرآن مجید سیکھنے سکھانے والوں کو بموجب فرمان حبیب الرحمٰن علیہ صلوات اللہ السبحان سب سے بہتر سمجھیں اور تین آیتیں یاد کرلینے کو قرآن مجید سے تین موٹی اونٹنی مفت حاصل کرلینے سے زیادہ فائدہ مند جانیں اور مشغولی قرآن پر دوسرے اذکار اور دعاؤں سے زیادہ امید نفع کی رکھیں۔

دیکھو باب "فضائل القرآن" مشکوۃ شریف کو اور یہ امر منتخب کنز العمال کی اس روایت سے' جس میں چار سو حافظوں کے شہید ہونے کا فقط جنگ یمامہ میں ذکر ہے اور اسی جنگ میں بخاری شریف کی حدیث میں ستر حافظوں کے شہید ہونے کا تذکرہ بہت ہی ظاہر ہے ورنہ مطلقاً صحابہ کرام' جنہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لائے اور اس کلام پاک کو سن کر اس کے غلام بے دام بن گئے اور وہ سب کے سب کم و بیش قرآن کے تو ضرور ہی حافظ تھے۔ اتنے تھے کہ بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قصہ جنگ تبوک میں روایت ہے کہ اس جنگ میں اس کثرت سے صحابہ کرام تھے کہ دیوان شمار میں ان کے نام نہیں سماتے تھے اور پھر بہت مختلف موقعوں پر شہید ہوتے رہے۔ طاعون اور وبا میں بھی انتقال فرماتے رہے' اسی وجہ سے محدثین لکھتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کے نام و نشان کا پتہ ملنا دشوار ہو گیا۔

قرآن پاک کی ترتیب و تدوین میں صحابہ کرام کا کردار:

امیر المومنین ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمتہ "اصابہ فی تمیز الصحابہ" میں اکیس ہزار پینسٹھ صحابہ کے نام اور بعض حالات لکھ کر اس کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ باوجود بہت سی تلاش کے مجھ کو دسویں حصہ کے بھی نام صحابہ کرام کے نہیں ملے۔ اس حساب سے دس کو اکیس ہزار پینسٹھ ہی میں اگر ضرب دیتے ہیں تو دو لاکھ دس ہزار چھ سو پچاس صحابہ ہوتے ہیں۔ پھر تو روز بروز دن دونی رات سوائی اس حفاظت اور شہرت نے بموجب پیشین گوئی قرآن پاک کے علاوہ تمام مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہونے کے اس قدر ترقی پکڑی کہ عہد خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں موافق مشورے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حسب الحکم ان دونوں خلفاء گرامی قدر کے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے' جو حافظ قرآن بھی تھے اور کاتب وحی ہونے کی وجہ سے ترتیب اور تالیف سورتوں اور آیتوں کے کیفیت شناس اور نکتہ داں بھی' اس احتیاط کے ساتھ ایک جگہ تحریرا بھی اپنی معتبر ترتیب پر جمع کر لیا کہ جن جن صحابہ کے مابین جس قدر آیتیں اور سورتیں متفرق مختلف بکری کی شانوں پر' کھجور کے پتوں اور کاغذ کے پرچوں پر لکھی ہوئی تھیں' ان سب سے بھی کامل شہادت کے ساتھ ایک ایک آیت تک لے لے کر اپنے حافظے اور دوسرے حافظوں کے حافظے کے ساتھ لکھنے سے پہلے مطابق کر لیا۔ منسوخ التلاوت اور غیر منسوخ التلاوت کو اپنی یاد اور دوسرے صحابہ کی گواہی سے جمع کرنے سے پہلے جانچ لیا۔ پھر تو دوسرے صحابہ کرام نے بھی' جو حافظ تھے' جس ترتیب پر ان کو یاد تھا' علیحدہ علیحدہ لکھ لیا۔ اس لکھنے میں اور دوسری ترکیبوں پر جمع کرنے میں بجز اس کے اور کوئی نقصان نہ تھا کہ بعض نے ترتیب نزول پر یعنی جس طرح آیتیں آگے پیچھے حسب ضرورت نازل ہوئی تھیں' ویسی ہی لکھ لیا۔ بعض نے منسوخ التلاوۃ آیتوں کو بھی ناواقفیت سے درج کر لیا۔

چنانچہ بخاری شریف میں جو روایت ہے کہ تمام و کمال قرآن مجید کے چار حافظ تھے' اس کی مطابقت میں ان دوسری صحیح روایتوں سے' جن میں بہت لوگوں کا صحابہ کرام سے حافظ تمام کلام اللہ کا ہونا ثابت ہے' اکثر محقق شارح یہی لکھتے ہیں کہ ان چار سے وہ چار حافظ مراد ہیں جن کو منسوخ التلاوۃ آیتیں بھی یا ان آیتوں کا مضمون ہی یاد تھا مگر اس صورت میں پچھلے زمانہ والوں سے اور اس زمانہ کے ناواقفوں سے چونکہ بظاہر خوف اختلاف کا تھا بلکہ اس اختلاف کا بعض دور کے رہنے والوں سے ظہور ہونے بھی لگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہ یہ بھی بموجب روایت کنز العمال حافظ قرآن تھے' حضرت حذیفہ بن الیمان رضی

اللہ عنہ کے کہنے سے ’جو باتفاق شیعہ سینوں کے امین امت ہیں‘ بموجب روایت معتبر مشکوۃ شریف کے اس ترتیب خاص موجودہ پر حضرت زید بن ثابت کے لکھے ہوئے قرآن کی سات نقلیں کرا کے مختلف ولایتوں میں لکھا ہوا قرآن بھی شائع کر دیا۔ اگرچہ کم و زیادہ حافظ قرآن تو پہلے ہی سے ہر جگہ موجود تھے اور دوسری ترتیبوں کے ساتھ لکھی ہوئی سورتوں کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ امین امت کے مشورے سے بالکل نابود کر دیا اور اس کے واسطہ سے اللہ جل شانہ‘ نے **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون** کا پورا جلوہ دکھا دیا اور روز بروز اس کی شہرت اور حفاظت کی ترقی روز افزوں کو یہاں تک پہنچا دیا کہ فی زمانہ تو اس کی شہرت اور حفاظت کو محتاج بیان ہی نہ رکھا بموجب مثل مشہور ”عیاں راچہ بیاں“ مثل آفتاب کے تمام عالم میں روشن کر دکھایا۔ وہ کونسی جگہ ہے جہاں قرآن مجید‘ قرآن مجید کے خواستگار کو نہ مل سکے اور انسان ارادہ کرے اور اس کو نہ سمجھ سکے۔ اس کے حافظ اس قدر کہ اللہ اکبر اور مطلقاً کم و بیش کلام اللہ کے حافظ اور اس کی پیروی کرنے والوں کی یہ کثرت کہ سبحان اللہ القادر۔

دنیا میں مسلمانوں کی موجودہ تعداد:

صاحب ”اخبار محمدن“ مدراس اخبار ”نیشنل ریویو“ سے فقط انگریزوں کی تحقیقات کے موافق آج دن نوے کروڑ مسلمان روئے زمین پر نقل کرتا ہے اور پیسہ اخبار لاہور بھی اسی کے قریب قریب اس طرح تفصیل وار لکھتا ہے:

نمبر شمار	نام ملک	تعداد اہل اسلام	نمبر شمار	نام ملک	تعداد اہل اسلام
۱	یورپ	۱۷۱۰۹۶۶۸	۱۱	آسٹریلیا مع جزائر ملحقہ	۶۷۷۵۰۰۰
۲	افریقہ	۱۰۰۱۲۱۰۰۰	۱۲	افریقہ شمالی	۲۵۰۰۰۳۱۰
۳	برٹش انڈیا	۶۱۵۶۲۰۰۰	۱۳	سوڈان وغیرہ	۸۰۰۰۰۰۰۰
۴	جزائر ہند	۱۳۲۲۶۰۰۰	۱۴	مصر	۱۰۰۰۰۰۰۰
۵	بلیشیا	۱۰۰۰۰۰۰۰	۱۵	ایران	۲۰۰۰۰۰۰
۶	دولت عثمانیہ	۳۱۰۱۰۰۰۰	۱۶	افغانستان	۶۰۰۰۰۰۰
۷	مقبوضات عثمانیہ علاوہ مصر	۶۰۰۰۰۰	۱۷	روس	۳۰۰۰۰۰۰۰
۸	ترکستان	۱۵۰۰۰۰۰۰	۱۸	چین	۷۵۰۰۰۰۰۰

۵۰۰۰۰۰۰	بلوچستان	۱۹	۱۲۰۰۰۰۰۰	عرب	۹
۶۰۳۷۱۶۶۸۷۰	کل میزان		۱۳۳۶۲۹۹۲	پالی نیشیا یعنی ریشیا	۱۰

صاحب پیسہ اخبار ۲۹/ جولائی ۱۹۰۵ء مطابق ۲۴/ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ نمبر ۱۵۳ کے جلد سوم میں محبوب الرحمٰن صاحب سارنپوری نامہ نگار کے حوالے سے اسی مضمون کے قریب قریب یہ محققانہ تقریر نقل کرتے ہیں۔

جغرافیوں میں مسلمان ۱۸ کروڑ اور تازہ سائیکلوپیڈیا میں ۲۵ کروڑ درج ہیں۔ اور بعض اخبارات میں ۳۰ کروڑ ۶۰ لاکھ بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن محققین باختلاف کروڑوں کی تعداد ۳۹ کروڑ سے ۹۰ کروڑ تک بتاتے ہیں۔ چنانچہ فرانسیسی فاضل مسٹر ایم برن صاحب نے' جو مشہور سیاح اور مورخ اور صاحب تصنیف ہے' تیس سال کی تحقیقات اور اسلامی ممالک کی سیاحت اور صرف کثیر گوارا کرنے کے بعد اپنی کتاب "سیر اسلام" میں ان کا شمار ۳۸ کروڑ ۸۴ لاکھ ۲۲ ہزار ۸ سو ۰۷ لکھا ہے۔ ایک اور جرمن محقق نے دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۶۴ کروڑ بیان کی ہے اور کرزن گزٹ نے ان کا شمار ۹۰ کروڑ تک پہنچایا ہے۔ چونکہ فی زمانہ تمام عالم میں یورپ اور یورپ میں اہل جرمن علوم و فنون' تعلیم و تعلم' وسعت معلومات' قابلیت' راست بازی وغیرہ میں بڑھے ہوئے ہیں' خصوصاً تحقیق میں زیادہ معتبر و مستند سمجھے جاتے ہیں' اس لیے مسلمانوں کی نسبت جرمن محقق کی بیان کردہ تعداد زیادہ صحیح سمجھنا چاہیے اور چند وجوہ سے بھی قابل وثوق ہے۔

(۱) چونکہ ٹرکی و جرمنی میں باہم اتحاد ہے' اس لیے اہل جرمن کو مسلمانوں کے متعلق حصول معلومات و تحقیقات حالات میں غیر معمولی سہولیت حاصل ہے۔

(۲) بخیال اختلاف اگر ۳۹ کروڑ اور ۹۰ کروڑ کا اوسط بھی لیا جائے تو ساڑھے چونسٹھ کروڑ ہوتا ہے جو جرمن محقق کی بیان کردہ تعداد سے صرف بقدر ۵۰ لاکھ زیادہ ہے۔

(۳) فرانسیسی فاضل نے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی جو تفصیل لکھی ہے' وہ دیگر بیان کردہ تعداد سے کم اور بہت کم ہے اور سب سے زیادہ زبردست ثبوت فاضل فرانسیسی کی بیان کردہ تعداد کے کم ہونے کا یہی ہے۔ مثال کے طور پر بعض ممالک کے مسلمانوں کی تعداد بیان کردہ فرانسیسی فاضل کا دیگر اصحاب کے بیان کردہ تعدادوں سے مقابلہ کر کے باہمی فرق ظاہر کیا جاتا ہے۔

نقشہ تفصیل تعداد مسلمانان عالم

بیان کردہ فرانسیسی فاضل مصنف "سیر اسلام"

نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار	نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار
۱	یورپ	۱۷۱۰۹۶۶۸	۱۰	ایشیا	۱۳۳۶۲۹۹۲
۲	افریقہ	۱۰۰۱۲۱۰۰۰	۱۱	مصر	۹۸۰۰۰۰
۳	آسٹریلیا مع جزائر ملحقہ	۶۷۷۵۰۰۰	۱۲	مقبوضات عثمانیہ علاوہ مصر	۶۰۰۰۰۰۰
۴	برٹش انڈیا	۶۱۵۶۲۰۰۰	۱۳	ایران	۲۶۰۰۰۰۰
۵	افریقہ شمالی	۲۵۰۰۰۲۱۰	۱۴	ترکستان	۱۰۰۰۰۰۰
۶	جزائر ہند	۱۳۲۲۶۰۰۰	۱۵	افغانستان	۶۰۰۰۰۰۰
۷	پالی نیشیا	۲۱۱۱۶۰۰۰	۱۶	روس	۱۲۲۶۰۰۰۰
۸	سوڈان	۲۶۰۰۰۰۰۰	۱۷	چین	۳۳۳۰۰۰۰۰
۹	ٹرکی	۳۱۰۱۰۰۰۰		کل میزان	۳۸۸۵۲۲۸۷۰

نقشہ بالا سے ظاہر ہے کہ بر عرب اس میں شامل نہیں ہے۔ جزیرہ نمائے عرب بڑا وسیع ملک ہے' جو مسلمانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی آبادی ۳ کروڑ سے کم نہیں ہے۔ جن تحریروں کی رو سے مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۱۸ کروڑ ہے' ان میں عرب کی آبادی ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ہے' جو تناسب کے لحاظ سے بھی قریباً تین کروڑ کے ہوتی ہے۔ مگر چونکہ مجھ کو خاص احتیاط ملحوظ ہے' لہٰذا یہاں پر ایک کروڑ ۲۰ لاکھ بیان کی جاتی ہے' جو جغرافیہ و مفتاح الارض وغیرہ میں درج ہے۔

پالی نیشیا بحر اوقیانوس میں ۱۰ کروڑ مسلمان آباد ہیں:

(۴) پالی نیشیا یہ ایک بہت بڑا مجمع الجزائر ہے جو بحر اوقیانوس میں واقع ہے۔ اس میں بہت سے بڑے

بڑے مشہور جزیرے ہیں، جن میں جزائر بورنیو، فلپائن، ساترا، جاوا، منیلا، سینڈا، سلینیز، مکاسیر وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ پالی نیشیا کے مسلمانوں کی کل تعداد ۲ کروڑ ۱۱ لاکھ ۱۶ ہزار لکھی ہے مگر ایک مشہور امریکن اخبار کا جو مضمون بعنوان "مراکو میں جہاز" عربی اخبار اللواء" نے نقل کیا ہے، اس میں ایک موقع پر جاوا کے مسلمانوں کی تعداد ۲ کروڑ بیان کی گئی ہے۔ جاوا سے ساترا میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ بیان کی گئی ہے اور ساترا سے زیادہ فلپائن میں اور فلپائن کے برابر بورنیو میں مسلمانوں کی تعداد بتائی جاتی ہے۔ اس تناسب سے تو ان جزائر اور پالی نیشیا کے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر بخیال احتیاط جزائر ساترا و فلپائن و بورنیو میں بھی جاوا کے برابر ۲ کروڑ ہی مسلمان مان لیے جائیں اور باقی کل جزیروں میں بھی صرف ۲ کروڑ مسلمان قرار دیے جائیں تو بھی پالی نیشیا میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰ کروڑ ہوتی ہے۔

سوڈانی مسلمانوں کی تعداد ۲ کروڑ ساٹھ لاکھ ہے:

(۵) سوڈان وغیرہ کے مسلمانوں کی کل تعداد ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ لکھی ہے جو بہت کم ہے کیونکہ مصری سوڈان یعنی مہدی سوڈانی کے علاقہ سے مسلمانوں کی تعداد ۷۰ لاکھ، فرانسیسی سوڈان میں ایک کروڑ ۳۰ لاکھ، انگلستان اور بلجیم کے سوڈانی علاقہ میں ۹۰ لاکھ ایک نامور عربی اخبار میں بیان کی گئی ہے اور یہ وہ تحریر ہے کہ اس کے رو سے کل دنیا کے مسلمانان کی تعداد ۳۰ کروڑ ۶۰ لاکھ ہوتی ہے۔ صدی گزشتہ کے اخیر میں جب انگلستان کی جانب سے وگندو کی اسلامی ریاست میں وہاں کے حاکم سے، جو سلطان کسوٹو کے ماتحت تھا، تصفیہ معاملات اور باہمی سمجھوتے کی غرض سے کمیشن کی گئی تھی، اس زمانہ میں کسوٹو وگندو کی متحدہ اسلامی حکومت کی آبادی ۲ کروڑ سے ۳ کروڑ تک بیان کی گئی ہے۔ اس جگہ پر ۲ کروڑ مسلمانان کسوٹو وگندو کی تعداد قرار دی جاتی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں خلوئے کریٹ کے بعد وادائی کی اسلامی حکومت پر ترکی اقتدار قائم ہوا اور اس کا متصلہ علاقہ ٹرکی کے زیر اثر آیا، جس پر فرانس ناراض ہو کر عرصہ تک قلمی جنگ کرتا رہا اور فرانسیسی قوم ترکیوں سے لڑنے کو تیار ہو گئی اور گورنمنٹ فرانس ترکیوں سے جنگ کرنے کا زور اور دباؤ ڈالنے لگی اور آخر کار فرانس کے پریزیڈنٹ کے علی الاعلان یہ ظاہر کر دینے پر کہ فرانس ترکی سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، فرانسیسی ٹھنڈے ہوئے۔ اس وقت میں اس جدید حاصل شدہ علاقہ کی آبادی، جس میں مسلمان ہی ہیں، قریباً ۳ کروڑ بیان کی گئی تھی۔ دیگر اسلامی حکومتوں کی تعداد مختلف تحریروں میں مختلف مقامات و مواقع پر بہت بڑی لکھی گئی ہے لیکن اس جگہ باقی کل وسط سوڈان کی اسلامی حکومتوں کے مسلمانوں

کی تعداد صرف ایک کروڑ ۱۰ لاکھ قرار دی جاتی ہے' جس سے سوڈان وغیرہ کے مسلمانوں کی تعداد ۸ کروڑ ہوتی ہے۔

(۶) مصر میں مسلمانوں کی تعداد ۹ لاکھ ۸۰ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ حالانکہ بموجب مردم شاری حال کے وہ کروڑوں سے کم نہیں ہے۔

(۷) ایران کے مسلمانوں کی تعداد ۲۶ لاکھ لکھی ہے حالانکہ ۲۸ کروڑ والی تعداد کی تفصیل میں' جو مصر کے عربی اخبار "الموید" میں شائع ہوئی' ۹۰ لاکھ اور ۳۰ کروڑ ۶۰ لاکھ والی تفصیل میں ایک کروڑ ۲ لاکھ ہے۔ علاوہ ازیں ایک تعلیم یافتہ ایرانی کی تحریر میں ایران کی آبادی تین کروڑ سے ۴ کروڑ تک بیان کی گئی ہے۔

ترکستان میں ایک کروڑ پچاس لاکھ مسلمان ہیں:

(۸) ترکستان میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ لکھی ہے۔ ۲۸ کروڑ والی تعداد میں بخارا کے مسلمانوں کی تعداد ۲۱ لاکھ ۳۰ ہزار خیوا یعنی خوارزم میں ۷۰ لاکھ' ترکستان شرقی کی تعداد ۲۰ لاکھ' ترکستان مغربی یا روسی کی ۲۰ لاکھ' ترکستان افغانی کی ۹ لاکھ ۵۰ ہزار ہے اور ایک موقع پر قوقند' جو ترکستان میں شامل ہے' اس کی آبادی ۹ لاکھ ۲۰ ہزار بیان کی گئی ہے۔ اور یہ مجموعی تعداد ایک کروڑ ۵۰ لاکھ ہوتی ہے۔ ترکستان ایک وسیع و آباد ملک ہے' جس میں مسلمان بھرے پڑے ہیں۔ اس میں اس سے بھی زیادہ مسلمانوں کی آبادی ہونے کی یقینی امید ہے۔

(۹) افغانستان میں ۶۰ لاکھ مسلمانوں کی تعداد بتائی ہے۔ افغانستان بڑا وسیع اور آباد ملک ہے' جس میں سوائے مسلمانوں کے کوئی قوم آباد نہیں ہے۔ اس کی نسبت یورپین مدبرین نے بوثوق بیان کیا ہے کہ افغانستان ضرورت کے وقت ۴۰ لاکھ قوی ہیکل جنگجو جوان مرد میدان افغانستان میں لا سکتا ہے۔ اب جبکہ ۴۰ لاکھ مرد میدان ہوئے تو قریباً اسی قدر لڑکے بوڑھے و دیگر معذورین آدمی ہوں گے اور اس کی مجموعی تعداد کے قریب عورتیں ہونی چاہئیں اور یہ سب مل کر بڑی تعداد تک پہنچتے ہیں' جس کو ۹۰ لاکھ تو عموماً سب نے بیان کیا ہے۔

روس میں تین کروڑ مسلمان آباد ہیں:

(۱۰) روس میں مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ۲۱ لاکھ ۶۰ ہزار بیان کی گئی ہے جو دیگر مختلف موقعوں پر اڑھائی سے تین کروڑ تک بیان کی گئی ہے۔ اور بعض کا تخمینہ اس سے بھی زیادہ کا ہے' جس کا بیان بارہا اخبارات میں ہو چکا ہے' جو اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔

چین میں ساڑھے سات کروڑ مسلمان آباد ہیں:

(۱۱) چین میں ۴ کروڑ ۴۴ لاکھ تعداد مسلمانوں کی بیان کی گئی ہے مگر بکسروں کی بغاوت کے زمانہ میں جب یورپین طاقتوں نے پیکن پر قبضہ کیا تھا تو منجملہ اور تازہ حالات کے وہاں مسلمانان چین کی تعداد بھی ساڑھے سات کروڑ تک بیان کی گئی ہے اور یہ اخبارات میں بھی بیانات شائع ہوئے کہ چین میں مسلمان قدیم سے آباد ہیں اور وہاں مسلمانوں کے ساتھ عمدہ اور فیاضانہ برتاؤ ہوتا رہتا ہے۔ مسلمانوں نے گورنمنٹ چین کو بارہا نازک موقعوں پر بیش بہا امداد دی اور گورنمنٹ چین کو بربادی سے بچایا' اس کے دشمنوں کو پامال کیا' جس سے مسلمان چین میں عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور ہر قسم کی آزادی ان کو حاصل ہے اور وہ وہاں پر آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں' جس کی وجہ سے وہاں ان کی نسل دن بدن ترقی پر ہے۔ اسلام مقدس کی عظمت اور اشاعت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ یورپین سیاح آئندہ کسی وقت میں کل چین کے مسلمان ہو جانے کا خوف ظاہر کرتے ہیں۔ وہاں پر ۹ کروڑ' ۱۰ کروڑ مسلمانوں کا ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔

(۱۲) فرانسیسی فاضل نے مثل عرب کے بلوچستان کے مسلمانوں کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ بلوچستان میں ۵۰ لاکھ مسلمان بیان کیے گئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ایسے ہی دیگر ممالک کے مسلمانوں کی تعداد کی نسبت خیال کر لینا چاہیے جس کے متعلق بخوف طوالت بحث نہیں کی گئی۔ ممکن ہے کہ فاضل فرانسیسی اپنی کوشش میں کامل طور پر کامیاب نہ ہوا ہو یا کوئی مغالطہ ہو گیا ہو۔ یہ تو ان کی نسبت میں لکھنا نہیں چاہتا کہ مسیحی پاسداری اور یورپین وضع داری یا اسی قسم کی کسی اور وجہ نے ان کو اصلی تعداد بیان کرنے کی اجازت نہ دی اور انہوں نے دانستہ کم لکھ دیا۔ اگر متذکرہ بالا تعدادوں کا باہمی فرق نکالا جائے تو نقشہ حسب ذیل ہوتا ہے:

نقشہ مقابلہ اعداد فرق باہمی

نمبر شمار	نام ملک	تعداد بیان کردہ فاضل فرانسیسی	تعداد حساب کردہ دیگر اصحاب	فرق ہر دو اعداد
۱	عرب	۰	۱۲۰۰۰۰۰۰	۱۲۰۰۰۰۰۰
۲	ملیشیا یعنی پالی نیشیا	۲۱۱۱۶۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰۰۰	۷۸۸۸۴۰۰۰
۳	سوڈان	۲۶۰۰۰۰۰۰	۸۰۰۰۰۰۰۰	۵۴۰۰۰۰۰۰
۴	مصر	۹۸۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰۰	۹۰۲۰۰۰۰
۵	ایران	۲۶۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰۰۰	۱۷۴۰۰۰۰۰
۶	ترکستان	۱۰۰۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰۰۰	۱۴۰۰۰۰۰۰
۷	افغانستان	۶۰۰۰۰۰۰	۹۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰
۸	روس	۱۲۱۶۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰۰	۱۷۸۴۰۰۰۰
۹	چین	۴۴۴۰۰۰۰۰	۷۵۰۰۰۰۰۰	۳۰۶۰۰۰۰۰
۱۰	بلوچستان	۰	۵۰۰۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰۰
	میزان کل	۱۱۴۲۵۶۰۰۰	۳۵۶۰۰۰۰۰۰	۲۴۱۷۴۴۰۰۰

اب اگر اس فرق کو فرانسیسی فاضل مصنف "سیر اسلام" کی بیان کردہ تعداد میں شامل کر دیا جائے تو نقشہ حسب ذیل بنتا ہے:

نقشہ تفصیل تعداد مسلمانان عالم مصدقہ و محققہ

نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار	نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار
۱	یورپ	۱۷۱۰۹۶۶۸	۱۱	مصر	۱۰۰۰۰۰۰۰
۲	ایشیا	۱۳۳۶۲۹۹۲	۱۲	مقبوضات عثمانیہ علاوہ مصر	۶۰۰۰۰۰۰
۳	افریقہ	۱۰۰۱۲۱۰۰۰	۱۳	ایران	۲۰۰۰۰۰۰۰

۴	آسٹریلیا مع جزائر ملحقہ	۶۷۷۵۰۰۰	۱۴	ترکستان	۱۵۰۰۰۰۰۰
۵	ہندوستان یعنی برٹش انڈیا	۶۱۵۶۲۰۰۰	۱۵	افغانستان	۹۰۰۰۰۰۰
۶	افریقہ شمالی	۲۵۰۰۰۲۱۰	۱۶	روس	۳۰۱۰۰۰۰۰
۷	جزائر ہند	۱۳۲۲۶۰۰۰	۱۷	چین	۷۵۰۰۰۰۰۰
۸	ملیشیا یعنی پالی نیشیا	۲۹۰۰۰۰۰۰۰	۱۸	عرب	۱۲۰۰۰۰۰۰
۹	سوڈان وغیرہ	۸۰۰۰۰۰۰۰	۱۹	بلوچستان	۵۰۰۰۰۰۰
۱۰	دولت عثمانیہ یعنی ترکی	۳۱۰۱۰۰۰۰۰		میزان	۵۵۹۲۶۶۸۷۰

اور میزان اس نقشہ کی تعداد ۶۴ کروڑ بیان کردہ جرمن محقق سے قریب ہے' جو اس کے درست اور صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ مسلمانوں کی تعداد کم بیان کیے جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی ممالک کی باضابطہ مردم شماری نہیں ہوتی اور ممالک یورپ کو چھوڑ کر جہاں باضابطہ مردم شماری کا قاعدہ مروج ہے۔ امریکہ میں بعض اور ایشیا میں اکثر اور افریقہ میں قریباً کل ممالک کی مردم شماری نہیں ہوئی۔ وہاں کی آبادی کا قیاسی تخمینہ لگا دیا جاتا ہے اور اس اندازہ کے اہل یورپ مختار ہیں۔ جس ملک کا جو چاہیں لگائیں' قیاسی تخمینہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا' جس کا ثبوت بھی حال میں مل چکا ہے۔

کوریا کی آبادی کا اندازہ اہل یورپ نے ۶۰ لاکھ لگایا تھا' جو جاپان کے قبضہ میں کوریا اور وہاں کی مردم شماری ہونے پر ایک کروڑ ۸۰ لاکھ ثابت ہوئی' جو اندازہ سے سہ چند ہے۔ ایسے ہی اگر اسلامی ممالک کی بھی مردم شماری ہو تو یقیناً اس کی آبادی بھی زیادہ ثابت ہو۔ جب تک کل اسلامی ممالک' نیز ان ملکوں کی جن میں مسلمان آباد ہیں' باضابطہ مردم شماری نہ ہو' مسلمانوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تک اہل یورپ کے ہی بیان کردہ تعداد پر اکتفا کرنا چاہیے اور اسی کو غنیمت سمجھنا چاہیے کیونکہ مسلمانوں میں ایسے بلند ہمت اب نہیں رہے جو دور دراز اسلامی ممالک کی سیاحت کی تکالیف گوارا کر کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح انداز اور مسلمانان عالم کی اصلی تعداد کا شمار تحقیق کر کے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔

شماریات کے موجودہ محققین نے دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب پچیس کروڑ لکھی ہے:

آخر میں یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کی تعداد تو بیان کی گئی' خواہ اس میں کتنا ہی فرق ہو' لیکن مسلمانوں کی فرقہ ورانہ تعداد ہنوز ٹھیک طور پر بیان نہیں کی گئی۔ البتہ اس کا قیاسی اندازہ مختصراً تحریر ہے کہ منجملہ ۶۴ کروڑ کے تقریباً ۴۲ کروڑ یعنی دو ثلث سے زیادہ صرف حنفی اور بارہ کروڑ سے زیادہ شافعی مالکی حنبلی ہیں' باقی میں کل جدید و قدیم فرقہ ہائے اسلام شامل ہیں' جن میں سے بجز شیعوں کے اور کسی فرقہ کی تعداد کروڑ تک نہیں پہنچی۔ فقط۔ علاوہ اہل اسلام انجیل کے ماننے والوں کی بظاہر تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ اصلی انجیل غیر محرف باقی ہی نہیں رہی' اکثر نصاریٰ دہریہ ہو گئے اور جو کچھ ان اناجیل محرف کے ماننے والے باقی بھی ہیں تو مسلسل سند انجیل کی عیسیٰ علیہ السلام تک نہیں پہنچا سکتے۔ اس واسطے کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ تو عیسیٰ علیہ السلام پر نزول انجیل کے قائل ہی نہیں۔ لہٰذا وہ ہمارے نزدیک اہل کتاب ہی نہیں اور جو اناجیل موجودہ کو الہامی کتاب مانتے ہیں' ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بعد سولی دیے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے' جب ان کو دفن کر دیا گیا' تیسرے دن قبر سے نکل کر حواریوں کو اپنے اقوال اور افعال جمع کرنے کی نسبت الہام کیا۔ انہوں نے آپ کے اقوال اور افعال جمع کیے مگر انہی اناجیل سے ثابت ہے کہ وہ سب عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک بے ایمان تھے۔ چنانچہ انہی اناجیل میں یہ مضمون موجود ہے کہ ایک مقام پر ان حواریوں نے' جو نصاریٰ کے نزدیک حواری ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ "اے خداوند! آپ زہر کا پیالہ پی لیتے ہیں' اژدہا کو پکڑ لیتے ہیں اور کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آپ پہاڑ کو ہٹا دیتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے"۔ آپ نے فرمایا: "اے بے ایمانو! اگر تم میں ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوتا تو تم بھی یہ سب کچھ کر سکتے تھے"۔

جامعیت قرآن

تمام علوم کا ماخذ قرآن ہے:

العظمۃ اللہ۔ یہ فصاحت و بلاغت' یہ تاثیر و قبولیت اور پھر یہ قوت جامعیت کہ اکثر علوم بلکہ تمام

علموں کاماخذ قرآن مجید ہی ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی "تفسیر اتقان" میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے تمام ہی علوم مستنبط ہو سکتے ہیں' اس واسطے کہ اللہ جل شانہ' قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ما فرطنا فی الکتاب من شئی یعنی "قرآن مجید میں کسی چیز کے بیان کرنے میں ہم نے کمی نہیں کی"۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی یعنی "ہم نے تمہارے اوپر وہ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر شے کا بیان ہے"۔ اور ظاہر ہے کہ باتفاق جمہور اور بموجب احادیث صحیحہ اور دلالت آیات کریمہ حامل قرآن حبیب الرحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل ہیں' خصوصاً مرتبہ علم میں۔ اسی واسطے حضرت عبدالشکور سالمی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب "عقاید مسمی بہ تمہید" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارا تمام اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم "اعلم الرسل" تھے اور ظاہر ہے کہ بموجب آیہ کریمہ وعلم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملئکه فقال انبئونی باسماء هولاء ان کنتم صادقین ○ باتفاق جمہور مفسرین یہ ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ جل شانہ' نے قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہو گا' ان سب کی حقیقتیں اور ماہیتیں علیہ السلام کو دکھا کر ان سب کے نام سکھلا دیے تھے۔ یہاں تک کہ مفسرین تحریر فرماتے ہیں کہ بہ مقتضائے الف لام استغراق کے لفظ اسماء پر اور موکد کرنے اس کے ساتھ لفظ کلها کے جو بھی اللہ کو پیدا کرنا تھا اور اس کا نام اللہ کے علم میں موجود تھا' وہ سب ہی کچھ آدم علیہ السلام کو دکھلا کر آدم علیہ السلام کو ان سب کے نام سکھا دیے تھے۔ اور جب حضور اعلم الرسل ٹھہرے اور آپ کا علم قرآن' تو پھر وہ کونسا علم ہے جو قرآن میں نہ ہو۔ چنانچہ "تفسیر اتقان" ہی میں بعد آیات مذکورہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

> قال النبی صلی الله علیه وسلم ستکون فتن قیل ما المخرج منها قال کتاب الله فیه نباء ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم اخرجه الترمذی وغیره۔ واخرج سعید بن منصور عن ابن مسعود قال من اراد العلم فعلیه بالقران فان فیه خبر الاولین والاخرین قال البیهقی یعنی اصول العلم۔ واخرج البیهقی عن الحسن قال انزل الله مائه واربعه کتب اودع علومها اربعه منها التوراه والانجیل

والزبور والفرقان ثم اوضع علوم الثلاثته الفرقان وقال الامام الشافعی رضی اللہ عنہ جمیع ما تقوله الائمه شرح السنه وجمیع السنه شرح للقران- وقال ایضا جمیع ما حکم به النبی صلی اللہ علیه وسلم فهو مما فهمه من القران- قلت ویوید هذا قوله صلی اللہ علیه وسلم انی لا احل الا ما احل الله ولا احرم الا ما حرم الله فی کتابه اخرجه بهذا اللفظ الشافعی رحمه الله فی الام وقال لسعید بن جبیر ما بلغنی حدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی وجه الا وجدت مصداقه فی کتاب الله وقال ابن مسعود اذا حدثتکم بحدیث انباتکم بتصدیقه من کتاب الله تعالی اخرجهما ابن ابی حاتم وقال الشافعی رحمه الله ایضا لیست تنزل باحد فی الدین نازلته الا فی کتاب الله الدلیل علی سبیل الهدی فیها فان قیل من الاحکام ما یثبت ابتداء بالسنه- قلنا ذالک ماخوذ من کتاب الله فی الحقیقة لان کتاب الله اوجب علینا اتباع الرسول وفرض علینا الاخذ بقوله وقال الشافعی رحمه الله مرة بمکه سلونی عما شئتم اخبرکم عنه فی کتاب الله فقیل له ما تقول فی المحرم یقتل الزنبور فقال بسم الله الرحمن الرحیم وما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا وحدثنا سفیان ابن عینیته عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفته بن الیمان عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر- وحدثنا سفیان عن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن عمر بن الخطاب انه امر بقتل المحرم الزنبور وحکی ابن سراقته فی کتاب

الاعجاز عن ابی بکربن مجاھد انه قال یوما ما من شئی فی العالم الا وھو فی کتاب الله فقیل له فاین ذکرالخیانات فیه فقال فی قوله لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونته فیھا متاع لکم فھی الحیاتات وقال ابن برھان قال النبی صلی الله علیه وسلم ما من شئی فھو فی القران او فیه اصله قرب او بعد فھمه من فھمه وعمه عنه من عمه وکذا کل ما حکم به او قضی به وانما یدرک الطالب من ذالک بقدر اجتھاده وتصل وسعه مقدار فھمه وقال غیره ما من شئی الا یمکن استخراجه من القران لمن فھمه الله حتی ان بعضھم استنبط عمرالنبی صلی الله علیه سلم ثلثا وستین سنه من قوله تعالی فی سوره المنافقین ولن یوخرالله نفسا اذا جاء اجلھا فانھا راس ثلث وستین سوره وعقبھا بسوره التغابن لیظھر التغابن فی فقده وقال ابن ابی الفضل المرسی فی تفسیره جمع القران علوم الاولین والاخرین بحیث لم یحط بھا علما حقیقه الا المتکلم بھا ثم رسول الله صلے الله علیه وسلم خلا ما استاثربه سبحانه وتعالی ثم اورث عنه معظم ذالک سادات الصحابته واعلامھم مثل الخلفاء الاربعته وابن مسعود وابن عباس حتی قال لو ضاع لی عقال بعیرلوجدته فی کتاب الله تعالی ثم ورث عنھم التابعون باحسان۔

قرآن پاک کی جامعیت اور ہمہ گیری:

فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ بہت سے فتنے ہوں گے۔ عرض کیا گیا' ان فتنوں سے خلاصی کی کیا تدبیر ہے۔ فرمایا' ان سے بچنے کی تدبیر کتاب اللہ ہے' جس میں تم سے پہلوں کی بھی خبریں ہیں

اور پچھلوں کی بھی اور حکم ان باتوں کا جو تمہارے درمیان واقع ہوں۔ یہ حدیث ترمذی شریف کے سوا دوسری کتابوں میں بھی ہے اور سعید بن منصور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا انہوں نے کہ جو شخص حصول علم کا ارادہ کرے' اس کو لازم ہے کہ قرآن مجید پڑھے اس واسطے کہ اس میں پہلوں کی بھی خبریں ہیں اور پچھلوں کی بھی خبریں۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ مراد ان خبروں سے اصول علم ہیں اور بیہقی حسن رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے ایک سو چار کتابیں جو نازل فرمائی تھیں' ان سب کے علم توریت' زبور اور انجیل میں درج فرمادیے۔ اور ان تینوں کتابوں کے علم قرآن مجید میں۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جتنے بھی اقوال فقہاء کرام اور آئمہ دین کے ہیں' وہ سب احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرح ہیں اور تمام احادیث شرح ہیں قرآن کی اور جو کچھ احکام دینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے' وہ وہی ہیں جن کو آپ نے قرآن سے سمجھا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس قول کی تائید کرتی ہے یہ حدیث' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' بیشک میں نہیں حلال کرتا مگر اس چیز کو جس کو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسی طرح میں کسی چیز کو حرام نہیں کرتا مگر اسی چیز کو جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ یہ حدیث کتاب الام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے اور سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ مجھ کو کوئی حدیث صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پہنچی مگر میں نے اس کی تصدیق کتاب اللہ میں پائی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جب میں کوئی حدیث تم سے بیان کرتا ہوں تو اس کی تصدیق ضرور میں کتاب اللہ سے پیش کردیتا ہوں۔ ان دونوں حدیثوں کی تخریج ابن ابی حاتم نے کی ہے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کوئی حادثہ اور نیا واقعہ دین میں نہیں پیدا ہوتا مگر کتاب اللہ میں اس کی رہنمائی کی دلیل پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ قرآن مجید میں اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے اقوال کی پیروی ہم پر فرض کردی گئی۔ ایک دن امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے' جو کچھ چاہو مجھ سے پوچھو' میں تم کو اس کی قرآن سے خبردوں گا۔ کسی نے عرض کیا' فرمایئے حالت احرام میں زنبور یعنی ڈیمو یعنی تتیا کے مارنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا' قرآن مجید میں اللہ جل شانہ' فرماتا ہے: ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیں اس کو لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' میرے بعد تم پیروی کرنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اور بسند صحیح طارق ابن شہاب فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحالت احرام محرم کو زنبور

یعنی تسے مارنے کی اجازت دے دی تھی۔ بعض علماء معتبر فرماتے ہیں کہ جس کسی کو اللہ فہم کامل عطا فرمائے‘ وہ قرآن مجید سے ہر بات کو نکال سکتا ہے۔ چنانچہ بعض کا قول ہے کہ سورۃ منافقون ترسٹھویں سورۃ ہے اور اس سورۃ میں اللہ جل شانہ‘ ارشاد فرماتا ہے: ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا یعنی اللہ جل شانہ‘ کسی جان کو ڈھیل نہیں دیتا جب اس کی وفات کا وقت آ جائے۔ اور اس سورۃ کے بعد سورۃ تغابن ہے‘ جس میں غبن اور نقصان کا ذکر ہے۔ لامحالہ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترسٹھ برس کی عمر کے بعد اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور آپ کے بعد اہل اسلام غبن اور نقصان کی حالت میں رہ جائیں گے۔ علامہ ابن ابوالفضل مرسی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے اور پچھلوں کے علموں کا قرآن مجید نے اس درجہ احاطہ کیا ہے کہ اس سے کوئی علم حقیقتاً باقی نہیں رہا۔ گو اس کے پڑھنے والے ان علموں کا احاطہ نہ کر سکے‘ پھر اس میں تو شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ‘ نے قرآن مجید کے سارے ہی علموں کا عالم بنا دیا تھا‘ پھر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق اکابر صحابہ اور اہل بیت ان علموں کے وارث ہوئے‘ جیسے خلفائے راشدین اور عبداللہ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما‘ چنانچہ حضرت ابن عباس تو فرمایا کرتے تھے کہ میری تو اگر اونٹنی کی رسی بھی گم ہو جائے تو اس کو میں قرآن مجید سے پا لیتا ہوں۔ پھر صحابہ کی میراث تابعین باحسان کو ملی۔

قرآن فہمی میں علماء کرام کا کردار:

پھر ایک جماعت علما کی قرآن کے علوم اور فنون حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئی‘ جن میں سے بعض نے اس کی لغتوں کو ایک جگہ محفوظ کیا اور اس کے کلمات کی طرف متوجہ ہو کر ہر حرف کے مخرج اور صفات بیان کیے اور تمام قرآن مجید کے حرفوں کے مخرج اور صفتیں بیان کر کے اس کے حروف اور کلموں اور آیتوں اور سورتوں کی گنتی کر کے اس کی تلاوت کے لیے سات منزلیں مقرر کیں اور نصف اور ربع اور ثلث کی نشانیاں مقرر کیں اور اس کے سجدے جو واجب تھے‘ ان سب کو ضبط تحریر میں لا کر ہر دس آیت پر ایک نشان مقرر کر دیا اور اس علم کا نام علم قرات رکھا۔

۲--- اور علمائے علم نحو اس کے اسماء معرب اور مبنی کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور افعال اور حروف عاملہ اور غیر عاملہ کی بحث میں بڑی بڑی کتابیں مدون کیں۔ چنانچہ تمام علم نحو کا ماخذ قرآن مجید ہی ہے۔

۳--- اور علماء مفسرین نے جب دیکھا کہ بعض الفاظ اس کے ایک معنے خاص رکھتے ہیں اور بعض الفاظ کئی معنے خاص رکھتے ہیں اور بعض الفاظ کئی معنے میں مشترک ہیں تو وہ اپنی اپنی فکر اور نظر کے اندازہ پر بیان احکام خاص وعام اور مشترک ومئول کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے معنے خفیہ کو ہر موقع اور محل کے اندازہ پر مع بیان شان نزول مشرح کر دکھایا' جس کا نام علم تفسیر رکھا گیا۔

۴--- پھر بعض علماء اس کے دلائل عقلی اور شواہد اصلی اور نظری میں غور کر کے وحدانیت اور وجود اور بقاء اور قدم اور قدرت اور علم جناب باری کے ثابت کرنے میں مشغول ہوئے اور پاکی جناب باری میں تمام عیوب اور نقصانات سے دفتر کے دفتر لکھے اور اس علم کا علم اصول دین اور علم عقاید نام رکھا۔

۵--- اور بعض اہل علم اس کی آیات اور الفاظ کے سیاق وسباق کی طرف متوجہ ہو کر طریق استنباط احکام میں مشغول ہوئے اور خاص وعام حقیقت ومجاز اور نص اور ظاہر و مجمل و محکم اور متشابہ وغیرہ اصطلاحیں مقرر کر کے احکام دینی کے نکالنے کے طریقے بتلائے اور اس علم کا نام علم اصول فقہ رکھا۔

۶--- اور ایک جماعت بیان کرنے احکام حلال اور حرام' فرض' واجب سنت موکدہ' مستحبات اور مباحات کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور تمام واقعات گزشتہ اور آئندہ کے احکامات مفصل ومبوب لکھ کر اس کا نام علم فقہ اور علم فروع رکھا۔

۷--- پھر ایک جماعت بیان تفصیل اور تشریح اس کے قصوں اور پہلی اور پچھلی امتوں کے واقعات کی طرف متوجہ ہوئی۔ یہاں تک کہ شروع دنیا سے پیدائش عالم کی تفصیل وار تمام حقیقتیں بیان کیں۔ اس کا نام علم تاریخ اور علم قصص رکھا۔

۸--- اور بعض علماء بیان کرنے اسی کلام اللہ کے جنت کے وعدوں اور دوزخ کے وعید کی طرف متوجہ ہو کر اس کے حکم اور مثالیں اور نصیحتیں دلوں کے نرم کرنے والی اور آخرت کا شوق دلانے والی بیان کرنے لگے اور اس علم کا نام علم وعظ اور پند رکھا اور خطیب و واعظ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

۹--- اور بعض نے تعبیر خواب کے اصول اس سے قائم کیے اور ہر قسم کے خواب کی تعبیر قرآن مجید ہی سے استنباط کر کے اس فن میں کتابیں لکھیں اور چونکہ حدیث بعینہ شرح قرآن شریف کی ہے' بیان کرنے تعبیر بعض خوابوں میں احادیث سے بھی مدد لی اور اس علم کا نام علم تعبیر رویا رکھا۔

۱۰--- اور ایک جماعت علماء میراث کی آیتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور علم حساب کے قواعد حسب اقتضاء میراث کی آیتوں کے مرتب کر کے ورثہ کے حق میں نصف اور ثلث اور ربع اور سدس اور ثمن اور ثلثین قرآن مجید سے حصہ قائم کر کے احکام وصیت اور میراث اور ادائے قرض میت باب باب اور فصل فصل کر کے بیان کیے اور اس کا نام علم حساب و علم فرائض رکھا۔

۱۱--- اور ایک جماعت علماء نے ان آیتوں سے' جن میں رات' دن' سورج' چاند' ستارے اور ان کی منزلوں اور برجوں وغیرہ کا ذکر تھا' علم میقات استخراج کیا تاکہ اس کے جاننے والے پر اوقات نماز دریافت کرنے اور سحری اور افطار کے وقت پہچاننے میں باعتبار اختلاف فصلوں کے دقت نہ واقع ہو اور اس کا نام علم مواقیت رکھا۔

۱۲--- اور جماعت شعراء اور ناظم و ناثر اس کی خوبی الفاظ اور حسن استعارات اور حسن سیاق وغیرہ کی طرف متوجہ ہو کر اسی قرآن مجید سے علم معانی' علم بیان اور علم بدیع استخراج کیا اور اس کا نام علم معانی اور بدیع رکھا۔

۱۳--- اور جماعت اہل تصوف نے اس کے الفاظ اور معانی کے دقائق بیان کرتے ہوئے اپنی حالتوں کی تمیز کرنے کے لیے بہت سی اصطلاحیں معین کیں' جیسے فنا اور بقاء' حضور اور خوف' ہیبت و انس اور قبض و بسط وغیرہ۔ اور ان سب بحثوں کو باب باب اور فصل فصل کر کے بیان کیا اور اس کا نام علم تصوف رکھا۔

قرآن طبی علوم میں راہنمائی کرتا ہے:

ان علوم کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم قرآن مجید سے استخراج کیے گئے ہیں' جیسے علم طب' علم جدل' علم ہیئت' علم ہندسہ' علم جبر و مقابلہ وغیرہ۔ اس واسطے کہ علم طب کا اصل مقصود اعتدال مزاج ہے اور قرآن مجید میں آیہ کریمہ و کان بین ذالک قواما کے ساتھ تمام امور میں یہاں تک کہ خیرات میں بھی اعتدال مرعی رکھنے والوں کی تعریف کی جاتی ہے۔ سورۂ فرقان میں ہے والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالک قواما۔ ترجمہ: "یعنی بندگان رحمن وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت نہ حد سے بڑھتے ہیں نہ تنگا ترشی کرتے ہیں بلکہ فضول خرچی اور تنگی کے درمیان اعتدال مدنظر رکھتے ہیں"۔ پھر سورۂ اعراف میں ارشاد ہوتا ہے کلوا

واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین۔ ترجمہ: "یعنی بقدر اعتدال کھاؤ پیو اور حد سے زیادہ نہ کھاؤ بلاشبہ اللہ جل شانہ' حد سے زیادہ کھانے والوں کو دوست نہیں رکھتا"۔ پھر تیسری جگہ سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس "یعنی نکلتا ہے پیٹوں شہد کی مکھیوں سے شربت جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس شربت میں شفا ہے واسطے آدمیوں کے"۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شفا بیچ تین چیزوں کے ہے۔ بیچ بھری سینگی کھچوانے کے یا شہد پینے کے یا داغ لگانے کے۔ مگر میں اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔ اخرجه البخاری عن ابن عباس رضی الله عنه اور فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کلونجی ہر درد کی دوا ہے سوائے موت کے۔ اور علم ہیئت ان آیتوں سے اخذ کیا کہ جن میں آسمانوں کا اور زمینوں کا ذکر ہے اور مخلوقات آسمانی اور زمینی علوی اور سفلی سے بحث کی گئی ہے۔

اور آیہ کریمہ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب سے علم ہندسہ کو اخذ کیا۔

اور علم جدل اور مناظرہ کا ماخذ ان آیتوں کو قرار دیا' جن کے دعوے مدلل براہین اور مقدمات اور نتیجوں کے ساتھ ہیں۔ اور مناظرہ ابراہیم علیہ السلام کا نمرود اور اپنی قوم کے ساتھ اور غالب آنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنی دلیلوں کے ساتھ اپنی قوم پر اس علم کی اصل عظیم ہے۔

علم جبرو مقابلہ کا ماخذ قرآن ہے:

اور علم جبر و مقابلہ کی آصل بعض کا قول ہے کہ یہ حروف مقطعات ہیں' جن کے ساتھ اکثر سورتیں شروع کی گئی ہیں۔ ان حرفوں سے مدتوں اور برسوں اور دنوں اور تاریخوں پہلے امتوں کا استخراج کیا جا سکتا ہے۔ اور بعض علماء نے ان ہی حرفوں سے عمر دنیا کی مدت اور مدت قیام امت مرحومہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو بیان کیا ہے اور بعض کو بعض میں ضرب دے کر جس قدر مدت باقی رہی ہے' اس کو بتایا۔ پھر کونسا وہ پیشہ ہے کہ جس کا اور جس کے آلات ضروری کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اول بالطبع انسان کو کسی نہ کسی چیز کے ساتھ اپنے بدن کو ڈھانکنے کا عادی ہونا اور ستر عورت کا ڈھانکنا جبلت انسانی میں داخل ہونے کا بیان آدم علیہ السلام کے قصہ میں اس طرح کیا گیا ہے ویخصفان علیهما من ورق الجنة یعنی جب بوجہ کھا لینے گیہوں کے دانہ کے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا بدن نوری کپڑوں سے برہنہ ہوگیا۔ وہ دونوں اپنے بدن پر جنت کے پتوں کو لپیٹتے تھے اور تہ پر تہ رکھتے تھے جس سے پیشہ

درزی کی طرف انسان کے محتاج ہونے کا پتہ چلتا ہے اور لوہار کے پیشہ کی طرف آیہ کریمہ اتونی زبر الحدید میں تصریح ہے۔ یعنی یاجوج اور ماجوج کی شکایت جب حضرت سکندر ذوالقرنین کی خدمت میں کی گئی' حضرت سکندر نے اس درہ کے بند کرنے کو شکایت کرنے والوں سے فرمایا کہ لوہے کی اینٹوں سے اس درہ کو بند کردو تاکہ میں اس پر تانبہ پگھلا کرڈال دوں کہ وہ ایک دیوار ہو جائے۔

سوتنے کے استعمال کے مختلف انداز قرآن نے سکھائے:

دوسری جگہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں ارشاد فرمایا و النالہ الحدید یعنی ہم نے بطریق معجزہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا اور بڑھئی کے پیشہ کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں تشریح موجود ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے واصنع الفلک باعیننا اور بناؤ تم کشتی ہمارے سامنے۔ اور سوت کاتنے کے پیشہ کی طرف اس آیہ کریمہ میں اشارہ ہے۔ یہاں بطریق تمثیل ان لوگوں کو تنبیہہ کی گئی ہے جو نیکی کر کے بد عملیوں کے ساتھ اس کو برباد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے و لا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوہ انکاثا یعنی تم اس عورت کی مانند نہ ہو جاؤ جو کات کر اپنے سوت کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اور غوطہ مار کر موتی نکالنے کے پیشے کی طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں لفظ کل بناء وغواص کے ساتھ تصریح ہے۔

طوفانوں کی تسخیر کا علم قرآن نے سکھایا:

چنانچہ سورۂ ص میں ہے فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیاطین کل بناء وغواص ○ یعنی تابعدار کر دیا تھا ہم نے واسطے سلیمان علیہ السلام کے ہوا کو چلتی تھی ان کے حکم سے نرم نرم جہاں بھی پہنچنا چاہتے تھے اور شیاطینوں کو جو سب عمارت بنانے اور دریا میں غوطہ مارنے کے مشاق تھے۔ اور کھیت بونے کا ذکر آیہ کریمہ افرایتم ما تحرثون میں صراحتا موجود ہے یعنی کیا پس دیکھا تم نے اس چیز کو کہ بوتے ہو تم۔ علیٰ ہذا پیشہ زرگری کا ذکر اس آیہ کریمہ میں مصرح ہے قال تعالی واتخذ قوم موسی من حلیھم عجلا جسدا لہ خوار یعنی بعد تشریف لے جانے موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر موسیٰ علیہ

السلام کی قوم نے اپنے زیور سے ایک بچھڑا ڈھال کر بنالیا جو بچھڑے کی طرح بولتا تھا۔

شیشہ گری کافن قرآن میں موجود ہے:

آیہ کریمہ **ھذا صرح ممرد من قواریر** میں فن شیشہ گری کی صاف تصریح ہے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نشست گاہ کے صحن میں پانی بھروا کر اس کو شیشے کی چھت سے پاٹ دیا تھا۔ جب حضرت بلقیس دربار سلیمان علیہ السلام میں حاضر ہوئیں اور صحن کو پانی سے بھرا ہوا سمجھ کر پائجامہ اوپر کی طرف چڑھانے لگیں' آپ نے فرمایا یہ پانی نہیں ہے بلکہ پانی شیشے کی چھت سے پٹا ہوا ہے۔ مٹی کے برتن اور اینٹ پکانے کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ فرعون کے قصہ میں اللہ جل شانہ' ارشاد فرماتا ہے **فاو قدلی یا ھامان علی الطین** یعنی فرعون نے ہامان سے کہا کہ مٹی پر آگ جلا کے اینٹیں بنا' پھر اینٹوں سے ایک مینارہ بلند چنوا تاکہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھوں' اس واسطے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا جانتا ہوں۔

قرآن جامع العلوم ہے:

اسی طرح ملاحی کتابت' روٹی پکانا' گوشت بھونا' کپڑے دھونا' تیر چلانا وغیرہ' وہ کون سے علم اور فن ہیں کہ جن کا ذکر قرآن میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس خرید و فروخت' حدود و قصاص' سیاست مدن' سیاست خانگی' باہمی برتاؤ' چھوٹے بڑے کے آداب' علم فلسفہ و علم حساب' وہ کیا کچھ ہے جو قرآن میں نہیں۔ اسی بنا پر قاضی ابوبکر ابن عربی اپنی کتاب "قانون التاویل" میں تحریر فرماتے ہیں کہ موافق کلمات قرآن کے قرآن میں سات ہزار چار سو پچاس علم ہیں اور چونکہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قرآن کے ہر کلمہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک حد اور مطلع لہٰذا اگر چار میں ان کلمات کو ضرب دیا جائے تو انتیس ہزار آٹھ سو (۲۹۸۰۰) ہوتے ہیں۔ قطع نظر ترکیب کلمات اور ان کے باہمی ربط سے اسی معنے کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' فرماتے ہیں کہ قیامت قائم ہو جائے گی مگر قرآن مجید کے نکات اور باریکیاں اور علم ختم نہ ہوں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ باعتبار اصل کے تمام علموں کی اصل اور جڑ قرآن میں تین علم ہیں۔ اول: علم توحید' جو جامع ہے علم معرفت مخلوقات اور خالق کو مع ناموں اور صفات اور افعال خالق کے۔ دوم: علم تذکیر' جو جامع ہے بیان جنت اور دوزخ کو اور ان کاموں کو' جن کے ذریعہ سے آدمی مستحق جنت اور دوزخ کا ہوتا

ہے۔ اور جامع ہے ان قواعد کو جن سے ظاہر اور باطن کا تصفیہ کر کے انسان فرشتوں سے بڑھ کر مراتب عالی حاصل کر سکتا ہے۔ سوم: علم احکام' جس میں تمام عبادت کے طریقے اور نفع اور نقصان کی باتوں کا ذکر ہے اور امر اور نہی اور فرض واجب اور سنت مستحب اور مباح کی بحث ہے اور مخالفین اور ملحدوں کا رد' نیکوں کی تعریف اور بدوں کی برائی۔

اجرام سماوی اور اراضی کی توضیحات قرآن میں موجود ہیں:

یہ خلاصہ ہے اس بحث کا جو علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ علوم قرآن کے متعلق اپنی تفسیر "اتقان" میں تحریر فرماتے ہیں اور علامہ محمد بن احمد سکندرانی نے اپنی تفسیر "مسمی بکشف الاسرار النورانیہ القرآنیہ" میں اجرام سماوی اور ارضی اور حیوانات اور نباتات اور جواہرات کے پیدائش کی کیفیت' یہاں تک کہ ریل کے موٹے اور پتلے کوئلوں کی حقیقت قرآن مجید سے اس طرز خاص پر بیان کی ہیں کہ نصاریٰ اور یہود کے فلاسفر (اس دعویٰ کے ثبوت کے متعلق اقوال یہود و نصاریٰ ضمیمہ میں دیکھو ۱۲) بھی مان گئے کہ بیشک قرآن مجید میں تمام ہی علوم کا بیان ہے اور یہ جو دعویٰ قرآن مجید کا ہے **ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین** یعنی کوئی سوکھی گیلی چیز نہیں مگر اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے' بلاشبہ سچ ہے جس کا کچھ نمونہ ان شاء اللہ ہم بھی تفسیر قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع پر دکھلا دیں گے۔ پھر باوجود اس جامعیت کے ہر رنگ کا مضمون اپنی فصاحت و بلاغت کا جدا ہی جلوہ دکھا رہا ہے۔ توحید کا بیان' شرک کی برائی' عبادت کی تعلیم' بری باتوں سے ممانعت' بزرگ خلق اور عمدہ عادتوں کی ترغیب' دنیا سے نفرت دلانے کے قاعدے' آخرت کی طرف رغبت دلانے کے ضابطے' پیدائش انسان سے تمام معاملات دینی و دنیوی کے مرنے کے بعد تک کے فیصلے' علم فقہ و علم اصول' علم صرف و نحو وغیرہ تمام علوم کا بیان مگر ہر آیت کا انوکھا ہی ڈھنگ نظر آ رہا ہے۔

شعر و شاعری قرآن کی فصاحت و بلاغت کی کرنیں ہیں:

شاعروں کے کلام میں اکثر رونق جھوٹی باتوں اور بے حد مبالغوں سے ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ نری سچی بات شعر کی رونق کھوتی ہے۔ حضرت لبید ابن ربیعہ اور حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہما کے شعر جس فصاحت و بلاغت کے ایام جہالت میں مسلمان ہونے سے پیشتر مشہور تھے' علماء ادب امام رازی علیہ الرحمتہ وغیرہ لکھتے ہیں کہ بعد اسلام کے بوجہ اختیار کرنے سچ کے پھر اس جودت کے نہ رہے مگر یہ قرآن ہی

ہے جو باوصف صدق اپنی فصاحت و بلاغت میں شہرۂ آفاق ہے۔ اور ایام جہالت کے بے قید شاعروں میں بھی امراء القیس جو شعراء عرب میں شہرۂ آفاق ہے' فقط مضامین زنا اور بے حیائی اور عورتوں کی تعریف میں اس کے اشعار کا شہرہ ہے۔ نابغہ جو فن فصاحت و بلاغت میں طاق ہے' اس کے اشعار بلیغ کا فقط خوف دلانے اور ڈرانے میں چرچا ہے۔ اعشٰی کے شعروں کی فصاحت و بلاغت فقط وصف شراب اور طلب احباب میں مشہور ہے۔ زہیر کے شعروں کی شہرت رغبت دلانے اور امیدوار بنانے میں دور دور ہے۔ یہاں اردو کے شاعروں ہی کو دیکھ لو۔ میر غزل گوئی میں صاحب حال ہے تو سودا کو قصاید میں کمال ہے۔ مفصل طور سے اگر ہر ایک کا جدا جدا کمال دیکھنا منظور ہو تو کتاب "آب حیات" اور "تذکرۂ شعراء" کو دیکھو۔ پھر بھی وہ کسی امر خاص میں' جو فصاحت و بلاغت کا کمال ہے' عربی میں ہو' خواہ فارسی میں' اردو میں' خواہ ترکی میں بمقابلہ قرآن مجید اگر غور کیا جائے تو برائے نام ہی کمال ہے۔ اللہ اللہ یہاں تو ایک ایک آیہ باوصف نثر ہونے کے بے نہایت بحرذخار علم و حکمت کا ہے اور اس کی ایک ایک موج اور لہر الاہی چشمہ رحمت کا ہے۔ ان شاء اللہ اپنے اپنے موقع پر بقدر ضرورت جب بیان کیا جائے گا' ناظرین پر جلال و کمال قرآنی واضح ہو جائے گا۔ فقط۔

قرآن مجید تمام آدمیوں کو ہدایت کرنے والا ہے

متقیوں کو ہدایت کرنے والا اس معنے کے ہے کہ ان کو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اسی طرح وہ اپنے لانے والے رسول برحق کو بھی حسب ضرورت تنبیہہ کرنے والا ہے۔ جو دلیل صریح ہے اس بات کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا نہیں بلکہ آپ پر اللہ جل شانہ' کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے۔ دیکھو سورۃ البقرہ کے تیسویں رکوع میں ارشاد ہوتا ہے **شہر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس و بینات من الھدی و الفرقان** یعنی "مہینہ رمضان کا وہ ہے کہ جس میں قرآن مجید ہمارے رسول پر اتارا گیا۔ وہ قرآن جو راستہ بتلانے والا ہے تمام آدمیوں کو اور حق باطل کے جدا کرنے اور راستہ بتانے میں کھلی ہوئی دلیلیں رکھنے والا ہے"۔ دوسری جگہ اول سورۂ بقر میں ارشاد ہوتا ہے **ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین** یعنی یہ کتاب جس کے منزل من اللہ ہونے میں کافروں کو بھی شک نہیں' (اس کے ثبوت میں علاوہ اقوال ابوجہل وغیرہ اقوال کفار

زمانہ حال ضمیمہ میں ملاحظہ کرو ۱۲) پرہیزگاروں کو منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے' اس واسطے کہ ہدایت کے جیسے راستہ دکھلانے کے معنے ہیں' دوسرے معنے منزل مقصود تک پہنچا دینے کے بھی ہیں۔ ایسے ہی بار بار حسب موقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی متنبہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ تفسیر "درمنثور" میں اور تفسیر "ابن جریر" میں ہے' حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ سے ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن ربیعہ نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ عرض کیا کہ اگر آپ دعویٰ نبوت چھوڑ دیں تو ہم دونوں اپنا آدھا آدھا مال آپ کی نظر کر دیں گے۔ اور بعض منافقوں اور یہود مدینہ نے آپ کو ڈرایا کہ اگر آپ اپنے دعویٰ نبوت سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی یا ایھا النبی اتق اللہ و لا تطع الکافرین والمنافقین۔ یعنی "اے ہمارے نبی ﷺ ڈرتے رہو اللہ سے اور مت پیروی کرو تم منافقوں اور کافروں کی"۔

غریب مسلمانوں پر خصوصی توجہ فرمانے کا حکم:

اکثر تفاسیر معتبرہ میں ہے کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سرداران قریش میں وعظ فرما رہے تھے اور آپ کو یہ خیال تھا کہ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی شرف اسلام سے مشرف ہو گیا تو ایک کے ساتھ سینکڑوں مشرف باسلام ہوں گے اور اسلام کو بڑی قوت پہنچے گی۔ اسی حالت میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا کنارۂ مجلس پر آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھ کو سیدھا راستہ اللہ کے ملنے کا بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو۔ اور اس وقت حضور کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک غریب آدمی جو ان متکبروں کی مجلس میں آگے بڑھے چلے آتے ہیں' کبھی ایسا نہ ہو کہ یہ متکبران سے متنفر ہو کر منتشر ہو جائیں اور پھر ایسا موقع ملنا مشکل ہو۔ مگر حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم شراب عشق خدا کے مخمور پھر آگے بڑھے اور اسی طرح عرض کرنے لگے اھدنی یا رسول اللہ یعنی مجھ کو اللہ سے ملا دیجئے اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ ان کے اس فعل سے کچھ ناراض ہو کر اور چیں بہ جبیں ہوئے۔ اسی وقت آپ کو متنبہ کیا گیا اور یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی:

عبس و تولی۔ ان جاءہ الاعمی و ما یدریک لعلہ یزکی او یذکر فتنفعہ الذکری۔ اما من استغنی فانت لہ تصدی الخ

یعنی تیوری چڑھالی اور منہ پھیر لیا ہمارے اندھے کے آنے سے۔ تمہیں کیا معلوم تھا شاید کہ وہ نصیحت تمہاری سے پاک ہو جاتا یا تمہاری نصیحت سنتا اور وہ نصیحت اس کو نفع کرتی۔ مگر جو بے پرواہی کرتے ہیں تم بار باران کی طرف متوجہ ہوتے ہو۔

لٰہذا بعد اس واقعہ کے جب حضور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو دیکھتے' فرماتے مرحبا عبداللہ بن ام مکتوم! تم وہ ہو کہ اللہ جل شانہ' نے تمہاری حمایت میں مجھ پر عتاب فرمایا۔

جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں پر سختی:

علیٰ ہذا القیاس جب جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے اور منافق جو قصداً اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی شریک جنگ ہونے سے روکا تھا' حضور میں حاضر ہو کر اپنی عدم شرکت کے جھوٹے عذر بیان کر کے حضور ﷺ کے عتاب سے چھوٹ گئے اور حضور ﷺ نے باوجود علم اس بات کے کہ یہ منافق ہیں' ان کے عذر بہ مقتضائے غایت رحمت قبول فرما لیے اور ان کے قصور معاف فرما دیے مگر تین شخصوں پر' جنہوں نے بخوف خدا سچ بات عرض کر دی' ان پر اتنا عتاب کیا کہ ان سے نہ کوئی ملے' نہ بات کرے۔ یہ آیہ کریمہ سورۃ توبہ میں ہے' بطریق تنبیہہ حضور پر نازل ہوئی عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا و تعلم الکاذبین۔ یعنی "یہ آپ کی خطا جو بہ مقتضائے شان عطا تم سے ظہور میں آئی' وہ اللہ نے معاف تو کر دی مگر تنبیہا تم سے کہا جاتا ہے کہ تم نے منافقوں کا قصور کیوں معاف کر دیا پہلے اس سے کہ تم پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ ان دونوں فریقوں میں سے سچا کونسا ہے اور جھوٹا کونسا"۔

علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے اور بھی چند واقعات ہیں جن میں اللہ جل شانہ' نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں بشان کرم اور کہیں بشان عتاب متنبہ فرمایا ہے' جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید اللہ کا بھیجا ہوا ہے' نہ کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا۔

قرآن کریم کی پیشین گوئیاں

جو جو پیشین گوئیاں ایسے امور کے متعلق کہ جن کا وقوع مشرکین عرب محال سمجھتے تھے' قرآن مجید نے فرمائی تھیں اور فی الواقع باعتبار ظاہر حال جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو محال ہی معلوم ہوتی تھیں مگرچونکہ وہ پیشین گوئیاں فی الواقع منجانب اللہ تھیں' تھوڑے ہی عرصہ میں بلاکم وکاست یکے بعد دیگرے سب واقع ہوگئیں اور ہو رہی ہیں اور جو جو پیشین گوئیاں قرب قیامت کے متعلق فرمائیں' ضرور واقع ہو کر رہیں گی۔

مکہ مکرمہ کے فتح کی پیشین گوئی:

منجملہ ان کے ایک پیشین گوئی یہ ہے کہ جب جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کی متواتر ایذا رسانیوں سے تنگ آکر بموجب فرمان جناب باری مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے' آپ نے خواب میں دیکھا کہ بلاخوف امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور بعد حج منا میں آپ کے بعض ہمراہیوں نے سر منڈوائے اور بعض نے قصر کیا یعنی سر کے بال کٹوانے ہی پر کفایت کی۔ چونکہ خواب پیغمبروں کا حکم میں وحی کے ہی ہوتا ہے' آپ نے جب بموجب خواب مذکورہ اصحاب کرام کو مکہ میں داخل ہونے کی امن کے ساتھ اور بلاخوف وخطر حج کرنے کی اور مکہ مکرمہ پر فتح یاب ہونے کی بشارت سنائی' صحابہ کرم نے یہ سمجھ لیا کہ اس بشارت کا تعلق اسی سال کے متعلق ہے۔ اور علم اللہ میں چونکہ یہ بات متعین ہو چکی تھی کہ جب تک ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بارادۂ حج مقام حدیبیہ تک

تشریف نہ لائیں گے (جو مکہ مکرمہ سے قریب ہے) اور بغیر حج کیے ہوئے بموجب خواہش مشرکین قریش کے مشرکوں سے صلح کر کے واپس مدینہ طیبہ نہ چلے جائیں گے۔ مکہ مکرمہ بغیر لڑائی کے امن کے ساتھ فتح نہ ہو گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی سال بہت سے اصحاب کرام کے ساتھ بارادۂ حج مقام حدیبیہ تک تشریف لائے اور جب مشرکین قریش ہر طرح مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مانع ہوئے' باوجود پوری جہاد کی طاقت کے مشرکوں ہی کی خواہش کے موافق صلح نامہ لکھ کر واپس مدینہ طیبہ تشریف لانے لگے اور یہ امر بعض صحابہ کرام پر بہت شاق بھی گزرا اور بعض منافق تو حضور کے خواب کی صحت اور آپ کی بشارت کے متعلق ہی الٹے سیدھے خیال کرنے لگے۔ تفسیر "بیضاوی" وغیرہ میں ہے' اثناء راہ مدینہ طیبہ ہی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی' جس میں وہ دو پیشین گوئیاں فرمائیں' جن کو کافر تو محال ہی سمجھتے تھے مگر بظاہر حال سب کے وہم و خیال سے دور تھیں۔ چند سال میں ہی ہو بہو ظہور پذیر ہو گئیں جن میں سے ایک بغیر جنگ کے فتح مکہ کی بشارت تھی اور دوم آپ کے دین کے غالب آنے کی تمام دینوں پر اور وہ آیہ یہ ہے:

پیشین گوئی اول و دوم

لقد صدق الله رسوله الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء الله امنین محلقین روسکم ومقصرین لا تخافونo فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذالک فتحا قریباo هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیداo

(ترجمہ) البتہ تحقیق سچا دکھایا اللہ نے رسول اپنے کو خواب ساتھ حق کے البتہ داخل ہو گے تم مسجد حرام میں بموجب مشیت اللہ کے امن کے ساتھ در آنحالیکہ حج کر کر بعض تم میں سے بلا خوف و خطر سر منڈا دیں گے اور بعض تم میں سے قصر کرائیں گے (اس واسطے کہ وہ جانتا ہے حدیبیہ سے اپنے محبوب کو بغیر حج کیے ہوئے موافق خواہش مشرکوں کے مدینہ طیبہ واپس لانے کی حکمت کو) اس اندازہ پر کہ جس کو تم نہیں جانتے اس واسطے کہ اس نے اسی واقعہ کے نزدیک جلد فتح ہونے مکہ کو اپنے علم میں وابستہ کر رکھا ہے۔

اور بشارت دوم یہ ہے کہ ارشاد ہوتا ہے:

وہ وہ اللہ ہے جس نے بھیجا رسول اپنے کو ساتھ سچے دین اور ہدایت کے تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دکھلائے اور اس امر پر اللہ ہی کی گواہی کافی ہے۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ جل شانہ' نے مشرق سے مغرب تک آپ کے دین کو پھیلا دیا۔ اور جب تک مسلمان شریعت پر قائم رہے' ایک دفعہ تو سارے عالم میں اسلام ہی کی حکومت کا پھریرا لہراتا رہا اور اس دین کی حقانیت کا مخالفوں کے دلوں تک میں ایسا سکہ جمایا کہ اب تک مخالف بھی قواعد اسلامی کی تعریف کر رہے ہیں' جو ان لیکچروں سے ظاہر ہے جن کو ہم سابقہ صفحات میں بطریق نمونہ بیان کر چکے اور نصاریٰ بھی اکثر امور میں احکامات اسلامیہ ہی سے اپنے قوانین میں اصلاح حاصل کرتے رہتے ہیں اور ان شاء اللہ ضمیمہ میں بھی اس قسم کے صاف صاف اور لیکچر نقل کریں گے۔

پیشین گوئی سوئم

اسلام کا روم پر غلبہ:

تفسیر "خازن" تفسیر "کبیر" "درمنثور" وغیرہا میں ہے کہ مشرکین عرب آتش پرستوں کو دوست رکھتے تھے اور اہل اسلام اس زمانہ کے نصاریٰ کو بوجہ اہل کتاب ہونے کے مشرکوں سے اچھا اور افضل سمجھتے تھے۔ اتفاقاً جب ایک لڑائی میں آتش پرست نصاریٰ پر غالب آئے' مشرکین قریش بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ جیسے ہمارے دوست آتش پرست نصاریٰ پر' جن کو تم ہم سے اچھا جانتے ہو' غالب آ گئے' یہ فال ہے اس امر کی کہ ایک دن ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے۔ بطریق پیشین گوئی یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ○ فی بضع سنین۔

مغلوب ہو گئے روم کے نصاریٰ اور وہ بعد مغلوب ہو جانے کے چند سال میں آتش پرستوں پر غالب آ جائیں گے۔

چنانچہ ویسا ہی ہوا جس کا کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا۔

پیشین گوئی چہارم و پنجم

دنیا کے مختلف حصوں پر اسلام کا پرچم لہرا گیا:

بہ نسبت خلافت غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام زمین پر اور متمکن ہو جانے آپ کے دین کے تمام دنیا میں ایسے وقت نازک میں کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک بلکہ تمام ملک حجاز میں تمام اسلام کے دشمن بھرے ہوئے تھے اور اسلام ہر جگہ نہایت ضعف کی حالت میں تھا۔ اور علاوہ حجاز کے دوسرے ملکوں میں تو کوئی اسلام کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ دیکھو سورۂ نور' پارہ ۱۸' رکوع ۷ میں ہے:

وعد اللہ الذین امنوا منکم عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔

وعدہ ہے اللہ کا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے' البتہ خلیفہ کرے گا اللہ ان کو بیچ زمین کے جیسے خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور البتہ مضبوط اور ثابت کردے گا واسطے ان کے وہاں کا دین جس کو اللہ نے ان کے واسطے پسند کیا ہے اور البتہ بدل دے گا ان کی حالت کو بعد خوف کے امن سے اس طرح کہ عبادت کریں گے وہ ہماری اور نہیں ساجھی بنائیں گے وہ ساتھ ہمارے کسی کو۔

چنانچہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ جل شانہ' نے ان اطراف و بلاد کے لوگوں پر' جو مرتد ہو گئے تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح یاب کر کے اول اسلام کو حجاز میں متمکن کیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ملک فارس فتح ہوا اور کثرت سے ملک فارس میں اسلام نے بہت عزت و احترام کے ساتھ قدم رکھا اور پھر رفتہ رفتہ تمام دنیا میں مشرق سے مغرب تک اسلام نے دنیا پر قبضہ کر لیا اور اللہ جل شانہ' نے روئے زمین کی حکومت اور خلافت بموجب اپنے وعدہ کے مسلمانوں کو عطا فرما دی۔ اور بموجب قرآن جیسا حضور نے فرمایا تھا' وہ ظاہر ہو کر رہا اور وہ حدیث یہ

ہے جس کو صاحب منتخب کنز العمال وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے اور علامہ نبہانی علیہ الرحمہ بھی اپنی کتاب "حجتہ اللہ" میں نقل فرماتے ہیں: **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم زویت لی الارض فاریت مشارقھا ومغاربھا وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منھا** یعنی "فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 'لپیٹ کر دکھا دی گئی مجھ کو زمین پھر دکھلائے گئے مجھ کو مشرق اس کے اور مغرب اس کے اور قریب ہے کہ پہنچ جائے گا ملک امت میری کا وہاں تک جہاں تک کی زمین مجھ کو لپیٹ کر دکھلائی گئی"۔

اور اب چند روز سے جب مسلمانوں نے عیش و آرام میں پڑ کر اپنی حالت بدل ڈالی' سلطنت اسلام اور خلافت عامہ مسلمانوں میں نہ رہی اور دینداری میں بھی ضعف پیدا ہو گیا۔ یہ بھی مخالف پیشین گوئی قرآن نہیں بلکہ موافق پیشین گوئی قرآن ہی ہوا۔ اور جب تک مسلمان نہیں سنبھلیں گے' نہ معلوم کیا کیا کچھ ہو گا۔ دیکھو سورۂ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں اللہ جل شانہ 'بنی اسرائیل کے حال میں ارشاد فرماتا ہے **وان عدتم عدنا**۔ یعنی اگر تم عود کرو گے ہم بھی تمہاری تذلیل کی طرف عود کریں گے۔

پیشین گوئی ششم و ہفتم

قوموں کی تباہی کی علامات:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما ظھر الغلول فی قوم الا القی اللہ فی قلوبھم الرعب ولا فشا الزنا فی قوم الا کثر فیھم الموت ولا نقص قوم المکیال والمیزان الا قطع عنھم الرزق ولا حکم قوم بغیر حق الا فش آ فیھم الدم ولا ختر قوم بالعھد الا سلط علیھم العدو۔ رواہ مالک۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نہیں ظاہر ہوئی چوری مال غنیمت کی کسی قوم میں مگر ڈالا اللہ نے بیچ دلوں اس قوم کے خوف دشمن کا۔ اور نہیں پھیلا زنا کسی قوم میں مگر بکثرت ہونے لگی ان میں موت اور نہیں اختیار کیا کسی قوم نے ماپ تول میں کم دینے کو مگر منقطع کیا گیا ان سے رزق حلال اور نہیں اختیار کیا کسی قوم نے مخالف حق کے فیصلے دینے کو مگر

پچھلی بیچ ان کے خونریزی اور نہیں عہد شکنی اختیار کی کسی قوم نے مگر مسلط کیا گیا اوپر ان کے دشمن۔

اور نیز مشکوۃ شریف میں ہے' دلائل النبوۃ بیہقی اور سنن ابوداؤد سے:

دنیا کے مال و دولت سے محبت اور موت سے ڈرنے والی قوموں کا حشر:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الا کلتہ الی قصعتھا فقال قائل ومن قلتہ نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غثاء کغثاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المھابتہ منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوھن۔ قال قائل یارسول اللہ وما الوھن قال حب الدنیا وکراھیہ الموت رواہ ابوداود والبیھقی فی دلائل النبوہ۔

ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' قریب ہے کہ بہت سی جماعتیں تمہارے اوپر اس طرح بلائی جائیں گی جیسے کھانے والے کھانے کے پیالے کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ یہ سن کر ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ کیا اس دن ہم اس قدر کم ہوں گے (کہ دشمنان دین کی یہاں تک نوبت پہنچے کہ ہمارے کھانے کا ارادہ کریں کہ جو آج ہمارے نام سے کانپتے ہیں) فرمایا کم نہیں بلکہ اس دن تم بہت ہوگے مگر تم ایسے ہوگے جیسے پرنالے کا کوڑا بیکار ہوتا ہے (اس لیے) کہ اللہ بلاشک تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف نکال دے گا اور ڈال دے گا تمہارے دلوں میں وہن۔ عرض کیا ایک عرض کرنے والے نے' وہن سے کیا مراد ہے۔ فرمایا' محبت دنیا کی اور کراہت موت کی۔

چنانچہ جو کچھ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا تھا اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بعد حاکم اور خلیفہ ہو جانے اہل اسلام کے عام دنیا پر بموجب پیشن گوئی حدیث اول و دوم جو کچھ فرمایا تھا وہ ہوا اور ہو رہا ہے' یہاں تک کہ ان عذابوں کا احساس کرکے بھی الٹے ہی علاج کر رہے ہیں اور

اسی وجہ سے دن بدن اور زیادہ ذلیل ہوتے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہر چیز کا علاج اس بیماری کے سبب دور کرنے پر موقوف ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان سب بیماریوں کے اسبابوں سے بڑا سبب ہماری عہد شکنی ہے۔ پیروی احکام خدا اور رسول سے جس کی وجہ سے دشمنان دین آج ہمارے اوپر مسلط ہیں اور چونکہ بوجہ ہمارے نہ قائم رہنے کے طریق صحابہ کرام اور تابعین عظام اور سلف صالحین پر ہمارا رعب دشمنوں کے دلوں سے نکل گیا۔ ہر دشمن دیں ہمیں نگل جانے پر آمادہ ہے اور محبت دنیا ہم پر اتنی غالب آگئی کہ دنیا طلبی میں دین کا علم چھوڑ کر غیروں کے علم میں اتنے مشغول ہوئے کہ مسلمانوں کی سی شکل بھی نہ رہی اور موت کا ڈر اتنا غالب آگیا کہ جہاد تو بلاوجود شروط جہاد ممکن بھی نہ رہی۔ مگر جہاد کا خیال تو کہاں عدم جواز جہاد کے فتوے جاری ہونے لگے اور جس جہاد پر قادر ہی یعنی جہاد زبانی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خود شریعت کا پابند ہو کر اس کا بھی دروازہ بالکل بند کر دیا۔ اندریں صورت ظاہر ہے کہ ان عذابوں مذکورہ کی تاوقتیکہ تمام مسلمان راہ راست اختیار نہ کریں' زیادتی کے آثار ہیں نہ کہ کمی کے۔ اور صفت و قوۃ پنجم میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بموجب ما اتکم الرسول فخذوہ الایہ کے جو امر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو' وہ بمنزلہ اسی امر کے ہے جو قرآن سے ثابت ہو۔ اسی واسطے ہم حضور کی پیشین گوئیوں کو بھی قرآن کی پیشین گوئی سمجھتے ہیں' جو بے حد و بے شمار ہیں۔

پیشین گوئی ہشتم

لوگوں کا بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا:

تیسویں پارہ میں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم اذا جاء نصر اللہ و الفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا○

جب آجائے مدد اللہ کی اور فتح اور دیکھو تم آدمیوں کو کہ داخل ہوتے ہیں دین میں اللہ کے فوج فوج پس پاکی بیان کرو تم رب اپنے کی اور بخشش مانگو تم اس سے بیشک ہے وہ رجوع کرنے والا۔

چنانچہ بموجب اس پیشین گوئی کے بعد فتح مکہ اس کثرت سے مسلمان ہوئے کہ جس کا کسی کو وہم و خیال بھی نہ تھا اور چند ہی روز میں ملک عرب میں کوئی جگہ ایسی نہ رہی کہ جہاں اسلام کا جھنڈا نہ لہراتا ہو اور پھر دن دونے رات سوائے اسلام نے تمام عالم کو گھیر لیا۔

پیشین گوئی نہم

قرآن کریم کی حفاظت اللہ خود کرے گا:

جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات قرآن مجید کی حفاظت اور جمعیت کا خیال ہوتا تھا اور یہ فکر رہتی تھی کہ قرآن مجید کبھی مثل توریت اور انجیل کے محرف' کمی یا زیادتی وغیرہ کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اللہ جل شانہ' نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی "بیشک ہم ہی نے اتارا ہے اس قرآن مجید کو اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔ چنانچہ آج تک اس پیشین گوئی کا اس درجہ ظہور ہو رہا ہے کہ کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ تیرہ سو اڑتالیس (۱۳۴۸) برس گزر گئے مگر سوائے سات قراتوں مشہورہ کے کوئی یہ نہیں بتلا سکتا کہ قرآن مجید کے ایک حرف تو کہاں' کسی زیر و زبر میں بھی فرق آیا ہے اور نہ ان شاء اللہ قیامت تک آئے۔ ہر چند بہت سے دشمنوں نے اس کے مٹانے یا کم و بیش کرنے میں بے حد کوششیں کیں مگر جس قدر کوشش کی اتنی ہی ناکامیابی رہی۔

پیشین گوئی دہم

مسلمانوں کا غلبہ اور کفر کی شکست:

جس وقت مکہ مکرمہ میں یہ آیہ کریمہ سیھزم الجمع و یولون الدبر نازل ہوئی یعنی "قریب ہے کہ بھگا دی جائیں گی جماعتیں اور پھیر لیں گے وہ پیٹھ"۔ مسلمان اس ضعف کی حالت میں تھے کہ یہ وعدہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرح ظہور پذیر ہوگا۔ نماز تک تو مسلمان مشرکوں سے چھپ چھپ کر پڑھتے تھے مگر سات برس بعد اس آیہ کے نازل ہونے سے جب حضور رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے اور

حکم جہاد کا مشرکین کے ساتھ من جانب اللہ نازل ہوا' آپ جنگ بدر کے ارادہ سے یہ آیہ پڑھتے ہوئے تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ آیہ اسی جنگ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ کفار مسلمانوں کی نسبت تین حصہ سے زیادہ تھے مگر بفضلہ تعالیٰ ایسی کھلی ہوئی فتح ہوئی کہ ستر بڑے بڑے سرداران قریش کے مثل ابوجہل اور امیہ وغیر کے بہت ذلت سے قتل ہوئے اور ستر قید کر لیے گئے' اور باقی ایسے پیٹھ دے کر بھاگے کہ مکہ مکرمہ میں آکر ہی دم لیا اور اپنے سرداروں کی لاشوں تک کو نہ لے سکے۔ آخر کار تیسرے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سڑی ہوئی لاشوں کو گھسوا کر بدر کے ایک اندھے کنوئیں میں گروا دیا' پھر جس قدر بلاواسطہ یا بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر قرآن مجید کی تمام پیشین گوئیوں کا ذکر کیا جائے تو اس کے لیے کئی جلد کتاب بھی کافی نہ ہوں۔ اس واسطے کہ قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہو گا' کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مفصل نہ بیان فرما دیا ہو۔ اس واسطے کہ کم و بیش علم غیب کا بیان کرنا کسی ذریعہ اور واسطے کے ساتھ اگرچہ خاصہ پیغمبر کا نہیں مگر بالاستیعاب ابتداء پیدائش سے قیامت تک کے حالات کا بیان کر دینا ضرور خاصہ قرآن اور رسول رحمٰن ہی کا ہے۔ اللھم صل وسلم علیہ وعلی الہ فی کل حین وان۔ دیکھو سورۂ انعام کے چوتھے رکوع میں اللہ جل شانہ' ارشاد فرماتا ہے:

وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا فی الکتاب من شئی ثم الی ربھم یحشرون ○

نہیں کوئی چلنے پھرنے والا زمین میں اور نہ کوئی بازوؤں سے اڑانے والا مگر یہ سب امتیں ہیں مانند تمہارے۔ نہیں کمی کی ہم نے کسی شے کے بیان کرنے سے بیچ اس کتاب کے پھر تم سب طرف رب اپنے کی جمع کیے جاؤ گے۔

اور سورۂ نحل کے ویں رکوع میں دوسری جگہ اللہ جل شانہ' نے اس طرح فرمایا:

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین۔

اور اتارا ہم نے اوپر آپ کے اس کتاب کو (قرآن کو) بیان کرنے والی ہر چیز کو اور موجب

ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لیے۔

اور بروایت بخاری شریف و مسلم شریف مشکوۃ شریف میں ہے:

حضور نے قیامت تک کے واقعات بیان فرمادیئے:

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعتہ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ہولاء وانہ لیکون منہ الشئی قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راہ عرفہ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک جگہ کہ نہ چھوڑا کسی شے کو جو ہوگی قیامت تک کھڑے کھڑے آپ نے اسی مقام پر مگر بیان کر دیا اس کو یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھنا چاہا اس کو اور بھلا دیا اس کو بھولنے والوں نے اس بات کو میرے یہ سب اصحاب واحباب جانتے ہیں اور تحقیق ان بھولی ہوئی باتوں میں سے جب کوئی بات واقع ہوتی ہوئی دیکھتا ہوں وہ بات مجھ کو یاد آ جاتی ہے جیسے بھولے آدمی کو منہ دیکھ کر پہچان لیتے ہیں جب بعد مدت کے دیکھتے ہیں۔

اور مشکوۃ ہی میں ہے سنن ابوداؤد سے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضور نے اسلام کے خلاف فتنہ سازوں کے نام اور پتے بتادیئے:

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال واللہ ما ادری ان نسی اصحابی ام تناسوا واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد فتنہ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ ثلثمائہ فصاعدا الا قد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلتہ۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ میرے اصحاب بھول گئے یا آپ

سے بھلا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اخیر دنیا تک جتنے دین میں فتنہ انداز اور رخنہ گرہوں گے ان کے نام تین سو سے زیادہ بیان فرما دیے تھے۔ ان کے باپوں کے نام اور نیز ان کے قبیلوں کے نام۔

ان آیات اور ان احادیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ قیامت تک کوئی بات نہ ہوگی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرما دیا' جن کی تفصیل اگر باعتبار اکثر خبروں ہی کے بیان کی جائے تو ایک دفتر طویل کی ضرورت ہے' جن میں سے کچھ ان شاء اللہ اپنے اپنے موقع پر بیان کی جائیں گی۔

قرآن اپنا تعارف خود کراتا ہے

بیان میں اس امر کے کہ قرآن مجید کے متعلق جتنے سوالات ضروری وارد ہوتے ہیں' ان میں سے کوئی ایسا سوال نہیں کہ جس کا جواب قرآن مجید نے اپنی صداقت کا اظہار کرتے ہوئے نہ دیا ہو۔ سنئے:

اول سوال: یہی وارد ہوتا تھا کہ جس کا جواب بجز اس کتاب اللہ کے اور کوئی کتاب جھوٹی جو الہامی مشہور ہیں' نہیں دے سکتی۔ اور وہ یہی ہے کہ یہ کلام اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک کیونکر پہنچا اور اس کی تصدیق پہلی کسی الہامی کتاب میں بھی ہے یا نہیں۔ ان سوالات کے متعلق آخر سورۂ شعرا کی دسویں رکوع میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے:

انہ لتنزیل رب العلمین ○ نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین۔ بلسان عربی مبین ○ وانہ لفی زبر الاولین۔

بیشک یہ قرآن البتہ اتارا گیا ہے پروردگار عالمین کی طرف سے لے کر اترے اس کو روح الامین (جبرئیل علیہ السلام) اے ہمارے محبوب تمہارے دل پر تاکہ تم ہو جاؤ ساتھ زبان عربی ظاہر کے ڈرانے والوں سے۔ اور بے شک اس قرآن کا ذکر البتہ پہلی کتابوں میں بھی ہے۔

چنانچہ پیشین گوئیوں مذکورہ توریت اور انجیل اور وید اور بھاگوت وغیرہ سے جو کچھ ہم پہلے نقل کر چکے' اس امر کا ثبوت ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور اس کے لانے والے کا ذکر تمام ہی پہلی کتابوں میں بلاشک و شبہ چلا آتا تھا۔ اور یہ بتا دیا کہ میرا نزول تو اللہ کی جانب سے ہے مگر اللہ کے کلام کو زبان عربی ظاہر میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے۔ اسی معنے کر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ

انہ لقول رسول کریم ○ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین ○ مطاع ثم امین ○

بیشک یہ قرآن البتہ قول ہمارے بھیجے ہوئے بزرگ قوۃ والے کا ہے' جو صاحب عرش خدائے کریم کے نزدیک مرتبہ والا ہے اور ان کی بات مانی گئی ہے اور وہ ہمارے کلام کے پہنچانے میں علاوہ بریں تمام امور میں اللہ کے نزدیک امانت دار ہے۔

یعنی اس کلام نفسی ازلی بے مثل بے مانند کو جو اللہ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور اس کے سننے کی قابلیت بجز پیغمبروں اور فرشتوں کے اور کوئی نہیں رکھتا' جس کی تفصیل مدلل ہم اعتراضات مقدمہ میں بیان کر چکے۔ اللہ جل شانہ' سے سن کر بعینہ انہی الفاظ کے پیرایہ میں جو منجانب اللہ ان پر منکشف ہوتے ہیں اور جس طرح وہ کلام بحجاب الفاظ میں بطریق سلسلۃ الجرس یا اور کسی طریق سے ان پر نازل ہوتا ہے بلا کم و کاست اور بلا خیانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچا دیتے ہیں اور وہ بظاہر قول جبرئیل علیہ السلام معلوم ہوتا ہے یا اس کا قول جو پڑھنے والے سے اس کے پڑھنے کے وقت ظاہر ہو مگر حقیقت میں وہ اسی کلام اللہ نفسی ازلی پر دلالت کرتا رہتا ہے جس کو جبرئیل علیہ السلام یا پیغمبر و فرشتے سنتے ہیں اور اسی طرح پڑھا جاتا ہے' جس طرح ان پر نازل ہوتا ہے اور لوح محفوظ میں یہی درج ہے چنانچہ بیان اس کا آخر سورۂ شوریٰ میں ہے:

وما کان لبشران یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء انہ علی حکیم ○ و کذالک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورنھدی بہ من نشاء من عبادنا۔

اور نہیں لائق کسی بشر کو یہ کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر بطریق وحی کے یا کسی تجلی خاص کے پردہ سے یا بھیجے کسی فرشتے کو رسول بنا کر۔ پس وحی کرے وہ ساتھ حکم اسی اللہ کے جو چاہے۔ بیشک اللہ بلند حکمت والا ہے اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف آپ کی اپنی روح یعنی کلام بے مثل کو اپنے حکم سے جس کو تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا مگر کیا ہم نے اپنے وحی

کردہ کلام کو ایسا کہ ہدایت کرتے ہیں ساتھ اس کے جس کو ہم چاہتے ہیں اپنے بندوں سے۔

سوال دوم: یہ وارد ہوتا تھا کہ پھر زبان عربی میں ہی کیوں نازل کیا گیا۔ فرمایا:

جواب:

انا جعلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون○

ظاہر کردیا ہم نے اپنے کلام نفسی ازلی کو عربی زبان میں تاکہ تم اے اہل عرب بلا تکان سمجھ لو۔

سوال سوم: کیا یہ کلام فقط اہل عرب کے واسطے نازل ہوا ہے یا تمام دنیا کے لیے۔

جواب:

وکذالک اوحینا الیک قرانا عربیا لتنذر ام القری ومن حولھا وتنذر یوم الجمع لا ریب فیہ۔

اور ایسے ہی وحی کی ہم نے طرف تمہاری عربی زبان میں تو کہ ڈراؤ تم مکہ والوں کو اور ان تمام ملک والوں کو جو مکہ مکرمہ کے گرداگرد آباد ہیں اور ڈراؤ تم اس دن سے جس میں تمام مخلوقات کو جمع کیا جائے جس میں کوئی شک نہیں۔

یہ اس واسطے فرمایا کہ مکہ مکرمہ تمام ملکوں کے بیچ میں واقع ہے۔ لہٰذا ومن حولھا کے سے یہ ظاہر فرمادیا کہ قرآن مجید مکہ والوں اور اس کے گرد کے تمام ملکوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ اس واسطے کہ تمام ملکوں کے اوپر لفظ گرداگرد کا صادق آتا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ اسی مدعا کو سورۃ السبا کے تیسرے رکوع میں اس طرح ظاہر فرمادیا:

وما ارسلناک الا کافتہ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون○

اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے ہمارے محبوب مگر تمام دنیا کے آدمیوں کے واسطے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ولیکن اکثر آدمی تمہاری شان کو نہیں جانتے۔

یہ سن کر جب مشرکین عرب نے تعجب کیا کہ بغیر فوج اور لشکر اور سامان ظاہری کے یہ تمام دنیا پر کیسے غالب آجائیں گے، تو سورہ بقر رکوع بتیس میں فرمادیا:

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

بہت تھوڑی سی جماعت غالب آ چکیں ہیں بڑی جماعتوں پر ساتھ حکم اللہ کے۔

چنانچہ چند روز ہی میں اللہ نے جیسا فرمایا تھا' مومنوں اور منکروں کو اپنا وعدہ پورا کر کے دکھادیا۔ اور جب بے سمجھی سے حضور کے اس دعویٰ نبوت عامہ کو خیال محال سمجھ کر کفار نابکار حضور کی طرف نسبت جنون کی کرنے لگے' تو سورۂ ن میں فرمادیا:

ما انت بنعمه ربك بمجنون ○ و ان لك لاجرا غير ممنون وانك لعلى خلق عظيم فستبصر ويبصرون ○ بايكم المفتون۔

نہیں ہو تم اے ہمارے محبوب بوجہ انعام اپنے رب کے دیوانہ اور بیشک آپ کے واسطے بے منت ثواب ہے اور بیشک آپ پیدا کیے گئے اوپر خلق عظیم کے۔ قریب ہے کہ آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ بے دین آپ کو دیوانہ کہنے والے بھی کہ کون مبتلائے فتنہ ہے۔

چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام کافروں کو ایسا مبتلائے فتنہ کیا کہ حرمین مکرمین سے تو جلاوطن ہی کر دیے گئے۔

سوال چہارم: جب قرآن مجید اور حامل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے آدمیوں کی ہدایت کے واسطے بھیجے گئے ہیں تو اندریں صورت قیامت تک کے تمام دنیا کے آدمی مراد ہیں یا کسی زمانہ معین تک کے آدمی اور بعد آپ کے پھر کوئی اور پیغمبر یا کتاب کی ضرورت ہوگی یا نہیں۔

جواب: سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع میں ہے:

ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شئى عليما ○

نہیں ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم باپ کسی کے مردوں تمہارے سے ولیکن ہیں بھیجے ہوئے اللہ کے اور دفتر نبوت کی اخیر مہر اس واسطے کہ بموجب دوسری قرات کے جوت کی زیر کے ساتھ ہے' یہ معنے ہوتے ہیں کہ ختم کرنے والے تمام نبیوں کے اور ہے اللہ ہر چیز کی ضرورت کو جاننے والا۔

اور سعدی علیہ الرحمہ نے اگرچہ اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے (و مہر جملہ پیغمبران) مگر اس کے فائدہ میں

تحریر فرماتے ہیں کہ بعد از و دیگر نبی نخواہد گشت۔ لہٰذا مہر سے مراد وہی مہر ہو سکتی ہے جو دفتر انبیاء کے آخر میں لگائی جائے' نہ کہ وہ آلہ 'جس سے مہر لگاتے ہیں جو چھنگلی انگلی میں پہنی جاتی ہے۔ اس واسطے کہ یہ معنے کسی طرح نہیں بن سکتے کہ آپ پیغمبروں کی انگشتری ہیں جو تابع ہوتی ہے اور حضور تو تمام پیغمبروں کے متبوع ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔

واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمته ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه قال اقررتم واخذتم علی ذالکم اصری۔ قالوا اقررنا۔

(خلاصہ ترجمہ) "اور یاد کرو تم اے مومنو اس وقت کو جب عہد لیا اللہ جل شانہ' نے تمام پیغمبروں سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی امداد کا۔ سب نے تہ دل سے اقرار کیا"۔

اور پوری بحث اس آیہ کریمہ کی داؤد علیہ السلام کی بشارت سے علامت ہفتم میں گزر چکی اور ان شاء اللہ تفسیر اس آیہ کریمہ میں اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔

سوال پنجم: اللہ جل شانہ' نے جبکہ اس کے سب بندے برابر ہیں' کسی دوسرے ملک کی زبان میں اپنا کلام نازل کیوں نہیں کیا اور دوسرے ملک کے کسی برگزیدہ بندہ کو پیغمبر کیوں نہیں بنایا۔ ملک عرب کو ایسی کیا خصوصیت تھی جو تمام دنیا کی ہدایت کو عرب میں سے ہی ایسے عزت والے پیغمبر کو مبعوث کیا۔

سوال ششم: اگر عرب میں سے ہی کرنا تھا تو مکہ یا مدینہ طیبہ کے کسی بڑے بوڑھے کو کیوں نہیں پیغمبر کیا' جس کے ماننے میں بقول مشرکین عرب کسی کو تامل نہ ہوتا۔

سوال ہفتم: جب پیغمبر خدا اللہ کے محبوب تھے اور ان کے ماننے والے اللہ کے پیارے تو چاہیے تھا کہ سب مسلمان دولت مند ہوتے اور عیش و آرام میں رہتے۔ اور ان کے نہ ماننے والے تکلیف اور پریشانی میں حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ اکثر منکرین مشرک و کفار عیش و آرام میں دیکھے جاتے ہیں اور اکثر مومن مسلمان مبتلائے بلاو تکلیف۔

سوال ہشتم: اسی طرح اللہ نے کسی کو محتاج اور کسی کو دولت مند کیوں بنایا۔ کیا وہ سب کو دولت مند

نہیں بنا سکتا تھا کہ سب بے فکری سے اس کی عبادت میں مشغول رہتے۔ علیٰ ہذا القیاس کسی کو کافر کسی کو مومن۔ کیا سب کو مومن نہیں بنا سکتا تھا۔

جواب: ان پانچوں سوالوں کا جواب اللہ جل شانہ' سورۂ زخرف کے دوسرے رکوع میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

وقالوا لولا نزل هذا القران على رجل من القريتين عظيم○ اهم يقسمون رحمته ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحيوة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا○ ورحمة ربك خير مما يجمعون○ ولو لا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن يكفر بالرحمن لبيوتهم سقفا من فضة ومعارج عليها يظهرون○ ولبيوتهم ابوابا وسررا عليها يتكئون وزخرفا○ وان كل ذلك لما متاع الحيوة الدنيا والاخره عند ربك للمتقين○

اور کہا مشرکوں نے کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن اوپر کسی بڑے آدمی کے ان دونوں شہروں مکہ اور مدینہ سے۔ کیا وہ بانٹنا چاہتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو (اپنی خواہش کے موافق) ہم نے تقسیم کر دیا ہے (پہلے سے) درمیان ان کے روزی ان کی کو بیچ زندگانی دنیا کے اور بلندی دی ہم نے ان کے بعضوں کو بعضوں پر درجوں میں تاکہ پکڑیں بعضے ان کے بعضوں کو اپنے محکوم اور فرمانبردار اور رحمت رب تیرے کی بہتر ہے اس چیز سے جو جمع کرتے ہیں وہ۔ اور اگر نہ ہو جاتے سب آدمی گمراہ ایک طریقہ پر تو البتہ کر دیتے ہم کافروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی اور زینے جن پر وہ فخر کے ساتھ چڑھتے اور واسطے گھروں ان کے بہت سے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگا لگا کر بیٹھتے اور بہت کچھ سونا اور یہ سب کچھ نہ تھا مگر فقط زندگی دنیا کا نفع (جس پر ایک سانس کا بھی اعتبار نہیں) اور بھلائی آخرت کی نزدیک رب تیرے کے ثابت ہے ہمیشہ کو واسطے پرہیزگاروں کے۔

خلاصہ سارے جواب کا یہ ہوا کہ کیا کسی مخلوق کو خالق پر کسی سمجھدار کے نزدک رائے زنی

اور حکومت کا حق حاصل ہے۔ دنیا کے حاکموں پر جب کسی محکوم کو حق حکومت و رائے زنی حاصل نہیں' خدا پر حکم کرنا اور اس کی مصلحت پر اپنی رائے کو ترجیح دینا بجز گمراہ اور ہٹ دھرموں کے کسی سمجھدار کا کام نہیں۔ مالک اپنے ملک میں مختار ہے' جس سے چاہے بوجھ اٹھانے کا کام لے' جسے چاہے بے محنت عمدہ سے عمدہ کھلائے' پلائے' پہنائے' وہ ہر شخص کی لیاقت سے واقف ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس طبیب حاذق کے نسخہ میں عطائی کا دخل دینا بلکہ بڑھئی کے کام میں لوہار کو دخل دینا اور لوہار کے کام میں بڑھئی اور سنار کا دخل سراسر بے ہودگی اور ہرزہ درائی ہے' پھر خالق اکبر اس کی نسبت ایسے اعتراض کرنا اور اس کی مصلحت میں دخل دینا اور یہ کہنا کہ اللہ نے اہل عرب کو ہی یہ فضیلت کیوں دی اور اہل عرب سے آپ کو ہی شرف رسالت سے کیوں مشرف فرمایا' انہیں کا کام ہے جو اپنی رائے کو خالق اکبر کی مصلحتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی واسطے فرمادیا کہ کیا وہ ہماری رحمت کو اپنی آراء کے موافق تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہی سوچ لیں کہ اگر ساری دنیا کے آدمی دولت مند ہی دولت مند ہوتے تو کون کسی کی تابعداری کرتا اور کارخانہ دنیا کیونکر چلتا۔ اسی واسطے ہم نے ان کی روزی اپنی مصلحت کے موافق ان میں تقسیم کردی۔ کسی کو حاکم بنایا' کسی کو محکوم۔ اگر یہ طریقہ نہ ہوتا تو امیروں کے گھر پاخانوں سے سڑے رہتے اور امرا ایک ایک قطرہ پانی کو بوجہ نہ ملنے پانی لانے والے کے ترستے رہتے یا خود ہی سب لوگ اپنا پاخانہ اٹھاتے اور سب اپنا پانی بھر بھر کر لاتے' جو شان شاہی اور امارت کے بالکل مخالف تھا' لہٰذا زبردست زیردست پر ظلم کرتے' زیردست سے کام لیتے اور کوئی کسی کی نہ سنتا۔ علیٰ ہذا القیاس اور کارخانہ دنیا درہم برہم ہو جاتا۔ لہٰذا ہر شخص کے واسطے بہتر وہی تھا جو اللہ کی رحمت سے اسے عطا ہوا نہ کہ سب کا دولت مند ہونا۔ چنانچہ سورۂ شوریٰ کے تیسرے رکوع میں اللہ جل شانہ' نے اس مصلحت کو ظاہر بھی فرمادیا کہ

ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انه بعباده خبیر بصیر○

اگر کشادہ کرتا اللہ رزق اپنے تمام ہی بندوں کا تو البتہ سرکشی کرتے وہ بیچ زمین کے (ایک دوسرے پر) ولیکن نازل کرتا ہے اللہ ہر ایک کے رزق کو اسی انداز پر جو اس کے لیے بہتر ہے۔ اس واسطے کہ وہ اپنے تمام بندوں کے مال کار سے اور ان کی طبیعتوں سے خبردار رہنے اور سب کا دیکھنے والا۔

اور چونکہ نافرمان اور فرمانبردار سب اس کے بندے تھے اور وہ عادل مطلق اور رحیم برحق' اس

واسطے اس نے ناپائیدار چیز کے دوست رکھنے والوں اور آخرت کے منکروں کو دنیا کثرت سے دی اور چونکہ دنیا ناپائیدار اور ذلیل تھی' آخرت کے یقین کرنے والوں کو وہ نعمتیں آخرت کی جو ہمیشہ دائم و قائم رہنے والی تھیں' عطا فرمائیں اور دنیا کی دولت سے ان کو صبر اور استقلال عطا فرما کر دور رکھا تاکہ دنیا میں پھنس کر ہماری یاد سے مبتلائے غفلت نہ ہو جائیں۔ اسی واسطے فرمادیا کہ ہر انسان چونکہ عیش و آرام دنیا کا' خواہ وہ کتنا بھی دنیا کو ناپائیدار جانتا ہو' پیدائشی طور سے حریص ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم کافروں کو اتنی دنیا دیتے کہ ان کے مکانوں کی چھت اور سیڑھیاں چاندی کی ہوتیں تاکہ وقت انتقال وہ مال ان کے لیے موجب وبال و نکال اور حسرت کا ہو۔ اور آخرت میں اپنے اعمال بد کی سزا میں مبتلا رہیں اور مومن وقت انتقال بوجہ نہ رکھنے محبت دنیا کے فارغ البال نعمائے جنت کے مشتاق دنیا سے کوچ کریں' جو دلیل ہے اپنے محبوب کے محبوں کو اعلیٰ درجہ کی نعمتیں عطا فرمانے پر اور ان سب کو اپنا محبوب بنانے پر۔

یہ جواب ان پانچوں اعتراضوں کا جواب ہے کہ خدائے تعالیٰ کو حاکم مطلق خالق برحق جاننے والے کے نزدیک تو کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اسی واسطے بہ مقتضائے حکیم مطلق حاکم برحق ہونے کے سورہ سجدہ' رکوع دوم میں جواب اعتراض پنجم میں صاف فرمادیا:

ولو شئنا لاتینا کل نفس هداها ولکن حق القول منی لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین○

یعنی اگر ہم چاہتے تو البتہ ہم ہر جان کو اس کے لائق ہدایت سے حصہ عطا کر دیتے (اور کوئی کافر نہ ہوتا) مگر بہ تقاضائے حکمت کاملہ ہمارے علم میں یہ بات ثابت تھی کہ ہم جہنم کو جن اور آدمیوں سے بھر دیں۔

اس واسطے کہ ہم صانع مطلق ہیں اور تقاضا کمال صناعی اور خلاقی کا یہی تھا کہ نہ خیر محض پیدا کرنے میں ہمارا عجز ظاہر ہو' نہ شر محض پیدا کرنے میں' نہ ایسی خیر پیدا کرنے میں جو کم و بیش شر سے ملی ہوئی ہو۔ لہٰذا ہم نے خیر محض ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام اور مومنین کاملین کو پیدا کیا اور شر محض شیاطین اور مشرکین اور مرتدین اور منافقین اور کفار کو۔ اور مخلوط بخیر و شر گنہگاروں کو اور جیسے موٹر اور بگھی اور چھکڑا بنانے والا کاریگر بگھی اور موٹر کے رکھنے کے لائق مکان پہلے بنالیا ہے' کافروں اور مشرکوں کے لائق مکان' جس کا نام جہنم ہے' پہلے ہی سے ہمارے علم میں تھا۔ علیٰ ہذا جنتیوں کے لائق مکان' جس کو جنت الفردوس' عدن' دارالخلد وغیرہ کہتے ہیں' پہلے ہی سے ہمارے علم میں اور گنہگاروں کو شر سے پاک کرنے کا مکان مثل دھوبی

کی بھٹی کی دوزخ میں علیحدہ ہمارے علم میں تھا اور دونوں قسم کی مخلوق سے دونوں ہی مکانوں کا بلکہ تینوں کا بھرنا ہمارے نزدیک ضروری تھا۔ مگر اب دو سوال اور پیدا ہوتے ہیں۔

اول: یہ کہ جب کافر مرتد منافق مشرک پہلے ہی سے کافر مشرک بنائے گئے ہیں اور کسی کی کوشش سے کوئی ان میں سے مومن نہیں ہو سکتا' پھر پیغبروں اور ہادیوں کو کیوں بھیجا گیا۔ اندریں صورت پیغمبروں اور ہادیوں کا بھیجنا عبث ٹھہرے گا' جس سے ذات قادر مطلق قطعاً پاک اور منزہ ہے۔

دوسرا: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کافر مشرک پہلے ہی سے کافر مشرک پیدا کیے گئے ہیں اور ان کی جگہ پہلے ہی سے جہنم مقرر کر دی گئی' علیٰ ہذا مومن پہلے ہی سے مومن پیدا کیے گئے تھے اور ان کی جگہ بن کیے کرائے پہلے ہی سے جنت مقرر ہو چکی تھی' بدیں صورت عمل کی کیا ضرورت رہی۔ پھر بار بار قرآن مجید میں یہ کیوں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ ایمان لائے اور نیک عمل کیے' جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ اور اگر ایمان نہ لائے اور بے ایمان رہے' دوزخ میں۔ اور بار بار کیوں فرمایا جاتا ہے کہ کفرو شرک سے توبہ کرو ورنہ جہنم میں داخل کیے جاؤ گے۔ جب کافر پہلے ہی کافر پیدا کیا گیا ہے اور مومن' مومن تو کوئی کتنی بھی کوشش کرے' نہ کافر مومن ہو سکے' نہ مومن کافر۔ پھر مجبور محض کو کسی امر کے ساتھ مامور کرنا صراحتاً خلاف عدل ہے اور تکلیف مالا یطاق۔ لہٰذا سوال اول کا جواب تو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا' جو سورۃ الملائیکہ مشہور بسورۃ الفاطر کے تیسرے رکوع میں ہے۔

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوۃ ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیرo وما یستوی الاعمی والبصیرo ولا الظلمات ولا النورo ولا الظل ولا الحرورo وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیرo انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیراo وان من امتہ الا خلا فیھا نذیرo

سوا اس کے نہیں کہ ڈرا سکتے ہو تم ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں رب اپنے سے بن دیکھے اور قائم کیا انہوں نے نماز کو اور جو شخص کہ پاکی حاصل کرتا ہے سوائے اس کے نہیں کہ وہ پاکی حاصل

کرتا ہے بقدر جبلت اپنے نفس کے اور طرف اللہ ہی کے ہے ٹھکانا اور نہیں برابر ہو سکتا اندھا اور آنکھ والا اور نہ تاریکی اور نور اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہیں برابر ہو سکتے زندہ اور مردہ (یعنی مومن اور کافر) بیشک اللہ سناتا ہے سنانا قبولیت کا جس کو چاہتا ہے اور نہیں تم سنانے والے ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں (یعنی جیسے وہ سنتے ہیں اور جواب نہیں دیتے کافروں کی بھی ایسی ہی مثال ہے کہ آپ سے سب کچھ سنتے ہیں مگر آپ کا سنانا ان پر اثر نہیں کرتا) اس واسطے کہ نہیں ہو تم مگر ڈرانے والے۔ بیشک بھیجا ہم نے تم کو ہمیشہ کے لیے ساتھ حق کے جنت کی بشارت دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور نہیں کوئی امت مگر اس میں گزرے ڈرانے والے (یعنی پیغمبر یا علماء نہ کہ کافر کو مومن بنانے والے۔)

خلاصہ ان تمام آیات کریمہ کا یہ ہوا کہ ہم نے تم کو اور تمام پہلے اور پچھلے ہادیوں کو اس واسطے نہیں بھیجا ہے کہ وہ ان کافروں کو' جو تقدیر الٰہی میں ابدی کافر ہو چکے' خواہ وہ منافق ہوں یا مشرک' خواہ مرتد' ان کو تم مومن بنا دو۔ علیٰ ہذا تمام ہادیوں کو اور شیطان کو یہ قدرت دی گئی کہ وہ حقیقی مومنوں کو کافر بنا دے۔ چنانچہ شیطان کو اول ہی دن یہ ارشاد فرما دیا کہ **ان عبادی لیس لک علیھم سلطان**۔ یعنی ہمارے بندوں پر تجھ کو کوئی حق حکومت نہیں حاصل کہ تیری کوشش سے کوئی مومن' کافر یا مشرک یا مرتد ہو جائے۔ بلکہ جو ہمارے علم میں پہلے سے کافر یا مشرک یا مرتد یا منافق بنائے گئے ہیں' تیری کوشش کے بہانہ سے ان کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔ اور اسی طرح جناب رسالت ماب' افضل الرسل' ہادی کل' سرور انبیاء' حبیب کبریا' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم سنا دیا کہ

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء

یعنی اے ہمارے حبیب' بیشک وشبہ تم جس کو چاہو اگر وہ ہمارے علم میں کافر حقیقی ہے راہ راست پر نہیں لا سکتے اور کافر کو مومن نہیں بنا سکتے مگر اللہ یعنی ہم جس کو چاہیں اور جو ہمارے علم میں مومن حقیقی ہے' اس کو تمہارے ذریعہ اور بہانہ سے راہ راست پر لے آتے ہیں اور صورت کے کافر کو مومن بنا کر اس کا ایمان ظاہر کر دکھاتے ہیں لہٰذا ارشاد ہوتا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ تم انہیں کو ڈرا سکتے ہو' جن میں اپنے رب سے ڈرنے اور نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کا پہلے ہی سے منجانب اللہ مادہ موجود ہے نہ کہ ان لوگوں کو جو ازلی کافر ہیں اور ان میں ہدایت کا مادہ ہی نہیں پیدا کیا گیا۔

اسی واسطے کئی مثالوں کے ساتھ فرمایا کہ مومن حقیقی اور کافر حقیقی قبول کرنے احکام اور ہدایت پانے کی

قابلیت میں برابر نہیں ہو سکتے' جیسے نابینا اور بینا اور اندھیرے اور روشنیاں اور سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہوتے اور نہ زندے مردوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ بیشک کوئی مردہ ہو خواہ زندہ' اللہ جس کو چاہے سنا سکتا ہے یعنی سننے کے اور قبولیت کے آثار جس سے چاہے ظاہر فرما سکتا ہے اور تم قبروالوں کو یعنی کافروں کو' جو مثل اہل قبور کی مردہ ہیں' نہیں سنا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے اہل قبور سب کی سنتے ہیں مگر اس کا نتیجہ ہر شخص پر کوئی مرتب نہیں ہوتا' اسی طرح کافر آپ کے احکامات اور قرآن مجید سب کچھ سنتے ہیں مگر اس سننے کا اور قبولیت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ تم فقط ڈرانے والے اور بشارت پہنچانے والے اور اس ذریعہ سے راہ راست دکھانے والے ہو نہ کہ پیدا کرنے والے۔ بیشک ہم نے آپ کو حق بات کے ساتھ خوشخبری اور ڈرانے کے ذریعہ سے راہ ہدایت پر لانے کو بھیجا ہے نہ کہ کافروں میں ایمان پیدا کرنے کو اور ہمارے بنائے ہوئے کافر کے مومن بنانے کو اور اسی طرح کوئی امت نہیں گزری مگر سب میں ہم نے اسی غرض سے ہدایت کرنے والوں اور ڈرانے والوں کو' خواہ وہ عالم ہوں یا پیغمبر' بھیجا تھا' نہ کہ ازلی کافروں میں ایمان پیدا کرنے کو' جس کو دوسری طرز پر بغرض سمجھانے عوام الناس کے' یوں بیان کر سکتے ہیں کہ ہمارے کارخانہ قدرت میں جو ازلی مومن زنگ صحبت کفار ازلی سے کافر بن گئے اور بن جاتے ہیں' جیسے فولادی تلوار مٹی کی تلواروں کی صحبت سے مثل مٹی کی تلوار کے زنگ خوردہ معلوم ہونے لگتی ہیں' ان کے صاف کرنے کو صیقل کرنے والوں کو بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی صیقل کی رگڑوں سے زنگ دور کر کے فولادی تلواروں کی اصل حقیقت دکھلا دیں۔ اور ان کے فولادی جوہر ظاہر کر دکھائیں نہ کہ مٹی کی تلواروں کو فولادی بنا دیں' بلکہ ان کا کام یہی ہے کہ جیسے فولادی تلواروں کے فولادی جوہر ظاہر کر دکھائیں' ایسے ہی مٹی کی تلوار کا اپنی صیقل کے رگڑوں سے بے وقار ہونا ظاہر کر دیں۔ اسی طرح پیغمبروں کا بھی کام ہے کہ کفار حقیقی کا کفر حقیقی اپنی ہدایت کے رگڑوں سے ظاہر کر دکھائیں اور صحبت بد سے جو مومن حقیقی بصورت کفار نظر آنے لگے ہیں' ان کو ہدایت کے رگڑوں سے اور رہنمائی کی صیقل سے صاف کر کے داخل زمرۂ اہل ایمان کر دیں اور ان کے ایمان کے جوہر سب پر نمایاں ہو جائیں۔ اور اسی تقریر مذکورہ سے' جو تفسیر آیات مذکورہ میں بیان کی گئی' جواب سوال دوم کا بھی ظاہر ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ پیغمبروں کا ایمان اور عمل نیک پر جنت کی بشارتیں سنانا اور کفر اور فسق اور ارتداد سے خوف دوزخ دکھانا یہ ان کی صیقل ہدایت کے رگڑے ہیں کہ جس سے کافر حقیقی کا کفر حقیقی ظاہر ہوتا ہے اور مومن حقیقی کا ایمان۔ واللہ ھو المھدی وعلیہ التکلان۔ والصلوہ والسلام علی حبیبہ سید الانس والجان وعلی الہ واصحابہ ذی المجد والاحسان ○

سوال نہم: سب سے بہتر تو یہ تھا کہ اللہ کسی فرشتہ کو پیغمبر کر کے بھیجتا یا جس کو بھی پیغمبر کرتا' اس کے ساتھ فرشتہ آتا تاکہ اس پیغمبر کے پیغمبر ماننے میں کسی کو شبہ ہی نہ رہتا۔

جواب: اگرچہ جواب سوالات خمسہ مذکورہ میں اس سوال نہم کا بھی جواب کافی ہو سکتا ہے مگر مشرکین عرب نے مستقل طور سے یہ سوال کیا تھا' لہٰذا مستقل طور سے قرآن مجید میں سورۂ انعام کے پہلے رکوع میں مع بیان سوال اس طرح جواب دیا گیا ہے:

وقالوا لولا انزل عليه ملك ولو انزلنا ملكا لقضى الامر ثم لا ينظرون○ ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا وللبسنا عليهم ما يلبسون○

اور کہا مشرکوں نے کہ کیوں نہیں اتارا گیا عہدہ نبوت پر کوئی فرشتہ اور اگر اتارتے ہم اس کو اس کی اصلی حالت پر تو بلا مہلت وہ مرجاتے تو لامحالہ اگر فرشتہ کو ہم پیغمبر کر کے بھیجتے تو صورت انسانی ہی میں بھیجتے (تاکہ وہ اس کے دیکھنے اور اس سے نصیحت سننے کے متحمل ہو سکتے) تو وہ پھر اسی شبہ میں گرفتار ہوتے۔

علیٰ ہذا القیاس کوئی ایسا سوال نہیں کہ جو قرآن مجید سے کیا جائے اور قرآن مجید میں اس کا جواب شافی نہ ہو' خواہ ہم کو اپنی بے علمی اور کم مائیگی سے نہ ملے' لہٰذا ہم ان شاء اللہ حسب موقع جس مقام کے لائق جو سوال ہو گا' اپنے علم و فہم کے اندازہ پر اس کو بیان کر کے قرآن مجید سے اس کے جواب اپنے موقع پر ضرور بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ یہاں تک کہ معاملات دنیوی تک میں منجملہ حقائق اشیاء ریل کے کوئلہ تک کی ماہیت قرآن مجید سے ظاہر کر دکھائی جائے گی۔

صفت و قوت ہشتم جو تکملہ ہے انہی قوتوں کا

یہ ہے کہ وہ اپنے سچے اور جھوٹے پیروؤں کی ضرور علامت اور نشانی بیان کر دے تاکہ وقت اختلاف سچوں کو جھوٹوں سے جدا کر کے ہر شخص پہچان لے کہ یہ قرآن مجید کے سچے پیرو ہیں اور یہ جھوٹے۔ چنانچہ یہ مدعا پارۂ والمحصنات کے آٹھویں رکوع میں اس طرح بالتصریح بیان فرمادیا کہ ہر منصف پر مومن اور منافق کو جدا کر کے دکھادیا۔

قال الله تعالى: افلا يتدبرون القران ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيراo واذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم ولو لا فضل الله عليكم ورحمته لا تبعتم الشيطان الا قليلاo

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کیا نہیں فکر کرتے وہ قرآن میں اور اگر ہوتا وہ سوا اللہ کے کسی کا کلام تو بموجب اپنے خیال کے وہ اس میں بہت ہی کچھ اختلاف پاتے۔ بات یہ ہے جب ان کے پاس قرآن سے کوئی بات امن یا خوف کی آتی ہے اپنی بے سمجھی سے اس کو پھیلا دیتے ہیں (اور پھر اس کے مخالف بوجہ نقصان ان کی سمجھ کے ظہور ہوتا ہے تو قرآن پر اختلاف کی تہمت رکھتے ہیں) اگر

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے یا جاننے والوں احکام شریعت سے تو ان میں جو مستنبط اور مجتہد ہوتے وجہ اختلاف جان لیتے (اور ان کو سمجھا دیتے) اور اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت ساتھ بھیجنے ایسے نبی اور مجتہدین امت کے نہ ہوتا تو البتہ تم بھی سب شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے۔

(ف) شان نزول ان آیات کریمہ میں اگرچہ مختلف روایتیں منقول ہیں مگر خلاصہ سب کا یہ ہے کہ ان منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں کہ جو اپنی سمجھ کے موافق ہر بات کو بلا تقلید صحابہ اور تحقیق کرنے کے مجتہدین اصحاب سے بے سوچے سمجھے پھیلا دیا کرتے تھے اور پھر قرآن مجید اور اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت اختلاف کی رکھتے تھے۔ لہٰذا ارشاد ہوا کہ خود سمجھتے نہیں اور تہمت اختلاف قرآن پر رکھتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے رسول سے دریافت کر لیتے یا علماء صحابہ سے تو سب تو نہیں مگر صحابہ کرام سے جو مستنبط احکام اور مجتہد تھے' وہ اس صورت اختلاف کو متفق کر کے دکھلا دیتے اور ان کی تقلید کرنے کے بعد اختلاف بتانے تک نوبت نہ پہنچتی۔ پھر فرمایا: اے امت محمد رسول اللہ اگر تم پر اللہ کا یہ فضل نہ ہو تا کہ رسول دیا تو ایسا اور مجتہدین علماء دیے تو ایسے اور اس کی رحمت تو تم سب پیرو شیطان کے ہو جاتے مگر تھوڑے۔ مگر چونکہ تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت لہٰذا تم سب تبع شیطان نہ ہو گے مگر تھوڑے۔ قطع نظر دیگر احتمالات ضعیفہ سے یہی مدعا ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر رحمانی سے اور نیز تفسیر بیضاوی اور تفسیر حسینی سے چنانچہ بہت سی حدیثوں سے جناب رسالت ماب صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی مضمون کو بار بار موکد کر کے بیان فرمایا ہے' جن میں سے بارہ احادیث تو ہم مع مختصر مضمون آیات مذکورہ جواب اعتراض ہشتم میں نقل کر چکے اور کچھ بقدر ضرورت یہاں بھی نقل کر دیتے ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے یہ تیرھویں حدیث ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خطب بالجابیتہ فقال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامی فیکم فقال استوصوا باصحابی خیرا ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشوا الکذب حتی ان الرجل لیبتدا بالشہادۃ قبل ان یسئلہا فمن اراد منکم بحبحتہ الجنہ فلیلزم الجماعۃ فان الشیطان مع الواحد وھو من

الاثنين ابعد لا يحلون احدكم بالمراة فان الشيطان ثالثها ومن سرته حسنته وساء ته سيئته فهو مومن۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ مقام جابیہ میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھا' پس فرمایا کھڑے ہوئے ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسے میں تمہارے درمیان میں کھڑا ہوں اور فرمایا میرے اصحاب کے ساتھ بھلائی کی وصیت مجھ سے یاد رکھو۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی جو ان سے نزدیک ہوں پھر ان لوگوں کے ساتھ جو ان سے نزدیک ہوں یعنی تابعی اور تبع تابعی۔ پھر یہاں تک جھوٹ پھیلے گا کہ آدمی بلا سوال گواہی دینے لگیں گے اس وقت جو تم سے وسط جنت کا حاصل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ جماعت اہل اسلام کو لازم پکڑے اس واسطے کہ شیطان ایک کے ساتھ ہے اور دو سے دور۔ یعنی چھوٹے فرقہ کے ساتھ ہے اور کثرت والی جماعت سے دور۔ تم کو چاہیے کہ تنہا کسی اجنبی عورت کے ساتھ نہ رہو اس واسطے کہ شیطان تنہائی میں آموجود ہوتا ہے اور ایمان کی نشانی نیکی سے خوش ہونا ہے اور بدی سے آزردہ۔

حدیث ۱۴--- وفیہ عن جابرابن سمرۃ قال خطب عمررضی اللہ عنہ الناس فقال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قام فی مثل مقامی ھذا فساق الحدیث مثلہ مع تغییریسیر

اور اسی مسند میں ہے بعینہ یہی حدیث حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ بھی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مثل عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ تھوڑے تغیر الفاظ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۵--- وعن ابی ذر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعتہ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ مسند امام احمد ابن حنبل سنن ابی داود۔ مستدرک حاکم۔مسلم شریف۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جدا ہو جماعت سے ایک بالشت پس تحقیق نکال دی اس نے رسی اسلام کی اپنی گردن سے۔

یہ حدیث شریف مسند امام بن حنبل میں سنن ابی داؤد' مستدرک حاکم اور مسلم شریف سے ہے۔

حدیث ۱۶--- عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال اتقوا اللہ واصبروا حتی یستریح او یستراح من فاجر فان اللہ لا یجمع امتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ضلالتہ۔ منتخب کنز العمال عن مصنف ابن ابی شیبہ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ڈرو اللہ سے اور صبر کرو یہاں تک کہ آرام اور راحت حاصل ہو جائے یا راحت حاصل کی جائے خدا اور رسول کے نافرمانبرداروں سے اور لازم پکڑو تم جماعت کو اس واسطے کہ نہیں جمع کرے گا اللہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر۔ (منتخب کنز العمال)

امت میں تفرقہ بازوں کی سزا:

حدیث ۱۷--- عن اسامتہ ابن شریک قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فرق بین امتی وھم جمیع فاضربوا راسہ کائنا من کان۔ مسلم شریف۔ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ و کبیر طبرانی۔

مسلم شریف مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ' کبیر طبرانی میں اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے ہے' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' **جس نے تفرقہ ڈالا میری امت میں اس حال میں کہ وہ جمع تھی پس گردن مارو اس کی۔ کوئی بھی ہو۔**

حدیث ۱۸--- عن اسامۃ ابن شریک رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعتہ فاذا شذ الشاذ منھم اختطفہ الشیطان کما یختطف الذئب الشاذہ من الغنم۔ کبیر طبرانی۔ وابن قانع۔ خطیب فی الافراد۔ وابو نعیم فی المعرفۃ۔

اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے ہے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' **اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے پس جب کوئی جماعت سے جدا ہونے والا جھوڑے سے جدا ہوتا ہے اچک لیتا**

ہے اس کو شیطان جس طرح سے اچک لیتا ہے بھیڑیا گلے سے جدا ہونے والی بکری کو۔ یہ حدیث کبیر طبرانی اور ابن قانع اور خطیب کی کتاب الافراد اور ابو نعیم کی معرفتہ میں ہے۔

حدیث ۱۹--- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعتہ۔ سنن نسائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے' فرماتے ہیں' فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے' کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ یہ حدیث شریف نسائی میں ہے۔

جماعت رحمت ہے اور فرقہ عذاب:

حدیث ۲۰--- عن نعمان ابن بشیر قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم الجماعتہ رحمہ والفرقہ عذاب قضاضی وعن عبداللہ فی زوائد المسند لابن الامام احمد رضی اللہ عنہما۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ہے' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جماعت رحمت ہے اور جماعت سے جدا ہونا عذاب ہے۔ قضاضی میں ہے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہے' زوائد المسند لابن الامام احمد رضی اللہ عنہما میں۔

حدیث ۲۱--- وعن الحسن قال قال بلغنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سالت ربی ان لا یجمع امتی علی ضلالتہ فاعطانیہا۔ منتخب کنزالعمال عن ابن جریر۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ہے' فرماتے ہیں کہ پہنچی ہے مجھ کو یہ بات کہ تحقیق فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگا میں نے اپنے رب سے اس بات کو کہ نہ جمع کرے امت میری کو اوپر گمراہی کے' پس قبول کیا اللہ نے میری دعا کو اور عطا کیا مجھ کو یہ میرا مدعا۔

حدیث ۲۲--- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یسکن بحبوحۃ الجنہ واوسطہ فلیلزم الجماعتہ فان الشیطان مع الواحد وھو من

الا ثنین ابعد-دیلمی-

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے' فرمایا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' جس کو خوش ہو جنت کے بیچ رہنا اور بیچا بیچ جنت کا پس ضرور لازم پکڑ لے جماعت کو اس واسطے کہ شیطان اکیلے دو کیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور رہتا ہے۔ (دیلمی)

حدیث ۲۳--- عن ابن عباس قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من شق عصاء المسلمین والمسلمون فی اسلام دامج فقد خلع ربقہ الاسلام من عنقہ- رامھرمزی فی الامثال- طبرانی فی الکبیر خطیب فی المتفق والمفترق-

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جس نے جدائی حاصل کی جماعت سے مسلمانوں کی اس حالت میں کہ مسلمان مضبوط تھے پورے اسلام میں۔ پس تحقیق نکال دیا اس نے رسی اسلام کو اپنی گردن سے۔ یہ حدیث رامہرمزی کی امثال اور طبرانی کبیر اور خطیب کی المتفق والمفترق میں ہے۔

حدیث ۲۴--- عن ابی رجاء العطاردی قال سمعت بن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای من امیرہ شیئا یکرہ فلیصبر علیہ فانہ من فارق الجماعۃ شبرا فمات الامات میتۃ جاھلیتہ-منتخب کنزالعمال-

ابو رجاء رضی اللہ عنہ سے ہے' فرماتے ہیں' سنا میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ روایت کرتے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے' جو شخص دیکھے سردار اپنے سے کوئی مکروہ بات' پس چاہیے کہ صبر کرے اس پر اس واسطے کہ بیشک جس نے جدائی حاصل کی جماعت سے' ایک بالشت بھر یعنی ذرا سی اور اسی حالت میں مر گیا مگر ہوگی موت اس کی جہالت کے دنوں کی سی موت۔ (یہ حدیث منتخب کنزالعمال کی ہے)

میری امت کے ستر فرقے جہنم میں جائیں گے:

حدیث ۲۵--- ستفرق امتی علی بضع وسبعین فرقۃ کلھم

فی النار الا ملة واحدة -(منتخب کنزالعمال)

یعنی قریب ہے کہ میری امت کے کئی اور ستر فرقے ہو جائیں گے۔ سب کے سب ناری ہیں مگر ایک فرقہ۔ (منتخب کنزالعمال)

حدیث ۲۶ --- عن عبداللہ ابن یحیی قال حججنا مع معاویتہ ابن ابی سفیان فلما قدمنا مکۃ قام حین صلی صلوۃ الظھر فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اھل الکتابین افترقوا فی دینھم علی ثنتین وسبعین وان ھذہ الامتہ ستفترق علیٰ ثلث وسبعین ملتہ- یعنی الاھواء کلھا فی النار الا واحدہ وھی الجماعتہ-(منتخب کنزالعمال)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے موسم حج میں بعد نماز ظہر مکہ مکرمہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دونوں فرقے اہل کتاب کے (یہود و نصاریٰ) بباعث اختلاف متفرق ہو کر بہتر گروہ ہو گئے اور اس (میری) امت کے عنقریب تہتر فرقے بدعتی اپنی خواہشوں کے موافق ہو جائیں گے۔ وہ سب دوزخی ہیں مگر ان میں سے ایک فرقہ جو جماعت والا ہو گا دوزخی نہیں ہے۔ (یہ حدیث منتخب کنزالعمال میں ہے)

حدیث ۲۷ --- عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث لا یغل علیھن قلب مسلم اخلاص العمل للہ والنصیحۃ للمسلمین ولزوم جماعتھم فان دعوۃ المسلمین تحیط من ورائھم- مشکوہ شریف عن المسند للامام الشافعی- والمدخل للبیھقی- وسنن ابن ماجہ والسنن للدارمی بروایتہ زید بن ثابت-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے' فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تین چیزوں کے حاصل کرنے میں مسلمانوں کا دل کمی نہیں کرتا۔ خالص اللہ کے واسطے عمل کرنے میں اور مسلمانوں کی خیرخواہی اور نصیحت کرنے میں اور مسلمانوں کی جماعت کے لازم پکڑنے میں' اس واسطے کہ دعا مسلمانوں کی سبھی کو گھیر لیتی ہے۔ (مشکوۃ شریف)

حدیث ۲۸--- عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل افترقت علی احدی وسبعین فرقۃ وان امتی ستفترق علی ثنتین وسبعین فرقۃ کلھا فی النار الا واحدۃ وھی الجماعتہ۔(ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' تحقیق بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہو گئے تھے اور بیشک میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ جو جماعت والا ہو گا۔

حدیث ۲۹--- عن عوف ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افترقت الیھود علی احد وسبعین فرقۃ فواحدۃ فی الجنۃ وسبعون فی النار وافترقت النصاری علی ثنتین وسبعین فرقۃ فاحدی وسبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ فو الذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ لتفترقن امتی علی ثلث وسبعین فرقۃ فواحدۃ فی الجنتہ وثنتان وسبعون فی النار قیل یا رسول اللہ من ھم قال الجماعتہ۔(منتخب کنزالعمال)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے' جدا جدا ہوئے یہود اوپر اکہتر فرقوں کے' ان میں سے ایک جنتی رہا اور ستر دوزخی اور جدا جدا ہوئے نصاریٰ اوپر بہتر فرقوں کے۔ پس اکہتر دوزخی رہے اور ایک جنتی۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے' البتہ جدا جدا ہوگی امت میری اوپر تہتر فرقوں کے۔ پس ان میں سے ایک جنتی ہے اور بہتر دوزخی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیک وسلم جو جنتی ہے وہ کونسا فریق ہے۔ آپ نے (صلے اللہ علیہ وسلم وبارک) فرمایا' جماعت والا فریق۔ (منتخب کنز العمال)

حدیث ۳۰... عن ابی غالب عن ابی امامتہ فی حدیث طویل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افترقت بنو

اسرائیل علی واحدۃ وسبعین فرقۃ وتزید ھذہ الامتہ فرقۃ واحدۃ کلھافی النارالاالسوادالاعظم۔(مسندامام احمد)

ابوغالب رضی اللہ عنہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے ایک بڑی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے' جداجدا ہو گئے تھے بنی اسرائیل اکہتر فرقوں پر اور میری امت ان سے زیادہ اکہتراور ایک فرقہ پر جداجدا ہو جائے گی۔ سب فرقے دوزخی ہوں گے مگر ان میں سے جونسا فرقہ بڑی جماعت والا ہو گا۔

حدیث ۳۱--- عن ابن عمررضی اللہ عنہما قال خطبنا عمر بالجابیہ فقال یایھا الناس انی قمت فیکم کمقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا فقال اوصیکم باصحابہ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یفشوا الکذب حتی یحلف الرجل ولا یستحلف ویشھد الشاھد ولا یستشھد الا لا یخلون رجل بامرہ الا کان ثالثھما الشیطان علیکم بالجماعۃ وایاکم الفرقتہ فان الشیطان مع الواحد وھو من الاثنین ابعد من اراد بحبوحتہ الجنہ فلیلزم الجماعتہ من سرتہ حسنۃ وساءتہ سیئۃ فذالکم المومن قال ابو عیسے الترمذی ھذاحدیث حسن صحیح غریب من ھذاالوجہ وقد رواہ المبارک عن محمدبن سوقتہ وقد روی ھذاالحدیث من غیروجہ عن عمرعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' وعظ فرمایا ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں' پس فرمایا' اے لوگو! بیشک کھڑا ہوں میں تم میں مثل کھڑے ہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم میں پس فرمایا تھا آپ نے وصیت کرتا ہوں میں تم کو ساتھ لازم پکڑنے کے میرے اصحاب کے طریق کو پھر جو ان سے نزدیک ہوں پھران کے طریق کو جو ان سے نزدیک ہو پھر یہاں تک جھوٹ پھیلے گا کہ بغیر قسم دلانے کے قسم کھائیں گے اور بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہی دیں گے۔ خبردار اجنبی عورت کے ساتھ اکیلے کبھی نہ رہنا کہ ان دونوں میں تیسرا شیطان آملتا

ہے۔ لازم پکڑو جماعت کو اور بچنا تفرقہ سے اس واسطے کہ شیطان اکیلے دوکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور۔ جو جنت کے بیچ میں رہنے کی خواہش رکھے پس چاہیے کہ لازم پکڑے جماعت کو اور مومن تو تم میں وہی ہے جس کو اپنی نیکی سے خوشی حاصل ہو اور جس کو اپنی برائی بری معلوم ہو۔ ابو عیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن لذاتہ صحیح لغیرہ ہے اور اس سند کے اعتبار سے اگرچہ غریب ہے لیکن فی الواقع غریب نہیں ہے اس واسطے کہ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو محمد بن سوقہ سے نقل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مختلف سندوں سے مروی ہے۔

حدیث ۳۲--- عن ابن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله لا يجمع امتى او قال امته محمد صلے الله عليه وسلم على ضلالته ويد الله على الجماعته ومن شذ شذ فى النار قال ابو عيسے الترمذى هذا حديث غريب وفى الباب عن ابن عباس۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ بیشک فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ نہیں جمع کرے گا امت میری کو یا اس طرح فرمایا نہیں جمع کرے گا امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر حالانکہ اس کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جدا ہوا جمہور سے پھینکا گیا دوزخ میں۔ ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

امام اعظم اور آپ کے شاگردوں میں اختلاف پر تبصرہ

بیان میں ان مسائل کے، جن میں بظاہر درمیان امام اور امام کے شاگردوں کے اختلاف معلوم ہوتا ہے اور وہ بحسب اختلاف زمانہ اور اہل زمانہ کے ہے جس کو بموجب جامعیت قرآن امام نے باعتبار ہر زمانہ کے بیان فرمایا تھا۔ اسی واسطے تمام کتب فقہ میں باتفاق تمام فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ **الاحكام تتبدل بحسب اختلاف الزمان والرجال** اور اس قسم کے

اور اس قسم کے مسائل کے بیان کرنے کا ہم وعدہ صفحہ 43 میں کر چکے ہیں۔ والان نشرع۔

چنانچہ عینی شرح کنزالدقائق، کبیری، شامی، بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ اگر ایسے کنوئیں میں جو دہ دردہ نہ ہو کوئی جانور مثل بکری گائے آدمی وغیرہ کے مرجائے اور چھوٹا جانور جو دم سائل یعنی بہتا ہوا خون رکھتا ہے جیسے چوہا چڑیا وغیرہ اگر مرکر پھٹ جائے یا پھول جائے کنوئیں کا جب تک سارا پانی تلچھاڑ نہ نکالا جائے کنواں پاک نہ ہوگا۔ مگر اگر کنواں ایسا چشمہ دار ہے کہ جتنا پانی کھینچا جائے فوراً اتنا یا اس سے زیادہ نیا پانی آجائے اور اس کا تلچھاڑ کرنا غیر ممکن ہو تو امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دو عادل مسلمانوں کے اندازہ سے جن کو پانی کے معاملہ میں پوری مہارت ہو اس کا کل موجود پانی نکال دیا جائے متواتر خواہ دو چار روز میں تو کنواں پاک ہو جائے گا مگر امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دو سو ڈول سے تین سو ڈول تک پانی نکلوا دیا جائے جب بھی کنواں پاک ہو جائے گا۔

بظاہر یہ اختلاف سخت معلوم ہوتا ہے مگر انہی کتب مذکورہ سے پوری بحث دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع تینوں اماموں مذکور کا باہم قطعاً اختلاف نہیں بلکہ مطلب سب کا ایک ہے اس واسطے کہ علامہ حلبی کبیری میں اور شامی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ردالمحتار میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ کا فتویٰ دو سو ڈول کا فقط بغداد کے کنوؤں کی نسبت تھا نہ کہ عام۔ اس واسطے کہ ان کو تجربہ سے ثابت ہو گیا تھا کہ بغداد کے کنوؤں میں اگرچہ پانی چشمہ دار ہوتا ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا مگر ہر وقت دو سو تین سو ڈول سے زیادہ نہیں ہوتا اور پوری تحقیق اس مسئلہ کی مع حوالہ کتب مدلل باحادیث صحیحہ ہماری کتاب تحقیق المسائل میں ہے۔ من شاء فلینظر ثمہ۔

دوسرا مسئلہ: کبیری میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کنوئیں میں کہ جہاں اونٹ اور بکریوں کا اجتماع رہتا ہے کہ مقدار میں خشک مینگنے اونٹ کے یا بکری کی مینگنی گر جائیں اور دیکھنے والے کی نگاہ میں وہ زیادہ نہ معلوم ہوں اور پانی میں کسی قسم کا تغیر نہ واقع ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا اور اگر گیلے مینگنے یا مینگنی گریں تو ناپاک ہو جائے گا اور صاحبین امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ گیلا مینگنا اور خشک فی الواقع نجس ہے مگر چونکہ گاؤں میں بے منڈیر کے کنوؤں کی جہاں بکری اونٹ جمع رہتے ہیں حفاظت خشک و تر دونوں قسم کے مینگنوں سے محال ہے لہٰذا دونوں کا حکم پانی کے ناپاک نہ ہونے میں برابر ہے اس واسطے کہ بموجب آیۂ کریمہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی اللہ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر بقدر اس کی طاقت کے جیسے خشک مینگنے میں بوجہ محال ہونے حفاظت کنوؤں کے اُن سے معافی دے گئی۔ جب تر مینگنوں سے بھی محافظت محال ہے تو ان سے بھی کنواں ناپاک نہ ہونا چاہیے۔

لہٰذا یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے خشک مینگنوں کا ایسے کنوؤں کی نسبت فتویٰ دیا ہے جہاں تر مینگنوں سے محافظت ممکن سمجھی اور صاحبین کا فتویٰ اُن کنوؤں کی نسبت ہے جہاں گیلے اور سوکھے دونوں قسم کے مینگنوں سے محافظت محال ہے۔

تیسرا مسئلہ: دودھ کے برتن میں اگر ایک دو مینگنی بکری کی گر جائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ دودھ ناپاک ہو جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ دودھ پاک رہے گا۔ یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کر دی ہے کہ دودھ دوہنے کے وقت بکری کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ضرور مینگنی کرتی ہے اور وقت دوہنے کے دودھ کے برتن کا مینگنی سے بچانا سخت مشکل اس واسطے بموجب آیۂ کریمہ مذکورہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر مینگنی سے رنگ دودھ کا نہ بدلے اور مینگنی نکال کر پھینک دی جائے دودھ ناپاک نہ ہوگا اور اگر بعد دودھ نکالنے کے کھلے

رکھے ہوئے دودھ کے برتن میں مینگنی گر جائے رنگ دودھ کا بدلے خواہ نہ بدلے دودھ ناپاک ہو جائے گا۔
یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں اس واسطے کہ کھانے پینے کا برتن کھلا ہوا رکھنا شرعاً ممنوع ہے جس کا ذکر مطابقت پیشین گوئی داود علیہ السلام میں مفصلاً گزر چکا اور ڈھک کر رکھنے میں کوئی تکلیف مالا یطاق نہیں۔ لہٰذا ناپاکی کا حکم دیا گیا اور دودھ دوہنے کے وقت چونکہ مینگنی سے بچنا مشکل ہے لہٰذا حکم پاکی کا دیا گیا اور فی الواقع یہ قول امام کا ہی نہیں بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہی فتویٰ منقول ہے۔ ہکذا فی غنیۃ المستملی المعروف بکبیری۔

چوتھا مسئلہ: کتاب الحدود کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی اجنبی عورت سے خرچی ٹھہرا کر اُس کو دو چار روز یا پہر دو پہر کے واسطے اجارہ لے کر زنا کرے یا جو عورتیں حرام ہیں ان سے نکاح کر کے ہمبستر ہو تو اس کو نہ سنگسار کیا جائے گا نہ اُس کو سو درے لگائے جائیں گے۔ پھر باب التعزیر میں اُس کے متعلق حسب رائے قاضی سخت سزا لکھی ہے۔
مگر صاحبین کے نزدیک جیسے عموماً زنا کا حکم ہے کہ بیوی والے مرد اور خاوند والی عورت کو اگر وہ زنا کریں سنگسار کیا جاتا ہے اور رانڈ اور رنڈوا اگر زنا کرے تو ان کے سو سو درے لگائے جاتے ہیں۔ ایسے ہی محرمات ماں بہن وغیرہ سے نکاح کر کے زنا کرنے والے کے درے لگائے جائیں یا سنگسار کیا جائے۔ ایسے ہی کسی عورت کو اجارہ پر لے کر زنا کرنے والے کو۔ یہ بھی فی الواقع کوئی اختلاف نہیں۔
تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اصل میں نکاح ایجاب اور قبول کا نام ہے کہ جو خرچی لینے والی عورت سے ضرور واقع ہوتا ہے مگر بوجہ نہ پائے جانے شرط نکاح کے کہ وہ دو گواہوں کا ہونا ہی نکاح منعقد نہیں ہوتا اور دوسری شکل میں اگرچہ نکاح مع گواہوں وغیرہ شروط کے ساتھ ہو گیا مگر وہ عورتیں یعنی ماں بہن وغیرہ جن سے نکاح قطعاً حرام ہے چونکہ محل نکاح نہ تھیں لہٰذا نکاح کالعدم سمجھا گیا۔ امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو بوجہ شبہ نکاح کے حد شرعی جو رجم یعنی سنگسار کرنا ہے نہیں مارنا چاہیے بوجہ اتباع صحیح حدیث کے جو ترمذی شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَااسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجًا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُّخْطِئَ فِيْ عَفْوٍ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ۔

ترجمہ: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچاؤ تم مسلمانوں کو حد مارنے سے جہاں تک ممکن ہو۔ اگر کوئی بھی اُن کے بچاؤ کی شکل نکلے اُن کو چھوڑ دو۔ اس واسطے کہ امام معاف کرنے میں اگر خطا کرے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ عذاب دینے میں خطا کرے۔

مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حد نہ مارنے یعنی سنگسار نہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو مطلقاً کوئی بھی سزا نہ دی جائے۔ بلکہ باب التعزیر کتب فقہ میں سب لکھتے ہیں کہ امام کو بحسب مصلحت اختیار ہے جو چاہے سزا دے تاکہ پھر کوئی ایسا بد کام نہ کرے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس شخص کو جس نے آپ کے زمانہ میں بوجہ قرب زمانہ جاہلیت کے اپنی ماں سے زنا کر لیا تھا سنگسار تو نہیں فرمایا مگر اس کا سر کٹوا منگوایا۔ بہرنہج منشاء قول امام کا بموجب مضمون اس حدیث کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خرچی والی عورت یا ماں بہن سے زنا کرنا ایسا بے حد گناہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس کی سزا کی کوئی حد مقرر نہیں کی جیسے چور کی حد جو

بقدر دس درہم کے مکان محفوظ سے چرائے ہاتھ کاٹنا پونچے سے مقرر فرمایا اور شراب خوری کی حد اسی درّے معین فرمائے۔ اسی واسطے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کی نسبت ایسی صورتوں میں تعزیر یعنی سزا دینے کا بحسب مصلحت فتویٰ دیتے رہے اور حد مارنے سے منع فرماتے رہے بوجہ ہونے اس زمانہ کے زمانہ خیر و برکت اور غالب ہونے خوف خدا کے اہل زمانہ پر بمقتضائے قرب زمانہ رسول اللہ ﷺ اور ظاہر ہے کہ تعزیر بعض اوقات حد سے بھی کہیں زیادہ موجب تکلیف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھو لواطت یعنی لونڈے بازی کی کوئی سزا معین تو نہیں مگر کس درجہ بے حد سزا اماموں سے منقول ہے کہ خواہ ان دونوں کو باندھ کر پہاڑ سے گرا دو خواہ دونوں کو باندھ کر روئی لپیٹ کر تیل ڈال کر جلا دو۔ چاہو دیوار اُن پر گرا دو۔

علیٰ ہذا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ خرچی لینے والی عورت یا محرمہ یعنی ماں بہن وغیرہ سے جو زنا واقع ہو اگر وہ شخص اس فعل کے حرام ہونے کو اچھی طرح جانتا تھا چونکہ حقیقۃً یہ زنا ہی ہے گو شبہ نکاح بموجب حدیث مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسقاط حد کا تقاضا کرتا ہے مگر لوگوں سے اگر خوفِ خدا اُٹھ جائے۔ زنا اور تماش بینی کثرت سے ہونے لگے ضرور دونوں قسم کے زانیوں کو بموجب حد شرعی سنگسار کرنا ضروری ہے۔ اس واسطے کہ بصورت معین ہو جانے حد کے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ضرور سنگسار کیا جاؤں گا یا سو دُرّوں سے پٹوں گا اور بصورت تعزیر اگرچہ تعزیر حسب رائے قاضی گو کبھی حد سے بھی زیادہ ہو جائے مگر بوجہ عدم تعین اس میں احتمال تخفیف اور دس درہ تک کی سزا کا بھی رہتا ہے۔ لہٰذا امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے جب اپنے زمانہ میں لوگوں کو بے خوف پایا۔ تماش بینی کثرت سے ہونے لگی۔ قول آخر امام یعنی حد مارنے اور سنگسار کرنے کے قول پر فتویٰ دیا اور بمقتضائے فساد اہل زمانہ یہی قول اب تک مفتیٰ بہ چلا آتا ہے۔ کَمَا فِیْ دُرِّالْمُخْتَارِ وَقَالَا وَاِنْ عَلِمَ الْحُرْمَةَ حُدَّ وَعَلَیْهِ الْفَتْوٰی خلاصہ: وَ کَذَالِکَ فِی الْقُهُسْتَانِی وَالْمُضْمَرَاتِ۔

یعنی خلاصہ اور قہستانی اور مضمرات میں ہے کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ عورت مستاجرہ یا محرمہ یا منکوحہ سے اگر باوجود جاننے اسباب کے کہ ان عورتوں سے نکاح اور جماع حرام ہے جماع کیا جائے بے شک وہ شخص حد مارا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مگر جس قول کو امام نے اپنے زمانہ میں مفتیٰ بہ رکھا وہ امام کی طرف اور جس قول کو صاحبین نے بحسب اپنے زمانہ کے اختیار کیا وہ قول صاحبین کی طرف کتب فقہ میں منسوب چلا آتا ہے۔

اسی طرح ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو کا گرا ہوا پانی نجس ہے مگر آپ کے شاگرد حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مثل پیشاب کی نجاست غلیظہ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست خفیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک مگر دوسری ناپاک چیز اس سے پاک نہیں ہو سکتی۔ امام زفر رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ اگر وہ پانی مستعمل ایسا ہے کہ باوجود وضو کے پھر تازہ وضو کا گرا ہوا جب تو پاک ہی ہے اور دوسری چیز کو بھی پاک کر سکتا ہے اور اگر بے وضو کے وضو کرنے سے گرا ہوا ہے تو پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔

تو اب صورت توافق یہاں یہ ہے کہ چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ مرتبہ تھا کہ بموجب صحیح حدیث کے جو ثابت ہے کہ ہر قطرہ وضو کے ساتھ تمام گناہ ہاتھ پاؤں منہ کے دُھل جاتے ہیں۔ آپ وضو کے گرے پانی میں ہر قسم کے گناہ کی نجاست کو جدا جدا پہنچانتے تھے۔

آپ نے اپنے واسطے اور اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے واسطے بوجہ دیکھ لینے نجاست گناہوں کے اس پانی میں حکم نجاست کو اختیار فرمایا۔ اور بوجہ غایت احتیاط صغیرہ کبیرہ گناہوں کی نجاست کے اعتبار سے چونکہ اس کو اپنے حق میں نجاست غلیظ سمجھا تھا امام حسن رحمۃ اللہ علیہ شاگرد حضرت امام نے بہ نیت احتیاط اسی کو اختیار کیا اور اسی قول کو امام سے روایت کرتے رہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بوجہ مبتلا ہونے کے قضاء میں اور قرب زمانہ رسول اللہ ﷺ اس امر پر نظر ڈال کر کہ غالب حال مسلمان سے یہ امر بہت بعید ہے کہ کبیرہ گناہ سے نہ بچے اور اگر مبتلا گناہ کبیرہ زنا شراب خوری وغیرہ ہو بھی جائے تو توبہ نہ کرے اور بہت ہی نادر ہے کہ مسجد میں آئے اور توبہ کر کے اس گناہ سے پاک ہو کر نہ آئے البتہ صغیرہ گناہوں سے بچنے والے بہت کم ہیں۔ لہٰذا باعتبار گناہوں صغیرہ کے جن کی نجاست نجاست خفیفہ کے مشابہ ہے امام نے جو قول باعتبار صغیرہ گناہوں کے پانی مستعمل وضو کی نسبت حکم نجاست خفیفہ کا کیا تھا۔ اسی قول کو امام سے روایت فرماتے رہے تاکہ محتاط لوگ اس سے بچتے رہیں اور عوام دقت میں نہ پڑیں اور چونکہ باعتبار مکروہ اور خلاف اولیٰ امور کے پانی مستعمل وضو کا امام کے نزدیک پاک تھا اور دوسری چیز کے پاک کرنے کے قابل نہیں رہتا تھا اور باعتبار دلیل ظاہر کے عوام الناس ظاہر بینوں کے قابل یہی قول تھا۔

امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ کے سب لوگوں کی حالت دیکھ کر اسی قول پر فتویٰ دینا مناسب سمجھا اور جب دیکھا کہ جن کو گناہوں کی نجاست حکمی نظر نہیں آتی اور بوجہ سستی کے امور دین میں ان کے غالب حال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی تنگی سے نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے فرمایا کہ جو لوگ فقط نجاست ظاہری کو دیکھتے ہیں اور اسی سے بچ سکتے ہیں اُن کے ظاہری پاک بدن پر استعمال کرنے سے ظاہر میں پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر چونکہ اس کے ساتھ گناہوں سے پاک ہونے اور قابل دربار خداوندی بننے کا ارادہ کیا گیا ہے لہٰذا وہ اس قابل نہیں رہا کہ اس سے پھر دوبارہ حضوری دربار خدا کی قابلیت حاصل کی جائے یا کپڑے سے ناپاکی وغیرہ کو اس سے پاک کر کے دربار خدا میں ساتھ لے جانے کے قابل بنا لیا جائے اور یہ ظاہر حدیث کے بھی موافق تھا۔ لہٰذا یہی قول مفتیٰ بہ رہا اور ان تینوں حکموں پر باعتبار اپنے مرتبے کے عمل کرنے والے امام ہی کے مقلد ہے۔ والی هٰذَا اشَارُ الشُّعْرَانِیْ رَحْمَهُ اللهِ فِیْ کتابه الْمِيْزَان۔

اسی طرح جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے اور معتزلہ کے نزدیک حرمت اور بعض میں لکھا ہے کہ اصل اشیاء میں حنفیہ کے نزدیک حرمت ہے اور معتزلہ کے نزدیک اباحت۔ یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں بلکہ حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ عقلاً غلام کو مولا کے مال سے بلا اجازت مولا کے کھانے پینے پہننے زیب و زینت کی چیزوں میں تصرف کرنا جائز ہے۔ لہٰذا جب ہم بھی اللہ جل شانہ کے بندے ہیں اور تمام چیزیں اور تمام امور اس کی پیدا کی ہوئی لہٰذا جب تک مولا منع نہ کرے تمام دنیا کی چیزیں ہم کو مباح ہیں اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا اجازت مولا کے غلام کو عقلاً مولیٰ کی کسی چیز میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا عقل یہی چاہتی اور یہی رواج ہے کہ بلا اجازت مولیٰ کی اگر غلام مولیٰ کی کسی چیز میں تصرف کرے وہ غلام خائن اور چور کہلایا جاتا ہے۔ لہٰذا اصل تمام اشیاء میں حرمت ہے اور بلا اجازت خداوند کریم دنیا کی کسی چیز کا کھانا، پینا، پہننا بندوں کو عقلاً جائز نہیں۔ اسی بنا پر بمقابلہ معتزلہ اکثر کتب اصول فقہ اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں حرمت ہے اور معتزلہ کے نزدیک اباحت مگر جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی

الْاَرْضِ جَمِیْعًا یعنی وہ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو بھی کچھ زمین میں ہے وہ سب۔ اور دوسری جگہ فرمایا: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۔ یعنی فرما دیجئے اے ہمارے محبوب وہ کون ہے جو ہمارے بندوں پر حرام کردے اللہ کی اُن زینت کی چیزوں کو جن کو اللہ نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا ہے اور پاک چیزوں کو رزق سے۔ ہمارے واسطے تمام پاک چیزوں کا کھانا پینا برتنا اور ہر شے کے ساتھ زینت حاصل کرنا باجازت مولیٰ کریم تعالیٰ شانہٗ مباح اور حلال ہو گیا اور اب عقلاً اور نقلاً اور عرفاً اصل اشیا میں اباحت ٹھہری اور سب کچھ جائز تاوقتیکہ حکم ممانعت نہ آ ے۔ لہٰذا ہم سے کسی کو جائز اور مباح ہونے کسی چیز کی بعد آیات مذکورہ کے دلیل پوچھنے کا حق حاصل نہ رہا۔ البتہ وہابیہ پیرو معتزلہ اور کوئی اگر ہم کو کسی امر سے مثلاً سوئم چہلم برسی بطریق مشروع یا قیام میلاد شریف یا روشنی مساجد وغیرہ یا گیارہویں شریف کے کھانا کھانے یا اولیاء اللہ کو جس کھانے پر فاتحہ دے کر کھلایا جائے اُس کے کھانے سے یا کسی امر مباح سے منع کرے اُس کے اوپر لازم ہے کہ دلیل ممانعت پیش کرے نہ کہ بعد معائینہ ان آیات کے ہم سے دلیل جواز اور اباحت کا طالب ہو۔

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل بادلائل مطلوب ہو تو ہمارے رسالہ ''مسلک الحنفیہ فی اباحۃ الاصلیہ'' میں مطالعہ کریں۔ اور نیز ہم چو قسم مسائل غیر مقلدین معترضین کے جوابات خاتمہ مقدمہ ہذا میں درج کئے گئے ہیں تاکہ خالص العقیدہ مسلمان اس گمراہ کن جماعت کے دھوکے میں نہ آسکیں۔

منہیہ نمبر 2 متعلقہ صفحہ 349

ڈاکٹر موریس جو فرانس کا نامور اہل قلم اور ماہر علوم عربیہ کا ہے جس نے گورنمنٹ فرانس کے حکم سے فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا اور لابارول فرانس رومان میں شائع ہوا تھا ایک اور فرانسیسی مترجم قرآن موسیو سالمان ریناش کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قرآن مجید کی ایسی تعریف جس میں کوئی نقصان نہ نکل سکے وہ باعتبار اس کی فصاحت اور بلاغت کے ہے کہ جس کی وجہ سے تیس چالیس کروڑ آدمی فخر کر رہے ہیں۔ وہ فضیلت یہی ہے کہ خوبی مقاصد اور خوش اسلوبی مطالب کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ بلکہ ازلی عنایت قدرت نے جو کتابیں تیار کیں اُن سب میں انسان کے لئے یہ کتاب بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمہ انسان کی بھلائی کے متعلق یونانی فلاسفہ کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ اس میں خالق آسمان و زمین کی حمد و ثناء بھری ہوئی ہے اور عظمتِ خدا اس کے ہر حرف سے ٹپکتی ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب لغت کے شائقوں کے لئے لغات کا ذخیرہ۔ شاعروں کے لئے روض کا مجموعہ۔ شرائع اور قوانین کا ایک عام انسائیکلو پیڈیا (مخزن العلوم) ہے۔ یہی سبب ہے کہ اعلیٰ طبقہ کے مسلمانوں میں جس قدر علم کی ترقی ہوتی ہے اور قرآن کے حقائق معلوم ہوتے جاتے ہیں اسی قدر قرآن کی محبت اور تعظیم ان کے دلوں میں بڑھتی جاتی ہے۔ اس کی فصاحت اور بلاغت کے بے مثل اور جامع علوم ہونے پر بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سر اسکے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عجائبات جو روز بروز نئے نئے ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے اسرار بے شمار کو دیکھ کر بڑے

بڑے ناظم و ناثر سر جھکاتے نظر آتے ہیں۔

موسیو ریناش کو اگر اسلامی دنیا کے ساتھ کبھی کافی واقفیت کا موقعہ ملا تو بہت جلد جان لے گا کہ مسلمانوں کا روشن خیال طبقہ مذہبی آداب اور احکام کا نہایت پابند ہے اور نئی نسل کا ہر فرد اور مدارس کے تمام لڑکے اس صحیفۂ مقدس کی توہین میں ایک لفظ سننے کے بھی متحمل نہیں ہوتے اور سچ یہ ہے کہ ان کو ایسا ہی چاہیے اس لئے کہ وہ اپنی نمایاں تر ہر حیثیت سے تمام آسمانی کتابوں پر ترجیح رکھتی ہے۔ چنانچہ بجز قرآن کے کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں کہ جس کی سند متصل اس کے لانے والے تک کوئی بتا سکے اور جو مخزن ضروریات دینی و دنیوی مسلمانوں کے نزدیک ہو۔

(مؤلف مقدمہ ہذا کہتا ہے چنانچہ ہم قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن اور اکثر ان کتابوں کی جن کا ماخذ قرآن ہے تفصیل وار سندیں رسول اللہ ﷺ تک تحریر کر چکے ہیں اور یہ بھی بتا چکے کہ قرآن تمام ضروریات انسانی اور بے گنتی علموں کا ماخذ ہے) ریناش نے قرآن کے متعلق اگر اپنی غلطیوں کی صحت (اصلاح) کر لی تو خیالات کے روشن کرنے اور تاریکی تعصب کے گھٹانے میں قرآن سے اس کو بڑی مدد مل سکتی ہے (لہٰذا ہماری نئی نسل کے مسلمان انگریزی خوان اور نئی روشنی والوں کو ہمارے اس مقدمہ اور ڈاکٹر موریس کے کلام کو بغور دیکھنا چاہیے)۔

ڈاکٹر سٹین گاس نامور مؤلف انگریزی عربی اور عربی انگریزی ڈکشنری کے قرآن کی تعریف میں جو کچھ طویل تقریر لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے۔ لڈلف کرہل کر کہتا ہے:۔ قرآن عقائد و اخلاق اور ان قوانین کا جو اس پر مبنی ہیں ایک مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں ایک وسیع جمہوریت کے تمام آئین و اصول کے لئے رہنمائی اور ہدایت کے لئے انصاف اور عدالت کے لئے فوجی نظام اور ترتیب کے لئے انتظام مالی کے لئے غربا پروری کے لئے نہایت محتاط قانون سازی کے لئے محکم بنیادیں رکھی گئی ہیں اور تمام بنیادوں کا سنگِ بنیاد وجود خالقِ مخلوقات پر اعتقاد رکھنا ہے جس کے قبضے میں تمام آدمیوں کی قسمت کی باگ ہے۔

جارج سیل مترجم قرآن بڑھ کر متعصب اور نکتہ چین قرآن کریم کے متعلق اس طرح لکھتا ہے۔ قرآن کریم بے شبہ زبان عربی کی بہتر اور مستند کتاب ہے جیسا سچے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی انسان ایسی معجز کتاب نہیں لکھ سکتا فی الواقع یہ ایک مستقل معجزہ ہے مردوں کے زندہ کرنے سے ہزاروں درجہ بڑھ کر معجزہ ہے محمد ﷺ اور قرآن نے اس وقت میں جب ملک عرب میں ہزاروں فصحاء بلغاء ناظم ناثر موجود تھے ڈنکے کی چوٹ یہ چیلنج دیا تھا کہ تم سے کوئی شخص ایک ہی آیت قرآن کی آیت جیسی پیش کر دے مگر کوئی نہ پیش کر سکا۔ زمانہ محمد ﷺ میں تمام شاعروں سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شاعر لبید ابن ربیعہ تھے جنہوں نے ایک نظم بغرض مقابلہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دی تھی جس کا مقابلہ کوئی شاعر نہ کر سکا لیکن جب اُس کے پاس ہی قرآن کریم کی چند آیتیں لٹکائی گئیں لبید اس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو کر بے اختیار بت پرستی چھوڑ کر قرآن پر ایمان لے آئے اور کہہ دیا کہ ایسے الفاظ سوائے پیغمبر کے کسی کے منہ سے نہیں نکل سکتے۔

موسیو سید جو فرانس کا ایک مشہور و معروف مستشرق ہے ''خلاصہ تاریخ العرب'' صفحات (۵۹، ۶۳، ۶۴) میں لکھتا ہے۔ قرآن ایک واجب التعظیم کتاب ہے، جس نے بتایا ہے کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ فضل و کمال۔ عیب و نقصان، حقیقت اشیاء عبادت و اطاعت، گناہ و معصیت، غرضیکہ کوئی بات ایسی نہیں جس کا جامع قرآن نہ ہو۔ واقعات کے اعتبار سے اس کی آیتیں رسول اللہ (ﷺ)

پر اُتر تی رہیں اور یہی ایک چیز تھی جس نے سارے عرب میں قومیت پیدا کی۔ جنگجو قبائل میں اتفاق و اتحاد کی بنیاد ڈالی اور دنیا میں ایک عالمگیر رابطہ پیدا کیا۔ وہ آداب و اصول جو فلسفۂ وحکمت پر قائم ہیں جن کی بنیاد و عدل و انصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور احسان کی تعلیم دیتے ہیں۔ اُن میں سے ایک جزیہ بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال و میانہ روی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں کی تاریکی سے باہر نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے۔ اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے تاریک ضمیر ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن کی اُن صریح آیتوں کو بالکل نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عرب کی تمام بُری اور معیوب عادتیں جو مدتہائے دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں مٹ گئیں۔ مثلاً بدلہ لینا، خاندانی عداوت کی پابندی و کینہ وری جور و تعدی کا اظہار جس کا رواج پہلے بھی یورپ میں تھا اور اب بھی ہے جو ڈویل کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے دختر کشی وغیرہ وغیرہ ساری مذموم رسوم قرآن نے مٹا دیں۔

ضمیمہ نمبر 3 متعلقہ صفحہ 350

ریونڈ آر میکسویل کنگ اپنی تقریر میں متعلقہ دین اسلام میں جو 17 جنوری 1915ء کو قدیم پریسبا ئیٹرین چرچ نیوٹورڈز میں کی تھی بیان کرتے ہیں کہ اسلام کی آسمانی کتاب قرآن ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے الہامات کا مجموعہ ہے اس میں فقط مذہب اسلام کے اصول اور قوانین ہی مندرج نہیں ہیں بلکہ تعلیم اخلاق کاروبار روزانہ کے متعلق ہدائتیں اور قوانین بھی ہیں۔ اس میں ماں باپ کے ساتھ محبت رکھنے اور ان کی تعظیم کرنے اور بیوی کے ساتھ محبت و شفقت کرنے پر پورا زور دیا گیا ہے۔ اسلام کے پیروں کا حسنِ اخلاق قابل تعریف ہے۔ پیرویٔ احکام خدا و رسول ان کا طرزِ عمل ہے۔ رضا تسلیم اور اپنے تمام کاموں کو خدا کے سپرد کر دینا اُن کی مذہبی زندگی ہے۔ قرآن کے پیرو صداقت دوست انصاف پسند دین لین کے کھرے اور عہد کے پکے ہوتے ہیں اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد ﷺ کی تصنیف ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب توراۃ اور انجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اگر الہام کا وجود ہے تو دنیا میں قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن محمد ﷺ کی تصنیف کردہ کتاب ہے۔ لیکن اگر یہ بات سچ ہوتی تو محمد ﷺ کو ایسی کتاب کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ اپنے آپ کو خود ہی ملامت کرتے اور پھر اُس ملامت کو ہمیشہ کے لئے قرآن میں رہنے بھی دیتے۔

نامور جرمن فاضل اور مستشرق جو ایکم دی بولف جرمنی کے مشہور رسالہ دی ہائف بابت 1913ء میں اسلام کے واجبات اور فرائض حفظ صحت پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے میں اس وقت اسلام کے اُس خاص پہلو پر بحث کرنا چاہتا ہوں جس پر اس وقت تک شاید کسی یورپین نے غور نہیں کیا۔ یہ پہلو اُن احکام و قوانین سے تعلق رکھتا ہے جو قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں پر حفظ صحت کے متعلق فرض کیے ہیں۔ میں نہایت یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ روئے زمین کی تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کو اس وجہ سے خاص امتیاز حاصل ہے اگر ہم ان شاندار سادہ واجبات اور فرائض حفظ صحت پر غور کریں جو قرآن میں ذکر کئے گئے ہیں اور پھر اس امر پر کہ ان کی پابندی کرنے والوں کو جنت کا مستحق قرار دینے میں اُس کی کیا حکمت ہے تو ہم پر واضح ہو جائے گا کہ اگر یہ صحیفہ آسمانی اور کلامِ ربانی ایشیاء کے رہنے والوں کو نہ ملتا تو ایشیا جیسا وبا آفریں ملک یورپ کے حق میں اور بھی بلاخیز ہوتا۔ اسلام نے صفائی طہارت اور پاک

بازی کی صاف اور صریح ہدائتیں کر کے جراثیم ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے۔

اس کے علاوہ اخبار وکیل امرتسر اور رسالہ دین حسن اور رسالہ امین (عبداللہ منہاس) اور مولوی قطب الدین بھیل بند معروف بہ برہمچاری جی وغیرہ میں اس قسم کے بہت سے اقوال نامور ہنود اور عیسائیوں کے منقول ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب ہو جائے۔ لہٰذا ان میں سے چند اقوال نقل کر کے فقط اُن نامور عیسائی اور ہنود کے نام بطریق نمونہ لکھنے پر مع نام و پتہ اُن کے لکچروں اور کتابوں کے کفایت کی جاتی ہے جن میں انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کی تاثیر وقبولیت سے متاثر ہو کر بے اختیار بہت کچھ تعریفیں کی ہیں جن سے مقصود قرآن مجید کی قوتِ تاثیر اور قبولیت قلوب دکھانا منظور ہے نہ کہ قرآن مجید کی حقانیت کا ان کی تعریفوں کے ساتھ ثابت کرنا۔ ورنہ فقط سب کے نام اور ان کے لکچر اور ان کی کتابوں کے ہی نام بالا ستیعاب اگر لکھے جائیں تو ایک بڑی فہرست بن جائے۔ چنانچہ اس قسم کے سوسوا سو علمائے نصاریٰ وہنود کے اقوال میرے پاس موجود ہیں اور تلاش سے بہت کچھ مل سکتے ہیں۔ فقط

تمت بالخیر

الحمد للہ والمنتہ کہ مقدمہ تفسیر میزان الادیان مؤلفہ قبلہ مولٰنا ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب ختم ہوا اب تفسیر زیر طبع ہے جو انشاء اللہ عنقریب چھپ کر بصیرت افزائے اولی الابصار ہو گی۔ وباللہ التوفیق۔

ابو البرکات سید احمد عفی عنہ

اَجوبہ غیر مقلدین گستاخ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج ایک پرچہ نظر سے گذرا چونکہ اُس کا تعلق منہیہ صفحہ 43 مقدمہ ہذا سے تھا مناسب معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض جواب اور بعض مسائل ضروری کی تحقیقات بقدر گنجائش کتاب بطریق خاتمہ شریک مقدمہ ہذا کر دی جائے۔

خاتمہ

بیان تحقیق اُن بعض مسائل میں جن کو راولپنڈی کا کوئی رافضی ابو البعید نامی حنفی بن کر ہمیشہ بری طرح سے بھولے بھالے حنفیوں کو شبہ میں ڈالنے کی غرض سے لکھ کر شائع کرتا رہتا ہے جس میں بظاہر امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ پر اعتراض ہوتے ہیں اور پردہ امام میں مقصود اس کا اعتراض کرنا قرآن پر ہوتا ہے یا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور چونکہ وہ پرچہ اکثر ہندو مطبوعوں کا چھپا ہوا ہوتا ہے لہٰذا شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ شخص آریہ ہو اور چونکہ اس کے اکثر اعتراضوں کا ماخذ مشہور وہابی محی الدین لاہوری کی کتاب ظفر المبین یا ناصر الایمان مجموعہ بہتانات شیعوں کی کتاب ہوتی ہے اور چونکہ ان کتابوں کے جوابات دنداں شکن بارہا ہو چکے جن میں سے ایک کتاب کا نام جو مزین ڈہائی سو دو سو علماء کی مہروں کے ساتھ ہے فتح المبین ہے اور دوسری کتاب کا نام نصرۃ المجتہدین لہٰذا چنداں حاجت جواب لکھنے کی نہ تھی۔ مگر بغرض سمجھانے بعض بھولے بھالے بے علم حنفیوں کے جو ایسے لوگوں کو حنفی سمجھ لیتے ہیں ان میں سے بعض ضروری مسائل کا جواب لکھا جاتا ہے تا کہ آئندہ ایسے پرچوں کا اعتبار نہ کریں اور سمجھ لیں کہ یہ کسی بے دین دھوکہ باز کا پرچہ ہے نہ کہ حنفی سنی

مسلمان کا اور ظاہر ہے کہ حنفی ہو اور پھر امام پر اعتراض کرے؟ یہ امر نہایت بعید از عقل ہے۔

صفحہ اول پرچہ مذکور میں ابو البعید مذکور اپنے آپ کو حنفی ظاہر کر کے لکھتا ہے۔

''فقہ اکبر اور شرح عقائد نسفی میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبیوں ولیوں فرشتوں اور نیکوں بدوں شرابخواروں زانی وغیرہ بدکاروں کا ایمان برابر ہے اور اہل حدیث کے نزدیک بموجب اپنے اپنے عملوں کے ہر ایک کا ایمان کم اور زیادہ سمجھا جاتا ہے''

تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ فی الواقع حنفیوں اور شافعیوں میں اس مسئلہ کے متعلق نزاع لفظی ہے اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان سب کا برابر ہے اس سے مراد وہ ایمان ہے جس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا اور نہ مستحق نجات اور وہ فقط تصدیق قلبی کا نام ہے ان تمام امور پر جو اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائے اور جو احکامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے چنانچہ قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے کہ اتنی بات میں سب کا ایمان خواہ نبی ہو یا ولی یا گنہگار بدکار برابر ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ.

ترجمہ: ایمان لائے رسول ساتھ اس چیز کے جو ان کی طرف نازل کیا گیا ان کے رب کی طرف سے اور کل مومن (خواہ وہ نیک ہوں یا بد) سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

اب تو مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ اس ابو البعید کا پردہ امام اعظم رحمہ اللہ میں اس آیۃ پر اعتراض کر کے ہنود کو قرآن مجید پر اعتراض کرنے کا طریقہ بتلانا ہے یا بھولے بھالے حنفیوں کو لا مذہب بنانا۔ اب رہا یہ امر کہ ایمان کی رونق اعمال سے ہوتی ہے اور معجزات کے دیکھنے سے اطمینان قلبی۔

امام اعظم رحمہ اللہ اس امر کے منکر نہیں بلکہ امام اعظم رحمہ اللہ پیغمبر اور ولی اور بہت سے نیکوں کے بلا حساب و کتاب بمقتضائے اعمال حسنہ جنت میں داخل ہونے کے قائل ہیں اور بدکار ایمانداروں کے بعد سزایابی کے حسن مشیت ایزدی۔ چنانچہ سورۃ کہف کی آیۃ جس کا حوالہ ابو البعید نے دیا ہے وہ یہی بتاتی ہے کہ نفسِ ایمان اگرچہ مستحق نجات بنا دیتا ہے مگر اگر اللہ چاہے بعد سزایابی کے اور اگر نہ چاہے تو بلا عذاب بھی سوا کفر کے گنہگاروں کی مغفرت ممکن ہے۔ مگر صالحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا چنانچہ سورۃ کہف میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا.

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے ان کے نیک عملوں کا بدلہ ہم ضائع نہیں کریں گے۔

بلکہ ان کو بدلہ نیک عملوں کا بڑے بڑے مراتب عطا فرمادیں گے جن کا ذکر اگلی آیت میں ہے اور گنہگاروں کی نسبت خواہ کتنے بھی گنہگار ہوں اگر مومن ہے ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ بے شک اللہ نہیں بخشے گا شرک کئے جانے کو اور علاوہ مشرک کے جس کو بھی چاہے بخشے گا۔ (خواہ بعد عذاب کے بخشے خواہ بلا عذاب بخشے) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ عملوں کو داخل ایمان سمجھتے ہیں لہٰذا وہ اس ایمان کی نسبت جو اعمال سے رونق یافتہ ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ باعتبار کمی بیشی اعمال حسنہ کے وہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ یعنی رونق ایمان گھٹتی بڑھتی رہتی ہے جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو قطعاً کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

چنانچہ یہی امر ثابت ہوتا ہے قصہ ابراہیم علیہ السلام سے جب انہوں نے جناب باری کے حضور میں عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ کو دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے ارشاد ہوا کہ کیا تم ایمان نہیں رکھتے یعنی کیا تم کو ہمارے حکم پر یقین قلبی نہیں۔ عرض کیا کیوں نہیں بے شک یقین قلبی رکھتا ہوں اور مومن ہوں مگر مقصود یہ ہے کہ اطمینان اور رونق ایمان بڑھ جائے اور وہ آیت کریمہ یہ ہے۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔

مسئلہ دوئم: ابو البعید لکھتا ہے۔

''بحوالہ مشکوۃ مترجمہ شیخ عبدالحق حنفی رحمہ اللہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مدینہ منورہ حرم (یعنی عزت کی جگہ) نہیں مانند حرم مکہ معظمہ کے''

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ۔اس کے جواب میں ہم کو فقط عبارت ترجمہ مشکوۃ لکھ دینا کافی ہے جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چاروں اماموں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حرم مدینہ کے متعلق جتنی بھی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سے تعظیم و تکریم مدینہ طیبہ ثابت ہوتی ہے نہ کہ مثل مکہ معظمہ کی احکامات مثل حرمت شکار اور قطع شجر اور لزوم جزا وغیرہ کی البتہ امور مذکورہ کے ساتھ گنہگار ہوگا نہ کہ مستحق جزاء کا۔ جیسے کہ حرم مکہ میں شکار کرنے سے اور یہی مذہب ہے چاروں اماموں کا ہذا عبارتہٗ۔

احادیث اور تحریم حرم مدینہ مطہرہ آمدہ واختلاف کردہ اند علماء در ترتب حکم تحریم براں مذہب امام ابی حنیفہ آنست کہ معنی حرمت دراں مجرد تعظیم و تکریم است بے ثبوت احکام دیگر مثل حرمت صید و قطع شجر و لزوم جزاء و ہر کہ بہ کند چیزے از آں آثم میگردد و جزائے نیست براں۔ وایں است قول مالک و روایتے است احمد وقولے است مر شافعی را ونووی گفتہ کہ مشہور از مذہب مالک و شافعی و جمہور علما آنست کہ ضمان نیست در صید مدینہ و قطع شجر آں بلکہ حرام است بے ضمان۔

مسئلہ سوم: ابو البعید لکھتا ہے کہ:

''امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ذمی کافر جزیہ دینے والا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو بھی قتل کے لائق نہیں ہے''

مسئلہ چہارم: ابو البعید لکھتا ہے۔

''امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ذمی جزیہ دینے والا اگر جزیہ دینے سے انکار کر دے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو بھی اس کا عہد ذمی ہونے کا نہیں ٹوٹتا''

ان دونوں مسئلوں میں اس موذی نے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پردہ میں قرآن مجید پر اعتراض کیا ہے۔ اور کچھ تھوڑی سی تحریف بھی کی ہے اس واسطے کہ ہدایہ کی عبادت میں اِمْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ ہے نہ کہ اَنْكَرَ جس کے معنے انکار کے نہیں ہیں بلکہ جزیہ نہ دینے کے ہیں۔ چنانچہ سورۃ توبہ کے چوتھے رکوع میں ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ ط

ترجمہ: اور قتل و قتال کرتے رہو ان کافروں سے یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول کر لیں۔

جس کے یہ معنے ہیں کہ بعد قبول کرنے جزیہ کے جب تک جزیہ سے انکار کر کے عہدو جزی نہ توڑ دے اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔ البتہ قاضی کو اختیار ہے اس کو تعزیراً جو چاہے سزا دے۔ اندریں صورت لازم تھا کہ یہ موذی قرآن کی آیۃ کے مقابلہ میں قرآن کی آیۃ پیش کرتا نہ کہ ابوداؤد مسند امام احمد وغیرہ کا جھوٹا حوالہ دے کر قرآن پر اعتراض۔ پھر اول تو کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ امور مذکور سے امام اس کو قتل کروا دے۔ البتہ بخاری شریف کی حدیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اگر بلا حکم امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کو کوئی مسلمان قتل کر دے تو اس سے قصاص وغیرہ نہ لیا جائے۔ لیکن بالفرض اگر کسی حدیث سے قتل کروا دینا ذمی مذکور ثابت ہو بھی جائے تو کیا حدیث احاد حکم قرآن مجید کو منسوخ کر سکتی ہے۔ کما فی الشفاء لقاضی عیاض رحمہ اللہ۔

اِلَّا اَبَا حَنِيْفَةَ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيْ رَحِمَهُمَا اللهُ وَاَتْبَاعَهُمَا مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ فَاِنَّهُمْ قَالُوْا لَايُقْتَلُ (ای الذمی الساب) وَمَا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الشِّرْكِ اَعْظَمُ وَلٰكِنْ يودب ويعزر.

ترجمہ: ذمی حضور کو گالی دینے والا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل کیا جائے مگر حضرات سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک۔ لیکن حسب رائے قاضی تعزیر دیا جائے مگر یہ حکم بھی جب ہے کہ علی الاعلان گالی نہ دے بلکہ چھپ کر اپنے گھر میں اور اگر علی الاعلان گالی دے یا گالی دینے کا عادی ہو تو ذمی نہ رہے گا اور امام صاحب کے نزدیک بھی قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ منتقیٰ میں ہے۔ اِذَا لَمْ يُعْلِنْ فَلَوْ اَعْلَنَ بِشَتْمِهٖ اَوِ اعْتِيَادِهٖ قُتِلَ وَلَوْ اِمْرَاَةً یعنی تعزیر دیا جائے جب علی الاعلان گالی نہیں دیتا اور اگر علی الاعلان دی یا حضور کو گالی دینے کا عادی ہو تو ضرور قتل کیا جائے اگرچہ عورت ہی ہو۔

مسئلہ پنجم: میں لکھتا ہے کہ: ''امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زانیہ عورت کی خرچی حلال ہے اور جو اُجرت دیکر زنا کرے اُس پر حد شرعی نہیں''۔ ان میں سے دوسرے مسئلہ کی تحقیق تو ہم منہیہ صفحہ 43 میں لکھ چکے اور مسئلہ اوّل کی بنا یا جہالت ہے یا بہتان اس واسطے کہ یہ مسئلہ علامہ چلپی نے حاشیہ شرح وقایہ میں محیط سے باب اجارہ فاسدہ میں لکھا ہے اور اجارہ فاسد اُس کو کہتے ہیں کہ شرعاً جائز ہو مگر کسی شرط ناجائز سے فاسد ہو جائے اور زنا کرنے پر عورت کو اجارہ لینا یہ بالاتفاق اجارہ باطل ہے جو سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

اَمَّا مَهْرُ الْبَغِيِّ فَهُوَ مَا تَاْخُذُهُ الزَّانِيَةُ عَلَى الزِّنَاءِ وَسَمَّاهُ مَهْرًا لِكَوْنِهٖ عَلٰى صُوْرَتِهٖ وَهُوَ حَرَامٌ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ: اجرت زانیہ کی جو زنا پر لے وہ باجماع تمام مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ پھر کیا یہ موذی امام اعظم رحمہ اللہ کو زمرۂ اہل اسلام سے خارج سمجھتا ہے اور پھر دھوکا بازی سے اپنے کو حنفی ظاہر کرتا ہے اور تمام کتب فقہ حنفیہ میں بالتصریح اسی طرح لکھا ہے کہ زنا پر اجارہ منعقد ہی نہیں ہوتا تا کہ اُس پر اُجرت واجب ہو بلکہ بقرینۂ باب اجارہ فاسد اُس عبارت کا جس سے اس موذی نے یہ نتیجہ نکالا ہے یہ معنی ہیں۔ اگر کسی نے کسی عورت کو روٹی پکوانے یا گھر کا کام کرانے پر دس روپیہ ماہوار پر اجارہ لیا یعنی نوکر رکھا اور اس میں یہ شرط کر لی کہ میں ایام ملازمت میں تجھ سے زنا بھی کرتا رہوں گا تو وہ اجارہ اگرچہ صحیح تھا اور مستاجر پر بعد گزرنے ایک ماہ کے دس روپیہ واجب الادا تھے مگر شرط زنا کی وجہ سے وہ اجارہ فاسد ہو گیا اور دس روپیہ مستاجر کے ذمہ واجب الادا نہیں رہے بلکہ جو بموجب عرف روٹی پکانے وغیرہ امور جائزہ کی اجرت ہے وہ اس کے ذمہ واجب الادا ہو گی اور اُجرت مثل چونکہ زنا کی اُجرت کے شبہ تک سے پاک ہے لہٰذا زانیہ

کو وہ اجرت حلال اور پاک ہوئی اور وہ عبارت یہ ہے۔ وَاِنَّ مَااَخَذَتْهُ الزَّانِيَةُ اِنْ كَانَ بِعَقْدِ الْاِجَارَةِ فَحَلَالٌ عِنْدَ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ لِاَنَّ اَجْرُ الْمِثْلِ طَيِّبٌ وَاِنْ كَانَ السَّبَبُ حَرَامًا یعنی بے شک وہ چیز جس کو زانیہ لے اگر عقد اجارہ فاسدہ کے ساتھ لے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اُجرت حلال ہے اس واسطے کہ وہ اصل اُجرت نہیں بلکہ اجرت مثل ہے جو بعوض امور جائزہ کے ہوتا ہے اور اس میں اس شرط حرام کا جس کی وجہ سے وہ اجارہ فاسد ہوا ہے کچھ دخل نہیں۔ اگر اصل اُجرت جس کا سبب حرام تھا وہی اُجرت لی جاتی اس کا لینا جائز تھا مگر امور جائزہ کے عوض میں حسب عرف اُجرت مثل جو لی گئی ہے وہ جائز ہوگی۔

مسئلہ ششم: ''امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جھوٹی گواہی گزران (پیش کر کے کہ) کر بیگانی عورت کے لے لینے اور اس سے صحبت کرنے سے کوئی گناہ نہیں۔ دیکھو ہدایہ جلد اول صفحہ 293''

جواب: صفحہ 293 ہدایہ کی یہ عبارت ہے۔

وَمَنْ اِدَّعَتْ عَلَيْهِ اِمْرَاَةٌ اَنَّهُ تَزَوَّجَهَا وَاَقَامَتْ بَيِّنَةً فَجَعَلَهَا الْقَاضِيْ اِمْرَاَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ تَزَوَّجَهَا وَسِعَهَا الْمُقَامُ مَعَهُ وَاِنْ تَدَعَهُ يُجَامِعَهَا۔ جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے۔ ''اور جو شخص کہ دعویٰ کرے اُس پر کوئی عورت کہ بے شک اس شخص نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور اس نکاح پر وہ دو گواہ شرعی گزار دے لہٰذا اس بنا پر قاضی اس عورت کو اس شخص کی بیوی قرار دے دے اور اصل میں یہ امر غلط ہو تو بعد قضائے قاضی اس عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنا جائز ہے اور اگر وہ ہمبستری کرے تو اس عورت کو اس کے ساتھ ہمبستری کرنا حلال ہے حالانکہ عورت جانتی ہے کہ میں اس دعویٰ میں جھوٹی تھی۔

اول تو اہل انصاف اس عبارت ہدایہ کو مع ترجمہ کے اس موذی کی لکھی ہوئی عبارت کے ساتھ مطابق کر کے دیکھیں کہ یہ حقی ہے یا مفتری اور افترا پرداز آئمہ دین پر کہ جس کا مقصود فقط بھولے بھالے حنفیوں کو ایسے بہتانوں کے ساتھ آئمہ دین سے خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نفرت دلانا ہے اور لامذہب اور بے دین بنانا۔ پھر عبارت ہدایہ میں غور کریں کہ جب عورت نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ مجھ سے اس شخص نے نکاح کیا ہے تو اس کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ جس طرح بھی ہو میں اپنے نفس کو اس شخص کی زوجیت میں دینا چاہتی ہوں یہ تو دو رکنوں نکاح سے جو ایجاب تھا عورت کی جانب سے پایا گیا پھر بعد قضائے قاضی عورت کے دو گواہوں کے سامنے مرد نے قاضی کی قضا کو قبول کر لیا تو مرد کی جانب سے قبولیت پائی گئی عورت کے دو گواہوں کے سامنے تو اب نکاح کے صحیح ہونے میں کیا کلام رہا اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو بعد النکاح ہمبستری پر اعتراض کرنا ایسے ہی بے سمجھ بے دینوں کا کام ہے۔

حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اجنبی عورت کے اوپر یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس نے اس عورت کے ساتھ اپنا نکاح ہونے پر دو گواہ گزار دیئے اور عورت ان گواہوں میں کوئی نقصان نہیں نکال سکی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بعد قائم ہو جانے حجت شرعی دو گواہوں کے اس عورت کو اس مرد کے سپرد کر دیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ اس مرد کے ساتھ جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور صحیح بات یہی ہے کہ میرا اس کے ساتھ نکاح ہرگز نہیں ہوا مگر جب آپ نے گواہوں کی صداقت پر مجھ کو اس کی بیوی مان لیا تو خیر اب میرا اس کے ساتھ نکاح کر دیجیے تا کہ زنا نہ واقع ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نکاح جدید کی کوئی حاجت نہیں اور تو راضی ہوگئی اور مرد نے اپنے دعویٰ کے ساتھ

قبولیت ظاہر کردی اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول واقع ہوگیا۔ تو ان دو گواہوں کی وجہ سے اگر فی الواقع تیرا نکاح اس کے ساتھ نہیں بھی ہوا تھا تو اب ہوگیا۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔

رُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ بَیِّنَۃً عَلٰی اِمْرَءَۃٍ اِنَّھَا زَوْجَتُہٗ بَیْنَ یَدَیْ عَلِیٍّ فَقَضٰی عَلٰی بِذَالِکَ فَقَالَتِ الْمَرْأَۃُ اِنْ لَمْ یَکُنْ لِیْ مِنْہُ بُدٌّ فَزَوِّجْنِیْ مِنْہُ فَقَالَ شَاھِدَاکَ زَوَّجَاکَ.

مسئلہ ہفتم: کے متعلق ابوالعبید لکھتا ہے کہ:۔

''امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کتے کی بیع جائز ہے''۔ دیکھو ہدایہ جلد 2 صفحہ 85

یہ اعتراض اس موذی کا حدیثوں پر ہے جن میں سے بعض نقل کی جاتی ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ اِلَّا کَلْبَ صَیْدٍ وَقَالَ قَدْرُوِیَ عَنْ جَابِرٍ اَیْضًا مَرْفُوْعًا وَرَوٰی اَبُوْ حَنِیْفَۃَ رَحْمَۃُ اللّٰہُ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنِ الْھَیْثَمِ عَنْ عِکْرَمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ثَمَنِ کَلْبِ الصَّیْدِ وَسَنَدُہٗ جَیِّدٌ. وَفِی الْاَسْرَارِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرِ بْنِ الْعَاصِ اَنَّہٗ قَضٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ کَلْبٍ بِاَرْبَعِیْنَ دِرْھَمًا وَاَخْرَجَ الطَّحَاوِیُّ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَضٰی فِیْ کَلْبِ صَیْدٍ قَتَلَہٗ رَجُلٌ بِاَرْبَعِیْنَ دِرْھَمًا.

جن سب کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کی قیمت لینے کی اجازت دیدی تھی اور ایک شخص نے کسی کا پلاؤ مار ڈالا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے والے سے اس کی قیمت چالیس درہم دلوائے۔ پھر ان میں بعض حدیثیں تو جید الاسناد ہیں اور بعض ضعیف مگر اگر سب ضعیف بھی ہوتیں تو کثرت طرق سے ضعیف حدیث بھی مرتبہ حسن کو پہنچ جاتی اور حسن واجب العمل ہوتی ہے۔ اسی قسم کے جتنے بھی اعتراض اس موذی نے امام اعظم رحمہ اللہ کی نسبت کئے ہیں وہ سب فی الواقع یا قرآن پر ہیں یا حدیث پر اور سب کے جواب بارہا ہو چکے ہیں مگر ابن ہمہ انشاء اللہ اس پرچہ کے سارے جواب عنقریب ہم بھی چھپوا کر شائع کریں گے بوجہ عجلت اسی قدر پر اختصار کیا جاتا ہے۔ وَلِلْعَاقِلِ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ۔

لو ایک اور موذی لکھتا ہے کہ:

''امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اگر الحمد کو پیشانی پر خون سے یا پیشاب سے لکھا جائے اور سر درد کو آرام ہو جائے تو خون یا پیشاب سے لکھنا جائز ہے''

جواب: بے شک یہ مسئلہ کتب فقہ میں موجود ہے مگر اس موذی نے کچھ تصرف کر کے لوگوں کے بہکانے کی غرض سے بُری طرح لکھا ہے۔ سنئے فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے کہ فرعون ہامان نمرود لکھ کر ان ناموں پر تیر لگانا بھی جائز نہیں اس واسطے کہ اگرچہ جن کے یہ نام ہیں وہ مردود اور واجب التوہین ہیں مگر ان ناموں میں وہی حرف ہیں جن کے ساتھ اللہ کے نام شروع کئے جاتے ہیں۔ جیسے ف سے فتاح، ر سے رحیم، ع سے علیم، و سے وہاب، ن سے نصیر اور بعض کا قول ہے کہ یہ سب حروف تہجی اللہ کے نام ہیں لہٰذا بلا خوف جان اتنی بھی توہین حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ پھر پیشاب اور خون سے سورۃ فاتحہ کا لکھنا جو کفر صریح ہے کب جائز ہوسکتا ہے۔ ہاں جان بچانے

کے لئے جہاں کفر کا کلمہ منہ سے کہنا جائز ہے وہاں یہ عمل بھی جائز ہے اسی واسطے یہ مسئلہ کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے۔
کہ اگر سورۃ فاتحہ کے پیشانی پر خون یا پیشاب کے ساتھ لکھنے سے جان کے بچنے کا سر درد مہلک سے یقین ہو تو جائز ہے مگر کیا تو ہین قرآن کے ساتھ کسی مومن کو یقین شفاء کا ہو سکتا ہے۔ جب یقین نہیں ہو سکتا تو معنے یہ ہوئے کہ یہ فعل کفر جائز ہی نہیں۔
جیسے قرآن مجید میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ ترجمہ: ''اگر زمین و آسمان میں سوائے اللہ کے اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان بگڑ جاتے'' اس کے یہ معنے ہوئے کہ نہ زمین آسمان بگڑے نہ سوائے خدا کے کوئی معبود پایا گیا اور اگر یہی معنے ہیں جو اس موذی نے سمجھے ہیں تو اس صورت میں اس مسئلہ کے یہی معنے ہوں گے کہ جان کے بچانے کے موقعہ پر کفر کا کلمہ کہنے سے جیسے کفر کا کلمہ کہنا جائز ہے یہ فعل کفر بھی جائز ہے تو اندریں صورت اس موذی کا اعتراض قرآن اور حدیث پر ہوا نہ کہ حضرت امام ہمام پر۔ اور وہ آیۃ یہ ہے۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ط ترجمہ: جس شخص نے بعد ایمان کے کفر کیا اللہ کے ساتھ سوائے اس شخص کے کہ جس نے جان کے خوف سے کفر کیا اور دل اس کا مطمئن بالایمان تھا اگر کشادگی سینہ کے ساتھ کفر کیا ہے ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے واسطے عذاب ہے بڑا''۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ ایک صحابی نے مسیلمہ کذاب سے جان کا خوف کر کے اس کو نبی کہہ لیا تھا جو کفرِ صریح ہے اور دل میں اس کو کافر جانتے تھے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ بعد نزول اس آیۃ کے آپ نے اس کو فرمایا کہ اگر جان کا خوف ہو تو جان بچا لینے کو پھر بھی اس قسم کا کلمہ منہ سے کہہ لینا جائز ہے۔
مسئلہ ہشتم: میں ابوالبعید لکھتا ہے۔ ''امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بیاہا ہوا زنا کے جرم میں پکڑا جائے تو اس کو سنگسار کرانا چاہیے''۔ نہیں معلوم اس موذی نے یہ جھوٹا حوالہ کیوں لکھا کنز کی تو یہ عبارت ہے۔ فَاِنْ كَانَ مُحْصِنًا رَجَمَهٗ فِيْ قَضَاءٍ حَتّٰى يَمُوْتَ یعنی اگر وہ شخص جس پر زنا کا ثبوت شرعی ہو جائے اگر بیاہا ہوا بیوی والا ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے۔ البتہ یہ ضرور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اِحْصَانُ الرَّجْمِ اَنْ يَّكُوْنَ حُرًّا عَاقِلًا بَالِغًا مُسْلِمًا الخ یعنی محصن رجم میں وہ گنا جائے گا جو آزاد عاقل بالغ اور مسلمان ہو۔
بناء علیہ اس موذی کی اگلی عبارت سے جو اہلحدیث کے متعلق نقل کی ہے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ غالبًا اس کا اعتراض اس حدیث پر ہے جس کو علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں مسند اسحاق ابن راہو سے بہ بسند معتبر نقل کی ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُحْصِنٍ یعنی مشرک محصن نہیں ہوتا اور شرط رجم کی احصان ہے، لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بوجہ غیر محصن ہونے کے فرماتے ہیں کہ کافر رجم نہ کیا جائے اور وہ جو حدیث بخاری اور مسلم وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ کو رجم کیا تھا وہ قبل نزول حکم رجم کے بموجب حکم توریت کے کیا تھا جب آیۃ کریمہ نازل ہوئی وہ حکم بوجہ مقید ہونے کے شرط احصان کے ساتھ منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ شرح موطا امام محمد رحمہ اللہ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں کے رجم کئے جانے کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ رجم پہلے نازل ہونے حکم قرآن کے بحکم توریت تھا۔ جب قرآن نازل ہوا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ مشرک محصن نہیں تو حکم رجم کافر کے حق میں منسوخ ہو گیا۔ فقط **تمت**

اس ابوالبعید جیسے لامذہب دھوکا بازوں کی ہیچوقسم ہزلیات کا جامع جواب دیکھنا ہو تو فتح المبین میں ملاحظہ کریں جو سینکڑوں علماء حنفیہ کے دستخطوں سے ایک لاہوری لامذہب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ والسلام۔ (ابومحمد محمد دیدار علی الوری)

کچھ تذکرہ مصنف

اسم گرامی: دیدار علی ابن سید نجف علی

تاریخ ولادت: 1273ھ بمطابق 1856ء بروز پیر جائے ولادت: محلہ نواب پورہ "الور" انڈیا

ولادت سے قبل بشارت: آپ رحمہ اللہ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ سے آپ کے عم مکرم مولانا نثار علی شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: بیٹی! تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو دین مصطفوی کو روشن کرے گا۔ اس کا نام "دیدار علی" رکھنا۔

آباؤ اجداد: آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد مشہد سے ہندوستان آئے اور "الور" میں قیام پذیر ہوئے۔

تعلیم وتربیت: آپ نے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں "الور" میں مولانا قمر الدین رحمہ اللہ سے پڑھیں، مولانا کرامت اللہ خاں رحمہ اللہ سے دھلی میں درسی کتب کتابوں اور دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ فقہ ومنطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رام پوری رحمہ اللہ سے کی سندِ حدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہما اللہ سے حاصل کی۔ آپ نے اپنی سند حدیث اور قرآن کی مکمل تفصیل اسی کتاب کے صفحہ پر لکھی ہے۔ درس وتدریس کے زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمہما اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس تھے۔

بیعت وخلافت: آپ رحمہ اللہ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں سید علی حسین اشرفی رحمہ اللہ اور سلسلہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضری: حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمہ اللہ اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کے درمیان بڑے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کا ذکر کیا اور ملاقات کی رغبت دلائی، حضرت سید المحدثین رحمہ اللہ نے فرمایا۔

"بھائی مجھے ان سے کچھ حجاب سا آتا ہے، وہ پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سنا ہے، طبیعت سخت ہے"۔

لیکن حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ دوستانہ روابط کی بناء پر بریلی لے ہی گئے، ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا نے عرض کی حضور مزاج کیسے ہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا:

"بھائی کیا پوچھتے ہو پٹھان ذات ہوں، طبیعت کا سخت ہوں"۔

کشف کی یہ کیفیت دیکھ کر مولانا کی آنکھوں میں آنسو آگئے، سرِ عقیدت نیاز مندی سے جھکا دیا اس طرح بارگاہِ رضوی سے نہ ٹوٹنے والا تعلق قائم ہوگیا۔

اعلیٰ حضرت کی آپ پر عنایات: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ اور آپ کے قابلِ صد فخر فرزند مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابو البرکات مدظلہ العالی کو تمام کتبِ فقہ حنفی کی روایت کی اجازت عطا فرمائی اور اجازت وخلافت عطا فرماتے ہوئے تمام اوراد ووظائف کی اجازت فرمائی۔

خدمات: تکمیلِ علوم کے بعد ایک سال مدرسہ اشاعت العلوم، رامپور میں رہے۔ 1325ھ/ 1907ء میں "الور" میں قوت الاسلام کے نام سے ایک دار العلوم قائم کیا پھر لاہور تشریف لا کر جامعہ نعمانیہ میں فرائضِ تدریس انجام دیتے رہے۔ 1335ھ/ 1917ء میں مولانا ارشاد حسین رام پوری رحمہ اللہ کے ایماء پر "آگرہ" میں شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ 1340ھ/

Marfat.com

1922ء میں دوبارہ لاہور تشریف لائے اور مسجد وزیر خاں میں خطابت کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ 1343ھ/ 1925ء میں ''مرکزی انجمن حزب الاحناف'' قائم کی اور دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی جہاں سے سینکڑوں علماء، فضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے، آج پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر یا دیہات ہوگا جہاں حزب الاحناف کے فارغ التحصیل علماء دینی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔ گو کہ اب یہ دارالعلوم اپنی شان و شوکت کھوتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ کرے کہ کسی طرح یہ دوبارہ پر رونق ہو اور اہل اسلام اپنی نورانیت سے منور کرے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ دوبارہ جاری و ساری ہو۔

علمی مقام و مرتبہ: حضرت کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں، بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، مخالفتوں کے طوفان آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہ دے سکے، دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہ کر سکتی تھی، علم و فضل کے تو گویا سمندر تھے، کسی مسئلے پر گفتگو شروع کرتے تو گھنٹوں بیان جاری رہتا۔ سورۂ فاتحہ کا درس ایک سال میں ختم ہوا، آپ کے خلوص و ایثار، زہد و تقویٰ، سادگی اور اخلاقِ عالیہ کے مخالف و موافق سبھی معترف تھے، سنیت اور حنفیت کے تحفظ اور فروغ کے لئے آپ نے نہایت اہم خدمات انجام دیں، آپ عربی، اردو اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے، آپ کے دیوان پختگی کلام پر شاہد ہیں۔

اولاد امجاد: آپ کی اولاد بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خادم دین اسلام ہوئی بن کر آپ کے دو صاحبزادوں نے بھی دین و مسلک کے لئے بڑی خدمات سرانجام دیں۔ ایک صاحبزادے غازی کشمیر سید ابو الحسنات قادری اور دوسرے مفتی اعظم پاکستان سید ابو البرکات رحمہما اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں بلکہ یہ سلسلہ خدمت دین و مسلک آپ کے پوتوں تک پہنچتا ہے تو ان کی خدمات بھی سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں ان میں بالخصوص سید محمود احمد رضوی الوری رحمہ اللہ کی خدمات جو انہوں نے اسلام، مسلک اور ملک کے لئے سرانجام دیں۔

تصانیف: آپ نے محققانہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، بعض تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱) تفسیر میزان الادیان (مقدمہ و تفسیر سورۃ فاتحہ)

اس کتاب کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اور دوسری بہت جلد زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے ادارے نے ان کی دوسری کُتب بھی منظرِ عام پر لانے کی نیت کی ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں اس میں کامیابی عطا فرمائے۔

(۲) ہدایۃ الغوی درردِ روافض (۳) رسول الکلام (۴) تحقیق المسائل
(۵) ہدایۃ الطریق (۶) سلوک قادریہ (۷) علاماتِ وہابیہ
(۸) فضائلِ رمضان (۹) فضائل شعبان (۱۰) دیوان دیدار علی فارسی
(۱۱) الاستغاثہ من اولیاء اللہ عین الاستغاثہ من اللہ (۱۲) دیوان دیدار علی اردو

وصال: 22 رجب المرجب، 20 اکتوبر 1354ھ/ 1935ء کو اپنے ربِ کریم کے دربار میں حاضر ہوئے اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں دفن ہوئے۔ مولانا ابو الحسنات رحمہ اللہ نے قطعۂ تاریخِ وصال کہا جس کا تاریخی شعر یہ ہے۔

حافظ پس سرکوبی اعداءِ شریعت ''دیدار علی یافتہ دیدارِ علی را''
۱۳ ھ ۵۴
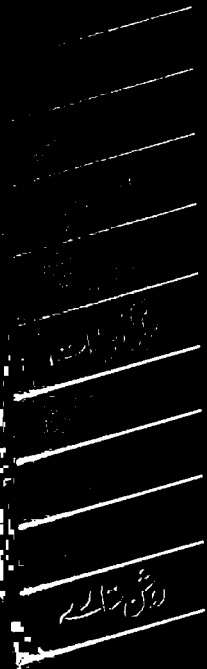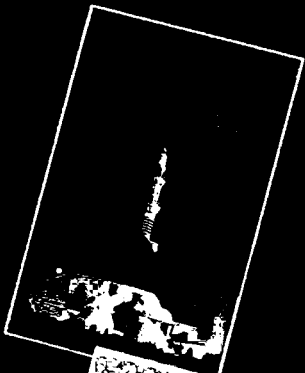
مکتبہ اعلیٰ حضرت کی خوبصورت کتابیں
مکتبہ اعلیٰ حضرت
Email: maktabaalahazrat@hotmail.com